

مَدَوَّةُ اَيِّينِ دِلِي كَارِي دِلِي مَاهِنَا

بُرْكَانُ

مُرَاتِبُ  
سَعِيدِ اَحْمَدِ كِتَابِ رَاہِ دِلِي

# مکمل لغات القرآن

(چھ جلدوں میں)

قرآن کریم کے الفاظ کی شرح اور اس کے معانی و مطالب کے حل کرنے اور سمجھنے کے لئے اردو میں اس سے بہتر اور جامع کوئی لغت آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس عظیم الشان کتاب میں الفاظِ قرآن کی مکمل اور دلپذیر تشریح کے ساتھ تمام متعلقات بخشوں کی تفصیل بھی ہے۔ ایک مدرس اس کتاب کو پڑھ کر قرآن مجید کا درس دے سکتا ہے اور ایک عام اردو خواں اس کے مطالعہ سے نہ صرف قرآن شریف کا ترجمہ بہت اچھی طرح کر سکتا ہے بلکہ اس کے مضامین کو بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اہل علم و تحقیق کے لئے اس کے علمی مباحث لائق مطالعہ ہیں۔ "لغات قرآن" کے ساتھ الفاظِ قرآن کی مکمل اور آسان فہرست بھی دی گئی ہے جس سے ایک لفظ کو دیکھ کر تمام لفظوں کے حوالے بڑی سہولت سے نکالے جاسکتے ہیں۔ "مکمل لغات قرآن" اپنے انداز کی وجہ سے کتاب ہے جس کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جلد اول	صفحات ۳۳۴	بڑی تقطیع	غیر مجلد	پانچ روپے	مجلد چھ روپے
جلد دوم	۳۳۶	"	"	پانچ روپے	چھ روپے
جلد سوم	۳۳۶	"	"	پانچ روپے	چھ روپے
جلد چہارم	۳۸۶	"	"	چھ روپے	سات روپے
جلد پنجم	۵۰۰	"	"	آٹھ روپے	نو روپے
جلد ششم	۳۲۳	"	"	پانچ روپے	چھ روپے

(پوری کتاب کے مجموعی صفحات ۲۲۱۲)

مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد، دہلی

مَجَلَّةٌ عِلْمِيَّةٌ

بُرْهَانُ

کے

۳۴ ویں جلد

مَآ تَبَّ

سعید احمد اکبر آبادی

ندوة المصنفین دہلی

ضمیمہ برہان جولائی ۱۹۶۹ء

# فہرست مضامین ماہنامہ سبربان دہلی

جنوری ۱۹۶۹ء جلد ۶۱۳ جون ۱۹۶۹ء

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	ارشاد مرشد	۲۵
۲	الانسان فی القرآن	۲۲۱
۳	باب التقریظ	۲۰۷
۴	تاریخ طبری کے مآخذ	۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲
۵	تواضع	۳۹۵
۶	جاہظ کے تنقیدی افکار	۳۸۷
۷	جدید عربی شاعری	۲۹۳
۸	جہاں نامہ	۹۳
۹	عورت اور اسلام	۳۶۵
۱۰	شاعری کا مرتبہ یا شعر کی حقیقت ۴۲ — شری صانع کی حقیقت ۴۰۶	
۱۱	صاحب القاموس المہیط کی ایک نادر قرآنی تالیف	۱۳۰
۱۲	عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان	۱۲۹-۱۳۷
۱۳	عربی کی مستند کتب لغت کے بعض لطیف مسامح	۴۲۵
۱۴	غالب پر ایک عمومی نظر	۳۲۲
۱۵	قاموس الوفیات لایعیان الاسلام	۷۷-۱۶۹-۲۵۵
۱۶	قتل حجر بن عدی	۵
۱۷	کیا سلطان بلبن کی کوئی بیٹی حضرت بابا صاحب غنوب تھی	۱۳۸
۱۸	مثنوی فتوح الحرمین کا ایک قدیم تلمی نسخہ	۵۳
۱۹	مبلغ الرجال	۳۳۴
۲۰	مدرسہ محمدی کے امانتی کتب خانہ میں فنونِ حرب کے رسالوں کا مجموعہ	۴۰۱
۲۱	نظرات ۲-۷۴-۱۳۶-۲۱۸-۲۹۰-۲۶۲	
۲۲	نگار نامہ: عہد اور نگار نگاری کی ایک اہم تالیف	۱۰۵
۲۳	ہندو تہذیب اور مسلمان	۶۵-۱۲۶-۱۹۶-۲۷۱
	ادبیات: غزل - ۱۳۴-۲۱۱-۲۱۳-۲۵۳-۲۸۵-۳۵۶-۳۶۸	
	تبصرے: ۶۹-۲۱۴-۲۸۶-۲۵۷-۳۳۰	

# فہرست صاحبان نگارستان ماہنامہ برہان دہلی

جنوری ۱۹۶۹ء تا جون ۱۹۶۹ء

صفحہ	اسماء و گرامی	تعداد
۲۸۷	سید احتشام احمد ندوی	۱
۴۲۵	سید اختر علی تلہری	۲
۳۶۵	الوار علی خاں سوز	۳
۴۱۲ - ۳۴۷ - ۱۸۵ - ۱۱۶	ڈاکٹر جواد علی عراق	۴
۵	جولیس ولہا وزن	۵
۲۵	خاور صاحب جبل پوری	۶
۲۳۷ - ۱۴۹	خورشید احمد نازق صاحب	۷
۲۸۶ - ۲۲۱ - ۲۱۸ - ۲۱۴ - ۲۰۷ - ۱۴۶ - ۷۴ - ۶۹ - ۲	سعید احمد اکبر آبادی	۸
۲۹۰ - ۳۵۷ - ۳۶۲ - ۳۳۰ - ۲۰۱	صلاح الدین محمد ایوب	۹
۱۴۰	مولانا سید عبدالرؤف عالی	۱۰
۵۴	مولوی عبد المجید صاحب ندوی	۱۱
۵	علی محسن صدیقی (مترجم)	۱۲
۹۳	محمود حسن قیصر امر دہوی	۱۳
۳۹۵	م - ع - رحمن حمیدی (گوموہ)	۱۴
۴۰۶	مولانا معین الدین علی گڑھ	۱۵
۲۹۳	مولوی مقتدی حسن اعظمی	۱۶
۳۳۲	پروفیسر محمد اسلم - لاہور	۱۷
۲۵۵ - ۱۶۹ - ۷۷	ڈاکٹر ابو النصر محمد خالدي	۱۸
۲۷۱ - ۱۹۶ - ۱۲۶ - ۶۵	ڈاکٹر محمد عمر صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	۱۹
۳۲۲	محمد قطب الدین احمد بختیار کاکی	۲۰
۴۱۲ - ۳۴۷ - ۱۸۵ - ۱۱۶	نثار احمد فاروقی (مترجم)	۲۱
۱۰۵	ڈاکٹر نور الحسن صاحب انصاری	۲۲
۴۳	دقار احمد رضوی ایم - اے	۲۳
۱۳۸	وحید احمد مسعود صاحب شیخوپورہ بدایوں	۲۴
۲۸۵	الم منظر نگری ۴۲۸ ٹھاکر بوا سنگھ اشیم ۲۱۱ حرمتہ الاکرام	۲۵
۳۵۶	سعادت نظیر ۲۱۳ ماسر القادری ۱۴۴ - ۲۸۴ مولانا محمد کفایت نازوقی	۲۶

ادبیات :

# پُرمان

جلد ۶۳ | ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق جولائی ۱۹۶۹ء | شماره ۱

۲	عتیق الرحمن عثمانی	نظرات
	ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب	عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان
۵	دلی یونیورسٹی - دہلی	
	ڈاکٹر حافظ عبد العظیم خاں صاحب لکچرار	سراج الدین ابن الملحق
۳۲	مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ	
	ڈاکٹر محمد عمر صاحب اساتذہ تاریخ	ہندو تہذیب اور مسلمان
۵۷	جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	
۷۱	جناب آلم منظر نگری	ادبیات : غزل
۷۲	جناب عبدالرحمن چشتی	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نظرات

۱۹۶۲ء کے عام انتخابات، ملک کی موجودہ افسوسناک حالت، اور مسلم مسائل کے متعلق ”تیج ویکلی“ کے نامی نگار کے اصرار پر پچھلے دنوں میرا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا ”تیج ویکلی“ مسلم حلقوں میں برائے نام ہی پڑھا جاتا ہے اور مضمون کا تقاضا یہ تھا کہ مسلم حلقوں میں اس کا زیادہ سے زیادہ تعارف ہو، اصل اس طرح کے مضامین کی صحیح جگہ اخبارات ہیں، لیکن میرے پاس کوئی اخبار نہیں ہے اور ہر اخبار کی اپنی اپنی مصلحتیں ہوتی ہیں، وہ چاہتے ہیں تو غیر ضروری مضامین کو جلی عنوانات کے ساتھ شائع کر دیتے ہیں، نہیں چاہتے تو اہم اور ضروری مضمونوں کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، اس لیے مناسب خیال کیا گیا کہ یہ انٹرویو ”برہان“ کے نظرات میں محفوظ ہو جائے۔ جو اخبارات اس کو شائع کرنا مفید سمجھیں ”برہان“ سے نقل کر سکتے ہیں۔

حالات میں اس قدر اتار چڑھاؤ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے عام چناؤ کے متعلق ابھی کوئی آخری اور قطعی رائے دینی مشکل ہے۔ نازک تر بات یہ ہے کہ غیر معمولی شور و غوغا کے باوجود ملک میں کوئی ایسی مضبوط اور صالح اپوزیشن نہیں بن سکی جو برسر اقتدار جماعت کی جگہ لے سکے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کر سکے جن کی پچاس کروڑ انسانوں کی آبادی سے زیادہ ملک کے نظم و نسق کو کامیابی کے ساتھ چلانے کی ضرورت ہے۔

ان حالات میں دھڑے بندیوں اور اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے اگر کانگریس اس دفعہ برسر اقتدار نہ بھی آسکی تو اس سے استحکام اور ترقی کی بجائے ملک میں مزید انفراتفری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ موجودہ کانگریس کے متعلق میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بہت سے افراد جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے۔ اقتدار کے نشہ میں مست ہو گئے ہیں اور ان میں وہ ولولہ اور اصول کے لئے قربانی دینے کا جذبہ باقی نہیں رہا جو کبھی اس تاریخی جماعت کی خصوصیت تھی۔

اب کانگریس محض قدیم روایات کا نام لے کر ان نئی جماعتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو تازہ جوش اور ولولہ کے ساتھ کانگریس کے ماضی اور اس کی سیکولر ڈیموکریسی کی پالیسی کو ڈانسامیٹ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ شاید ان ہی اندیشوں کی بنا پر گاندھی جی نے کانگریس کے موجودہ ڈھانچے کو توڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی کانگریس کی موجودہ لیڈر شپ اگر اس کا وجود ضروری سمجھتی ہے تو اس کو اس جماعت کے تین مردہ من مان ڈالنے کے لئے بہت کچھ کرنا ہوگا۔ اس کو ان کمزوریوں اور آلودگیوں سے

پاک کرنا ہو گا جن میں پھنس کر اس کی انقلابی روح معطل بلکہ فنا ہوتی جا رہی ہے۔

مسلمانوں کے مسائل اور ان کے کردار کے بارے میں آپ نے زور دیتے ہوئے کہا کہ میں بے جھجک کہہ سکتا ہوں کہ تقسیم ملک کی افسوسناک اور تاریخی غلطی کے بعد اگر یہ جماعت ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی صدق دلانہ کوشش کرتی تو آج مسلمان کانگریس سے اس قدر دور نہ ہوتے وہ بے نوا اور پریشاں حال تھے ان کو ایک نگاہ محبت کی ضرورت تھی۔

ان کی موجودہ حالت یہ ہے کہ اس جماعت کے طریق عمل سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور کوئی دوسری ایسی تنظیم ان کو نظر نہیں آتی جس میں شامل ہو کر پارلیمنٹری پارٹیکس اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں اپنا حق ادا کر سکیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہی نکلتا چاہے تھا کہ چھ کر ڈر انسانوں کی یہ عظیم الشان تعداد ملک کی عملی سیاست میں تقریباً بے اثر ہو کر رہ گئی ہے۔

پچھلے ایکشنوں کے برخلاف موجودہ انتخابات میں مایوسی اور غم و الم میں ڈوبے ہوئے مسلمانوں نے اکثر مقامات پر کانگریس کے خلاف اپنی رائے کا استعمال کر کے زندگی کا ثبوت دینے کی سعی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں تو زندگی کیا آتی کانگریس کو البتہ ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ گیا۔

غور کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری یہ قدیم اور وسیع و عریض جماعت اگر اپنے اصول اور روایات کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی ہے تو اس کو مسلم مسائل پر خاص توجہ دے کر اس ملک کے کرڈروں باشندوں کا زائل شدہ اعتماد واپس لانا چاہیے جنہوں نے تمام حضرات سے بے پرواہ ہو کر پچھے ایکشنوں میں کانگریس کو دوٹو دیا تھا ان مسائل کے حل سے نہ صرف یہ کہ ملک کی ایک ایسی اقلیت مطمئن ہوگی جس کے وجود سے اس جماعت کے ڈھانچے میں روح تازہ واپس آسکتی ہے بلکہ اس سے پورے ملک کو استحکام ملے گا اور فرقہ پرست طاقتیں مایوس ہو کر دم توڑنے لگیں گی۔

اس مرحلہ پر مجھے یہ بھی کہہ دینا چاہئے کہ یہی وقت ہے کہ موجودہ پارلیمنٹ کے مسلمان کانگریسی ممبران ایک زبان ہو کر اپنے لیڈروں پر اور مرکزی پارلیمنٹری بورڈ پر موثر دباؤ ڈالیں۔ اس کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں جن کی تفصیل اس وقت غیر ضروری ہے۔ پارلیمنٹ کے یہ مسلمان ممبر چاہیں تو صورت حال کے سدھار کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں اور ڈسپلن کے حدود میں رہ کر کر سکتے ہیں۔ مگر شاید وہ کسی دوسری ہی دنیا میں رہتے ہیں۔ صورت حال کا ایک اور بھی اہم پہلو ہے جس کی دہشت ناکی کا ابھی ہمیں پورا اندازہ نہیں اور وہ ہے ایک ایسے ملک کے رہنے والوں کا جارحانہ اور تشدد پسندانہ رجحان اور اس رجحان میں مسلسل اضافہ اور شدت۔ جس نے صرف عدم تشدد کی طاقت سے ملک کو ایک ایسے اقتدار سے آزاد کرایا تھا جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے حدود سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہمارے عدم تشدد کی حیرت انگیز اخلاقی طاقت کے فلسفہ پر ریسرچ کرتی ہیں اور ہم اس نعمت کو ٹھکرا کر صوبہ پرستی، زبان پرستی اور اسی طرح کی دوسری حماقتوں کے ہمنگ زمیوں، وادیوں، محض رہنے والوں اور اس کے لئے نہ تو تشدد اور بربریت کو رد کرتے ہیں۔

ہیں کانگریس کے اقتدار پر نہیں لگاتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ ملک اسی کے ذریعہ اور واسطہ سے آزادی  
 ہو رہی ہے اور آزادی کے بعد ملک کی صنعتی اور زرعی ترقی کے لئے اس نے اربوں کھربوں روپے کے پلان بنائے ہیں جو بڑے  
 اس میں شک نہیں کہ بے تحاشا کرپشن، کارپردازوں کی ناجائز کاری اور بہت سی دوسری خرابیوں کی  
 وجہ سے ان عظیم الشان منصوبوں اور پلانوں کے نتیجے میں خاطر خواہ نہیں مل رہے ہیں اور ملک کا بال بال سودی قرضوں میں  
 بندھ گیا ہے اگر خاطر خواہ نتیجے نکلتے تو آج ملک کی قسمت کا کچھ اور ہی انداز ہوتا۔ لیکن سا اٹھ سال کی اس محنت  
 کو اگر ہم نے گروہی سیاست اور کانگریس دشمنی کی قربان گاہ پر چڑھا دیا تو ان منصوبوں سے جو فائدے اب تک  
 ہوئے ہیں یا ہونے والے ہیں وہ بھی خاک میں مل جائیں گے اور نتائج کی کامیابی اور شکست کی جس توقع پر ہمارا ملک  
 باہر کے سودی قرضوں کے بار کو برداشت کر رہا ہے وہ توقع بھی ختم ہو جائے گی۔

یہ وقت از سر نو الف، بے، تے پڑھنے کا نہیں ہے چاہے میں نے پہلے کہا ہے۔ اس اکھاڑ پچھاڑ میں  
 کوئی بیدار اور مضبوط اپوزیشن وجود میں آجاتی تو بہت سی دشواریاں خود بخود دور ہو جاتیں لیکن یہاں تو عجیب  
 کیفیت ہے کہ کسی نغمہ اور ساز میں مہنوائی نہیں ہے۔

ہر ایک اپنی ڈفلی بجا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ کانگریس کو شکست دینے کے جذبے میں کچھ سیاسی پارٹیاں اگر  
 متفق ہونے کی جدوجہد بھی کرتی ہیں تو نظریوں کے اندھے اختلاف کی اندھیرویوں کی وجہ سے چند قدم بھی  
 ساتھ نہیں چل سکتیں اور پھر مزید انتشار کا سبب بنتی ہیں۔

ملکی فسادات کے بارے میں مفتی صاحب نے خاص طور پر اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس  
 وقت سب سے اہم مسئلہ فسادات اور بے امنی کا ہے۔ ان فسادات نے مسلمانوں کے دل و جگر کو چھلنی کر دیا ہے  
 اور عزت و آبرو کی بربادی کے علاوہ اقتصادی اور معاشی اعتبار سے بھی وہ تباہ و برباد ہوتے جا رہے ہیں۔  
 فسادات کی روک تھام کا واحد حل میری رائے میں ایک ہی ہے، وہ یہ کہ وطن دوست جذبہ خدمت رکھنے  
 والے مسلمان زیادہ سے زیادہ تعداد میں پولیس اور فوج میں لئے جائیں۔ ہمارے صاحب اقتدار حضرات تو ہٹا  
 اور اندیشوں سے بے نیاز ہو کر اس نسخہ کو آزمائیں تو دیکھیں۔

آخر میں ایک بات مسلمانوں سے بھی کہنی ہے ان کو سوچنا چاہئے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں ان کو یہیں  
 جینا اور یہیں رہنا ہے وطن کی عزت و آبرو کے ساتھ ان کی عزت و آبرو والہ ہے ان کو ہر حالت میں ملک  
 کی فلاح و ترقی کے ہر کام میں بھرپور حصہ لینا چاہئے۔ دستور نے ان کو جو حقوق دیئے ہیں ان کی قدر کرنی چاہئے۔  
 آئینی اور دستوری حقوق کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔

آج کی جمہوری دنیا میں اس کی زبردست اہمیت ہے۔ جہاں تک ان حقوق کو عمل میں لانے کا تعلق  
 ہے اس کے لئے ہمیں اپنی آواز کی مضبوطی کے ساتھ رائے عامہ کو اپنا منہوا بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ شکوہ  
 شکایت اور ناراضگیوں سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اس عادت کو چھوڑنا ہی چاہئے گا  
 قصہ یا مشترک حکومت کے متعلق اس دلدل میں کچھ کہنا نہیں چاہتا یہ مسائل پیچیدہ اور تفصیلی طلب ہیں  
 اس طرح کے امکانات کو ہمیں مستقبل کے حوالہ کر دینا چاہئے۔

# عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

ڈاکٹر خورشید احمد فاروقی، پروفیسر عربی، دہلی یونیورسٹی

(۱۴)

## مذہب اور فرقہ

شہرستانی (بارہویں صدی کا ربیع ثانی) :

ہر پہلے بتا چکے ہیں کہ ہندو ایک بڑی قوم ہیں اور ان کا ایک بڑا مذہب ہے اور ان کے مختلف مذہبی عقائد ہیں۔ ان کا ایک فرقہ برہمن کہلاتا ہے۔ یہ لوگ ثنوت کے بالکل منکر ہیں اور اس کی ضرورت نہیں تسلیم کرتے، ان کا ایک فرقہ دھرمیت کی طرف مائل ہے دوسرا ثنوی عقیدے کا مائل ہے۔ دسرا براہمنی مذہب کو حق قرار دیتا ہے لیکن بیشتر ہندو براہمنی مذہب کے پیرو ہیں، ان

مذہبوں میں سے ہندو مذہب کا عقیدہ ہے کہ دو دھرم ہیں اور ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اور دوسرا اندھیرا اور ان کے تیرے شرارتوں کے غم میں رہتا ہے۔ اور دوسرا ہمیشہ قدم اور آدینش رہتی ہے۔ دوسرا ایک دوسرے پر غلبہ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس فرقہ کے مطابق انسان کا فرض ہے کہ خیر کے ساتھ حق و نیک کرے اور شر کو پھیلنے کا موقع نہ دے۔ اسے یہی سزا دیا کہ انسان اور خدا کے درمیان واسطہ قرار دیتے ہیں اور سارا دن خوف کے دربار میں سفارش مان کر ان کی تعظیم اور پوجا کرتے ہیں۔

کی ایک جماعت روحانیات کی قائل ہے، ایک جماعت ہیکل پرست ہے اور ایک جماعت بتوں کی عبادت کرتی ہے۔۔۔ ہندوؤں میں ایسے فلسفی بھی پائے جاتے ہیں جو اپنے علم و عمل میں یونانی فلاسفہ کی طرح ہیں۔ دہریہ، شنوی یا سابی ہندوؤں کے مسلک کی تفصیل یہاں بیان کرنا ضروری نہیں کیونکہ ہم پہلے دہریہ، شنویہ اور سابیہ فرقوں کے معتقدات کا ذکر کر چکے ہیں اور اس کے مطالعہ سے ان ہندو فرقوں کے عقائد معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ ان ہندوؤں کے پانچ فرقے ہیں جنہوں نے اپنے نظریات کی تشریح و توضیح پر کتابیں لکھی ہیں: براہمہ، اصحاب الروحانیات، اصحاب الہیکل، بت پرست اور فلسفی۔

### براہمہ

بعض لوگوں کو خیال ہے کہ اس فرقہ کے براہمہ کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ابراہیمی مذہب کا پیرو ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ برہمن بن کا لڑکا امتیاز نبوت کا انکار ہے ابراہیم نبی کے کیسے توڑ ہو سکے ہیں۔ جو ہندو فرقہ براہمہ کو نبی، شاہیہ شنویہ کہلاتا ہے جو روشنی اور اندھیرے کا قائل ہے۔ ان کے معتقدات کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ دراصل برہمن ایک شخص کی طرف منسوب ہیں جو براہمہ کہلاتا تھا۔ جس نے انکار نبوت کا اصول وضع کیا اور اس کے عقلاً ناقابل قبول ہونے کے مختلف جوہر پیش کئے مثلاً اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ جو ہستی نبی بھیجتی ہے ضروری ہے

۱۔ بقول شہرتانی روحانیات سے مراد فرشتے ہیں غیر مجسم دربرائیوں سے پاک ہستیاں ہیں جو خدا اور سارے کے درمیان آسمانوں میں بصورت سبب یا رہ نظر آتے ہیں درجن کی تعظیم کے ذریعہ انسان خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ ۲۔ ہیکل سے مناسبتوں کے قیام پر ادھیہ۔ صوبہ الہیکل سانبھہ کا ایک فرقہ ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو سات ہزاروں کو خدا اور انسان کے درمیان واسطہ قرار دیتے ہیں، ۳۔ کاغذ ہے کہ ہزاروں کی تعظیم سے خدا کی خوشخبری حاصل کی جاسکتی ہے۔

کہ اس کا عقل سے ادراک ممکن ہو یا نہ ہو، اگر عقل سے ادراک ممکن ہے تو ہم عقل تام کے ذریعہ اس کا ادراک کر سکتے ہیں، اس لئے ہمیں نبی کی کیا ضرورت؟ اگر اس ہستی کا عقل سے ادراک ناممکن ہے تو اس ہستی عقل قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ ناقابل ادراک ہستی کو قبول کرنا انسانی دائرہ سے نکل کر حیوانی دائرہ میں داخل ہونے کے برابر ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اس بات کے عقلی شواہد موجود ہیں کہ خدا حکیم ہے، انسان اس حکمت والے کی عبادت ان شواہد کے باعث کرتا ہے جن کو عقل تسلیم کرتی ہے، عقل اس بات کو مانتی ہے کہ عالم کو ایک قادر، عالم اور زندگی ہستی نے بنایا ہے نیز یہ کہ اس نے اپنے بندوں کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے جو شکر کا مستحق ہیں، پس ہم اپنی عقل سے خدا کی مصنوعات میں مضمر حکمت کا ادراک کر سکتے ہیں اور اس کی عنایتوں کے شکر گزار ہوتے ہیں جو اس سے ہم پر کی ہیں اور چونکہ ہم نے عقل سے اس ہستی کا ادراک کر لیا ہے اور اس کی عنایتوں کا شکریہ بھی ادا کیا ہے اس لئے ہم اس کے ثواب کے مستحق ہیں اور اگر ہم خدا کا شکر اور اس کے احسانات کی ناشکری کریں تو سزا کے مستحق ہو جائیں گے؛ اندریں صورت ہم اپنے جیسے انسان کا کیوں اتباع کریں کیونکہ اگر وہ ہمیں خدا کی معرفت اور شکر گزاری کا حکم دیتا ہے تو یہ دونوں باتیں عقل تام کے ذریعہ پہلے ہی سے ہمیں حاصل ہیں اور اگر وہ ایسا حکم دے جو معرفت اور شکر کے منافی ہے تو وہ بھڑا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس عالم کا ایک ذی حکمت بننے والا ہے لیکن انسان ذی حکمت کی عبادت ایسے طریقوں سے کرتا ہے جنہیں کرتے ہوئے عقل کی میزان میں قبیح ہوتا ہے۔ انیسویں مذہب میں الہی راتیں روزوں میں جن سے عقل باکرنی، مشغول عبادت کے وقت ایک مخصوص گھر کی طرف منہ کرنا، اس کو وقف کرنا، سجدہ کرنا، نیکو چہرہ کرنا، حرام باندھنا، تلخیہ کہنا، ایک نعت پتھر کو چومنا، جانوروں کو ذبح کرنا اور ایسے جانوروں کا کھانا حرام قرار دینا جو انسان کی غذا بن سکتے ہیں۔ یہ اور سمیٹ کے قیود عقلی تقاضوں کے خلاف ہیں۔

برہمنوں کے مختلف فرقے ہیں مثلاً ان میں سے ایک فرقہ بت پرست ہے دوسرا بت پرست ہے اور تیسرا

دوسرا فکر ریاضت کا قائل (اصحاب الفکر) اور تیسرا آواگون (تناسخ) کا معتقد۔

### بیت پرست برہمن (اصحاب البہدہ)

برہمنوں کی رائے میں بیت وہ شخص ہے جو نہ تو پیدا ہو، نہ شادی بیاہ کرے، نہ کھائے پیئے، نہ بوڑھا ہو، نہ مرے۔ اس دنیا میں ظاہر ہونے والے پہلے بیت کا نام شاکمین تھا، اس کے معنی شریف و معزز سردار کے ہیں، یہ ہجرت چھپا پٹ ہزار برس پہلے ظاہر ہوا تھا۔ باختر ہندو علماء کی رائے ہے کہ بیت کے بعد بودیسیہ کا مرتبہ ہے، اس کے معنی ہیں راہِ حق کا طالب انسان۔ اس مرتبہ تک صبر، فیاضی، اچھے میں نہت، دنیا اور دنیا کے ہزار و سامان، خواہشات لذتوں اور ناجائز کاموں سے اجتناب و سدا، مخلوق کے ساتھ محبت و ہمدردی نیز دس گناہوں سے احتراز و رست میں دس اچھی مادیات پیدا کرتے سے پہنچي ممکن ہے، دس گناہ یہ ہیں: جاندار کا قتل غیر کے مال پر ہاتھ ڈالنا، زنا، جھوٹ، چغلی خوری، فحش کلامی، گال بکلوچ، لوگوں کو برے لقب دینا، بے ہودہ پن اور اندروی جزا منرا سے نکالنا۔ دس عمدہ خصلتیں یہ ہیں: عاقبت، قصور سے درگزر کرنا، غیظ و غضب میں بردباری سے کام لینا، دنیا و خواہشات سے پرہیز کرنا، دنیا سے نکاح کرنا، دنیا میں نیچرے پائے کے مسئلہ پر غور و خوض کرنا، علم و ادب سے عقل کی تربیت، ہر کام کے انجام پر نظر رکھنا، واسطہ ایقاعہ یعنی تصدیق، سناٹا، غیب (تنبیہ) دینا، شرف کے ساتھ سربور و رشتہ داروں سے بات کرنا، دوستوں کے ساتھ ایثار کرنا اور حسن سلوک سے پیش آنا، خدا کو مخلوق سے دور بنانا اور حق کو طرف کفایت ناک یونان اور حق کے وصل کی خاطر جان دے دینا۔۔۔۔۔

### فکری ریاضت کے قائل برہمن (اصحاب انشکروا وغیرہ)

برہمنوں کا وہ فرقہ ہے جو ہر قسم و درجہ سے واقف ہے، جس نے ستاروں کا مطالعہ

مکر کے ان سے متعلق احکام و تنوایا و ضعیف کیے بنیاء جو ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں .... یہ لوگ فکر کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، ان کی رائے ہے کہ فکر پر محسوسات و معقولات دونوں کا پرتو پڑتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ سخت ریاضت کرتے ہیں جس کے زیر اثر فکر کے پروہ پر محسوسات کے نقوش پڑنا بند ہو جاتے ہیں اور صرف معقولات یعنی عام پارہ کے نقوش ہی مرسم ہوتے ہیں اور اس کے رموز فکر پر آشکارا ہو جاتے ہیں، کبھی ایک مشق صاحب فکر غیب کی باتیں بتا دیتا ہے، کبھی بارش روک لیتا ہے، اور کبھی کسی پرانا کدیری شکنجہ اس طرح کستا ہے کہ وہ فوراً مر جاتا ہے .... فکر اور وہم جب محسوسات کے نقوش لینا بند کر دیتے ہیں تو حیرتناک کام انجام دینے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

## تناسخ کے قائل برہمن

تناسخ کے معنی ہیں اگر آریہ، دوار کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ .... تناسخ کے مطابق جزا و سزا دنیا میں ملتی ہے آخرت میں نہیں اور ہم دنیا میں جو اعمال کرتے ہیں وہ ان اعمال کا بدلہ ہوتے ہیں جو ہم نے پہلے دوارِ جنم میں کئے تھے، آرام، خوشی و نشاطانی جن سے ہم دنیا میں بہرہ ور ہوتے ہیں وہ ان اچھے اعمال کا نتیجہ ہیں جو ہم نے پہلے جنم میں کئے تھے، درغم، تکلیف و سزا داری جس کے ہم دنیا میں شکار ہوتے ہیں ان برے اعمال کا نتیجہ ہیں جو کچھ چلی زندگی میں ہم سے سرزد ہوئے تھے۔ ہم پہلے ان مذاہب کا ذکر کر چکے ہیں جو تہذیب کے قائل ہیں، ہندوؤں کا، کوئی مذہب ایسا نہیں جس کی بنیادیں آریہوں کے تصورات پر استوار نہ ہوئی ہوں۔ ہر ہندو مذہب میں تناسخ کی تشریح و تفسیر کے صرف طریقے مختلف ہیں۔ ہندوستانی برہمنوں (تناسختہ الہند) کا سواگون پر گہرا عقیدہ ہے انھوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ مقررہ وقت پر آتا ہے اور ایک درخت

سے یعنی روحوں کا ہمیشہ جسم بدستہ رہتا، انہی روحوں کا اچھے جسموں میں داخل ہونا اور بری روحوں کا

برے جسموں میں۔۔۔ لائن داخل ۲۲۹/۱

پر بیٹھ کر انڈے دیتا ہے پھر اس کے بچے نکلتے ہیں شہر ذہن مند بفر اخہ (۶) تو وہ پرندہ اپنی چوہنچ اور انگوں سے اپنا جسم کھلاتا ہے جس کے زیر اثر اس سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں اور ن شعلوں میں وہ جل مرنے لگتا ہے، اس کے جسم سے تیل (چیل) بہہ کر درخت کی جڑ کے ایک گڑھے میں جمع ہو جاتا ہے، جب تک کہ گند نہ رہتا ہے اور اس پرندے کے فنا ہو جانے کا وقت آتا ہے تو درخت کی جڑ میں مجتمع تیل سے اس جیسا ایک پرندہ دھوپیر ہوتا ہے اور اڑ کر درخت پر بیٹھ جاتا ہے اور انڈے بچے دیتا ہے، اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے، تناسخ کے قائل یہی کہتے ہیں کہ دنیا اور دنیا کے باشندے اس پرندہ کی طرح ہیں جس پر ہمیشہ اکوار و ادوار آتے رہتے ہیں، ایسی فنا اور بقا، موت اور زینت کا کبھی نہ سوتے والا سلسلہ جاری رہتا ہے اور

ابن خرداد ذہب (نویں صدی کا ربیع ثانی) :

ہندوؤں کے بیالیس فرقے ہیں، ان میں سے کچھ خدا اور رسولوں کے قائل ہیں، کچھ صرف رسول کے منکر ہیں اور کچھ خدا اور رسولوں دونوں کے۔

مطہر بن طاهر مقدسی (دسویں صدی کا ربیع ثالث) :

باخبر لوگوں کا بیان ہے کہ ہندوستان میں نو سو مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں، ان میں سے نیا نوے (۹۰) مذہب کو الف معلوم ہیں اور یہ "بیس مذاہبوں میں داخل ہیں اور ان بیالیس کا دار و مدار چار مذاہبوں پر ہے اور یہ چار دو بڑے مذاہبوں سے ماخوذ ہیں ایک برہمنی اور دوسرا بدھ مذہب، یہ مذاہب سات کا منکر ہے۔ برہمنوں کے تین فرقے ہیں، ایک نرہ توحید اور غنہ مذہب کا فانی ہے، کین برہمت کی ضرورت تسلیم نہیں کرتا، دوسرا آواگون (تناسخ) کے اصول پر قائم ہے لیکن توحید و رسالت کا انکار کرتا ہے۔

اور سیہ دہارہویں صدی کا ربیع ثالث :

ہندوستان کے اکثر باشندوں کے بیاہیس مذہب ہیں۔ بعض لوگ خدا اور رسولوں کے قائل ہیں۔ بعض خدا کے قائل ہیں لیکن رسولوں کے منکر بعض دونوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعض سورتیوں کی پوجا اور خدا تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ بعض پتھروں کے ڈھیر کو پے، اور خدا کے درمیان واسطہ بناتے ہیں اور اس پتھر، و سہ پلہ ڈاکہ مسجد کہتے ہیں۔ بعض آگ کی عبادت کرتے ہیں اور خود کو آگ میں جلا ڈالتے ہیں۔ بعض سورج کے پرتوں میں اور اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سورج نے عالم کو پیدا کیا اور وہی اس کا نظام چلا رہا ہے کوئی فرقہ درخت کی پوجا کرتا ہے کوئی ناگوں کی، ان کے گرد ہارے بنادیتا ہے اور ان کو کھلاتا پلاتا ہے اور ان کی پیشکش کو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیتا ہے ایسے لوگ بھی ہیں جو عبادت کی زحمت ہی نہیں کرتے اور ہر مذہب کے منکر ہیں۔

ابن النذیم دسویں صدی کا ربیع آخر :

بدھ

بدھ کے بارے میں ہندوؤں کی مختلف رائیں ہیں۔ ان کی ایک جماعت کہتی ہے کہ بدھ خدا کی مورتی ہے دوسری جماعت کو خیال ہے کہ وہ سوا کی مورتی ہے جسے خدا سے ان کے پاس بھیجا ہے۔ رسول کے بارے میں بھی اختلاف ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ رسول خدا کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے۔ دوسری جماعت کی رائے ہے کہ وہ انسان ہے تیسری کا خیال ہے کہ وہ راکشس (جنات) ہے۔ ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ بدھ بودھ سف کیہ بدھ کی مورتی ہے جو لوگوں کی رہنمائی کے لئے خدا کے پاس سے آیا تھا۔ یہ جماعت بدھ کی پوجا اور تعظیم الگ

گ مرقوم ہے کرتی ہے۔ ایک: خبر ثقہ شخص کا بیان ہے کہ سب ہندو فرقہ کی ایک مورتی ہوتی ہے جس کی وہ پوجا و تعظیم کرتا ہے نیز یہ کہ بت (بب) سم جنس ہے اور مورتیاں اس کی انواع، سب سے بڑا بت انسانی شکل کا ہے اور ایہ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، اس کے چہرہ پر کوئی بال نہیں ہے، منہ میں الذقن فی الفم (۶) اس کا جسم نکلا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا مسکرا رہا ہو، ایک ماتھ کی انگلیاں دوسرے میں اس طرح ڈالت ہوئے ہیں کہ ان سے بتیں کے ہند سے بنتے ہیں، اسی ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ہر گھر میں بدھ کی ایک مورتی موجود رہتی ہے اور گھر والے کی حسب حیثیت جو مہرات سے مرصع سونے یا چاندی کی یا پتیل یا لکڑی کی ہوتی ہے، مشرق سے مغرب یا مغرب سے مشرق جس طرف سے بھی بدھ کی مورتی پر نظر پڑ جائے ہندو اس کی تعظیم کرتے ہیں لیکن زیادہ تر وہ مورتی کا رخ مغرب کی طرف رکھتے ہیں تاکہ وہ مشرق رو ہو کر اس کے سامنے آئیں۔ راوی کہتا ہے کہ بدھ کے چار چہرے ہوتے ہیں جن کو ایسی ناپ تول اور مہارت سے بنایا جاتا ہے کہ ہر طرف سے اس کا پورا چہرہ دیکھنے والے کے سامنے آجاتا ہے۔ ....

میں نے ایک خراسانی کی کتاب میں جو تدیم اور اسلامی دور کے خراسان کے حالات پر مشتمل ہے پڑھا کہ فرقہ سمنیہ کا پیغمبر بداسف (مہاتما بدھ) تھا اور ماوراء النہر کے اکثر باشندے اسلام سے پہلے اور قدیم الیام میں اسی مذہب کے پیرو تھے، سمنیہ، سمنی کی طرف نسبت ہے، یہ لوگ ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگوں سے زیادہ سخی اور فیاض منش واقع ہوئے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ان کے نبی بوداسف (مہاتما بدھ) نے تعلیم دی ہے کہ انسان کے لئے جائز نہیں کہ کسی معاملہ میں بھی نہیں کہے اور اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس عقیدہ کا عمل ہونے کے بعد اس پر عمل پیرا نہ ہو، چنانچہ اس فرقہ کے لوگ فول اور نعل دونوں میں منہنی روش اختیار نہیں کرتے، ان کا عقیدہ ہے کہ نہیں کہنا شیعیان میں ہے و شیعیان کی مخالفت ان کو دھرم ہے۔

## فرقے

مطہرین طاہر مقدس (دسویں صدی کا ربیع ثانی) :

## باسویہ (ناشدیہ)

موجودہ ہمنوں کی رائے ہے کہ خدا نے ان کے پاس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں پیغمبر بنا کر بھیجا جس کا نام باسو (ناشد) تھا، اس کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی، دوسرے میں زرہ بکتر، تیسرے میں چکر (شکرتہ)، چوتھے میں پھندے دار رسی، وہ عتقار پر سوار تھا، اس کے بارہ سر تھے۔ ایک انسان، دوسرا گھوڑے کا، تیسرا شیر کا، چوتھا بیل کا، پانچواں گدہ کا، چھٹا ہاتھی کا، ساتواں سور کا، باقی پانچ سروں کی بھی، انھوں نے تصریح کی ہے، ہمنوں کا یہ موجد فرقہ کہتا ہے کہ باسو (ناشد) نے ہمیں گ کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے آگ کو بلندی، شان اور تاباں کی عطا کر کے معزز و موقر بنایا ہے اور اس کے ساتھ بہت سے ذمیوی فائدے وابستہ کر دیے ہیں۔ باسو (ناشد) نے قتل اور شراب خوری سے روکا ہے لیکن زنا مباح کر دی ہے۔ اس نے اپنی اور گائے کی مورتی پوجنے کا حکم دیا ہے۔ گنگا پار کرنے کی ممانعت کر دی ہے، جو بہمن لیا کرے گا اس کا دھرم جاتا رہے گا۔

شہرستان (بارہویں صدی کا ربیع ثانی) :

باسویہ فرقہ کا دعویٰ ہے کہ ان کا رسول ایک روحانی فرشتہ تھا جو انسان کی شکل میں آسمان سے اتر تھا۔ اُس نے ان کو حکم دیا کہ سگ کی تعظیم کریں اور اس کا تقرب عطر، خوشبو اور تیل جلا کر نیز جانور قربان کر کے حاصل کریں۔ رسول نے قس اور فوج کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ سوائے اس جانور کے جو آگ پر قربان کیا جائے، اس نے ان کے لئے یہ ضابطہ بنایا کہ گلے

میں ایک دھاگہ (جینیو) ڈالیں جو سیدھے کندھے سے ہو کر اٹے کندھے کے نیچے سے گزرے۔  
 رسوں نے محبوب بولنے شراب پینے اور غم نہ جب دائوں کا کھانا اور زہیہ کمانے سے روکا ہے جس  
 انسانی کو برقرار رکھنے کے لئے اس سے زنا کی اجازت دیدی ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کا لقب  
 حاصل کرنے کے لئے اس کو موتی کی پوجا کر جائے اور دن میں تین بار اس کا طواف کیا جائے۔ جو  
 کے دوران باجہ بھائیں، ناچیں اور خوشبودار چیزیں سلگائیں۔ رسوں نے گائے کی تعظیم کی تاکید ہے  
 نیز اس بات کی کہ وہ نظر آئے تو اس کو سجدہ کیا جائے۔ یعنی جوانی "توبۃ الی تمسیح بہماہ"  
 اس نے گنگا پار کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

### مہادیویہ (بہا بوزیہ)

#### مطہر بن طاہر مقدسی

موجودہ برسوں کا ایک فرقہ مہادیویہ (بہا بوزیہ) کہلاتا ہے، اس کا عقیدہ ہے کہ ان کا پیغمبر ایک  
 فرشتہ تھا جسے مہادیو (بہا بوزیہ) کہتے ہیں۔ وہ انسانی شکل میں اترتا تھا اور بیل پر سوار تھا۔ اس کے  
 سر پر دوں کی ٹڈیوں سے بنا ہوا ایک تاج تھا اور (انسانی) کھوپڑیوں کی ایک مالا پہنے ہوئے تھا۔  
 اس کے ایک ہاتھ میں کھوپڑی کا بادیہ اور دوسرے میں سہ دھارا چھوٹا نیزہ تھا، سر پر مور کی دم کی چھری  
 تھی۔ اس نے خدا کی عبادت کا حکم دیا نیز اس بات کا کہ اس کی موتی کی پوجا کریں تاکہ اس کے ذریعہ ان  
 کی دعائیں اور التماسیں خدا کے دربار تک پہنچ سکیں۔ اس کا حکم ہے کہ چونکہ سب چیزیں خدا کی  
 بنائی ہوئی ہیں اس لئے کسی چیز سے گھن نہیں کرنی چاہئے۔  
 شہرستانی۔

اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ ان کا رسول ایک روحانی فرشتہ تھا جسے شکل انسان جس کا نام

مہادیو (بامہودیہ) ہے، وہ ایک ہیل پر سوار ہو کر آسمان سے اتر اٹھا، اس کے سر پر کھوپڑیوں کا تاج تھا، گلے میں کھوپڑیوں کی ایک مالا، ایک ہاتھ میں انسانی کھوپڑی کا بادریہ اور دوسرے میں سہ دھارا چوڑا نیزا۔ اس نے خدا نیز اپنی مورتی کی پوجا کا حکم دیا، اس کی تاکید ہے کہ چونکہ ساری اشیاء کا بنانے والا خدا ہے اس لئے کس سے نفرت یا کین نہیں کرنی چاہئے، اس کا حکم ہے کہ انسانی ہڈیوں کی لائیں اور تاج بنا کر پہنیں اور جسموں اور سروں پر راکھ ملیں، اس لئے قربانی سے روکا ہے اور روپیہ جمع کرنے کی ممانعت کر دی ہے اور ترک دنیا کا حکم دیا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ خود کچھ نہیں کھاتے بلکہ خیر خیرات پر گزارہ کرتے ہیں۔

مطہر بن طاہر مقدسیؒ

## کیالیہ (کا بالیہ)

اوصد برہمنوں کا ایک فرقہ کیا لیہ (کا بالیہ) ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ ہمارا پیغمبر شور شب، ایک فرشتہ ہے، وہ انسانی شکل میں اتر اٹھا، اس کے سر پر آونی ٹوپی تھی جس پر انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ شور شب نے ان کو حکم دیا کہ انسانی آئینہ تناسل کی شبیہ بنا کر اس کی تعظیم و عبادت کریں کیونکہ اسی پر نسل انسانی کا بقا کا دار و مدار ہے۔

## شہرستان

اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ ان کا رسول ایک روحانی فرشتہ ہے جس کا نام تو (شب) ہے، وہ انسان شکل میں آتا تھا، اس کے سارے جسم پر راکھ مٹی بڑی تھی، اس کے سر پر بالوں کی تین بالنت، اونچی ٹوپی تھی جس پر انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں، وہ (کھوپڑیوں کی) ایک جبت بڑی مالا پہنتے تھا اور انہی کا ٹپکے باندھے تھا اور ان کے کنگن اور ہانڈیوں کے ہاتھوں اور سر میں

تھے۔ اس کا جسم سنگا تھا، اس کا، بنے پیروں کا حکم تھا کہ وہ اس طرح کی ہیئت بنائیں۔ ثنوں نے ان کے لئے مذہبی قاعدے ضابطے بھی مقرر کئے۔

مطہرین طاہر مقدس

## دامانیہ و داوینیہ (۶)

موقیہ ہیمنوں کے دو فرقوں کا نام دامانیہ اور داوینیہ ہے، یہ بھی توحید کے ساتھ رسالت کے قائل ہیں۔

## ریشیہ رشتیہ

ہیمنوں کے ان فرقوں میں سے جو وجود خالق کے قائل ہیں لیکن رسول کی بعثت تسلیم نہیں کرتے فرقہ ریشیہ (رشتیہ) ہے، یہ لوگ سوت تک فکری راضیت کر کے اپنے ظاہری حواس بیکار کر بیٹے ہیں، ان کی رائے ہے کہ فکر کو محسوسات سے الگ تھلگ رکھنے سے فرشتوں کی تجلی ہوئے سق ہے۔ فرشتے ان میں روحانی طہارت و لطافت پیدا کر دیتے ہیں اور ان کو فائدے پہنچاتے ہیں، ریشی نہ تو دودھ پیتے ہیں نہ گوشت کھاتے ہیں اور نہ کوئی ایسی چیز جو آگ پر پکائی جائے، ان کی غذا صرف سبزی اور پھل ہے، وہ مکر کا بہترین ہتھیار بد کئے نکلیں۔ ریاضت میں گزار دیتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ فکر کے ذریعے وہ جہنم میں کرا سکتے ہیں، مثلاً بارش کرا لے، ہوا پھلانے، قتل کرنے، پرندوں کو زمین پر اتارنے اور دعا قبول کرا لے پر قادر ہیں۔

## مصفیہ

وجود خالق کے قائل لیکن رسول کی بعثت سے سکر ہیمن فرقوں میں سے ایک فرقہ مصفیہ

ہے، یہ لوگ جو ہے کہ زنجیر سے کتراپشت اپنا جسم جکڑ لیتے ہیں تاکہ کثرت علم اور عبادت نکر سے ان کا پیٹ نہ پھٹ جائے۔

ابن الندیمؒ (دسویں صدی کا ربیع آخر)

ہندوؤں کا ایک فرقہ بکرتینیہ ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو خود کو زنجیر سے جکڑ لیتے ہیں، یہ لوگ سر اور واڑھی منڈاتے ہیں اور صتر کے علاوہ سارا جسم نککار رکھتے ہیں، وہ کسی ایسے شخص سے نہ تو ہم کلام ہوتے ہیں نہ اس کو تعلیم دیتے ہیں جو ان کے مذہب میں داخل نہ ہو۔ جو شخص ان کا مذہب قبول کر لیتا ہے اس کو خیر نیرات کی تاکید کرتے ہیں تاکہ اس میں انکار کی صفت پیدا ہو۔ ان کے مذہب میں داخل ہونے والے کو اسی وقت زنجیر سے جسم جکڑنے کی اجازت ملتی ہے جب فکری ریاضت میں اونچا درجہ حاصل کر لے۔ زنجیر کر کے لے کر سینہ تک جکڑی جاتی ہے تاکہ علم کی زیادتی اور غلبہ فکر سے پیٹ نہ پھٹ جائے۔

شہرستانی

بکرتینیہ سے وہ ہندو مراد ہیں جو لوہے سے اپنا جسم جکڑ لیتے ہیں، سر اور واڑھی منڈانا، ستر چھوڑ کر سارا جسم نککار رکھنا اور کر کے سینہ تک زنجیر جکڑ لینا ان کا شعار ہے، یہ اس لئے تاکہ کثرت علم اور شدت دسم اور غلبہ فکر سے پیٹ نہ پھٹ جائے۔ شاید ان کو وہ ہے میں کوئی ایسی خاصیت نظر آئی جو دسم و فکر سے ہم آہنگ تھی ورنہ ہوا اشتقاق بہن کیسے رک سکتا ہے اور کثرت علم سے بیٹ پھٹنے کا کیا تعلق ہے۔

مطہر بن طاہر مقدسیؒ

مہا کالیہ

وجود خالق کے قائل لیکن رسولوں کی اجست کے نکر بہمن فرقوں میں کب فرقہ مہا کالیہ ہے

مہاکال ایک بت کا نام ہے جس کی پشت پر ہاتھی کی کھال ہے اور اس سے خون ٹپکتا ہے، اس کے دونوں کان چھدے ہوئے ہیں اور اس کے سر پر (انسانی) کھوپڑیوں کا ایک تاج رکھا ہے۔ ہندو اس کی یاत्रا کو آتے ہیں اور اس سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ مہاکال ان کی دعائیں اور غنیمتیں پوری کر دیتا ہے۔

ابن الندیم

اس فرقہ کی ایک مورتی ہے جسے مہاکال کہتے ہیں۔ اس کے چار ہاتھ ہیں، اس کا رنگ آسمانی ہے، سر کے بال لمبے اور گھنے ہیں، دانت نکالے ہوئے ہیں، اس کا پیٹ کھلا ہوا ہے، پیٹھ پر ہاتھی کی کھال ہے اور اس سے خون ٹپک رہا ہے، اپنے سامنے ہاتھی کے ہاتھوں کی کھال کی گانڈھ لگائے ہوئے ہے (قد عقد بجلد یزک سفیل بین ید یہ)، اس کے ایک ہاتھ میں منہ کھولے ہوئے ایک بڑا سانپ ہے اور دوسرے ہاتھ میں ڈنڈا ہے، تیسرے میں انسانی سر، چوتھا اوپر اٹھا ہوا ہے۔ اس کے کانوں میں دو سانپ باسیوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں، جسم پر دو بڑے سانپ لپیٹے ہوئے ہیں، سر پر انسانی کھوپڑیوں کا ایک تاج ہے دو کھوپڑیوں ہی کی مالا گلے میں ہے۔ اس فرقہ کے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک راکشس (شیطان) ہے بڑا عظیم الشان بھلی بری دونوں صفات کا حامل، فائدہ اور نقصان پہنچانے پر قادر اس لئے اس کی عبادت کرنی چاہئے، مشکلات و مصائب میں وہ اس سے رجوع کرتے ہیں۔

شہرستان

ہندوؤں کا ایک بت ہے جسے مہاکال کہتے ہیں، اس کے چار ہاتھ ہیں گنے گنے بال، اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سانپ ہے جس کا منہ کھلا ہوا ہے، دوسرے ہاتھ میں ڈنڈا، تیسرے میں انسانی سر، چوتھا اوپر اٹھا ہوا، کانوں میں باسیوں کی طرح دو سانپ پڑے ہیں اور جسم پر دو

اور بڑے سانب لپٹے ہوئے ہیں، سر پہ کھوپڑیوں کا تاج اور گلے میں ان کی مال ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک راکشس (عفریت) ہے جو اپنی عظمت اور اچھے برے صفات کی بدولت مثلاً عطا کرنا، باز رکھنا نقصان اور فائدہ پہنچانا، عبادت کا مستحق ہے۔ ضرورت کے وقت ہندو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہندوستان میں مہاکال کے بڑے بڑے بت خانے ہیں، اس کے معتقد ہر دن تین بار آکر اس کے سجدے اور طواف کرتے ہیں، ہندوستان میں آجین (اخترہ) نامی ایک شہر ہے جہاں مہاکال کی ایک بڑی مورتی پائی جاتی ہے۔ ہندو ہر جگہ سے یہاں آتے ہیں اور مورتی کو سجدے کرتے ہیں اور اپنی ذبیحہ مرادیں مانگتے ہیں، کوئی کہتا ہے فلاں لڑکی سے میری شادی کرادو، کوئی کہتا ہے فلاں چیز مجھے دلوادو۔ بعض یاत्री عرصہ تک شب و روز مہاکال کے مندر میں قیام کرتے ہیں اور قیام کے دوران بھوکے رہتے ہیں، مہاکال کے سامنے گڑ کڑاتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ بعض اوقات ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے

## تہکمینیہ (۶)

مطلبہ برہن طہر مقدس

وجود خالق کے قائل برہمنوں کا ایک فرقہ تہکینیہ ہے، ان کی ایک مورتی ہے عورت کی ہم شکل، کہا جاتا ہے کہ اس کے ہزار ہاتھ ہیں اور ہر ہاتھ میں کسی نوع کا ہتھیار ہے۔ جب سورج برج میزان میں آتا ہے تو اس فرقہ کے لوگ مورتی کے پاس ایک بڑی تقریب مناتے ہیں، اس پر پھینسیں، اونٹ، بکریاں حتیٰ کہ غلام اور بندیاں بلکہ آزاد لوگ تک قربان کر دے جاتے ہیں، اس وجہ سے تقریب کے ایام میں بے یار و مددگار لوگ اس ڈر سے چھپے رہتے ہیں کہ کہیں مورتی ان کے قتل کا حکم نہ دے دے۔

## شہرِ ستانی

اس فرقہ کے لوگ عورت کی ہم شکل ایک مورتی بناتے ہیں جس کے سر پر تاج ہوتا ہے، اس کے بہت سے ہاتھ ہوتے ہیں، ہر ماں جب دن رات برابر ہو جاتے ہیں اور سورج برج میزان میں داخل ہوتا ہے تو یہ لوگ اس مورتی کے سامنے ایک بڑا باڑہ بناتے ہیں اور مورتی پر بکریوں اور دوسرے جانوروں کی قربانی چڑھاتے ہیں، جانوروں کو ذبح نہیں کیا جاتا بلکہ تلو روں سے ان کی گردن کاٹ دی جاتی ہے اور دھوکہ سے لوگوں کو پکڑ کر بھی قربان کر دیتے ہیں۔ ہندوستان کے بیشتر ہندوؤں کی نظر میں یہ فرقہ اپنی اس حرکت کے باعث ملعون ہے۔

## جَل بھکتیہ (جلہکیہ)

## مطہر بن طاہر مقدسی

یہ لوگ پانی کو پوجا کرتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ پانی کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا ہے نیز یہ کہ پانی پر یہ قسم کے نشوونما اور زندگی کا دار و مدار ہے، اسی کے ذریعہ زراعت ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ گندگی سے پاکی حاصل کی جاتی ہے۔

## شہرِ ستانی

جَل بھکتیہ (جلہکیہ) سے مراد پانی کے سچاری ہیں، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ پانی ایک فرشتہ ہے جس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت رہتی ہے نیز یہ کہ ہر چیز کا بنیاد پانی پر ہے، ہر شے اسی سے وجود میں آتی ہے، ہر چیز کا نشوونما اور بقا اسی پر منحصر ہے، اسی کے ذریعہ پاکی حاصل کی جاتی ہے اور اسی پر زراعت کا دار و مدار ہے۔ دنیا کا کوئی کام بغیر پانی کے نہیں چلتا۔ اس فرقہ کا پیرو جب

۱۔ مسعودی، ص ۴۵۳، کتاب میں فرقہ کا نام دیکھنا مکتوب ہے۔

نئے البید و تاریخ، ۱۵/۲، ۳۵ الملل والنحل، ۱/۲۵۳

پانی کی عبادت کرنا چاہتا ہے تو ستر... چھوڑ کر سارے جسم کے کپڑے اتار دیتا ہے اور پانی میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب پانی کمزور آجاتا ہے تو ایک یا دو لمحے یا زیادہ پانی میں ٹھہرتا ہے پھیلنے کی تھنی پتیاں سرکوں جاتی ہیں ساتھ بے لیتا ہے ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتا ہے درختوں سے ٹھوڑا کر کے ان کو پانی میں ڈالتا ہے اور اس کی حمد ثنا کرتا ہے اور ستر بڑھتا ہے۔ بوٹے بنت پانی کو ہاتھ سے ہلاتے ہیں پھر چلوں لے کر سہ، منہ اور باقی جسم پر چھڑکتے ہیں۔ اس کے بعد پانی کو سجدہ کرتا ہے اور باہر نکل آتا ہے۔

## آگنی ہو تر یہ (اکنہو طریہ)

مطہر بن طاہر مقدسیؒ

برہمنوں کا یہ موصدیکن منکراشت فرقہ آگ کی جو سب سے بڑا عنصر ہے پرستش کرتے ہیں یہ لوگ دوں کو اس ڈور سے نہیں بدلتے کہ آگ ناپاک ہو جائے گی۔

شہرستان

آگنی ہو تر یہ (اکنہو طریہ) سے آگ کے پجاری مرد ہیں۔ اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ آگ سب سے بڑا، سب سے مفید، سب سے بلند مرتبہ، شریف ترین اور لطیف ترین عنصر ہے اور ہر عنصر کی نسبت اس کا لوہا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا میں آگ ہی روشنی کا سرچشمہ ہے، زندگی، نشوونما اور اشیا کی ترکیب آگ ہی کے میل سے ہوتی ہے آگ کی پرستش کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ زمین میں مرتب گڑھے کھودتے ہیں اور ان میں آگ جلاتے ہیں پھر ہر قسم کے کھانے پینے کی عمدہ چیزیں، شہیہ کپڑے، مہلتی خوشبوئیں و زینتی پتھر آگ میں اس کی خوشنودی اور برکت حاصل کرنے کے لئے ڈالتے ہیں۔ یہ فرقہ ہندو زاپروں کی ایک دوسری جماعت کے برخلاف جسم کو آگ

میں جلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہندوؤں کے اکثر راجہ اور اکابر بھی آگ کے اعلیٰ جوہر اور شرفاً عنصر کے باعث اس کی بے حد تعظیم کرتے ہیں اور ساری موجودات پر اس کو فوقیت دیتے ہیں۔ اس فرقہ میں زابدوں اور عابدوں کا ایک طبقہ ہے جو روزہ رکھ کر آگ کے گرد بیٹھتا ہے۔ یہ لوگ پن ناک بند رکھتے ہیں تاکہ کسی مجرم یا گنہگار کی سانس ان کی ناک میں نہ چلی جائے۔ ان کا شعار ہے، چچہ کر دار اور عمدہ سیرت کی تلقین کرنا اور نازیبا کاموں سے روکنا جیسے جھوٹا حسد، کینہ، جھگڑا، ظلم، لالچ اور غرور۔ جب انسان ان برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اس کی آگ کی قربت حاصل ہو جاتی ہے۔

### برگد سہکتیہ (برکسہیکیتیہ)

اس فرقہ کے لوگ ایک مورتی لے کر س کی پوجا کرتے ہیں اور اس پر نذرانے چڑھاتے ہیں۔ وہ ایک بڑا جادوے دار، بہت خوش نما اور خوب لبہا درخت منتخب کرتے ہیں جیسا کہ پہاڑوں پر ہوتا ہے اور اس کی جائے وقوف کو اپنی عبادت گاہ بناتے ہیں، وہ مورتی کو اس درخت کے پاس لاتے ہیں اور درخت کے تنے کو تنہا کھوکھلا کرتے ہیں کہ مورتی اس میں فٹ ہو جاتی ہے پھر وہ اس درخت کے سجدے اور طواف کرتے ہیں۔

### بھادونیہ

ابن الندیمؒ

ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے جو لمبے بٹے ہاں رکھتا ہے اور بالوں کی شیں بنا کر منہ پر ڈاں باندھتا ہے۔ ان لوگوں کے سر کے چاروں طرف باں پڑے ہوتے ہیں یہ شراب نہیں پیتے، ان کا ایک عقیدہ

پہاڑ ہے جس کا نام حورین (۶) ہے، یہ لوگ اس پہاڑ کی یا ترا کرتے ہیں اور جب یا ترا سے  
سے واپس آتے ہیں تو (راستہ میں واقع) بستیوں میں داخل نہیں ہوتے اور اگر کوئی عورت  
نظر آجاتی ہے تو اس سے دور بھاگ جاتے ہیں، اس پہاڑ پر ایک بڑا ثبت خانہ ہے جس میں  
ایک مورتی رکھی ہے  
شہرستانی

اس فرقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ بھادوں ایک بڑا فہشتہ تھا جو ایک لمبے چوڑے انسان  
کی شکل میں آیا تھا، اس کے دو بھائی تھے جنہوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی کھال سے  
زمین بنائی، ہڈیوں سے پہاڑ اور خون سے سمندر، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ محض رمزیہ تعبیر ہے  
ورنہ کوئی انسان اتنا بڑا کب ہوتا ہے (کہ اس کے جسم سے زمین اور پہاڑ وغیرہ بن سکیں) بھادوں  
ایک جانور پر سوار ہے، اس کے سر پر خوب بال ہیں جو اس نے منہ پر ڈال لئے ہیں، اس نے  
بالوں کو برابر حصوں میں بانٹ کر سر کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ڈال دیا ہے۔ اس نے  
اپنے متبعین کو بھی اسی طرح بالوں سے منہ ڈھکیے کا حکم دیا ہے، اس نے شراب سے اجتناب  
کی تاکید کی ہے، اس کا حکم ہے کہ اگر کس جگہ غیر عورت نظر آجائے تو وہاں سے بھاگ جاؤ۔ اس  
کا حکم ہے کہ جو حورین (۶) پہاڑ کی یا ترا کریں اس پہاڑ پر ایک بڑا مندر ہے جس میں بھادوں کی  
مورتی رکھی ہے۔ اس مندر کے پر و ہت میں جن کے پاس اس کی کہیں رہتی ہے۔ انہی کی اجازت  
سے یا تری اندر داخل ہوتے ہیں، یہ پر و ہت جب دروازہ کھولتے ہیں تو منہ بند کر بیٹھتے ہیں  
تاکہ ان کی رائس مورتی تک نہ جھنپائے۔ یا تری مورتی پر جانور قربان کرتے ہیں اور مندر  
چڑھاتے ہیں اور جب یا ترا کر کے موٹے ہیں تو راستہ میں واقع بستیوں میں نہیں جاتے  
ولم یظروا الی محرم (۶) اور کسی کو اپنے قول یا فعل سے اذیت نہیں پہنچاتے۔

ابن الندیمؒ

## چندر بھکتیہ (چندر بھکتیہ)

یہ لوگ چاند کی پوجا کرتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ چاند ایک فرشتہ ہے جو تعظیم و عبادت کا مستحق ہے، انھوں نے چاند کی ایک مورتی بنائی ہے جو ایک گاڑی پر سوار ہے جسے چار بیلئیں کھینچ رہی ہیں، مورتی کے ہاتھ میں ایک قیمتی پتھر ہے جسے چندر گیت (چندر گیت) کہتے ہیں، یہ لوگ چاند کی مورتی کو سجدہ کرتے ہیں اور اسے پوجتے ہیں۔ سر مہینہ کے پہلے پندرہ دن روزے رکھتے ہیں اور جب تک چاند طلوع نہیں ہوتا افطار نہیں کرتے، افطار کے بعد مورتی کے پاس کھانا پانی اور دودھ لے کر جاتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں، پھر چاند کی طرف دیکھتے ہیں اور اس کے سامنے دعائیں مانگتے ہیں اور اس کی مورتی کے سامنے زعفران کی محفل منفقہ کرتے ہیں۔ جب مہینہ ختم ہو جاتا ہے اور نیا چاند نکلتا ہے تو وہ چھتوں پر چڑھ کر اسے تکتے ہیں اور خوشبوئیں سلگاتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں اور منتیں کرتے ہیں پھر چھتوں سے اتر کر کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں ولسہ بنظروا الیہ الاعلیٰ الوجہ الحسنہ (۵)

## آرٹ بھکتیہ (دینکیتیہ)

یہ لوگ سورج کے پوجاری ہیں، انھوں نے سورج کی مورتی بنائی ہے اور اسے ایک گاڑی پر سوار کیا ہے جس پر چار بیلئیں ہیں، انھوں نے سورج کی مورتی کے ہاتھ میں آتشیں رنگ کا ایک

۱۔ فہرست ۳۸۹-۴۰۰، اللہ و سہارن، ۱۹۵۲ء اور ہائیڈرآب ۱/۵۶ میں بھی نوہرست سے متاثر ہے۔

۲۔ میں فرقہ کا نام چند کیا ہے، اللہ و سہارن میں چند کہتے ہیں، مہرہ قہر بند ہوا ہے۔

۳۔ میں سورج کو کہتے ہیں۔

قیمتی پنچ ہے۔ ۳۱ فرقہ کا دعویٰ ہے کہ سورج سب سے بڑا فرشتہ ہے اور اس وقت کہ سرکار عبادت کی پائے اور سے سجدہ کیا جائے۔ اس لئے وہ اس کی مورتی کو بدست کرتے ہیں اور سنگتی ہوئی خوشبو لے کر، بالاسری اور دوسرے سائز بجاتے ہوئے اس کا طواف کرتے ہیں اس مورتی کے لئے جو بددیا وقف ہیں جزا سے مستثنیٰ ہوتی ہے، اس کے پر ویت و شکر پر چھو س کی اور اس کی بامداد کو کچھ بھی لکھتے ہیں۔ دن میں تین بار عورت کی پوجا کی جاتی ہے۔ پوجا کے دوران مختلف منتر و اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ موتی کے پاس چار کوڑھی جڑی اور دوسرے حبیث اور مزمن امراض والے آتے ہیں، مندر میں قیام کرتے ہیں۔ ورتیں گزارتے ہیں اور عورت کو سجدے کرتے ہیں۔ سر کے سامنے گڑ گڑاتے ہیں اور اس سے اپنی صحت کے لئے اچھا کرتے ہیں، کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں اور عورت کی خوشنودی کے لئے روزے رکھتے ہیں یہاں تک کہ کوئی خوب میں آکر دین کو بشارت دیتا ہے کہ تم شفا یاب ہوئے اور تمھارا مارا پرانی مشہور ہے کہ مورتی خواب میں آکر خود مریض سے مخاطب ہوتی ہے اور وہ عقیقہ بھوتا ہے۔

شہرستانیؒ

اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ سورج ایک فرشتہ ہے، عقل و روح اس سے ستاروں کو نور اور عالم کو روشنی ملتی ہے۔ سورج بقا کا تار پر دار و مدار ہے۔ سورج سے شاہ ہے و اس وقت کہ اس کی عظمت کو جائے، اس کو سجدے کئے جاتیں اس لئے جو تہوگیر سنگائی بائیں اور اس سے دعا کریں۔ نگی بائیں۔ اس فرقہ کا نام آدست، مکتیہ و کیتیہ ہے یعنی سورج کے بہاری۔ یہ لوگ سورج کی ایک مورتی بناتے ہیں جس کے ہاتھ میں آگ کے ہرنگ ایک ہتھ پوتا ہے، اس کا ایک خاص مندر ہے جس کے نام پر بنایا گیا ہے، مندر کے لئے جائیدادیں اور گاؤں وقف ہیں، اس کے پر ویت اور شکر ہیں۔ نہ کریں مندر آتے ہیں اور (دن میں) تین بار مورتی کی پوجا کرتے

ہیں سیار اور بڑی بھی آتے ہیں، اور مورتی کی خوشنودی کے لئے روزے رکھتے ہیں، پوجا کرتے ہیں اور اپنی نعت کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

ابن الندیمؒ

## الشیہ (الشنیہ)

اس فرقہ کے لوگ کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہیں۔

## گنگا یا تریہ (گنگا یا ترہ)

ہندوؤں کا ایک فرقہ گنگا یا تریہ (گنگا یا ترہ) کہلاتا ہے، یہ لوگ سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو چاہئے خواہ دور ہو یا قریب گنگا میں جا کر غسل کرے، ایسا کرنے سے اس کے گناہ دھل جاتے ہیں۔

## راجر تریہ (راجر تریہ)

یہ لوگ راجاؤں کے فدائی ہوتے ہیں اور ان کی مدد ان کا دین ایمان ہے، وہ کہتے ہیں کہ راجاؤں کو خدا نے راج عطا کیا ہے اور ان کی خاطر اگر ہم مارے جائیں تو ہمیں جنت نصیب ہوگی۔

## سادھو، فقیر، سنیا سی

سیلیان تاجر (نویں صدی کا ربع ثانی)

ہندوستان میں ایک فرقہ ہے جسے بیکرجین (بھکشو) کہتے ہیں، یہ لوگ ننگے رہتے ہیں ان کی

ستر اور جسم نہیں بنے باور سے ڈھکے ہوتے ہیں، ان کے ناخون لمبے ہوتے ہیں کیونکہ ان کو تراشا نہیں جاتا، یہ لوگ ہمیشہ گشت میں رہتے ہیں، ان کے ہر فرد کے گلے میں انسانی کھوپڑی کا ایک بادیہ دوری سے لٹکا ہوتا ہے، جب اسے بھوک ستاتی ہے تو وہ کسی ہندو کے دروازہ پر جا کر کھڑا ہو جاتا ہے، گھر والے جلدی جلدی کچے ہوئے چاول ناکر اس کو دیتے ہیں اور اس کے آنے سے خوش ہوتے ہیں۔ بھکشو انسانی سر کے بادیہ میں چاول لے کر کھاتا ہے اور جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ چلا جاتا ہے۔

بزرگ بن شہریر (دسویں صدی کا - بے شریک)۔

میں نے ایک گزشتہ باب میں ہندوستان کے غابدوں اور زاہدوں کا کچھ ذکر کیا ہے، ان کے کئی طبقے یہ جہز میں سے ایک کا نام بیکور ہے، ان کی ابتداء لٹے میں ہوئی، یہ لوگ مسکانوں کو پسند کرتے ہیں اور ان سے بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں ننگے رہتے ہیں، نہ ان کے پیروں میں جوتہ ہوتی ہے نہ تن پر کپڑا، بھی کوئی بیکور چارنگل لمبا اور اتنا ہی چوڑا کپڑا ایک دھاگے سے مکر پر باندھ کر گے پیچھے سترپٹھا کر لیتا ہے، جاڑوں میں بیکور مکر سے گیس کی چٹائیاں لپیٹ لیتے ہیں، بعض بھکشو شہرت کی خاطر مختلف رنگوں کے پیویدوں کی دھوتی پہنتے ہیں اور ہٹلے ہوئے مردوں کی راکھ سارے جسم پر مل لیتے ہیں۔ سر منڈا دیتے ہیں اور ڈھمی مونچھ کے بال نوچ ڈالتے ہیں، بغلوں اور ناف کے بال نہیں کاٹتے لیکن اکثر اوقات ناخون کاٹ لیتے ہیں، ہر بھکشو کے پاس مردہ انسان کی کھوپڑی ہوتی ہے جس میں عبرت اور انذار تو انہی کے لئے وہ کھاتا پیتا ہے۔

سلیمان تاجر

ہندوستان میں ایسے لوگ (سنیاسی) پائے جاتے ہیں جو جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرتے

رہتے ہیں اور انسانوں سے میں جوں نہیں رکھتے، وہ اکثر و بیشتر گھاس مٹات اور جنگل پہلوں پر گزارہ کرتے ہیں، عورتوں سے الگ رہنے کے لئے پیشہ، کا، نہ، میں سوچے کہ ایک مقدور رہتے ہیں کچھ سفیاس ننگے رہتے ہیں اور کچھ سورج کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کے جسم پر جلتے کی ذرا سی کھال ہوتی ہے، میں نے اس ہیئت میں ایک شخص کو دیکھا پھر سولہ سال بعد میرا اس شخص کے پاس سے گذر ہوا تو میں نے سے سابقہ حال اور ہیئت میں کھڑا پایا، میں حیران تھا کہ سورج کی تمازت سے اس کی آنکھیں کیوں نہ بہ گئیں

وَمُشَقِّ (چودھویں صدی کا ربیع اول)؛

### جوگی جوکیہ اور یوگی (یوکیہ)

بندوبست کے عبادت گز۔ ورمادہ فرقوں میں ایک جوگی فرقہ ہے، یہ لوگ خارق، عبادت کا کرتے ہیں، نسر بندی کے کرتب و رسم و خیال کے صورت، کہتے ہیں، دوسرا فرقہ یوگی کہلاتا ہے، ان کا امتیازی شان ریاضت اور دنیا سے بے تعلق ہے، یہ لوگ اپنے جسم کے ہاں صاف کر دیتے ہیں ورنہ بھی نہنا نہیں رہتے بلکہ جہاں ہوتے ہیں دُور دور جہاں بھی مالتے ہیں دُور دور کی ٹولہوں میں، ان کا ایک عادت یہ ہے کہ وہ مٹی کے موزی فضلہ کو بھور عذاب اپنے دوسرے ساتھی کے زمین میں داخل کر کے سکون حاصل کرتے ہیں؛ ان کے ایک ساتھی کے گھیر میں گھنٹی پڑی ہوتی ہے جب اس کو بجوگ لگتی ہے تو وہ شیعہ درویشوں کے گھیر میں ہندو کے دوار پر آکر خاص انداز سے گھنٹی مالتا ہے۔ اور نہایت پہلے جو آدمی اس کے وہ نوڑا دونوں ہاتھوں میں چاول بھر کر اس کے منہ میں ڈالتا ہے، گھنٹی و چاول لے کر اپنے ہاتھوں کے پیر پیرا ہے ورنہ اس کے پاس رکھ دیتا ہے اور نوڑا بٹھاتا ہے۔ انھیں حسب ضرورت چاول کھا کر ٹھوکتا ہے تب گھنٹی دے

ہوتا ہے اور بھوک کے مطابق چاؤں کھا لیتا ہے اور ماتی چھوڑ کر اٹھ جاتا ہے۔ دینے والا سنا ہے اور بچا ہوا کھانا بطور تبرک اپنے اور اپنے گھروالوں کے لئے اٹھاتا ہے۔ بھکت کی ہی نہ طرہ مندور جاؤں اور کاہلہ کا سیریا کریم ہوگی کرتے ہیں اور اس کی رکھ محفوظ کرتے ہیں۔ جب حکمران راجہ کی سواری نکلتی ہے تو اس کے ساتھ دو یوگی سونے کی تھالوں میں وہ رکھ لئے ہوئے چلتے ہیں اور جلوس کے لوگ تھوڑی تھوڑی رکھ منہ اور جسم پر بیٹے رہتے ہیں، یہ سب بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اے راجہ تیرا بھی یہی انجام ہونے والا ہے، سو پتہ سمجھ کر زندگی گزار، ظلم سے بچ اور اچھے کام کیا کر۔

## ہندو فلسفی

### شہرستان۔

یونانی فلاسفر نیشہ غورس کا تھانوس نامی ایک شاگرد تھا جس نے اس سے فلسفہ کی تہذیب حاصل کی تھی۔ وہ ہندوستان کے کسی شہر میں آکر دریاں نیشہ غورس کے فلسفہ کی اشاعت شروع کی۔ جرمن بڑا ذہین، صاحب فکر اور نقاد غرہندو تھا جسے عالم بالا کے حالات معلوم کرنے سے خاص دلچسپی تھی، اس نے تھانوس سے فلسفہ پڑھا اور اس کے نظریات سے استفادہ کیا۔ تھانوس کی وفات پر جرمن سارے ہندو فلسفیوں کا ماتم ہو گیا۔ اس نے لوگوں کو جسم گھلانے اور روح و فکر کو تیرانا اور روشن بنانے کی تلقین کی۔ وہ کہتا تھا کہ جو شخص اپنی روت میں رفعت اور روشنی پیدا کرے گا اور جلد از جلد اس گدی سے نکلے گا و شتر کرے گا اور اپنے جسم کو آدگیوں سے صاف کرے گا اس پر کائنات کے بوزے شکار ہو جائیں گے۔ وہ ہر غائب کو دیکھ سکتا ہے، ہر شکل پر فتنے پاسکتا ہے و سرور و شادمانی جی سکتا ہے نہ زندگی سے ہر رجوہ

نہ تھکان محسوس کرے گا۔ جرنیل نے ہندوؤں کو سیدھا راستہ دکھا دیا اور ان کے سامنے دل کو لگتی دلیلیں پیش کیں تو ہندو تہذیب نفس اور تنویر روح کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ جنہیں یہ بھی کہا کرتا تھا: اس دنیا کی لذتوں کو چھوڑ کر ہی تم دوسرے عالم کی کامیابی پاسکتے ہو اور وہاں کی لذتوں سے ہمیشہ کے لئے متمتع ہو سکتے ہو۔ ہندوؤں نے اس کے خیالات و نظریات کا بغور مطالعہ کیا اور اس کے نظریات ان کے دل و دماغ میں اچھی طرح راسخ ہو گئے۔ جب جمنن کا انتقال ہو گیا۔ اور اس وقت تک اس کے نظریات ان کے ذہنوں میں پر خوب ترسم ہو چکے تھے اور ان کے دلوں میں جلد از جلد عالم بالا پہنچنے کی بتیابی بڑھ چکی تھی تو ہندوؤں کے دُور فرتے ہو گئے، ایک فرقہ کی رائے تھی کہ اس دنیا میں اولاد پیدا کرنے سے زیادہ بڑی کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کیونکہ تناسل جسمانی لذت کو شہوانی لطف کا نتیجہ ہوتا ہے اور ہر وہ محرک جو عمدہ کھانے پینے سے پیدا ہو اور شہوت کو جگائے، حیوانی لذت کی خواہش کو اکسائے اور یہاں نہ جذبات میں جوش پیدا کرے اس قابل ہے کہ اس کو دیا یا جائے، بنا بریں اس فرقہ کے لوگ تناکم کھاتے جو نہ ان کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہوتا اور ان کی ایک جماعت جسے عالم بالا پہنچنے کی عجت تھی کم کھانا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ اس فرقہ کی ایک دوسری جماعت کا طرز عمل یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کی عمر زیادہ ہو جاتی تو وہ خود کو آگ میں جلا ڈالتا تھا تا کہ یہ نفس اور قلمبیز جسم اور نجات روح کی خاطر ان کی بکٹ عیسوی جماعت دنیوی نعمتیں، عمدہ کھانے اور عمدہ لباس فراہم کر کے ان کو اپنے سامنے رکھتی تاکہ آنکھیں ان کو دیکھیں اور ان کے حیوانی جذبات، بھڑکیں اور ان کی طرف لپکیں جن میں اس وقت یہ لوگ فوت عقلی و تمیز سے کام لیکر اپنے دل کو ان پر کشش چیزوں کی طرف سے بڑا لطفہ نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے جسم ڈبلے ہو جاتے اور نفس حیوانی کمزور پڑ جاتا اور دونوں کو تعلق ایک دوسرے سے منقطع ہو جاتا۔

اس فرقہ کو وقفہ کے مسائل، ملوہ و شراب اور دوسرا لذتوں کو عتدائ کے ساتھ دنیا کی باتیں نہ تھیں۔ یہ لوگ ایک معدی و متوازن زندگی بسر کرتے تھے اور یہ دنیا پر صحیح

ہندو دسے تنہا دے کرتے تھے۔ دونوں فرقوں کی ایک جماعت نے فیثاخرہس کے فلسفیانہ نظریات کا اتباع کر کے اپنی روحوں کو ایسا توانا اور عقل کو ایسا منور کر دیا کہ اپنے دوسرے ہم مسلک ہندوؤں کے دلوں سے اچھے برے خیالات کا ادراک کرنے اور ان کے حالات بتانے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ موخرا نکر کے دلوں میں بھی نئی ریاضت اور غلہ مارہ کو قابو میں رکھنے اور مذکورہ جماعت کی سمجھ تک پہنچنے کا پر زور خواہش پیدا ہو گئی۔ ان فرقوں کا نظریہ خدا کے بارے میں یہ ہے کہ وہ نور محض ہے لیکن اس نے اپنے اوپر کس نہ کہ جسم کا پردہ ڈال لیا ہے تاکہ بس وہی دیکھ سکے جو اس کا بل ہو..... ان کا عقیدہ ہے کہ

اور جس نے اپنے شہوانی جذبات سے جنگ کر کے خود کو دنیوی لذتوں سے بچا یا وہ نجات پائے گا اور جو دنیوی لذتوں میں پھنسا رہے گا وہ دنیا کا تیدی بنا رہے گا۔ شہوانی جذبات سے لڑائی میں کامیابی کے لئے ان برائیوں نیز ان کے محرکات و مسببات سے بقتاب ضروری ہے تجربہ، غور، تسکین، شہوت اور لالچ۔ جب سکندر ہندوستان کے درقوں میں پہنچا اور وہاں کے ہندوؤں سے جنگ کا ارادہ کیا تو ان دو فرقوں میں سے ایک، مہر سکندر کے لئے فتح کرنا مشکل ہو گیا، یہ وہ فرقہ تھا جو دنیا میں لذتوں کو اعتدال کے ساتھ، متعادل کرنے کا قائل تھا۔ ٹری کوشش کے بعد سکندر اس علاقہ کو فتح کر سکا اور اس فرقہ کے فلاسفہ کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ ہونانی حملہ آوروں کو فرقہ کے مقتولین کے زمین پر پڑے ہوئے جسم ایسے نظر آتے جیسے شفاف پانی میں پھیلیوں کے صاف ستھرے ماشے ہوں۔ یہ دیکھ کر ان کو اپنے کئے پر پشیمانی ہوئی، ورنہ انھوں نے فرقہ کے باقی لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دوسرے فرقہ نے جو شادی بیاہ ورتناسل کو برنیاں کرتا تھا نیز جہانی شہوت سے تاب نہ لے سکندر کو ایک مرامنہ بھیجی جس میں اس کی فلسفہ دوستی و علم سے رغبت نیز فلاسفہ اور۔ باب دانش کی تعظیم کو سراہا تھا اور اس سے درخواست کی تھی کہ ان سے مناظرہ کے لئے ایک فلسفی بھیجے، سکندر نے ایک فلسفی بھیج دیا جسے نظریاتی اور عملی فلسفہ میں بحث کر کے انھوں نے پرا دیا۔ سکندر پر ان کی فلسفیانہ دانش مندی کا ایسا اثر ہوا کہ وہ شاندار میلے اور انعامات و ہجراں کا مدقہ چھوڑ کر چلا گیا۔

# سراج الدین ابن الملقن

ڈاکٹر حافظ عبدالحق صاحب لکچر شعبہ دینیات، یونیورسٹی علی گڑھ

آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں شافعی فقہاء کا ایک طوفان بہت سامنے آتی ہے جنہوں نے نہ صرف فقہ و حدیث میں قابل قدر اضافے کیے بلکہ فن تاریخ و تذکرہ اور دیگر علوم و فنون میں بھی ایسی بیش قیمت تصانیف چھوڑ گئے ہیں جو رہتی دنیا تک ان کی یاد کو تازہ کرتی رہیں گی۔ ان میں سے ایک مشہور فقہی محدث و مؤرخ سراج الدین ابن الملقن (م ۸۰۳ھ) بھی گزرے ہیں پیش نظر مقالے میں ان کی حیات اور تصانیف کا مختصر جائزہ لیا جائے گا۔ ابن الملقن اپنے زمانہ کے مشہور و معروف فقہی، محدث اور شریعت تصانیف میں گمانہ روزگار تھے اور ان کی تصانیف کی تعداد دین سو تک بتائی جاتی ہے۔

تذکرہ نگاروں و مؤرخین نے مصنف کا نام عمر کنیت ابو الحسن اور لقب سراج الدین لکھا ہے۔ عام طور پر ابن الملقن کے نام سے مشہور تھے اور بلادین میں ابن النخوی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے :

محمد بن علی بن احمد بن محمد بن عبد اللہ الانصاری، الوادی آتش القاضی،

الشافعی۔

مصنف کے آباء و اجداد میں سے صرف ان کے والد نور الدین، ابو الحسن، حتیٰ کے حالات زندگی ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے آباء و اجداد میں سے اور کسی فرد کے بارے میں کوئی امداد نہیں مل سکی ہے۔ ان کے والد ختم کے مشہور نام تھے اور اس فن میں یگانہ روزگار تھے۔ اُس زمانے کے بہت سے اکابر علماء نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ وہ علماء اندلس کے ایک شہر وادی آشٹ

(۱) حالات کے لیے دیکھیے: (۱) (مخطوطات) ابن الملقن: العقد المذہب فی طبقات ملّة مذہب ورق ۱۵۴ (الف) نسخہ مکتبہ خدابخش پٹنہ۔

ابن قاضی شہب: طبقات شافعیہ نسخہ تحقیقی رقم اعرف میر ۷۳۵

(۲) (مطبوعات) استخاری: الضو اللامع ۱۰۰ - ۱۰۵: ابن العباد: تذکرات الذہب ۲۴۷

ابن فہر: لحظ الحافظ بذیل تذکرة الحفاظ ص ۱۹۷ - ۲۰۰

اسیوطی: ذیل تذکرة الحفاظ ص ۳۶۹ - سیوطی: حسن النخبة فی اخبار مصر تذکرة ۲۲۹/۱ -

ابن ہدایت: طبقات الشافعیہ ص ۹۰

شوکانی: البدر الطالع بحسن من بعد القرن السابع ۵۰۸/۱

ابن خلدون: مدتیہ حارثین ۷۰۱ - ہشتانی: تذکرة الخلفاء المسلمین ۷۵/۴

ازدکلی: اہل مدینہ ص ۲۱۶ - کمالی: عمدة المحدثین ۲۹۷

بروکلمن: ۲۲۲ - ویلر: بیکلمن ۶۱۰ - ۵۵۳ - ۵۴۲

(۳) اسیوطی: بیۃ الوفاة فی طبقات خوین واللغة (طبعة السودة) ص ۳۳۸ -

ص ۳۲۲

(۴) وادی آشٹس میں گوئگرنبی (Guadix) کہتے ہیں اندلس کے مشہور شہروں میں سے

ایک شہر ہے اس کے اور غرناطہ کے مابین ۴۰ میل کا فاصلہ ہے، لحظ الحافظ ص ۱۰۱

کے رہنے والے تھے لیکن اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے تھے اور ایک زمانے تک اپنی  
نکو ورت کو قرن پاک کی تعلیم دیتے رہے اور تعلیم کے ذریعہ خوب مال و دولت حاصل کیا۔ پھر نہ معلوم  
کس بنا پر وہاں سے قاہرہ منتقل ہو گئے اور وہیں رہ پڑے اور شادی وغیرہ کر لی۔<sup>۲</sup>

مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ ابن الملقن کی ولادت ربیع الاول ۶۲۳ھ ہجری میں قاہرہ میں  
ہوئی لیکن تاریخ کے بارے میں تھوڑا اختلاف ہے اس بارے میں سخاوی (م ۱۰۲ھ) نے دو  
قول نقل کیے ہیں۔ پہلا قول جس کو سخاوی نے صحیح قرار دیا ہے یہ ہے کہ مصنف کی ولادت ۶۲۳ھ  
ربیع الاول کو ہوئی تھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی پیدائش ۶۲۴ھ ربیع الاول بروز شنبہ ہوئی  
تھی۔ ابن فہر (م ۸۷۱ھ) نے بھی قول ثانی کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

ابن الملقن کی عمر بھی ایک ہی سال کی ہوئی تھی کہ ان کے سر سے اُن کے والد کا سایہ اٹھ  
گیا۔ ور وہ ہمیشہ کے لئے شفقت پردہ سے محروم ہو گئے۔ ان کے والد نے غالباً اپنے آخر  
زمانے میں شیخ شرف الدین عیسیٰ المغربی<sup>۳</sup> (الملقن) کو مصنف کی پرورش اور تربیت کے لیے  
نگراں مقرر کر دیا تھا۔ ابن الملقن کے والد کے انتقال کے بعد شیخ مغربی نے اُن کی والدہ

۱۔ نکور جنوب مغرب میں ایک شہر ہے۔ اور وہاں کے لوگ حبشیوں سے زیادہ مشابہ ہوتے

ہیں۔ دیکھیے باقرت الحموی، معجم ابلد (۱)، طبع بیروت ۱۹۵۶ء، ۳۸/۲

۲۔ سخاوی، المنصور، ۱۰۰/۶، دہلی نمبر: 'لحظ الا لحاظ' ص ۱۹۷

۳۔ سخاوی، المنصور، ۱۰۰/۶

۴۔ ابن فہر: 'لحظ الا لحاظ' ص ۱۹۷

۵۔ شیخ سیوطی کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں طبرہ سے کوئی اطلاع نہیں ملتی ہے  
ہاں ملحق کے بارے میں کہیں نئی معلومات بہم پہنچ سکیں۔ وہ جامع ابن طولون قاہرہ  
میں قریب ایک کتب خانہ میں رہتے تھے۔

سے عقد کر لیا اور اس طرح مصنف اپنی والدہ اور سوتیلے والد کے زیر سایہ پرورش پالنے لگے۔

ابتداءً مصنف اپنے نام کے ساتھ "ابن النخوی" لکھا کرتے تھے چونکہ شیخ مغربی الملقن کے لقب سے مشہور تھے اس لیے مصنف کے اپنے نام کے ساتھ "ابن النخوی" لکھنے پر ان پر ناراض ہوتے تھے اور ان کو مجبور کرتے تھے کہ وہ بجای "ابن النخوی" کے "ابن الملقن" لکھیں۔ اسی بنا پر مصنف اپنے آپ کو ابن الملقن لکھنے لگے اور اسی لقب سے مشہور ہوئے۔ ابن الملقن کا بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم اپنے سوتیلے والد کے زیر نگرانی ہوئی۔ زمانہ کے رواج کے مطابق انھوں نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد فقہ کی کتاب "العمدة" کو زبان یاد کر ڈالا۔ شیخ مغربی غالباً مسرک مالکی تھے کیونکہ وہ "ابن الملقن" کو مالکی مذہب کی کتابیں پڑھانا چاہتے تھے لیکن مصنف کے حقیقی والد کے بعض احباب نے شیخ سے اصرار کیا کہ ابن الملقن کو فقہ شافعی کی کتابیں پڑھائی جائیں چنانچہ انھوں نے ابن الملقن کو امام نوویؒ (م ۷۷۶ھ) کی مشہور اور متداول

(۱) السخاوی : الضور ۶/۱۰۰ : ابن قفد : لفظ لفظ ص ۱۹۷

(۲) یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین، البوزکریا، محی الدین، النووی (۶۳۱-۶۷۶ھ) مشہور محدث اور فقیہ شافعی تھے۔ انھوں نے مختلف علوم و فنون میں کتابیں لکھی ہیں ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں : ریاض الصالحین شرح المہذب۔ کتاب الاذکار۔ المنہاج فی شمس المسلم کتاب الایمان۔ کتاب الخلاصۃ کتاب التیان۔ طبقات الشافعیۃ۔

تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے : (سبکی : طبقات الشافعیۃ ص ۱۶۵ : بن کثیر : البدایہ و نہیہ ۲۶۸/۱۳ : ابن تغری بردی : النجوم الزاہرۃ ۴/۲۷۸ : النعمی : الدارس فی تاریخ مدارس ۲۴/۱ : الزرکلی : انساب ۱۸۴/۹۔

کتاب منہاج الطالبین پڑھائی شروع کی۔ منہاج ختم کرنے کے بعد انھوں نے مصر کے مشہور عالم، فقیہ اور محدث ابوالفتح ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) اور قطب الدین الحلبي (م ۷۳۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر منہاج الطالبین تمام و کمال سنائی۔ مصنف کو بچپن ہی سے فقہ سے بے حد شغف تھا اس لیے انھوں نے اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اپنے دور کے مشاہیر اور اکابر علماء کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ سب سے پہلے انھوں نے اپنے والد کے شاگرد

(۱) محمد بن محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ، ابوالفتح، فقیہ الدین، الاندلسی المصری المعروف بابن سید الناس (۶۷۱ - ۷۳۴ھ)۔ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ جامع صاخر اور جامع خندق میں یک مرتبہ تک پڑھاتے رہے۔ شامی بھی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے کئی عمدہ کتابیں لکھی ہیں جن میں ”عمیون الاثر“ اور ”شرح الترمذی“ مشہور ہیں۔

حیات کے لیے ملاحظہ ہو: طبقات الشافعیہ ۲۹/۶، فتاویات ۱۶۹/۲، الوافی بالوفیات ۲۸۹/۱، الدرر الكامنة ۲۰۸/۱۲، انجوم الزاہرة ۳۰۳/۹، شذرات الذهب ۱۰۸/۶

(۲) عبد الباقی بن عبد النور بن منیر، الحلبي (۶۶۴ - ۷۳۵ھ) اپنے زمانے کے مشہور محدثین اور علمائے کبار میں شمار کیے جاتے تھے۔ انھوں نے پوری عمر حدیث ہی کی خدمت انجام دی۔ نقد حدیث کے بڑے ماہر تھے، اسرار رجال کے فن میں بھی یدِ ہولئی رکھتے تھے۔ انھوں نے کئی کتابوں کی شرحیں لکھیں ہیں میں شماری کی شرح اور حافظ عبدالغنی کی کتاب السیۃ کی شرح بہت مشہور ہے۔

حیات کے لیے ملاحظہ ہو: عودہ البیہ ص ۱۰، حسن المحاضرة ۲۰۲/۱، مابہ نہایت ۴۰۳، ذیل حقائق، مناقب الحسینی ص ۱۳، البدایہ والنہایہ ۱۴/۱، انجوم الزاہرة ۳۰۶/۹، الأعلام ۱۷۷/۴۔

جمال الدین الاسفوی (م ۷۲۰ھ) سے کتب فقہیہ پڑھنی شروع کیں جس کے بعد تقی الدین سبکی  
 رم ۷۵۶ھ۔ کمال الدین انشائی (م ۷۵۷ھ) اور غزالی بن جوئے (م ۷۷۷ھ) کی مدت

۱۔ عبد الرحیم بن الحسن بن عمر بن علی بن برہم، جو جمال الدین اسفوی (م ۷۲۰ھ) کی شاگردی میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ۷۲۰ھ میں اپنے وطن سندھ سے قاہرہ آئے۔ ۷۲۰ھ میں ۷۲۰ھ میں سندھ و دکن  
 نجد و یمن گئے۔ مصر کے مختلف مدارس جیسے مدرسہ اقبادیہ، اراکیہ، فارسیہ و رفاغلیہ میں ایک  
 عرصے تک پڑھاتے رہے۔ تیس سال کی عمر کے بعد تصنیفی کام شروع کیا اور تھوڑے عرصے میں کئی بیش  
 قیمت تصانیف مختلف فنون میں لکھ ڈالیں۔ جن میں جو اسرار السری، کتاب التہذیب، ذخیرہ لیل، طبقات  
 الشافعیہ شرح منهاج الطالبین بہت مشہور ہیں۔

حالات کے لیے دیکھیے: اندر درکار نامہ ۲/۳۵۴؛ بحیۃ النہد ۳۰۳؛ النجوم الزاہرہ ۱۱/۱۱۲؛  
 شذرات الذہب ۶/۲۲۳؛ الأعلام ۴/۱۱۹۔

۲۔ علی بن عبد المکان بن علی بن تہام بن یوسف، جو حسن تقی الدین اسبکی (۶۹۳-۷۵۰ھ) شاگرد فقہیہ  
 شافعی گذرے ہیں۔ ۷۲۹ھ میں عہدہ قضاہ شافعی کے دربار پر تکمیل سے خدمت و انجام دیے  
 سے مدرسہ مادنیہ، غزالیہ، اراکیہ، تلمیذیہ، مسوریہ میں۔ مدت تک تدریسی خدمات انجام دینے  
 رہے۔ اس کی خدمت کی تعداد ایک سو چار سال تک رہی۔ ان کی سب سے زیادہ مشہور  
 الدر التعلیم فی تفسیر القرآن الکریم ہے۔

حالات کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب سبکی، طبقات الشافعیہ ۶/۱۲۷-۲۲۶، اندر درکار نامہ  
 ۶/۲۲۳؛ سبزیہ و انبایہ لابن کثیر ۱۴/۲۵۲، النجوم الزاہرہ ۱۰/۳۹۰، قضاہ و تقی الدین طویلون نس۔  
 شذرات الذہب ۶/۱۸۰۔ الأعلام ۵/۱۶۰۔

۳۔ احمد بن عمر بن احمد بن مہدی، کمال الدین، انشائی (م ۷۹۱ھ) اپنے زمانے کے  
 عمدہ خطیب اور مصنف تھے۔ جامع الامیر ایدم الحیدری بولاق میں بحیثیت خطیب قرائت انجام  
 دیتے رہے۔ ان کی تصانیف میں جامع المختصرات، کتاب المنطق، الامریز فی الجمع بین الحاکم و ابو حنیفہ  
 بہت مشہور ہیں۔

حالات کے لیے ملاحظہ ہو: سبکی، طبقات الشافعیہ ۵/۱۷۵، ابن حجر: درر اسامیہ  
 ۱/۲۲۳؛ النجوم الزاہرہ ۵/۱۶۴۔ شذرات الذہب ۶/۱۶۲۔ الأعلام ۱/۱۷۹۔

۴۔ عبدالعزیز بن محمد بن براہیم بن سعد بن طاعنہ، ابن حجر، ۷۰۰ھ میں الکمانی لکھنوی مدنی  
 (۶۹۴-۷۶۷ھ)۔ مصر کے مشہور شافعی فقہار بن شام۔ کیے جاتے ہیں (بقیہ سیرت ۳۸ پر)۔

میں نہ صرف جو کفر فقہ کی اہم اور مفتی کتابیں پڑھیں۔ فقہ کے ساتھ ساتھ مصنف کو عربی ادب، اور علم نحو سے بھی کافی دلچسپی تھی۔ انھوں نے اپنے زمانے کے مشہور نحوی اور ادیب ابو حیان (م ۴۳۵ھ، جمال الدین ابن هشام (م ۴۶۱ھ) اور شمس الدین

(بقیہ ناشیہ ص ۲۷) ایک زمانے تک بلاد مصریہ کے قائل رہے۔ اس کے بعد کچھ دنوں کے لیے شام کے قائل ہو کر رہ کر دیئے گئے تھے۔ ۴۶۶ھ میں عہدہ قضا سے مستعفی ہو گئے اور ایک سال تک رہے۔ ثانی اور جامع بن حوریہ تدریس، لغات، خیالہ دیتے رہے ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں: شترک، حادیث الرامی، المتارک، الصفی، (سیرۃ الکبریٰ، السیرۃ الصغریٰ۔ بعض متاخرین نے لکھا ہے کہ انھوں کو منہاج اہل نبین کی شرح لکھنی شروع کی تھی لیکن مکمل نہ ہو سکی۔

غیاث، ۱۰۰ ت۔ یہ دیکھیے: سبکی: طبقات الشافعیہ ۶/۱۲۳، الدرر الکامنه

۲۰۱، ۲، الاعلام ۴، ۱۵۱

(۱) محمد بن یوسف بن علی بن حیان بن وصف، ابو حیان، (شیرالدین البیہاقی الغرناطی المصری) (۶۵۲-۶۲۵ھ) ان کا شمار برنما میں کیا جاتا ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد پچاس سے زائد بتلائی جاتی ہے۔ جن میں (۱) توحید، تفسیر قرآن، تفسیر، شرح، قصیدیں، طبقات نحاۃ الانیس، تحفۃ الاریب فی غریب القرآن، مسکن السالک علی الفیۃ ابن مالک بہت مشہور ہیں۔

تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: سبکی: طبقات الشافعیہ ۶/۳۱، الصفدی: فوات الوفيات

۲/۲۸۲: ابن حجر: الدرر الکامنه ۴/۳۰۲، السیوطی: بغیۃ الوعاة ص ۱۲۱

المقرئ: الفرائد ۱/۵۴۱، ابن قزی بردی: النجوم الزاہرہ ۱/۱۱۱، ابن العمد:

شذرات الذہب ۶/۱۳۵، رد مکھن ۲/۳۲، و ذیل ۲/۱۳۵، الرکلی: الاعلام

۱-۲۶

۲۔ عبد سدید جوزف بن احمد بن عبد اللہ بن یوسف، ابو محمد جمال الدین (بقیہ ناشیہ ص ۳۹)

ابن الصانع (م ۷۷۷ھ) کے سامنے زانوئی تلمذتہ کیا اور اس فن میں بھی کیتابی روزگار ہو گئے۔  
 فن تجوید حاصل کرنے کے لئے اس زمانے کے مشہور مجدد برہان الدین الرشیدی (م ۷۷۷ھ) کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے اور کئی برس تک اس فن کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور اس میں خوب ماہر ہو گئے۔  
 مصنف کو فن خطاطی سے بھی دلچسپی تھی۔ چنانچہ مختلف خطوط کی مشق کے لیے مصر کے مشہور خطاط  
 ابن السراج الکاتب (م ۷۷۷ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خاص طور پر خط منسوب میں کافی مہارت

(بقیہ حاشیہ ص ۳۸) ابن ہشام (۷۸۰ - ۷۹۱ھ) ادب عربی و نسخہ کے ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا مشہور  
 کتابیں منقذ البلیب عن کتب الاعراب عمدة الطالب فی تحقیق تصریف ابن الحاجب، تذویر الذہب، قطر الدی،  
 ابی مع الصغیر وغیرہ ہیں۔ حالات کے لیے ملاحظہ کیجیے: الدرر الكامنة ۲/۳۰۸، التجوم الزاہرہ ۱/۱۳۶، الدرر الكامنة ۳/۲۹  
 (۱) محمد بن عبدالرحمن بن علی، ابو عبد اللہ شمس الدین الشہیر باب الصانع (م ۷۷۷ھ) اپنے زمانہ کے  
 مشاہیر میں شمار کیے جاتے تھے۔ ادیب، شاعر و فقیہ بھی تھے۔ قاترہ میراجات بن علویوں میں بہت  
 دلیرانہ قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے۔ فوجی معاملات کے قاضی بھی رہے ہیں۔

دیکھیے: التجوم الزاہرہ ۵/۲۸۵

(۲) ابراہیم بن لاجین بن عبداللہ برہان الدین رشیدی (۷۷۳ - ۷۸۰ھ) اپنے زمانہ کے مشہور فاضل اور  
 خطیبوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ نحو اور تفسیر کے بھی بڑے راہ تھے۔ قیہ منصوریہ میں بہت دؤر تک  
 درس دیتے رہے پھر جامع میں حسین بن حیدر میں خصب و تفریکہ دے گئے۔

حالات کے لیے دیکھیے: طبقات الشافعیہ السبکی ۶/۱۱۰، التجوم الزاہرہ ۱/۲۳۶، الدرر الكامنة

۱/۲۹ بنیۃ ابو حامد سیوطی ص ۱۶۱، تذویر الذہب ۶/۱۵۶۔

(۳) ابو بکر محمد بن محمد بن نمیر، شمس الدین ابن السراج، الکاتب (م ۷۷۷ھ)، اپنے زمانے کے مجدد و خطاط  
 تھے اور مختلف علوم و فنون میں مہارت رکھتا تھا۔

حالات کے لیے دیکھیے: ابن تغری بردی: التجوم الزاہرہ ۵/۲۹۹، تذویر الذہب ۶/۱۱۰

حاصل کی۔ ان کے خط کا نمونہ الاسلام میں موجود ہے۔

ادائل عمری میں ابن الملین کو فقہ، ادب عربی اور علم نحو سے زیادہ دلچسپی رہی لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کی چوری توجہ فن حدیث پر مرکوز ہو گئی۔ اس فن کو حاصل کرنے اور اس میں مہارت پیدا کرنے کے لئے مصر کے مشہور محدثین اور اکابر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن میں خاص طور پر ابو الفتح ابن سید الناس<sup>۱</sup> (م ۷۳۳)، قطب الدین الخنبلی<sup>۲</sup> (م ۷۳۵) محمد بن غالی<sup>۳</sup> (م ۷۴۱) جمال الدین المعدنی الخنبلی<sup>۴</sup> (م ۷۴۵) صدر الدین میدومی<sup>۵</sup> (م ۷۵۴) عبدالرحمن بن عبدالمادی<sup>۶</sup>

(۱) الزرکی : الأعلام جلد ۵ / لوحہ نمبر ۸۱

(۲) ملاحظہ کیجئے حاشیہ نمبر ۱ ص ۳۶ (۳) دیکھیے حاشیہ نمبر ۲ ص ۳۶

(۴) محمد بن ناٹان بن نجم بن عبد عزیز، شمس الدین ابو عبد اللہ الدیلمی (۶۵۰-۷۴۱) قاہرہ میں حدیث بیان کرتے تھے ان سے کثیر جماعت نے سماعت حدیث کی۔ ربیع الاول ۷۴۱ء میں وفات پائی۔

حالات کے لیے دیکھیے : ابن حجر : الدرر الكامنه ۴ / ۱۳۳

(۵) یوسف بن محمد بن نصر بن ابی القاسم، جمال الدین المعدنی الخنبلی (۶۶۴-۷۴۵) ان کے تفصیل حالات نہیں ملتے ہیں۔ الدرر الكامنه ۴ / ۴۷ پر ان کے بارے میں صرف اتنا لکھا ہے کہ نجیب اور عزیز الخرائی اور ابن علاق سے سماعت حدیث کی۔

۶۔ المیدومی : محمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی القاسم بن عثمان، صدر الدین، ابو الفتح المیدومی (۶۶۴-۷۵۴) شعبان ۷۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ مناسخ وقت سے سماعت حدیث کی۔ یہ آخری شخص ہیں جنہوں نے ابن علاق، ابن نجیب سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ قاہرہ میں حدیث پڑھایا کرتے تھے۔  
حالات کے لیے دیکھیے۔

محمد بن احمد الفارقی، ابراہیم بن علی الزرزاری کے پاس رہ کر حدیث کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔  
 حسن بن السدید اور عرنی کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث کی بعض کتابوں کو سنایا۔ اس کے  
 بعد مزید مہارت حاصل کرنے کے لئے، علم حدیث کے چھ ماہرین منسطائی (م ۴۲) اور  
 زین الدین السخسی کی خدمت میں رہے اور انہیں کی توجہ اور عنایات سے اس فن میں خوب  
 ماہر ہو گئے۔

اللب، رش کے شوق نے ابن الملحق کو مہر چھوڑ کر دیگر بدسریہ کے سفر کرنے پر  
 مجبور کیا تاکہ دیگر مقامات کے متذکرین سے بھی استفادہ کریں چنانچہ بقوں سخاوی (م ۹۰۲)  
 اور بن قاضی شہب (م ۸۵۱) ۴۴۰ ہجری میں اور بقوں ابن العمود (م ۱۰۸۹) ۴۴۴ ہجری  
 میں انہوں نے دمشق کا سفر کیا اور وہاں کچھ دنوں مقیم رہے۔ دورانِ قیام وہاں کے علماء و  
 فضلاء کے حلقہ درس میں شرکت کرتے رہے خاص طور پر ابن امیہ (م ۴۴۸) سے حدیث کی

- 
- (۱) منسطائی: مفہام بن قاضی بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ، مکرری، مصدر ۱۱۱۰-۱۱۲۰ھ  
 حدیث کے بارے میں شمار کیے جاتے ہیں مختلف روایات میں تقسیم دیتے رہے اور اسی میں غنی زندگی  
 گزردی آخر عمر تک پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہے۔ ۲۴ شعبان: ذی الحجہ ۱۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔  
 تفصیلی حواشی کے لیے دیکھیے: ابن فہر: الخط الحجازی ص ۱۳۳: لسان المیزان ۴/۲۰۶  
 (۲) ابن قاضی شہب: طبقات الشافعیہ رقم ۴۳۹۔  
 (۳) حشو الملاح ۴/۱۰۱: خذرات الذہب ۴/۲۲۔  
 (۴) عمر بن حسن بن یزید بن مہلب بن جمہ بن عبد اللہ غنی اموی ۱۰۰-۱۱۸ھ اپنے  
 زمانے کے محدثین نظام میں شمار کیے جاتے تھے اور تقریباً پچاس سال تک درس حدیث دیتے رہے۔  
 جامع ترمذ میں احادیث کے فرائض بھی انجام دیتے تھے

بہت سی کتابیں پڑھیں۔ دمشق اور مصر کے محدثین جیسے المزنی (م ۴۴۲) وغیرہ نے اچانکے بھی غایت کیے۔

ابن قاضی شہب (م ۱۵۱) نے ابراہیم بن اسحاق النادی (م ۴۵۷) کے حالات کے ذیل یہ لکھا ہے کہ حصول علم کی خاطر، ابن الملحق نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر، اصول فقہ میں ان کی کتاب شرح المعامین کا بھی کچھ حصہ پڑھا تھا۔

ابن اسفہن متعدد صفات حسنہ سے متصف تھے۔ بہت خوبصورت اور قدآور انسان تھے۔ ان کی گفتگو میں بڑی شیرینی تھی۔ عزت نشینی پسند کرتے تھے لیکن اس کے باوجود عوام

(۱) المزنی: یوسف بن عبد الرحمن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی، جمال الدین، ابو لہجج المزنی (۴۵۴ - ۵۲۲) فقہ، حدیث کے ائمہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ صرف و نحو بلونت و معانی بیان میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں "تہذیب لکھنؤ" اور "الطراف" بہت مشہور ہیں۔

نہایت کے لیے دیکھیے: اسبکل: طبقات الشافعیۃ ۲/۲۵۱، ابن حجر: الدرر الكامنة

۳/۴۵۷، النجوم الزاهرة ۱۰/۷۶، ابن العواد: شذرات الذهب ۶/۱۳۶

الزکلی: الأعلام ۴/۳۱۳

(۲) النادی: ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم القاضی شریف، مدین النادی المصری (م ۴۵۷) اپنے زمانے کے اکابر علماء میں شمار کیے جاتے تھے ایک کثیر بات سے سماعت حدیث کی جامع زہر اور د۔ لحدیث افار قانیہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے ان کی تصانیف میں شرح فائز ابن سید بہت مشہور ہے۔

۱۰/۳۲۳، ابن حجر: الدرر الكامنة ۱/۷۶، ابن خریز بردی: النجوم الزاهرة ۱۰/۳۲۳

(۳) ابن قاضی شہبہ: صفات الشافعیۃ نمبر ۷۳۹

سے خندہ پیشانی سے ملنے تھے گا ہے بگا ہے ہنسی مذاق کو بھی پسند کرتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی تصانیف ان کی تقریروں سے بہتر سمجھی جاتی تھیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فن خطابت سے واقف نہ تھے۔ لوگوں کے ساتھ بہت رواداری برتتے تھے۔ ان کو مال و دولت سے بھی وافر حصہ ملا تھا۔ ان میں بخل نہ تھا۔ فقرار و مساکین سے بیحد محبت کرتے تھے اور ان پر اپنا کافی مال خرچ کرتے تھے۔ عبادت و ریاضت میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ ہر سال ماہ رمضان میں جامع حاکم میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔

ابن الملقن بہت ذہین تھے۔ کافی مطالعہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی ۸۰ سالہ زندگی میں علم فقہ و حدیث کی ایسی خدمات انجام دیں کہ اطراف سالم میں ان کا شہرہ ہو گیا۔ ان کے بعض اساتذہ ان کی ذہانت سے اتنے متاثر تھے کہ ان کو بڑے اچھے القاب سے یاد کرتے تھے۔ ان کے ایک استاد العلانی (م ۶۱۱ھ) ان سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کو "لام" "شرف الفقہاء والمحدثین والفقہاء" بجا خطاب دے دیا۔ اسی طرح ان کے معاصرین بھی ان کی ذہانت و فطانت

(۱) انوار اللامع ۱۰۳/۶، ابن قاضی شہبہ: طبقات اشافعیہ نمبر ۷۳۹، ابن قاضی: سخطہ لیسٹا ص ۱۰۱۔ البدر الطالع ۵۰۸/۱

(۲) خلیل بن کیلکدی بن عبد اللہ، ابو سعید، صلاح، مدین النکائی اللہ قی (۶۹۳-۶۹۱ھ) مشہور فقہ شافعی تھے۔ حدیث و فقہ کے بڑے چمے عالم تھے۔ ساری زندگی تعلیمی کاموں میں مصروف رہے۔ مدرسہ تنزیہ، اسدیہ، صلاحیہ میں بہت دنوں تک پڑھاتے رہے۔ ان کی تصانیف ہر فن میں ان کی امامت کے شاہد ہیں۔ ان کی تصانیف میں "نوع" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کے علاوہ عقیلۃ الطالب فی ذکر اشرف الصفات و المناقب، جامع التتمیم فی روضۃ المرسلین، خلیع الفہم فی شرح مجموع بھی ہیں۔ حالات کے لیے دیکھیے: البدر الطالع ص ۱۰۱

سے بڑے متاثر تھے۔ مثال کے طور پر النخاری نے ابن الملقن کے لیے ”علم الاعداد“ فخرارنامہ“  
 ”شیخ الاسلام“ علامۃ العصر“ سیف الناظرین“ ”علم المفیدین والمدرسین“ جیسے القاب استعمال  
 کیے ہیں۔ اس سے اندازہ ہونا ہے کہ ابن الملقن اپنے معاصرین اور اساتذہ کے حلقوں میں کن  
 نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

چونکہ دوران تعلیم ہی سے ابن الملقن کے اساتذہ ان کی ذہانت اور استعداد کے معترف  
 تھے اس لیے انھوں نے ان کو فتویٰ دینے اور تدریس کے لیے اجازت دے دی تھی۔  
 ایک ماہہ فیقہ ہونے کی وجہ سے، مصنف ایک عربی کتب خانہ میں قاضی کی حیثیت سے کام  
 کرتے رہے۔ تاریخ دسیر کی کتابیں اس بارے میں خاموش ہیں کہ ابن الملقن کب سے عہدہ قضا  
 پر فائز ہوئے۔ بہر حال تمام تذکرہ نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ وہ ایک زمانے تک عہدہ قضا  
 پر فائز رہے۔ ابن الملقن <sup>۸۰۵</sup>ھ میں قاضی القضاۃ کے عہدہ سے لیے بہت کوشاں ہوئے۔  
 اس وقت مصر پر ملوک بادشاہ برقوق حکومت کرتا تھا۔ وہ ابن الملقن کی بڑی عزت کرتا تھا  
 اور اپنے مشرین میں سمجھتا تھا اس نے سراج الدین البلقینی <sup>۸۰۵</sup>ھ سے مشورہ کیا کہ

(۱) انوار اللامع ۱۰۴/۶ (۲) برقوق بن انص - انص - ابو سعید سیف الدین الملک انظام  
 ۷۳۸ - ۸۰۱) مصر کا پہلا چرسی بادشاہ تھا۔ اس نے قریباً ۲۱ سال تک مصر پر حکومت کی بہت  
 بہادر بادشاہ تھا لیکن بھول سخاوی بڑا حریص اور لالچی تھا۔

۳ ت کے منہ دیکھے: انوار اللامع ۱۰/۲، دائرة المعارف الاسلامیہ ۵۵۸/۳، اعلام ۱۸/۲  
 ۴ ابن الملقن بن سراج بن شہاب بن مہدی الخلیق، سراج الدین ابو حفص البلقینی المصری  
 (۱۵۰ - ۲۰۵) ۵ ت کے منہ دیکھے: انوار اللامع ۱۰/۲، دائرة المعارف الاسلامیہ ۵۵۸/۳، اعلام ۱۸/۲  
 ۶ کتابیں لکھیں جس میں اغیض الجارح من صحیح النخاری بہت مشہور ہے۔

۷ ت کے منہ دیکھے: انوار اللامع ۱۰/۲، دائرة المعارف الاسلامیہ ۵۵۸/۳، اعلام ۱۸/۲  
 ۸ ۱۰۹ - اعلام ۲۰۵/۵

ابن الملقن اور ابن ابی ابقار م ۸۵ھ میں سے قاضی القضاۃ کے عہدہ کے لیے کون زیادہ مناسب ہے۔ بلقیانی (م ۱۰۵ھ) نے معاصرانہ چشمک کی بنا پر علم و فضل کے لحاظ سے دونوں کو کمتر بتلایا لیکن اس کے باوجود برقوق نے ابن الملقن کو زیدۃ مقرر کر دیا۔ لیکن مخالفین خاموش بیٹھنے والے نہ تھے۔ برکتہ الزینی اور اس کے ساتھیوں نے کسی واسطہ میں (جس کی تفصیل نہیں ملتی) ابن الملقن کے جعلی دستخط بنا کر برقوق کو ان کی طرف سے بدظن کر دیا۔ لیکن اکمل الدین الحنفی (م ۸۲ھ) نے درمیان میں پڑ کر معاذ کو رفع دفع کر دیا۔

(۱) عبداسد بن محمد بن عبد البر بن یحییٰ بن علی بن تھام بن یوسف، اور عبد بن ابی ذر بن ابی ہنفار، سکبر (۷۳۵ — ۷۸۵ھ) اچھے ادیب و رتہ عزت تھے۔ اقیہ بھی تھے۔ مختلف مدارس میں مدرسگی خدمات انجام دیتے تھے۔ مصر میں قسری کی حیثیت سے بھی ۶۰۰ تک کام کرتے رہے۔

حالات کے پیش دیکھیے: اندر کا منہ ۲، ۲۶۱، نجوم برہنہ ۱۱، ۲۹۱، قدرت لایب

۲۸۸/۶ قضاۃ دمشق لابن طولون ص ۱۱۲۔

(۲) لحظہ الحافظ ص ۱۹۸، الضور اللامع ۱۰۳/۶۔

(۳) محمد بن محمد بن محمود، بر عبد اللہ، اکمل الدین، ابی ہنفار، الحنفی (م ۱۰۵ھ) فاضل حنفی کے

بہت بڑے عالم تھے۔ ادب عربی کے بھی زینت تھے۔ سکبر، برقوق کے دست راست اور

مشیر ہمارے تھے۔ ان کی تصانیف میں شرح جامع صغیر اور المعانی فی شرح الہدایہ، شرح مشارق

النواہ، شرح مختصر ابن الحاجب بہت مشہور ہیں۔

حالات کے لیے دیکھیے: بدائع الزہر فی تاریخ الدہور ۱/۲۶۱، الفوائد بہیہ ۹۵

انجوم ابراہیم ۱، ۳۰۵، نثر حیاتہ ص ۱۰۳، رتہ ۲، ۲۹۱

(۴) الضور اللامع ۱۰۳/۶

غالباً اس واقعہ کا شدید اثر ابن الملقن پر پڑا اور کچھ عرصے کے بعد وہ از خود اس عہدے سے سبکدوش ہو گئے۔ اس کے بعد سے انھوں نے اپنی پوری توجہ تصنیف و تالیف پر مرکوز کر لی۔ انھوں نے در سہ سال بقیہ جامع حاکم اور دارالحدیث الکاملیہ میں تدریسی کام بھی شروع کر دیا۔ حدیث اور فقہ میں ان کی تبحر علمی اور مہارت کی وجہ سے ان کے پاس دور دور سے لوگ آیا کرتے تھے اور فیض اٹھاتے تھے۔

چونکہ ابن الملقن کو شروع ہی سے مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا اس لیے انھوں نے کافی کتابیں جمع کر لی تھیں عمر کے آخری حصے میں ان کا یہ قیمتی سرمایہ نہ معلوم کس طرح نذر آتش ہو گیا۔ ان کی ذات تصانیف کے بہت سے سودا گروں کو فاختہ ہو گئے۔ مصنف کے دل و دماغ پر شدید صدمہ پہونچا اور ان کا ذہنی توازن بگڑ گیا۔ اُن کے لڑکے نور الدین، علی (جن کے حالات آگے آرہے ہیں) نے ان کو مکان میں مقید کر دیا اور عوام الناس سے ملنا جلنا بند کر دیا لیکن اس کے باوجود مصنف اپنے تصنیفی کام میں برابر مشغول رہے۔ اسی حالت میں شب جمعہ ۱۶ ربیع الاول ۸۴۷ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔ اور اپنے والد کے پہنو سعید اسعداؤ میں سپرد خاک کئے گئے۔ اِنَّ لِلّٰهِ وَاِنَّ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(۱) یہ مشہور معروف مسجد قباہ میں باب الفتوح کے نزدیک ہے۔ اس کو فاطمی خلیفہ الحاکم بامر اللہ نے ۳۹۳ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ المنہل الصافی لابن تغری بردی تحقیق احمد یوسف نجفی مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۶ء — ۷/۷۷۔

(۲) اس کو سک اکامل بکبر محمد بن انعارل نے ۶۲۲ھ میں تعمیر کرایا اور چاروں نقیبی مسک کے ماننے والے عمار کا تقریر تھا (تحقیق شندی: ص ۳۶۳/۳)

(۳) اخبار الداع ۶/۱۰۵۔ حقیقات الشافعیۃ لابن تائفی شہیدہ رقم ۷۳۹۔ مخطوطات الاطفا ص ۲۰۱:

ابن الملقن کی کتنی اولاد تھیں اس کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں بصراحت کہیں نہیں ملتا۔ ان کے صرف ایک بڑے نور الدین علی کے حالات ملتے ہیں۔ یہ ۷۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۷ھ میں ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ یہ اپنے والد کی طرح عالم و فاضل نہ تھے۔

## تلامذہ :

ابن الملقن فقہ اور حدیث میں، اپنے زمانہ میں امام کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کو بغداد ہی سے تدریسی کاموں سے دلچسپی تھی عرصہ تک مدرسہ سابقہ، جامع حاکم و دار الحدیث الکامیہ میں پڑھاتے رہے۔ اس کے علاوہ بہت سے اشخاص فیض، زکریا، تبحر علمی کی وجہ سے، دور دور سے، ان کے پاس آتے تھے، اور ان سے فیض اٹھاتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ابن الملقن مسلک شافعی تھے لیکن فقہ و حدیث میں اہل شافعیہ کے مالک تھے کہ حنفی، حنبلی، مالکی و شافعی سب ان کی شاگردی اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے تھے۔ یہاں پر چند مشہور شاگردوں کا ذکر کیا جا رہا ہے درنتہا تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں صد ہا لوگوں کے حالات ملتے ہیں جنہوں نے ابن الملقن سے کسی نہ کسی شکل میں شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

۱۔ ابراہیم بن احمد بن الملیق، نقاضی برہان، مدین لشارل شافعی المعروف بابن الملیق (۷۸۴ء — ۸۹۴ء) اپنے زمانے کے مشہور تانفی اور عمدہ خطیب تھے۔ ایک عرصے تک ابن الملقن کی خدمت میں رہ کر مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔

۲۔ ابراہیم بن احمد بن خانم بن علی مقدسی المعروف بابن خانم۔ ان کی پیدائش ۷۸۰ء ہجری میں ہوئی۔ وفات کے بارے میں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔ خاتواہ سدحیہ میں متوں کے فرائض

انہام دیتے تھے۔ ابن الملقن سے سماعت حدیث کی۔

۲۔ ابراہیم بن احمد بن محمد بن ابی محمد رضی اللہ عنہ، الحنفی (۴۴۹-۴۵۱ھ) اپنے زمانے کے اچھے مجتہد تھے۔ ابن الملقن سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

۳۔ برہم بن علی بن محمد بن محمد بن ابی ہشام الشافعی (۴۶۱-۸۳۶ھ) انھوں نے ابن الملقن کو خود، ۴۶۶ھ کو حجت ابن ابی شیبہ کی الفیہ سنائی تھی اور اس سے اجازہ بھی حاصل کیا تھا۔

۵۔ برہم بن محمد بن احمد بن محمد البوطی، نویری (۴۹۷-۸۱۹ھ) فقہ اور نحو کے ماہر تھے۔ ابن الملقن کو، نہی دونوں علوم سے متعلق کتابیں سنائیں اور افتاء و تدریس کے لئے اجازہ حاصل کیا۔

۶۔ ابراہیم بن محمد بن خلیل، البوالوقا، الطرابلسی، الحلبي المعروف بالقوف، سبط ابن الجوزی (۴۰۳-۶۴۱ھ) انھوں نے ابن الملقن سے فقہ کی کتابیں پڑھیں اور ان کو خرقة بھی عطا کیا۔

۷۔ ابراہیم بن محمد بن علی بن احمد معلوی لخری، المعروف بابن البدوی (۴۹۰-۵۶۱ھ) انھوں نے ابن الملقن سے مختلف کتب پڑھیں۔

۸۔ احمد بن ساعی بن محمد بن اسماعیل قطب، مدین القشتی (۴۶۴-۸۴۴ھ) بن مسکن کو منہاج لغت میں سنایا اور فقہ کی بعض دوسری کتابیں پڑھیں۔

۹۔ احمد بن ابی بکر بن رسول بن نصیر بن صالح، شہاب الدین البلقینی المعروف

۱۔ نحو ۱/۲۵۰ : لیدر ۱/۶ : ائمہ، بیان ص ۳ : اعلام ۱/۲۲

(۲) الغور ۱/۸۱ (۳) الغور ۱/۲۷

۲۔ ۱/۲۵۰ : لیدر ۱/۳۱۲ : لیدر ۱/۲۸ : اعلام ۱/۶۲

۳۔ الغور ۱/۲۴۳ (۴) الغور ۱/۶۲۲

بالعجی ۱ (۷۶۷-۸۳۴) فن فرائض کے امام تھے۔ فقہ شافعی کی بنیادی کتابیں ابن الملقن سے پڑھیں۔

۱۰۔ احمد بن حسین بن علی بن شہاب الدین، ابوالیقار، الزبیری<sup>۲</sup> (۷۷۰-۸۵۴) ابن الملقن سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔

۱۱۔ احمد بن رجب بن طیب بن محمد بن الشافعی المعروف ابن المجدی<sup>۳</sup> (۷۶۷-۸۵۰) ابن الملقن سے فقہ کی کتابیں پڑھیں۔

۱۲۔ احمد بن عبد الرحمن بن احمد بن عبد الرحمن البیاضی<sup>۴</sup> (۷۵۰-۸۲۲) صوفی مشہور انسان تھے۔ ابن الملقن سے کئی کتابیں پڑھیں۔

۱۳۔ احمد بن عبد الرحمن بن عوض بن منصور الاندلسی، الشافعی<sup>۵</sup> (۷۵۱-۸۳۲) ابن الملقن کی خدمت میں بہت دنوں تک رہے اور ان سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔

۱۴۔ احمد بن عثمان بن محمد الرشیدی المعروف بالکوم الرشیدی<sup>۶</sup> (۷۷۸-۸۵۲) بخوارزمی ابن الملقن سے کتاب العمود پڑھی تھی

۱۵۔ احمد بن علی بن احمد بن علی بن عبد المغیث، ابو العباس النشیری<sup>۷</sup> (۷۹۰-۸۶۰) نقیہ اور مجود تھے۔ ابن الملقن سے فقہ کی کتابیں پڑھیں۔

(۱) الفہرست ۲۸۹/۱

(۱) الفہرست ۲۵۳/۱

(۳) البرامسبک ص ۱۴۹۔ بغیۃ الوعاة ص ۱۳۲۔ البرہان الطالع ۵۶/۱ : الفہرست ۵۶/۱

۳۰۰/۱ - الاعلام ۱۲۱/۱

(۴) الفہرست ۳۲۵/۱

(۵) الفہرست ۳۳۲/۱ : بدیۃ العارفین ۱۲۲/۱ معجم المؤلفین ۲۶۷/۱

(۶) الفہرست ۹/۲

(۷) الفہرست ۳-۲/۲

۱۶۔ احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد العسقلانی المعروف بابن حجر (۴۷۳ — ۵۵۲ھ) ابن الملقن کی خدمت میں رہ کر حدیث میں بہارت حاصل کی اور ان کا کتاب "اسبرر النیر" کا خلاصہ تیار کیا۔

۱۷۔ احمد بن محمد بن احمد، ابوالعباس، شہاب الدین الشاذلی المعروف بالشاہ التائب (۴۶۷ — ۵۳۲ھ) ابن الملقن سے کئی کتابیں پڑھیں۔

۱۸۔ احمد بن عمر بن سالم، شہاب الدین ابو یوسف معروف بہ شامی (۴۸۵ — ۵۵۲ھ) کتاب السننہ اور المانیہ حنفیہ کے ابن الملقن کو سنایا اور مسلسل بالادیتہ کی حدیثیں ان سے کھیں۔

۱۹۔ احمد بن محمد بن ابراہیم شہاب الدین ابوالعباس الفیشی المالکی المعروف بابن عتار (۴۶۳ — ۵۴۸ھ) ابن الملقن کو المانیہ سنائی اور کئی دوسری کتابیں پڑھیں۔

۲۰۔ احمد بن محمد بن احمد، شہاب الدین الزقاقونی (۴۷۲ — ۵۶۱ھ) فقہ کی کتابیں ابن الملقن سے پڑھیں۔

۲۱۔ احمد بن محمد بن عبدالقد، ولی الدین ابوعاتم، البہسقی (۴۷۸ — ۵۵۳ھ) ابن الملقن سے علم نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔

۲۲۔ احمد بن محمد بن عثمان، شہاب الدین ابوالعباس، سامری، العتقی، المعروف

(۱) التبر السبک ص ۲۳۰؛ البدر الطالع ۱/۸۷؛ الدر النکامہ۔ خاتمہ للناسخ بدار الزمرد

۳۲/۲۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۱/۱۳۱۔ الأعلام ۱/۷۳؛

(۲) الفہر ۵۰/۲ (۳) الفہر ۵۳/۲

(۴) التبر السبک ص ۱۰۶، الفہر ۶۹/۲

(۵) الفہر ۷۶/۲ (۶) الفہر ۱۳۱/۲

بابن المجرہ (۷۶۷ - ۸۲۰) ابن الملقن سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔

۲۳۔ احمد بن سوس بن عبد اللہ، شہاب الدین المغربي القسنباجی (۷۸۰ - ۸۵۹) ابن الملقن سے علم فقہ نوب ابھی طرت سیکھا۔

۲۴۔ اسحاق بن ابراہیم بن احمد تاج الدین التدمری (م ۸۳۳) ابن الملقن نے ان کو فقہ میں اجازہ دیا تھا

۲۵۔ ابو بکر بن احمد بن محمد، ابوالصدق، تقی الدین ابن قائم، شیبہ (۷۷۹ - ۸۵۱) ابن الملقن سے فقہ اور حدیث کی کتابیں پڑھیں۔

۲۶۔ حسن بن احمد بن مکی، اعلیٰ (۷۷۰ - ۸۳۳) منہاج المطاہین اور اسفیر بن مالک ابن الملقن سے پڑھیں۔

۲۷۔ حسن بن محمد بن ایوب کھینی معروف بالشریف النشائی (۷۷۷ - ۸۶۶) ایک زمانے تک ابن الملقن کے حلقہ درس میں شریک ہوتے رہے۔

۲۸۔ حسین بن احمد بن محمد، بدر الدین بوعلی، ابندی الکلی (۷۳۲ - ۸۲۳) قہرہ میں ابن الملقن کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔

۲۹۔ خلف بن علی بن محمد التروجی الشافعی (۷۶۰ - ۸۲۳) انھوں نے مؤلف

(۲) الضور ۲/۲۲۹

(۱) الضور ۲/۱۸۶

(۳) الاشیء الجلیل ۲/۴۸۲، کشف، منظون ۵۹۹ - الضور ۲/۲۷۶

(۴) الضور ۱۱/۳۱؛ النجوم الزاہرۃ ۷/۳۱۲؛ حوارث المدجورۃ ۱/۲۵؛ شذرات الذیاب

۲۷۹/۴ - الاعلام ۲/۳۵

(۶) الضور ۳/۱۲۱

(۵) الضور ۳/۹۲

(۸) الضور ۳/۱۸۴

(۷) الضور ۳/۱۳۷

امام مالک، ابن الملقن کو سنائی تھی۔

۳۰۔ رضوان بن محمد بن یوسف، زین الدین، ابوالنعم، الصخرادی<sup>۱</sup> (۶۹۹ھ - ۸۵۲ھ) ابن

الملقن کے ملقہ درس میں شامل ہوتے رہے۔

۳۱۔ سلیمان بن ابراہیم بن عمر بن علی نفیس الدین الزبیدی الحنفی<sup>۲</sup> (۴۳۵ھ - ۸۲۵ھ) ابن

الملقن سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔

۳۲۔ سلیمان بن فرح بن سلیمان، علم الدین البجینی<sup>۳</sup> (۶۶۷ھ - ۸۲۲ھ) مختلف علوم و

فنون کی کتابیں، ابن الملقن سے پڑھیں۔

۳۳۔ شبان بن محمد، زین الدین ابوالطیب المستقلان المعروف بابن حجر<sup>۴</sup> (۷۸۹ھ - ۸۵۹ھ)

قرآن مجید اور کتاب العمہ ابن الملقن سے پڑھی۔

۳۴۔ سعد بن علی بن محمد، فتح الدین، الشارمساحی<sup>۵</sup> (۸۵۰ھ) ابن الملقن کی فہم

میں حاضر ہوئے اور ابواسحاق شیرازی (۴۷۶ھ) کی کتاب التنبیہ پڑھی اور ان سے اجازہ بھی حاصل کیا۔

۳۵۔ بدیع الرحمن بن عبدالوارث، نجم الدین المالکی<sup>۶</sup> (۷۸۳ھ - ۸۶۸ھ) ابن الملقن سے کچھ

کتابیں پڑھیں۔

۳۶۔ عبدالرحمن بن علی بن عمر، ابوہریرۃ، المعروف بابن الملقن<sup>۷</sup> (۷۹۰ھ - ۸۷۰ھ) یہ

ابن الملقن کے پوتے ہیں۔ انھوں نے مختلف علوم و فنون کی کتابیں ابن الملقن سے پڑھیں۔

(۱) انوار ۲۲۶/۳ - الاعلام ۵۳/۳

(۲) انوار ۲۵۹/۳ (۳) انوار ۲۶۹/۳

(۴) انوار ۳۰۳/۳ (۵) انوار ۳۱۸/۳

(۶) انوار ۹۰/۳ (۷) انوار ۱۰۱/۳

- ۳۷۔ علی بن احمد بن خلیل، نور الدین، الاسکندرانی المعروف بابن بقال<sup>۱</sup> (۷۷۳-۷۷۷ھ) ابن الملقن سے سماعت حدیث کی اور ان کی بہت سی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھیں۔
- ۳۸۔ عبدالرحمن بن محمد بن حسن، تقی الدین الزبیری المعروف بابن "لقنوسی" (۷۸۱-۸۶۴ھ) انھوں نے ابن الملقن سے حدیث کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔
- ۳۹۔ عبدالرحمن بن محمد بن یحییٰ، ابو الفضل، زین الدین، السندی<sup>۲</sup> (۷۸۵-۸۵۲ھ) ابن الملقن سے حدیث کی سماعت کی۔
- ۴۰۔ عبدالرحیم بن محمد بن عبد الرحیم، عز الدین، ابو محمد المعروف بابن الفرات<sup>۳</sup> (۷۹۱-۸۵۱ھ) ابن الملقن سے ۷۷۱ ہجری میں کتاب العمدہ پڑھی تھی۔
- ۴۱۔ عبدالسلام بن داؤد، عز الدین، السلطی المعروف بالعز لقندی<sup>۴</sup> (۷۷۲-۸۵۰ھ) قاہرہ میں ایک عرصے تک ابن الملقن کی خدمت میں رہے اور بہت سی کتابیں پڑھیں۔
- ۴۲۔ عبدالعزیز بن محمد بن عبد اللہ ابو محمد الناکلی المعروف بابن عبدالعزیز<sup>۵</sup> (۷۸۰-۹۵۸ھ) ابن الملقن سے کتاب العمدہ پڑھی تھی
- ۴۳۔ عبدالغنی بن عبد الحمید، تقی الدین ابو محمد البغربی، المنوفی<sup>۶</sup> (۷۷۰-۸۵۸ھ) ابن الملقن سے فقہ کی تعلیم میں حاصل کی۔
- ۴۴۔ عبدالغنی بن محمد بن احمد، زین الدین القفنی<sup>۷</sup> (۷۸۲-۸۶۷ھ) انھوں نے کتاب التنبیہ، العمرة اور الفیہ ابن مالک، ابن الملقن کو سنائیں اور انھوں نے ان کو جازہ دیا۔

(۱) تذرات الذہب ۷/۲۶۰ (۲) انوار ۳/۱۲۶ (۳) انوار ۵۰/۵

(۴) التبر المسبوک ۱۳ - انوار ۳/۱۸۶ الاطلام ۲/۱۲۳

(۵) انوار ۳/۲۰۳ (۶) انوار ۳/۲۲۸

(۷) انوار ۳/۲۵۲ (۸) انوار ۳/۲۵۴

۴۵۔ عبد اللطیف بن احمد بن علی بن محمد، نجم الدین، ابوالنثار الحسنی المکی، الفاسی (۷۷۸)۔

۱۲۲ھ ابن الملقن سے فقہ کی کتابیں پڑھیں

۴۶۔ عبد اللطیف بن محمد بن عبد اللہ، ابوالطیب الزرقاوی (۸۷۷ھ) کتاب التنبیہ

الالفیہ، اور العمدۃ ابن الملقن کو سنائیں اور انھوں نے ان کو اجازہ دیا۔

۴۷۔ عبد اللہ بن احمد بن عبد العزیز بن موسیٰ العزازی، ببشیشی (۷۶۲ - ۸۲۰ھ)

ابن الملقن سے فقہ کی کئی کتابیں پڑھیں۔

۴۸۔ عبد اللہ بن محمد بن عبیسی، جلال الدین الغونی (۷۷۵ - ۸۳۵ھ) فقہ کی کتابیں

ابن الملقن سے پڑھیں۔

۴۹۔ عبد المؤمن بن علی بن عبد المؤمن السدوسی الشامی (۷۵۶ - ۸۳۳ھ) حدیث کی کتابیں

ابن الملقن سے پڑھیں۔

۵۰۔ علی بن حمد بن اسماعیل بن اسفوح، القلقشنندی (۷۸۸ - ۸۵۶ھ) ابن الملقن

کے پاس رہ کر فن فقہ کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔

۵۱۔ علی بن ابی بکر بن علی بن خور مدین البکری، ببشیشی (۷۸۳ - ۸۵۹ھ) ابن الملقن

کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے اور بہت سی کتابیں ان سے پڑھیں۔

## تصانیف:

ابن مقلن کا تصنیفی دور کب سے شروع ہوتا ہے، تاریخ کی کتابوں میں، تصنیف کے

ساتھ کہیں مذکور نہیں۔ سخیوی (۹۰۳ھ) نے زین الدین سمرقانی (۸۰۰ھ) کے حوالے

(۲) الفہرست ۴۳۶/۴

(۱) الفہرست ۳۲۲/۴

(۵) الفہرست ۹۰/۵

(۳) الفہرست ۳۰/۵

(۱۳) الفہرست ۲/۵

(۷) الفہرست ۲۰۴/۵

(۶) الفہرست ۱۶۱/۵

سے لکھا ہے کہ ابن الملقن نے عنقریب شباب ہی سے تصنیف و تصنیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ خود ابن الملقن اپنی کتاب "خلاصۃ البدر المنیر" کے آخر میں رقم طراز ہیں:

هذا آخر ما وقع عليه الاختصار من كتابنا المسما بالبدر المنير في تخریج  
احادیث اشرح الکبیر الی ان تل وکان الابد اثراً في اختصار يوم الجمعة  
اسبع عشر من شعبان المکرم والفراغ منه في يوم الجمعة رابع شوال  
کلاهما سنة تسع واربعمائة وسبع مائة.

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصنف نے ۲۶ شعبان بروز جمعہ ۸۴۹ھ میں کتاب بدر المنیر کی تحفہ کا کام شروع کیا تھا اور ۲۶ شعبان بروز جمعہ ۸۴۹ھ میں اس کو مکمل کر دیا۔ اس بات کی واردت ۸۴۹ھ میں ہوئی اور خلاصۃ البدر المنیر کی تکمیل کے وقت اس کی عمر ۳۰ سال کی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنف نے ۸۴۹ھ سے پہلے اب رافضیہ اکثر ہو گیا اور اس وقت اس نے ۲۶ سال کی عمر سے پہلے تصنیف کا کام شروع کر دیا ہو گا۔

ابن الملقن نے حدیث، اصول، فقہ، تاریخ، تفسیر، علم نحو اور دیگر علوم و فنون میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی فہرست یہاں تک ہو جائے گی کہ مورخین نے ان کی تصانیف کی تعداد تین سو تک بتائی ہے جن میں اکثر کتابیں مصنف کے عین حیات میں نذر آتش ہو گئیں۔ اب بھی ساٹھ سے زائد تصانیف مشرق و مغرب کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں جن میں بعض بخط مصنف ہیں اور بعض مصنف کے عین

(۱) الفوائد اللامعہ ۱/۶

(۲) فہرست مشرق و مغرب، کتب خانہ قلمیہ، بیروت، ص ۱۰۰

حیات میں لکھی گئی ہیں ابن الملقن کی تصانیف نے ان کی زندگی ہی میں اتنی شہرت حاصل کر لی تھی کہ ان کے بعض معاصرین نے ان کو بطور آخذ کے استعمال کیا ہے۔ جیسے بقول ابن قاضی شہبہ (م ۸۵۱) احمد بن حمد بن شہاب الدین الاذری (م ۷۸۳) نے نووی کی منهاج الطالبین کی شرح لکھتے وقت ابن الملقن کی شرح المنہاج سے پورا پورا استفادہ کیا تھا۔

مسنف کو سب سے زیادہ دلچسپی، حدیث اور فقہ سے تھی۔ اسی لیے ان کی زیادہ تر تصانیف انہی فنون پر مشتمل ہیں۔ ان کی تصانیف کی پسندیدگیاں یہ علم تھا کہ ان کے بعض ہم پلہ معاصرین نے ان کی بعض کتابوں پر تقریظیں لکھی ہیں اور ان کے کام کو بہت سراہا ہے جیسے تاج الدین اسبکی (م ۷۷۱) نے ان کی کتاب "البرہ المنیرہ" پر تقریظ لکھی اسی طرح عماد الدین ابن کثیر (م ۷۷۴) نے بھی ان کی کسی کتاب پر تقریظ لکھی تھی۔

مذکورہ بالا امور سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن الملقن کی زندگی ہی میں ان کی کتابیں پسندیدگی کی نظروں سے رکھی جاتی تھیں اور صرف عوام ہی نہیں بلکہ علماء و فضلاء بھی ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔

میرے علم کے مطابق ان کی تمام تصانیف میں سے صرف ایک مختصر رسالہ "الکلام علی ستۃ الجمعۃ قبلہا و بعدہا" (۳۱۳ھ) میں شائع ہوا ہے اور اس کی اشاعت کا شرف ہندوستان کو حاصل ہے۔ اب ہم ذیل میں فن واران کی تصانیف کا مختصر تعارف کرائیں گے۔

(باقی)

# ہندو تہذیب اور مسلمان

مناہجہ ڈاکٹر محمد محمد، حب استاد تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو برہان ماہ ۱۹۶۵ء)

اس رسم کے بعد شاہی تاکہ سچ بتور کے موقع پر لینے دینے کی کسی رسم میں آنے

لگتی تھیں۔ مثلاً شبِ برات کو دو طرف کے پہاڑ سے دو پہن کے لئے آتش بازی، ہندو پوٹریوں

کے پوٹری، سٹھائی کے خوان جاتے تھے۔ سچی طرح دو طرف سے آتش بازی اور

سٹھائی وغیرہ آتی۔ دوسرے تیوہاروں مثلاً رمضان عید۔ بقیہ عید اور عیدِ مہرم دور

پیشوہوں کی سیر کے نام میں رئیس میں جیڑی جاتی تھیں۔ ۱۰

پنجاب کے علاقے میں اس کے بجائے پوٹری اور سٹھائی اور موٹی تھیں۔ یہ کوٹ میں ایک

مقام پر آتی اور ایک زمین لڑکے کے پاتا تھا اور جب وہ اس کے گھر پہنچتا تھا تو سٹھائی اور سٹھائی

پر ڈال دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ گھر میں داخل ہوتا تھا۔ اس رسم کے لئے لڑکے ہتھکتے

مرد بھڑانے کی رسم کے بعد کھچڑی کی رسم ادا ہوتی تھی اس موقع پر لڑکے کے والد کے گھر میں نقاری بجائے جاتے تھے

اس موقع پر حاضرین لڑکے کے باپ کو ایک ایک روپیہ دیتے تھے بولڑی کا حق ہوتا تھا، یہ لڑائی وغیرہ کے خست

ہونے کے وقت انھیں بدائی (دو داغی) دی جاتی تھی۔ ۱۱

گجرات والے علاقے کے دو ہندو گھرانوں میں "ٹیکا" کی رسم ادا ہوتی تھی۔ اس دستور کے مطابق

۱۲ نومبر ۱۹۶۱ء گذشتہ مضمون ۳۵۲، ۳۵۳ نیز ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹،

ٹرکی والے ایک نائی، میراثی، برہمن، اور ایک درزی، مع ایک گھوڑے، اونٹ اور لڑکے اور اس کے والد کے لئے کپڑے سمیٹتے تھے اس کے علاوہ لڑکے کے لئے ایک آنگوشی، اکیس روپے نقد مصری کے پانچ کوزے اور کچھ سوکھی بھجوریں بھی ہوتی تھیں۔ ۷۵

شادی کی لگن دھرنہ | جب طرفین شادی کی تیاریاں کر لیتے اور دولہا دولہن شادی کے لائق ہو جائے تو دولہا کی ماں بہنیں اور قریبی رشتے کی عورتیں مٹھائی کے خوان ساتھ لے کر اور اگر بڑا گھر ہوتا تو باج کا بجے کے ساتھ وہیں کے گھر جاتیں اور تاریخ ٹھہرا کر واپس چلی آتی ہیں۔ اس رسم کو شادی کی لگن بھرنہ کہتے ہیں۔ میر حسن دہلوی نے لکھا ہے کہ اس دن لڑکی والے ایک تھال میں کچھ چیزیں لڑکے والوں کے ہاں ایک رقعہ کے ساتھ بھیجتے تھے جس میں شادی کی تاریخ لکھی ہوتی تھی ہندوستانی مسلمان طرح طرح کے توہمات کے شکار تھے اور اب بھی ہیں لہذا اس بنا پر وہ لوگ سال کے کچھ مہینے اور دن متنازعہ و غیرہ میں شادی کرنا مستحسن خیال کرتے ہیں اس لئے تاریخ کے بٹھرنے میں مبارک مہینہ، مبارک دن و مبارک گھڑی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اور اس موقع پر بخومیوں کے مشورہ سے تاریخ بٹھرتی تھی۔ مثلاً ایک بادشاہ نے اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر بخومیوں کو طلب کیا اور ان سے تاریخ دریافت کی۔

ایک بھی سی تاریخ ٹھہرائے دیا حکم ہم نے تمہیں آئیے

بد شگون کو بت سدا سن      منتر کیا، غت کو دنا

اگر تاریخ کے پھرنے میں شکوت وہ بدشگون کا خیال نہ رکھا جاتا اور چنانچہ سترہ شادی تھے

Trilobes of east: 1, 2, 3, 4, 5, 6, 7, 8, 9, 10, 11, 12, 13, 14, 15, 16, 17, 18, 19, 20, 21, 22, 23, 24, 25, 26, 27, 28, 29, 30, 31, 32, 33, 34, 35, 36, 37, 38, 39, 40, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 47, 48, 49, 50, 51, 52, 53, 54, 55, 56, 57, 58, 59, 60, 61, 62, 63, 64, 65, 66, 67, 68, 69, 70, 71, 72, 73, 74, 75, 76, 77, 78, 79, 80, 81, 82, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 89, 90, 91, 92, 93, 94, 95, 96, 97, 98, 99, 100, 101, 102, 103, 104, 105, 106, 107, 108, 109, 110, 111, 112, 113, 114, 115, 116, 117, 118, 119, 120, 121, 122, 123, 124, 125, 126, 127, 128, 129, 130, 131, 132, 133, 134, 135, 136, 137, 138, 139, 140, 141, 142, 143, 144, 145, 146, 147, 148, 149, 150, 151, 152, 153, 154, 155, 156, 157, 158, 159, 160, 161, 162, 163, 164, 165, 166, 167, 168, 169, 170, 171, 172, 173, 174, 175, 176, 177, 178, 179, 180, 181, 182, 183, 184, 185, 186, 187, 188, 189, 190, 191, 192, 193, 194, 195, 196, 197, 198, 199, 200, 201, 202, 203, 204, 205, 206, 207, 208, 209, 210, 211, 212, 213, 214, 215, 216, 217, 218, 219, 220, 221, 222, 223, 224, 225, 226, 227, 228, 229, 230, 231, 232, 233, 234, 235, 236, 237, 238, 239, 240, 241, 242, 243, 244, 245, 246, 247, 248, 249, 250, 251, 252, 253, 254, 255, 256, 257, 258, 259, 260, 261, 262, 263, 264, 265, 266, 267, 268, 269, 270, 271, 272, 273, 274, 275, 276, 277, 278, 279, 280, 281, 282, 283, 284, 285, 286, 287, 288, 289, 290, 291, 292, 293, 294, 295, 296, 297, 298, 299, 300, 301, 302, 303, 304, 305, 306, 307, 308, 309, 310, 311, 312, 313, 314, 315, 316, 317, 318, 319, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329, 330, 331, 332, 333, 334, 335, 336, 337, 338, 339, 340, 341, 342, 343, 344, 345, 346, 347, 348, 349, 350, 351, 352, 353, 354, 355, 356, 357, 358, 359, 360, 361, 362, 363, 364, 365, 366, 367, 368, 369, 370, 371, 372, 373, 374, 375, 376, 377, 378, 379, 380, 381, 382, 383, 384, 385, 386, 387, 388, 389, 390, 391, 392, 393, 394, 395, 396, 397, 398, 399, 400, 401, 402, 403, 404, 405, 406, 407, 408, 409, 410, 411, 412, 413, 414, 415, 416, 417, 418, 419, 420, 421, 422, 423, 424, 425, 426, 427, 428, 429, 430, 431, 432, 433, 434, 435, 436, 437, 438, 439, 440, 441, 442, 443, 444, 445, 446, 447, 448, 449, 450, 451, 452, 453, 454, 455, 456, 457, 458, 459, 460, 461, 462, 463, 464, 465, 466, 467, 468, 469, 470, 471, 472, 473, 474, 475, 476, 477, 478, 479, 480, 481, 482, 483, 484, 485, 486, 487, 488, 489, 490, 491, 492, 493, 494, 495, 496, 497, 498, 499, 500, 501, 502, 503, 504, 505, 506, 507, 508, 509, 510, 511, 512, 513, 514, 515, 516, 517, 518, 519, 520, 521, 522, 523, 524, 525, 526, 527, 528, 529, 530, 531, 532, 533, 534, 535, 536, 537, 538, 539, 540, 541, 542, 543, 544, 545, 546, 547, 548, 549, 550, 551, 552, 553, 554, 555, 556, 557, 558, 559, 560, 561, 562, 563, 564, 565, 566, 567, 568, 569, 570, 571, 572, 573, 574, 575, 576, 577, 578, 579, 580, 581, 582, 583, 584, 585, 586, 587, 588, 589, 590, 591, 592, 593, 594, 595, 596, 597, 598, 599, 600, 601, 602, 603, 604, 605, 606, 607, 608, 609, 610, 611, 612, 613, 614, 615, 616, 617, 618, 619, 620, 621, 622, 623, 624, 625, 626, 627, 628, 629, 630, 631, 632, 633, 634, 635, 636, 637, 638, 639, 640, 641, 642, 643, 644, 645, 646, 647, 648, 649, 650, 651, 652, 653, 654, 655, 656, 657, 658, 659, 660, 661, 662, 663, 664, 665, 666, 667, 668, 669, 670, 671, 672, 673, 674, 675, 676, 677, 678, 679, 680, 681, 682, 683, 684, 685, 686, 687, 688, 689, 690, 691, 692, 693, 694, 695, 696, 697, 698, 699, 700, 701, 702, 703, 704, 705, 706, 707, 708, 709, 710, 711, 712, 713, 714, 715, 716, 717, 718, 719, 720, 721, 722, 723, 724, 725, 726, 727, 728, 729, 730, 731, 732, 733, 734, 735, 736, 737, 738, 739, 740, 741, 742, 743, 744, 745, 746, 747, 748, 749, 750, 751, 752, 753, 754, 755, 756, 757, 758, 759, 760, 761, 762, 763, 764, 765, 766, 767, 768, 769, 770, 771, 772, 773, 774, 775, 776, 777, 778, 779, 780, 781, 782, 783, 784, 785, 786, 787, 788, 789, 790, 791, 792, 793, 794, 795, 796, 797, 798, 799, 800, 801, 802, 803, 804, 805, 806, 807, 808, 809, 810, 811, 812, 813, 814, 815, 816, 817, 818, 819, 820, 821, 822, 823, 824, 825, 826, 827, 828, 829, 830, 831, 832, 833, 834, 835, 836, 837, 838, 839,

۵۲ روم: ۱۳ - ص ۹۵ ۹۰ ۱۵ - etc observations

۵۲ کتب سودا، چند دوسر - ۱۳۳، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۰۹، ۲۰۰، ۲۰۳، ۲۰۷

۴۵۰ در رشتہ مات یہ سن ۔ چوک ص ۱۱۱، تاریخ قیام بہرہ ص ۵

• شدہ ایجنٹ ۲ قدرت عوامی تحریک، ۲۱۵ ۲۲۳ ۱۰۳۱۰۳۰ - Elser, etc. and etc.







سوجی حالت پر موقوف تھی۔ وہ وہاں میوے کے چند ٹوکھن مالتے تھے، وہ پھوپھوں کے پار اور دوسرے زیور مثلاً بازو بند، اور دست بند، اے دہن، پھر اپنے رشتہ داروں کو لے کر سب حیثیت پر تھی پاشورے یا میاں پما اور عورتوں کو میاں پچو پار، دہن پر سوار کر کے اور دولہا کو ہاتھی یا خاندانی ریم کے مطابق گھوڑے پر سوار کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ دہن کے گھر جاتے تھے۔ دہن کے گھر پہنچنے پر دولہا کو ایک من پر بٹھاتے تھے۔ بعد ازاں رقص و سرود شروع ہو جاتا تھا جب دو پہر تک کد رہاتی تھی۔ کتاب سے معلوم ہوا کہ شربت پش کیا جاتا تھا۔ دہن کی طرف سے لوگ اس شربت کو اس صورت میں مجلس میں لاتے تھے کہ جگہ تک ایک ہاتھ میں ہوتی تھا اور دہن یا شربت کے چھوٹے چھوٹے پیالے پر پندی یا کسی دوسری دھات کی کھالی میں رکھے ہوئے کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ میں ہونے لگتے تھے یہاں شربت دہن کو پلایا جاتا تھا اور اس کے بعد دہن کو دوپٹے سے لپیٹ کر دہن پر لپیٹ کر شربت چکھنے کے بعد پانچ روپے یا ایک دو تھالی میں نکال میں ڈالے، اور ایک دو روپے لگن میں بھی ڈالتا تھا۔ دوسرے لوگ بھی شربت پشنے کے بعد زلف کھالی میں ڈالتے تھے مختصر یہ کہ یہ شربت صرف چکھنے کے لئے ہوتا تھا، پینے کے لئے نہیں بلکہ تو بہنوں سے چھو کر پیالہ رکھ دیتے تھے مگر یہ رقم کھالی میں ضرور ڈال دیتے تھے۔

اس کے بعد یہی سی شان و شوکت کے ساتھ دہن اپنے گھر واپس آتا تھا۔ یہاں پر عہد امیر و نیک کے ہاں تل میں آتی تھی اس پر سنگھڑ ٹھوڑی لڑکی سے فرخ سیرا دانا، گا شاد کے موقع پر یہ رسم اور موقع تھی اور شاد نے بڑی شان و شوکت سے ساجھن کی تیرن دہن لے کر بھیج دی تھی۔

۱۹۹۰ء کے بعد شاد نے بڑی شان و شوکت سے ساجھن کی تیرن دہن لے کر بھیج دی تھی۔

کس کے ہاں کس کا، کس کے ہاں کس کے

بہنوں کے ہاں کس کے ہاں کس کے

۱۹۹۰ء کے بعد شاد نے بڑی شان و شوکت سے ساجھن کی تیرن دہن لے کر بھیج دی تھی۔

۱۹۹۰ء کے بعد شاد نے بڑی شان و شوکت سے ساجھن کی تیرن دہن لے کر بھیج دی تھی۔



جانبندی | سابق کے روز یا اگلے دن یا اس کے دو تین دن بعد اگر کوئی خاص وجہ مانع نہ ہو تو شب  
جانبندی قرار پاتی تھی۔

اس کا طریقہ یہ تھا کہ دولہا کے گھر سے اس طرف کے لوگ دولہا کے واسطے مہندی اس صورت  
میں لائے تھے کہ آرائش کے تحتے جو سابق کے روز دولہا کے گھر سے گئے تھے، اسی جگہ چوڑے دئے جاتے  
تھے، کیوں کہ قاعدہ یہ تھا کہ واپسی کے وقت داماد کے ساتھ آرائش و آپس نہیں آتی بلکہ جانبندی  
کی رات کو دولہا کے گھر سے اس کے گھر پہنچا دیتے تھے تاکہ شادی کے روز فریق ثانی اسے  
دوبارہ رات کے ساتھ لے کر آئے، اور دیگر سادہ مثلاً نقارہ، بخوری ساز و سامان و آرائش و  
آتش بازی کے ہمراہ بھائی در دولہا کے ہمراہی، دوسرے عورت و مرد اور رقص کرنے والی عورتیں  
آگے آگے ہوں، لیکن دولہا کے ماں باپ اور بڑا بھائی وغیرہ جو عمر کے لحاظ سے اس کے باپ  
کے برابر ہوں، حنا کے ساتھ نہیں جاتے تھے بلکہ سابق کے روز اور شادی کی رات کو بھی مجلس  
میں نہیں بیٹھتے تھے مختصر یہ کہ حنا پہنچنے کے بعد دولہا کو رات نامہ میں بلاتے تھے تاکہ رشتے کی  
سالیباں اس کے ہاتھوں پاؤں میں مہندی لگائیں اور جب وہ مہندی لگا چکیں تو دولہا کے لئے  
ضد ریت تھاکہ کچھ روپے بطور نیاگ انہیں دے۔ اگر ان میں سے کوئی دولہا سے بڑی ہوتی تو  
وہ دولہا کو سلامی میں روپے دیتی۔

دولہا کی مہندی کے ساتھ دولہا کے لئے دو چیز بھی جاتا تھا جو وہ شادی کے دن پہن کر  
فریق ثانی کے گھر لے جاتا۔ اس پر سے میں عام طور پر عہد مغلیہ کے درباری وسیع کا خلعت، شمشیر  
چیفہ، سر پہنچ اور صبح کیغی جوتی کھتی اور اگر بڑکی دے صاحب ثروت ہوتے تھے تو موتیوں  
کا ڈاڑھ سونے کا سہا بھی ہوتا تھا۔ مہندی کے عبا قوں کے علاوہ سو پچاس طباقوں میں بلبلہ

بھٹہ کھات سود، بد دوم ص ۶۔ سلسلہ کشت لکھنؤ ص ۳۵۴، مہنت تانہ ص ۱۱۲ ملاحظہ ہو۔  
۱۔ رتہ ص ۱۱۹، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱۔  
نصیب بڑے روشن کر دیتے ہیں اسی طرح کے مہندی کے بہت سے صاف روشن ہوتے ہیں جو مہندی کے جلوس  
میں ایک خاص تان اور تان ہیں بکر دیتے ہیں ص ۳۵۴ نیز ص ۲۵۲، ۲۵۱، ۲۵۰، ۲۴۹، ۲۴۸، ۲۴۷، ۲۴۶، ۲۴۵، ۲۴۴، ۲۴۳، ۲۴۲، ۲۴۱، ۲۴۰، ۲۳۹، ۲۳۸، ۲۳۷، ۲۳۶، ۲۳۵، ۲۳۴، ۲۳۳، ۲۳۲، ۲۳۱، ۲۳۰، ۲۲۹، ۲۲۸، ۲۲۷، ۲۲۶، ۲۲۵، ۲۲۴، ۲۲۳، ۲۲۲، ۲۲۱، ۲۲۰، ۲۱۹، ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۱۵، ۲۱۴، ۲۱۳، ۲۱۲، ۲۱۱، ۲۱۰، ۲۰۹، ۲۰۸، ۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۵، ۲۰۴، ۲۰۳، ۲۰۲، ۲۰۱، ۲۰۰، ۱۹۹، ۱۹۸، ۱۹۷، ۱۹۶، ۱۹۵، ۱۹۴، ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۹، ۱۸۸، ۱۸۷، ۱۸۶، ۱۸۵، ۱۸۴، ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱۔

بھی ہوتا تھا جو خرموں کو کوٹے کرتا یا جاتا تھا۔

قصہ و سرود | احنایندی کی حالت میں باہر دوہرا والوں کے سامنے مردانہ عجیب میں ڈومنینا سرور  
برصغیر کا قیام تھا۔ یہ موقع پیدا کرنے کے لیے دوسرے موقعوں سے تنہا بھی لائی جاتی تھیں اس  
وقت کو اس محبت کی۔ عورت سے بہ خوبش و شہوانیت بائیں سنائی تھی۔ کوئی شخص اس کی اس  
حرکت پر مبالغہ نہیں کرتا تھا۔ نہ وہی مراسم کے یہی اسی طرح شریعت پادیا جاتا تھا جس طرح وہ لٹھا  
والوں کی طرف سے سراہا والوں کو شریعت پادیا جاتا تھا اور بھائی میں روپے لے کر سہ ماہی کو

Observations Dec 20

۱۵ گزیت: یکھتو: ۳۵۴

۱۵۔ ان گیتوں میں اکتہ گالیاں موزوں کی جاتی تھیں۔ کثرتِ ذوق و فقر سے ہوتے تھے یعنی ان کے دو پہلو ہوتے تھے۔ ایسا یہاں سے بدتر بنی و بد دور ہے۔ مہذب و متمدن ہوتے تھے۔ موز قیاسی گیتوں کی تفصیل ان الفاظ میں لکھی ہے۔

[illegible]

یہاں تک کہ اس نے ہفت تماشے ۱۷۰۱ء اور ۱۷۰۲ء سے لے کر ۱۷۰۳ء تک جاری رکھے۔  
۱۷۰۳ء تک ۶۶ پر







آتا تھا۔ اور اب بھی آتا ہے اور یہی جوڑا پہن کر وہ شادی کے لئے جاتا تھا ایسے اُس زمانے میں  
یہ جوڑا زرد رنگ کا ہوتا تھا اسے اس زمانے میں تعلیم یافتہ طبقے میں شہروانی دی جاتی ہے اور  
رنگ کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا جاتا ہے مگر اس زمانے میں بخومی سہارا باندھنے کا وقت  
بھی مقرر کرتا تھا سہارا باندھنے کے بعد نوشہ کے گلے میں پھولوں کے پار اور گجرے  
ڈالے جاتے تھے۔ یہ دیگر کپڑوں کے علاوہ اس کے کندھوں پر ایک قیمتی شاز بھی ڈالی جاتی  
تھی یہ سر پر پگڑی باندھی جاتی تھی۔

زیورات | صاحب جاہ و حشمت گھرنوں میں نوشہ کو زیورات بھی پہنائے جاتے تھے بادشاہ اور  
ہورامیروں کے ہاں اس کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ اپنی شاہی کے موقع پر فرخانیہ بادشاہ نے قسم  
قسم کے جواہرات، پکھراج اور میرے بھجند، گلو بند اور انگوٹھیاں پہنی تھیں۔ بچے اور متوسط  
طبقے اور دیگر پیشہ وروں کے ہاں عامیوم نوشہ کے گلے میں طوق یا منسلی اور ہاتھوں میں کرے  
ڈالے جاتے تھے اور ہاتھ میں لوتے کا کوئی مستحباب اکثر ہوتی تھی۔

۱۔ مرقۃ مسرفین ص ۴۷، گزشتہ لکھنؤ میں ۳۵۴ کل۔ سود ج ۲ ص ۲۲۹، ۲۳۰ ص ۳۵۰

Observation, etc P. 204

۲۔ ہفت تماشا ص ۱۵، ۴۶۔ برہان معنی ج ۲ ص ۲۹، الفہرست

۳۔ کلیات سودا جلد دوم

”کس ساعت میں باندھا۔ پراجن سے تیرہ گنوا ص ۱۹۰

پٹے سے بیوتے جو پہینے کے ہے سپہ کی رت

سہارا باندھنے والی وہ کہ نوشہ کی بیوی قطعاً ص ۹۰

۴۔ کلیات سودا جلد دوم ص ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴



# اکسیا

## عَنْزِل

(حسب المصنفونگری)

دل تو ہے جراتِ نظارہ برہمنے کے لئے  
یہ نہ سنے کے لئے ہے نہ سنانے کیلئے  
منزلِ عشق میں یہ کبھی مقدم آتا ہے  
ہونے والے کہیں ہر ہم یہ لطفِ بستی  
برقِ خطن سے چمن ب نہ رہتا تھا  
جس کو بھی دیکھے مستی میں نہ بند  
شعبِ غم کو بچھڑیں گے یہ آنسو بونہر  
نغمہ چھیڑوں کوئی یا اذنِ فغانِ دوں کو  
یہ تو آساں ہے کہ گرتوں کو گر دے کوئی  
حسن کے آوازِ دراقِ افلاہ بستی میں  
یہ بھی ذکرِ وقت نہ کر دے ہی بھی

پتیا تو ہوں بسوہ دھڑنے کیلئے  
داستانِ عشق کی ہے دل میں چھپنے کیلئے  
کھوئے جاتے ہیں جہاں ہم نہیں پڑے کیلئے  
وہ سنو رتے ہیں ابھی کہیں جانے کیلئے  
خون نہ رنے کو پھولوں میں سجانے کیلئے  
کوئی جانے کے لئے نہ رہتا ہے کے لئے  
یہ تو کم بخت ہیں ورگ لگانے کیلئے  
کوئی تقریب تو مومن کو بدنے کے لئے  
خوسر چ ہے گرتوں کو کھٹنے کیلئے  
جاگ جاتا ہوں میں سوتوں کو جگنے کیلئے  
کوئی غنوت تو مومیر سے فسانے کیلئے

اس حقیقت سے کہ اہل نظر میں وقت  
حسنِ تدبیر ہے تنہا برہمنے کے لئے

# غزل

از جناب افتخار الحسن صاحب عنوان جشتی لیکچرار معتمد علیہ استاد دہلی

جشتی ہوں ، بیدیدہ ہوں ، دامن دریدہ ہوں !

کوئی تو بات ہے کہ میں ہفت رسیدہ ہوں

یارو! میں دشمنوں سے بھی اب خوش عقیدہ ہوں

ہاں خود سے بھاگتا ہوں کہ میں خود گزیدہ ہوں

میری شکستگی مرا نعم بن گئی ۔

میں اپنی ذات ہی پہ قبضے دریدہ ہوں

مجھ کو جو دیکھت ہے تو ہرزہ ویسے سے دیکھ

گل پینہ میں ہوں پھر بھی حسنہ آفریدہ ہوں

تو ہی نہیں ہے نہایت برباد زندگی !

میں بھی رنج حیات کا رنگ پریدہ ہوں

اُردو زبان میں  
ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ  
محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قصص ائمہ کا شمار دارالکتاب کی نہایت ہی اہم اور مقبول کتابوں میں ہوتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کے حالات اور ان کے دُخوت حق و پرہیزگار کی تشبیہات پر اس درجہ کی کوئی کتاب کسی زبان میں نہ ملے گی۔ یہی پوری کتاب چار ضخیم جلدوں میں مکمل ہوئی ہے جس کے مجموعی صفحات ۶۴۰ ہیں۔

حصہ اول: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام تک تمام پیغمبروں کے مکمل حالات و واقعات۔

حصہ دوم :- حضرت یوشع علیہ السلام سے لے کر حضرت محمدؐ تک تمام پیغمبروں کے مکمل سوانح حیات اور ان کی دعوتوں کی مختصراً تفصیل اور علما

حصہ سوم :- انبیاء علیہم السلام کے وفات کے بعد وہ اصحاب کبار و رفیقہ صحابہ نقیہ  
اصحاب نبوت اصحاب اربعہ امت مقدسہ و رموز حق و رفیقہ صحابہ کبار و رفیقہ صحابہ کبار  
ذوالقرنین اور سید سکندر کی سب و پس نام و غیبیہ و ان تمام کتب کی مکمل و متفقہ تفسیر  
حصہ چہارم :- حضرت عیسیٰ و حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
و سند مکمل و مفصل و درست ۔

قیمت جلد اول و ثانی روپے جلد دوم : پنج روپے جلد سوم ساٹ روپے جلد چہارم و ہندویہ  
قیمت مکمل سٹک تیس روپے۔ ہجرت فی جلد مل : اسی روپے۔ غمدہ فی جلد دو روپے

پیشہ مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی :

سالانہ قیمت دس روپے  
فی پرچہ ایک روپیہ



نَدْوۃ اَیْمَن دینی علمی و دینی ماہنامہ

سُبْحَانَ

مُرْتَبِی  
سعدیہ احمد کسب آبادی

# مکمل لغات القرآن

(چھ جلدوں میں)

قرآن کریم کے الفاظ کی شرح و تراش کے معنی و مقاب کے حل کرنے اور تہج کے سے اردو میں اس سے بہتر ورجا مع کوئی لغت آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس عظیم الشان کتاب میں الفاظ قرآن کی مکمل اور دلپذیر تشریح کے ساتھ تمام لغات عربیوں کی غصیل بھی ہے۔ ایک مدرس اس کتاب کو پڑھ کر قرآن مجید کا درس دے سکتا ہے۔ در ایک مامرد و خوش اس کے مطالعت سے صرف قرآن شریف کا ترجمہ بہت آسانی سے کر سکتا ہے بلکہ اس کے مفہم کو بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اہل علم و تحقیق کے لئے اس کے میں مباحثہ و مباحثہ ہیں "لغات قرآن" کے ساتھ الفاظ قرآن کی مکمل اور آسان فہم بھی دی گئی ہے جس سے ہر لفظ کو دیکھ کر اس کے معنی و غور کے جوہر آسانی سے نکالے جاسکتے ہیں۔ "مکمل لغات قرآن" اپنے اندر ایک جواب کتاب ہے جس سے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تعداد	صفحہ	تعداد	صفحہ	تعداد	صفحہ
جلد اول	۴۳۷	جلد دوم	۴۳۷	جلد سوم	۴۳۷
جلد چہارم	۴۳۷	جلد پنجم	۴۳۷	جلد ششم	۴۳۷
جلد ہفتم	۴۳۷	جلد ہشتم	۴۳۷	جلد نواں	۴۳۷
جلد دہم	۴۳۷	جلد یازدہم	۴۳۷	جلد بارہم	۴۳۷
جلد سولہم	۴۳۷	جلد سولہم	۴۳۷	جلد سولہم	۴۳۷

ہر کتاب کے مجموعی صفحات ۲۲۱۲

مکتبہ برکات اردو بازار جامع مسجد دہلی

# برہان

جلد ۶۳ جمادی الاول ۱۳۸۹ھ مطابق اگست ۱۹۶۹ء شماره ۲

- |     |  |  |
|-----|--|--|
| ۷۴  | سعید احمد اکبر آبادی   | نظرات  |
| ۷۷  | ڈاکٹر حافظ عبد العظیم خاں سنا کچہار<br>مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یو پی              | سراج الدین ابن الملحق                                      |
| ۱۰۵ | محمد قطب الدین احمد صاحب بختیار<br>حیدر آباد آندھرا                              | قرآن کا منہاج فکر و نظر                                    |
| ۱۲۰ | ڈاکٹر محمد خدر صدیقی ایم اے پی پی سی ڈی<br>شعبہ اسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یو پی | ”تاریخ قطبی“ تصحیح ڈاکٹر سید مجاہد حسین<br>زیدی پر ایک نظر |
| ۱۳۹ | ڈاکٹر محمد عمر صاحب سناذ تاریخ<br>جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی                    | ہندو تہذیب اور مسلمان                                      |
| ۱۳۹ | جناب آلم مظفر نگری   | ادبیات و تبصرے   |
| ۱۴۰ | س ع  | غزل  |
| ۱۴۳ | اشتر ہار منغل لائن بھٹی  | تبصرے  |
|     |  | جج ۱۹۷۷ء   |



فتوحات کے باوجود خود اپنی زندگی کی شب تاریک کو سحر اور اپنے انکار کی دنیا میں سفر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ علم و عقل میں غیر معمولی اوجیت انگریز ترقی کے باوجود اگر انسان کا ضمیر بیدار نہ ہوا اور اسے عرفان و یقین روحانی و باطنی میں نہ آیا تو اس کی یہ سب ترقیاں اس کی خودکشی کا سب سے زیادہ موثر حربہ ثابت ہوں گی۔ نخل من مذکور۔

آج کل یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلباء کے لئے تعلیمی مقاطعہ، انتہائی کمزور کے خلاف جلسے جلوس اور مظاہرے اور توڑ پھوڑ یہ سب روزمرہ کے سرخیل ہیں جس کو تذکرہ سائے دل و خیالات میں سنا رہتا ہے۔ لیکن سخت افسوس اور شواہد کی بات ہے کہ اب یہ وہاں مدرسہ عربیہ کے حرم تک بھی پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ گزشتہ مہینہ دارالعلوم دیوبند میں جو کچھ ہوا، وحش کی وجہ سے پوس کو مداخلت کرنی پڑی اور مدرسہ غیر معین مدت تک کے لئے بند کر دیا گیا وہ انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اس سے صرف نظر کر لیجئے کہ علوم ہدیہ کی درسگاہوں اور علوم اسلامیہ و دینیہ کی تعلیم گاہوں دونوں میں نصاب تجویز مقصد و مہمات، اصول اور سوانح کے اعتبار سے کیا فرق ہے۔ اور صرف یہ دیکھئے کہ ایک معمولی ضابطہ اخذ کیا ہے نہ جتنا یہ ست کہ معاملہ مزدوروں اور ملازمین کا ہو یا طلباء کا۔ ان لوگوں کو تسکینات ہوتی ہیں تو وہ انہیں محض نام کی شکل میں انشاء یہ کہ سامانہ پیش کرتے ہیں، اس پر گفتگو کرتے ہیں اور گیت بنگو نا پوچھتے ہیں تو چند روز کا نوٹس دے کر ستر ملک وغیرہ شروع کرتے ہیں۔ لیکن اس سامانہ جہ سے بچنا دیوبند میں جو کچھ ہو یا کل بہ ناک اور دفعۃً و بغتہ ہوا اور وہ بھی اس شدت کے ساتھ کہ الاماں و الحفیظ، طلباء نے مدرسہ کی عمارتوں و درسگاہوں پر قبضہ کر کے اساتذہ و عمائد کو بے دخل کر دیا۔ مدرسہ کے دروازوں پر پردہ بٹھا دیا کہ ہر شخص کی اجازت کے بغیر نہ اندر داخل ہو سکے گی اور نہ باہر جاسکتا تھا۔ جو طالب علم ان گونوں کی لباس میں کے کچھ کی طرف و نہایت سے ان کو نہایت دی جاتی تھیں۔ اور اس طرح گویا طلباء نے اپنی ایک منور دنیا کو سب مدرسہ نے بے ہوش کر دیا تھا۔ یہ صورت حال کسی حد تک بھی قابل برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔ جب انشاء یہ کی طرف سے

انہام و تعظیم کی تمام کوششیں ناکام رہیں تو آخر مجبور ہو کر پولس کی امداد طلب کرنی پڑی اور پھر جو کچھ ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ طلباء کا کوئی مطالبہ نہ تھا۔ نہیں! تھا! اور ان کے مطالبات اور شکایات میں سے بعض بجا بھی ہوں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مطالبات منوانے اور شکایات کے دور کرانے کا یہ کونسا طریقہ تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔ شکایات کا پانی جب سر سے اونچا ہو جائے اور ان کے تدارک کی کوئی آئینی تدبیر کارگر نہ ہو تو اس حالت میں محض تعلیمی مقاطعہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ لیکن اس نوع کی بغاوت کے لئے کبھی کسی حالت میں کوئی وجہ جواز پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر پولس سے استدعا ناگزیر تھی اور مجلس شوریٰ کی تجویز کے نفاذ کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔

جب باتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی!

بہ حال جو شدتی تھا وہ ہو کر رہا۔ اب اس پر ماتم یا آہ و فغاں عبث ہے۔ آئندہ کے لئے دارالعلوم دیوبند کے مفاد اور اس کی اصلاح و بقا کے نقطہ نظر سے کمالِ خلوص اور دیانت داری کے ساتھ سوچنا چاہئے کہ ایشیا کی عظیم دینی درگاہ جلد از جلد معمول کے مطابق کام کرنے لگے۔ اس سلسلے میں یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے کہ بعض حضرات نے اس واقعہ کو دارالعلوم یا اس کے بعض ذمہ داران یا بابتہام و انتظام کے خلاف اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کا ذریعہ بنالیا ہے اور انہوں نے اپنے بیانات میں اس حادثہ کی پوری ذمہ داری اہتمام یا شوریٰ کے سر ڈال دی ہے۔ یہ طریقہ ہرگز دارالعلوم کے مفاد میں نہیں ہے اور اس سے ہم اس قسم کے بے سرو پا اور مغفرت انگیز بیانات پر اپنے رنج اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔

ان سطور کی تحریر کے بعد دفترِ اہتمام سے اطلاع آئی ہے کہ ”احاطہ دارالعلوم سے پولیس بٹالی گئی ہے دفنِ تردد دارالعلوم میں معمول کے مطابق کام شروع ہو گیا ہے اور تعظیم کی ابتدائی کلامیں بھی کھول دی گئی ہیں۔“ الحمد للہ معنی ذالک۔ امید ہے جلد ہی دورے کے اسباق بھی شروع ہو جائیں گے اور پھر رشتہ رشتہ باقی رہیں گی۔ اس وقت کہ آخری سطریں لکھی جا رہی ہیں تازہ اطلاع آئی ہے کہ اراگست سے دورے کے سبب بھی شروع ہو گئے ہیں۔

# سراج الدین ابن الملقن

از جناب ڈاکٹر حافظ عبد العظیم خاں صاحب ایکچرر شعبہ بینا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲)

فقہ :

۱۔ عمدۃ المحتاج فی شرح المنہاج : امام نووی (م ۷۵۶ھ) کی کتاب منہاج، شافعیین فقہ شافعی کی بنیادی اور اہم کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب بہت مختصر ہے اس لیے مختلف علماء و فقہاء نے اس کی بہت سی شرحیں لکھی ہیں۔ مثال کے طور پر علی بن عبد الکافی نقی الدین السبکی (م ۷۵۶ھ) نے اس کی ایک مبسوط شرح لکھنی شروع کی تھی لیکن اتفاق سے وہ مکمل نہ ہو سکی اور اس کو ان کے لڑکے بہار الدین السبکی (م ۷۷۳ھ) نے مکمل کیا۔ اُن کے علاوہ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری (م ۸۰۸ھ)، نجم الدین محمد بن عبد اللہ المعروف بابن قاضی عماد (م ۸۲۶ھ) محمد بن احمد المحلی (م ۸۶۴ھ) القاضی زکریا الأنصاری (م ۹۲۶ھ) اور ابن خلیب الدمشقی (م ۸۳۴ھ) نے بھی اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

ابن الملقن نے بھی اس کی ایک شرح لکھی اور اس کا نام عمدۃ المحتاج فی شرح المنہاج رکھا۔

۱۔ الفصول ۱۰۲/۶، ابن قاضی شہبہ : طبقات الشافعیہ نمبر ۷۳۹؛ لفظ الا لحاظ سے ۲۰۰، البدیع الطالع ۵۰۸/۱ (اس میں اس کا نام تحفۃ المنہاج الی ادلة المنہاج لکھا ہے)

ان کی یہ شرح آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اور ان کی بہترین تصانیف میں شمار کی جاتی ہے۔ اس میں شرح و بسط کے ساتھ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ یہ شرح ان کے زمانہ ہی میں اتنی مقبول ہو چکی تھی کہ ان کے معاصر شہاب الدین الاذری (م ۷۸۳ھ) نے منہاج کی شرح لکھتے وقت اس سے استفادہ کیا تھا۔ افسوس ہے کہ اس کا کوئی مکمل نسخہ میرے علم کے مطابق دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اس کی مختلف جلدیں مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

اس کی پہلی جلد کتب خانہ چیسٹر بی ڈبلن میں محفوظ ہے جس میں ۲۳۱ اوراق ہیں اور اس کی کتابت محمد بن یعقوب بن محمد نے بحیات مصنف ۷۹۵ھ میں عمدہ خط نسخ میں کی ہے۔ اس کی پہلی جلد کا ایک اور مخطوطہ چیسٹر بی ڈبلن میں محفوظ ہے جو بقول مرتب فہرست نویں صدی ہجری کا نوشتہ ہے۔ اس میں ۲۳۰ اوراق ہیں۔

اس کی چوتھی جلد کا ایک نسخہ بھی چیسٹر بی ڈبلن میں موجود ہے جس میں ۲۳۷ اوراق ہیں۔ صاف زمانہ خط نسخ میں، احمد بن محمد بن احمد الشربانی نے ۸۱۵ھ میں اس کی کتابت کی ہے۔

اس کی ساتویں جلد کا ایک مخطوطہ بھی وہیں محفوظ ہے۔ جس میں تاریخ کتابت درج نہیں ہے بقول مرتب فہرست نویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔

اس کی ایک جلد کتب خانہ ملی پریس میں محفوظ ہے جو ۸۵۵ ہجری میں لکھی گئی تھی اور

A. J. Arberry: A Handlist of Arabic MSS ۳۵۳۵, at Chester Beatty Library, Vol. 4 68

۱۔ نسخہ ۳۵۳۵، فہرست کتب خانہ چیسٹر بی ڈبلن ۲۸/۲

۲۔ نسخہ ۳۵۳۶، فہرست کتب خانہ چیسٹر بی ڈبلن ۵۷/۲

۳۔ نسخہ ۳۵۳۷، فہرست کتب خانہ چیسٹر بی ڈبلن ۵۷/۲

۲۲۶ اوراق پر مشتمل ہے۔

اس کی تین جلدیں زیر رقم ۱۷۱، ۱۸۲، ۱۸۳ مدرستہ الملائکہ کرایہ موٹوں میں محفوظ ہیں۔  
 ۲۔ عجلۃ المحتاج الی توجیہ المنہاج : یہ منہاج الحدیث کی مختصر شرح ہے۔ اس شرح کا سال تصنیف ۷۶۳ھ ہے۔ اس کے دو نسخے رضالائبریری۔ دہلی میں محفوظ ہیں جو رقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں۔ پہلا نسخہ زیر رقم (۷۷، ۲۰۰ نقہ شامی) ۵۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۳۱ سطریں ہیں۔ محمود عراقی التتاری نے اس کی کتابت عمدہ اور خوشخط نسخ میں کی ہے۔ اس کے متعدد صفحات پر خوشی ہیں کچھ صفحات پر رد حوری کی وجہ سے کاغذ چسپاں کیا گیا ہے۔ ترقیمہ میں یکشنبہ ۲۵ شوال کے بور سن نہیں پڑھا گیا جس سے اندازہ ہوتا کہ یہ نسخہ کب لکھا گیا۔ اس کا دوسرا مخطوطہ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، لائبریری میں زیر رقم (۳۱۷-۳۸) محفوظ ہے۔ شاہن محمد بنوری نے اسے، دوسرے نسخہ ۱۱۵۵ھ میں مدرستہ امینیہ میں اس کی کتابت کی اور مصنف کے اصل سواد سے اس کا موازنہ کیا۔ اس کی دوسری جلد میں ۵۵۰ اوراق ہیں۔ اس کی کتابت عمر بن عمر بن ابی بکر شافعی نے کی ہے۔  
 ۱۲ صفر ۸۵۴ھ میں کی تھی۔

اس کا تیسرا نسخہ دو جلدوں میں (۴۶-۹۷) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں محفوظ ہے جو ۹۱۴ھ کا نوشتہ ہے۔ اس کا چوتھا نسخہ پرنسٹن لائبریری کے گریٹ کمیشن میں محفوظ ہے جو

۱۔ ندر مخطوطہ (۱۰۰۹) فہرست کتب خانہ ملی پریس

۲۔ راؤ دیپلی : فہرست مخطوطات امویں ص ۵۶-۱۵۵

۳۔ انصوری ۱۰۳/۴، لخطہ الملائکہ ص ۲۰۰، امیر ستار ص ۵۰۹، فہرست کتب خانہ ملی پریس ص ۷۰-۷۱

۴۔ فہرست کتب خانہ رام پور ۱۷۱۳، ۲ : ۳۶۰-۳۶۳

۵۔ فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد ۲۰/۲

۲۷۳ اوراق پر مشتمل ہے اور آخر سے ناقص ہے۔ اس کا پانچواں مکمل نسخہ دو جلدوں میں کتب خانہ چٹربٹی ڈبلن میں محفوظ ہے۔ اس کی پہلی جلد ۲۵۴ اوراق پر مشتمل ہے اور اس کی کتابت ابراہیم بن احمد الزری نے ۲۷ جمادی الاولیٰ ۸۵۲ھ میں کی تھی۔ اس کی دوسری جلد ۱۷۶ اوراق پر مشتمل ہے اور اس کی کتابت احمد بن حسن بن زید العقیلی نے ۵ رذوالحجہ ۸۷۲ھ میں کی تھی۔ اس کا چھٹا ناقص نسخہ جو ۷۱ اوراق پر مشتمل ہے چٹربٹی لائبریری میں موجود ہے۔ جو ۲۳ شعبان ۸۵۲ھ کا نوشتہ ہے۔ اس کا ساتواں نسخہ جو ۲۳۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ بدین (جرمنی) کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ مخطوط ابتدائی کتاب سے کتاب الجہالت تک پر مشتمل ہے۔ اس کی کتابت ۸۶۵ ہجری میں کی گئی۔ اس کا آٹھواں اور نواں نسخہ دارالکتب المصریہ میں زیر رقم (۱۳۹ و ۱۷۵) محفوظ ہے۔ اس کا دسواں مخطوطہ زیر رقم (۱۸۱) مدرسہ حیات موصل میں اور گیارہواں نسخہ بھی زیر رقم (۱۸۱) مدرسۃ الملازک موصل میں محفوظ ہے۔

- ۱۔ *Hitti P.K. Descriptive catalogue of the* (نمبر مخطوطہ (۱۷۹۱) *Garrett collection of Arabic Mss in the* *Princeton Library (1938) P 533*
- ۲۔ *نمبر مخطوطہ (۳۳۲۳) فہرست چٹربٹی ۷/۷۷*
- ۳۔ *نمبر مخطوطہ (۳۳۸۱) فہرست چٹربٹی ۲/۹۸*
- ۴۔ *Ahlwardt: Verzeichniss der Arabischen. (نمبر مخطوطہ (۵۵۳۱) Handschriften der Koniglichen Bibliothek Zu Berlin (1897) Vol. 3/531.*
- ۵۔ *فہرست دارالکتب المصریہ ۱/۵۲۵*
- ۶۔ *فہرست مخطوطات الموصل ص ۱۱۳ — و ۱۹۹*

۳۔ البُغۃ علی ترتیب المنہاج : اس میں نووی کی منہاج الطالبین کے باب کی ترتیب علیحدہ سے کی گئی ہے۔

۴۔ الاعتراضات علی المنہاج : ابن الملقن نے منہاج الطالبین للنووی پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کو یکجا کر دیا ہے۔

۵۔ الاشارات الی ما وقع فی المنہاج من الاسماء والأماكن واللغات : منہاج الطالبین للنووی میں جو اسماء، اماكن اور شکل لغات آئی ہیں۔ ابن الملقن نے اس کتاب میں انہی کی تشریح کی ہے۔ اس کتاب کو تین حصوں میں منقسم کر دیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں خالص عربی الفاظ، ذیل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں اعلام پر تعلیقات لکھی گئی ہیں اور تیسرے حصے میں اماكن کو ضبط کیا گیا ہے اور ان پر پوری بحث کی گئی ہے۔ مصنف اس کتاب کی تصنیف سے ۷۳۳ھ میں فارغ ہو چکا تھا لیکن ۷۵۱ھ تک اس میں اضافے کرتا رہا۔ اب تک اس کتاب کے تین مخطوطات کا پتا چل سکا ہے۔ جس میں سے پہلا نسخہ چسٹر بی لبریری ڈبلن میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ عمدہ اور روشن خط نسخ میں لکھا گیا ہے اس میں ۹۷۷ اور ق ہیں اور اس کی کتابت ۹ شوال بروز جمعہ ۱۲۶ھ میں کی گئی۔ یہ نسخہ اس نسخے سے نقل کیا گیا ہے جس پر مصنف نے اپنے دستخط ثبت کیے ہیں۔ اس کا دوسرا نسخہ مکتبہ طلعت میں موجود ہے۔ اس کا

۱۔ الفہرست ۱۰۱/۶ ، البدر ۵۰۸/۱

۲۔ الفہرست ۱۰۱/۶ ، البدر ۵۰۸/۱

۳۔ البستانی : دائرة المعارف اسلامیہ ۷۴/۲ - کشف الفہرست ۱۸۷۲

الأعلام ۲۱۸/۵ . مجمع المؤلفین ۶۹۷/۷

۴۔ لطفی عبد الباقی : فہرست المخطوطات المنصورة ۱۷/۲

۵۔ نمبر مخطوطہ ۷۵۰-۷۵۱ ، فہرست کتب خانہ چسٹر بی ڈبلن ۱۵/۶

سن کتابت ۵۸۸۰ ہے یہ نسخہ بھی اس نسخے سے منقول ہے جس پر مصنف نے اپنے قلم سے اضافے کیے ہیں۔ اس کا تیسرا نسخہ اسکندریہ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے اور اس کا عکس جامعۃ الدول العربیۃ قاہرہ میں موجود ہے۔ اس میں ۱۸۰ اوراق ہیں لیکن آخر سے ناقص ہے۔ یہ نسخہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس کی کتابت سلیمان بن صالح بن عادل الحنبلی نے بحیات مصنف ۵۴۴۹ھ میں مدرسہ قاہرہ میں کی تھی۔

۶۔ ایضاح الارتیاب فی معرفۃ ما یتشعبہ ویصحف من الاسماء والاشیاء والکئی واللقاب الواقفۃ فی تحفۃ المحتاج؛ ابن الملتن نے منہاج الطالبین کی مبسوط شرح لکھنے کے بعد اس کی مختصر شرح تحفۃ المحتاج لکھی اس میں جو اسرار، کنیتیں اور القاب آئے ہیں ان کی تشریح اس رسالہ میں کی ہے۔

اب تک اس کے صرف دو نسخوں کا علم ہو سکا ہے اس کا سب سے اہم نسخہ چٹربٹی لاہوری ڈپن میں محفوظ ہے جس کی کتابت بحیات مصنف ۱۲ رمضان ۱۳۴۹ھ کو کی گئی۔ یہ رسالہ ۶ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے اور اس کا عکس جامعۃ الدول العربیۃ قاہرہ میں موجود ہے۔

۷۔ خلاصۃ الفتاویٰ فی تسہیل اسرار الحادی؛ الحادوی نام سے کئی کتابیں مختلف

۱۔ صلاح الدین الشیخ، مجلۃ المعابد المخطوطات العربیۃ (مئی ۱۹۵۷ء) ۲۲۱/۳

۲۔ لطیف عبد الباقی: فیہ المخطوطات المصورۃ ۱۴/۲

۳۔ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ ۴۳/۴، الاعلام ۲۱۸/۵، ایضاح الکتون للفتاویٰ ۱۵۳/۱

۴۔ فیہ کتب خانہ چٹربٹی ۵۸/۲

۵۔ لطیف عبد الباقی: فیہ المخطوطات المصورۃ ۳۹/۲

۶۔ حادوی سیفہ بکشف الطنون ۶۲۵۔ الفہرست ۱۰۲/۶، البدر الطالع ۵۰۸/۱، بروکلان ۳۹۳/۱ و ذیل ۶۱۹/۱

فنون میں لکھی گئی ہیں۔ نجم الدین عبدالغفار بن عبدالکریم القزوينی (م ۶۶۵ھ) نے فروع فقہ شافعی پر ایک کتاب مرتب کی جس کا نام "المحادی الصغير" رکھا۔ یہ کتاب فقہ شافعی کی اہم کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب مختصر ہے اس لیے فقہاء و علماء نے اس کی متعدد شرحیں لکھی ہیں اور کچھ لوگوں نے اسے نظم بھی کیا ہے۔ ان میں سب سے عمدہ ابن الملقن کی یہ شرح ہے۔ اس کے بارے میں حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ حاوی کی خلاصۃ الفتاویٰ جیسی کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔ یہ شرح دو جلدوں میں لکھی گئی تھی۔

اس کی دوسری جلد کا ایک مخطوطہ بخط مصنف خزان کتب الاوقاف بغداد میں موجود ہے۔ یہ جلد کتاب الوصایا سے شروع ہوتی ہے۔

اس کا دوسرا اہم نسخہ دو جلدوں میں مکتبہ احمد الثالث میں زیر رقم (۸۰۹) محفوظ ہے جس کی کتابت بحیات مصنف ۱۲۹۲ھ میں کی گئی۔ پہلے حصے کے کاتب کا نام معلوم نہیں دوسرے حصے کی کتابت محمد بن یوسف بن شعیب البعلبکی ابن ادروسی نے کی ہے۔ اس کا عکس جامعۃ الدول العربیہ قاہرہ میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کا تیسرا مکمل مخطوطہ دو جلدوں میں مدرسۃ السنن شیش موصل میں زیر رقم ۱۲۸-۱۲۹ محفوظ ہے۔ اس کتاب کی جلد اول و ثانی کے کچھ نامکمل نسخے دارالکتب المصریہ میں زیر رقم (فقہ شافعی ۱۵، ۹۵، ۱۵۳، ۱۱۱۰، اور ۴) محفوظ ہیں۔

۸۔ تصحیح الحاوی: ابن الملقن نے القزوينی (م ۶۶۵ھ) کی الحاوی الصغير

۱۔ کشف الظنون ۶۲۵ ۲۔ اسعد علس: الکشاف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف

(بغداد ۱۹۵۳) ص ۲۶ ۳۔ فواد سید: فہرس المخطوطات المصورة ۳۰۳/۱

۴۔ داؤد چلی: فہرس المخطوطات الموصل ص ۲۱۹

۵۔ فہرس دارالکتب المصریہ ۵۱۳/۱

۶۔ الضور ۱۰۲/۶، البدر الطالع ۵۰۸/۱

میں جو غلطیاں تھیں ان کی تصحیح علیحدہ سے اس کتاب میں کی ہے۔

۹۔ شرح المختصر فی الفروع للتبریزی: مشہور شافعی فقیہ مظفر بن ابی یحییٰ بن اسماعیل امین الدین التبریزی (م ۶۳۱ھ) نے امام غزالی (م ۵۰۵ھ) کی کتاب الوجیز کو سامنے رکھ کر "الفروع" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ ابن الملحق نے اس کی شرح لکھی ہے۔ اس شرح کے صرف ایک نسخے کا علم ہو سکا ہے جو دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ اس نسخے کے کاتب اور سن کتابت کا پتا نہیں۔

۱۰۔ شرح التنبیہ للشیخ یزید: ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبد اللہ الشیرازی (م ۴۷۶ھ) مشہور شافعی فقہار میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے فقہ شافعی پر کئی مبسوط کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک کتاب "التنبیہ" بھی ہے۔ یہ کتاب ۳۲۹ھ میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ یہ کتاب فقہ کی بنیادی اور متداول کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اس لیے مختلف ادوار میں علماء و فقہاء نے اس کی متعدد شرحیں لکھی ہیں۔ ابن الملحق نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی۔ اس کی ایک طویل اور مبسوط شرح لکھی جائے۔ چنانچہ انھوں نے چار جلدوں میں اس کی ایک شرح تیار کی جس کا نام بقول حاجی خلیفہ "الکفایۃ" ہے۔ اس کے صرف ایک نسخے کا علم ہو سکا ہے جو دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ اور ابتداء و انتہا سے پاریدہ ہے۔

۱۔ الفہرست ۱۰۲/۶؛ کشف ۱۸۷۹

۲۔ فہرست دارالکتب المصریہ ۵۲۲/۱

۳۔ الفہرست ۱۰۱/۶، السیوطی: حسن المدینۃ ۲۳۹/۱، لخط الا لحاظ ص ۲۰۰، البدیع الطالع

۵۰۸/۱، کشف ۳۹۱، بروکھن ۹۲/۲

۴۔ کشف ۳۹۱

۵۔ نمبر ۳۳۷ فقہ شافعی، فہرست دارالکتب المصریہ ۵۲۱/۱

۱۱۔ غنیۃ الفقیہ<sup>۱</sup> : ابن الملحق نے حسب عادت ، ابو اسحاق الشیرازی (م ۴۷۶ھ) کی کتاب التنبیہ کی مبسوط و مفصل شرح لکھنے کے بعد ، اس سے مختصر یہ شرح لکھی ۔ اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہو سکا ۔

۱۲۔ ہادی النبیہ الی تدیس التنبیہ<sup>۲</sup> : یہ ابن الملحق کی کتاب التنبیہ للشیرازی کی تیسری شرح ہے جو مذکورہ بالا دونوں شرحوں سے مختصر ہے ۔

۱۳۔ ارشاد النبیہ الی تصحیح التنبیہ<sup>۳</sup> : ابن الملحق کی کتاب التنبیہ للشیرازی کی سب سے مختصر شرح ہے ۔ اس کے بھی کسی نسخے کا علم نہیں ہے ۔

۱۴۔ اہنیۃ النبیہ فیما یرد النوری فی التصحیح والتنبیہ<sup>۴</sup> : ابن قاضی شہبہ نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب کمال الدین انشائی (م ۷۳۵ھ) کی نکت التنبیہ کے انداز پر لکھی گئی ہے ۔

۱۵۔ التذکۃ فی الفروع<sup>۵</sup> : ابن الملحق نے یہ کتاب اپنے لڑکے کے لیے مرتب کی تھی اس میں فقہ شافعی کے فروعی مسائل ہیں ۔ اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے ۔

۱۶۔ جمع الجوامع فی الفروع<sup>۶</sup> : ابن الملحق نے فروع فقہ شافعیہ پر یہ مبسوط کتاب

۱۔ الضور ۱۰۱/۴ - کشف ۴۹۱

۲۔ الضور ۱۰۱/۴ - کشف ۴۹۱ - البدر الطالع ۵۰۸/۱

۳۔ الضور ۱۰۱/۴ - کشف ۴۹۱

۴۔ الضور ۱۰۲/۴ - البدر ۵۰۱/۱ - طبقات تاضی شہبہ رقم ۷۳۹

۵۔ طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹

۶۔ کشف ۳۹۲

۷۔ الضور ۱۰۲/۴ - البدر الطالع ۵۰۸/۱ - کشف الظنون ۵۹۸

تقریباً تلو جہدوں میں مرتب کی تھی لیکن اس کے کسی نسخے کا پتا نہیں ہے۔

۱۷۔ شرح العمدۃ فی فروع الشافعیۃ : امام ابو بکر محمد بن احمد الشاشی (م ۵۸۷ھ) نے فروع فقہ شافعیہ پر "العمدة فی فروع الشافعیۃ" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ ابن الملقن نے اسی کی یہ شرح لکھی ہے۔

۱۸۔ الأشیاء والنظائر :

۱۹۔ الکافی : ابن قاضی شہبہ (م ۸۵۱ھ) نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں فقہی مسائل جمع کیے گئے ہیں اور انھوں نے اس میں عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں۔

## اصول فقہ :

۲۰۔ عمدۃ المفید وتذکرۃ المستفید : ابن الملقن کے سوانح نگاروں نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ اصول فقہ پر ایک جامع کتاب ہے۔ اس کا واحد نسخہ چسٹر بٹی لائبریری ڈبلن میں محفوظ ہے جو ۱۶۴۴ اوراق پر مشتمل ہے اور صاف روشن خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ اس کے کاتب محمد بن احمد بن العمدۃ الاقفی الشافعی (م ۸۶۷ھ) ہیں۔ انھوں نے اس کی کتابت ۱۹ جمادی الاول ۸۲۳ھ میں کی تھی۔ بقول مرتب فہرست A. J. Arberry اس کا کوئی دوسرا

۱۔ میرے خیال میں التذکرۃ فی الفروع اور جمع الجوامع دونوں ایک ہی کتاب ہیں۔ کشف الظنون میں غلطی سے علیحدہ علیحدہ ناموں سے لکھ دیا ہے۔

۲۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ سیوطی ص ۳۶۹، کشف الظنون ۱۱۷۰

۳۔ کشف الظنون ۱۰۸

۴۔ الحفاظ للحافظ ۱۹۹۔ طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹

۵۔ طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹

نسخہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔

۲۱۔ شرح المختصر لابن الحاجب : ابن حاجب المالکی (م ۶۳۶ھ) نے اصول فقہ پر ایک کتاب مختصر فقہی السؤل والأعل فی علمي الأصول والسجل کے نام سے لکھی تھی۔ ابن الملقن نے اسی کی شرح لکھی ہے۔

۲۲۔ شرح منهاج الوصول الی علم الأصول : مشہور مفسر قرآن پاک ناصر الدین بیضاوی (م ۶۸۵ھ) نے اصول فقہ پر منهاج الوصول لکھی تھی۔ یہ اسی کی شرح ہے اس کے کسی نسخے کے بارے میں علم نہیں ہے۔

## علم الحدیث :

۲۳۔ الإعلام بفوائد عمدة الأحکام : عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور المقدسی البغامی (م ۶۰۰ھ) نے عبارات اور معاملات سے متعلق صحیحین میں جو حدیثیں آئی ہیں ان کو اپنی کتاب "عمدة الأحکام من کلام خیر الانام" میں جمع کیا تھا۔ یہ کتاب دہلی سے ۱۹۹۵ء میں چھپ چکی ہے۔ ابن الملقن نے اس کی مبسوط اور مفصل شرح لکھی ہے۔ جس سے فن حدیث سے ان کے شغف اور وسعت نظر کا پتا چلتا ہے۔ اس کے جو نسخے اب تک معلوم ہو سکے ہیں ان میں سے کتب خانہ رضارام پور کا نسخہ راقم الحروف کی نظر سے گزرا ہے۔ اس کے ترقیہ سے پتا

۱۔ نمبر ۳۳۲۵ فہرست کتب خانہ چٹوڑی ۲۹/۲

۲۔ انوار ۱۰۲/۶ - کشف ۱۸۵۶

۳۔ انوار اللامع ۱۰۲/۶ ؛ لفظ الیٰط ص ۲۰ - کشف ۱۸۷۹

۴۔ انوار ۱۰۲/۶ ؛ لفظ الیٰط ۱۹۹ ؛ دائرة المعارف الاسلامیہ ۴۲/۳

طبقات ابن قاضی شہبہ نمبر ۷۳۹ - البدر الساطع ۵۰۸/۱

چلتا ہے کہ مصنف نے یہ کتاب ۲۲ محرم بروز شنبہ ۷۶۶ھ میں مکمل کی تھی۔ یہ مخطوطہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد ابتدا سے ناقص ہے۔ اس کی ابتداء ”عنه مسلمة“ سے ہوئی ہے۔ اس میں ۲۱۱ اوراق ہیں اور یہ جلد کتاب الجنائز پر ختم ہو جاتی ہے۔ متن کی کتابت عمدہ خط نسخ میں کی گئی ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ تاریخ کتابت ۲ ربیع الثانی ۸۳۸ھ ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ اس کی دوسری جلد کے بھی ابتدائی اوراق غائب ہیں۔ لیکن یہ مخطوطہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس کی کتابت بحیات مصنف ۸ جمادی الاولیٰ ۷۹۰ھ میں کی گئی اور اس کا مقابلہ مصنف کے اصل نسخے سے کیا گیا۔

اس کتاب کی دوسری جلد کا ایک مخطوطہ جسٹریٹ لائبریری میں محفوظ ہے جس کو ابراہیم بن محمد بن علی امام اسکالمیہ نے بحیات مصنف ۶ شعبان ۷۹۰ھ میں مصنف کے اصل مسودہ سے نقل کیا تھا۔ اس میں ۲۳۳ اوراق ہیں اور عمدہ خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ اس کا تیسرا نام مکمل نسخہ دارالکتب المصریہ میں زیر رقم (۸۰۵) محفوظ ہے۔

۲۴۔ البداء المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار فی الشرح الکبیر، عبد الحکیم بن محمد بن عبد الحکیم، ابوالقاسم القزوینی الرافعی (م ۷۲۳) نے امام غزالی (م ۵۰۵ھ) کی مشہور اور متداول کتاب ”الوجیز“ کی مبسوط شرح ”فتح الغزیز“ کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی تھی۔ یہ کتاب ”الشرح الکبیر“ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ابن الملقن نے ”الوجیز“ اور ”الشرح الکبیر“ میں جو احادیث آئی ہیں ان کی تخریج اس کتاب میں کی ہے اور

۱۔ نمبر ۹۴۳-۹۴۴۔ فہرست کتب خانہ رام پور

۲۔ نمبر ۳۲۴۹۔ فہرست کتب خانہ جسٹریٹ لائبریری ۱۰۵/۱

۳۔ فہرست الدار ۹۰/۱

۴۔ السناری ۱۰۱/۶؛ لمخظ الاخطاظ ص ۱۹۹، البداء الطالع ۵۰۸/۱

جا بجا تشریح بھی کرتے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب سات جلدوں میں مرتب کی تھی۔ انوس ہے کہ اس کا کوئی مکمل نسخہ میرے علم کے مطابق اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اس کی صرف دوسری جلد برلن (جرمنی) کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ یہ جلد ”باب سجد و ملاوت الشکر“ سے شروع ہو کر ”باب صدقۃ التطوع“ پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مخطوطہ ربیع الاول ۸۲۹ھ میں لکھا گیا۔

۲۵۔ خلاصۃ البدر المنیر: چونکہ البدر المنیر کافی ضخیم ہو گئی تھی اس لیے مصنف نے خود اس کی تلخیص کی تاکہ عوام کو مراجعت کرنے میں آسانی ہو۔

اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ کتاب المبادیٰ سے شروع ہو کر کتاب الصيد والذبايح پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے ترقیے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن الملقن نے اس خلاصہ کو شوال ۸۴۹ھ میں مکمل کر لیا تھا۔ مرتب فہرست کتب خانہ آصفیہ کی رائے میں یہ مخطوطہ تصنیف کتاب کے دس بارہ سال کے اندر اندر لکھا گیا ہوگا۔

اس کے دو مکمل نسخے دار اکتب المصریہ میں زیر رقم (۶۹۹- و ۷۳۰ م) محفوظ ہیں جن میں سے ایک نسخہ (رقم ۶۹۹) بحیثیت مصنف لکھا گیا ہے اور اس کے حاشیہ پر کچھ مؤلف بہت سے اضافے درج ہیں۔ کتاب کی پہلی جلد کا ایک اور مخطوطہ بھی وہیں محفوظ ہے۔

۲۶۔ المنتقى فی مختصر الخلاصۃ: ابن الملقن نے خلاصۃ البدر المنیر کا یہ منتخب بھی تیار کیا تھا۔

- ۱۔ نمبر ۱۳۴۵ فہرست کتب خانہ برلن (جرمنی) ۱۵۱.۲
- ۲۔ الضور ۱۰۲/۶ - البدر الطالع ۵۰۶/۱ - کتب ۲۰۰۳
- ۳۔ فہرست مشروح بعض کتب نفیسیہ تلمیذہ مخزنہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد ۱۳۵۴ھ ۲۰۵/۲
- ۴۔ فہرس دار اکتب المصریہ ۱۱۴/۱
- ۵۔ الضور ۱۰۱/۶ - البدر الطالع ۵۰۸/۱ - طبقات ابن قلیوبہ شہید ۴۳۹

۲۷۔ التوضیح لشرح الجامع الصحیح: امام بخاری (م ۲۴۶ھ) کی مشہور کتاب ”الجامع الصحیح“ کی شرح ہے۔ السخاوی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ ابن الملقن نے اپنے اساتذہ مغلطای اور قطب الدین البیہقی کی شروح بخاری کو سامنے رکھ کر یہ شرح تیار کی تھی۔ اولیٰ عبادی بعض نئی باتیں بھی درج کی ہیں۔ ابن الملقن کے شاگرد ابن قاضی شہبہ (م ۸۵۱ھ) اپنی کتاب طبقات اشافیۃ میں اس شرح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا نصف اول نصف آخر سے بہتر ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ابن الملقن نے نصف اول کی شرح لکھنے کے بیس سال بعد نصف آخر کی شرح لکھی تھی۔ ابن الملقن نے اس شرح کو بیس جلدوں میں مکمل کیا تھا۔ اس شرح کا کوئی مکمل مخطوط میرے علم کے مطابق اس وقت کہیں نہیں ہے اس کی مختلف جلدیں پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ اس کی پانچ جلدیں دارالکتب المصریۃ میں موجود ہیں۔ اس کی ایک جلد برلن جرمنی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ جرمنی کا مخطوطہ مندرجہ ذیل عبارت سے شروع ہوتا ہے ”باب الوضوء من التور“ اور وائٹمانف عادتہ فی التبعاد۔ اس شرح کی تین جلدیں ”تراہد التوضیح“ کے نام سے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں محفوظ ہیں۔

- ۱۔ النور ۶/۱۰۲، طبقات ابن قاضی شہبہ نمبر ۳۹، لمحفۃ الدوا ۱۹۹، ذیل تذکرۃ الحفاظ للسیوطی ص ۲۶۹۔ کشف ۵۴۷۔ دارۃ المدرف الاسلامیہ ۴/۴۲۔ حسن المحاضرۃ للسیوطی ۱/۲۶۹
- ۲۔ النور ۶/۱۰۲
- ۳۔ طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۳۹
- ۴۔ نمبر (۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱

۲۸۔ انجاز الوعد الوفی فی شرح الجامع للترمذی : یہ جامع الترمذی کی شرح ہے۔ ابن الملقن کے سوانح نگاروں نے اس شریعت کا ذکر ان کی تصانیف میں نہیں کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ بخط مصنف چٹربٹی لائبریری میں موجود ہے جو ۱۵۲۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس میں جامع ترمذی کے پہلے آٹھ ابواب کی شرح ہے۔

۲۹۔ الکلام علی سنة الجمعی قبلہا وبعدہا : نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا دو رکعتیں پڑھنی چاہیے یا چار۔ ابن الملقن نے اس مختصر رسالے میں اس سے متعلق تمام احادیث کو جمع کر کے مسلک شافعی کے مطابق بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام شافعی (م ۲۰۴ھ) بھی نماز جمعہ سے پہلے اور بعد میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ مصنف نے اس رسالے کو ربیع الاول ۵۴۰ھ میں بروز جمعہ ظہر اور عصر کے مابین تصنیف کیا۔ مصنف کی صرف یہی مختصر تصنیف ۳۴۱ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی ہے۔

۳۰۔ مختصر شعب الایمان للبیہقی : امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے شعب الایمان میں ۷۷ اہم اسلامی عقائد کے سلسلے میں احادیث جمع کی ہیں اور ان پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ابن الملقن نے اس کا ایک عمدہ اختصار تیار کیا ہے۔ اس کا بہت صاف نسخہ مکتبہ خدابخش پٹنہ میں محفوظ ہے۔ اس کا ایک دوسرا نسخہ بھی وہیں موجود ہے جو ۱۲۳۰ ہجری ہے کا نوشتہ ہے اور

۱۔ نمبر مخطوط ۵۱۸۷ مہرست کتب خانہ چٹربٹی ۶۰/۷

۲۔ البستانی : دائرة المعارف الاسلامیہ ۴۲/۳

۳۔ بروکلن ذیل ۶۱۹/۱

۴۔ Nadwi Moinuddin: Catalogue of Arabic And Persian Mss. in the Oriental Public Library Patna vol 5/114

غالباً نسخہ اولی سے منقول ہے۔

۳۱۔ النکت اللطاف فی بیان الاحادیث الضعاف المخرجة فی

مستدرک الحاکم: حاکم النیسابوری (م ۴۰۵ھ) کی کتاب المستدرک میں جو ضعیف احادیث وارد ہوئی ہیں، ابن الملین نے ان پر بحث کی ہے۔ اس کا ایک نسخہ مدرسیہ پاشا موصل میں زیر رقم (۱۱۲) محفوظ ہے جو آخر سے ناقص ہے۔<sup>۲</sup>

۳۲۔ ماتمس الیہ الحاجۃ علی سعید ابن ماجہ<sup>۳</sup>: حدیث کی مشہور کتاب سنن

ابن ماجہ کی شرح ہے۔ مصنف نے اس کی تصنیف ذوالقعدہ ۷۸۷ھ میں شروع کی اور شوال ۷۸۸ھ میں اس کو مکمل کر دیا تھا۔ اس شرح کے کسی مکمل مخطوطے کا پتا نہیں چل سکا ہے اس کا ایک حصہ آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مولانا عبدالحی کلکشن میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ نامکمل ہے اور ”باب رد السلام علی الامام“ سے شروع ہو کر ”باب من آمن قوم و ہم لہ کارہون“ کے نامکمل ”وہو مقتضی“ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس مخطوطے کے کل ۱۸ اوراق ہیں۔ نسخہ سیاہ روشنائی سے عمدہ خط نسخ میں لکھا گیا ہے ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں ہیں۔

اس مخطوطے میں مندرجہ ذیل ابواب کے احادیث کی شرح ہے:

- (۱) باب رد السلام علی الامام (۲) باب لا یحقق الامام نفسه بالدعاء (۳) باب ما یقال بعد التسليم
- (۴) باب الانصراف من الصلوة (۵) باب اذا حضرت الصلوة ووضع العشاء (۶) باب الجماعۃ فی اللیلۃ الطیورۃ (۷) باب ما یستر المصلی (۸) باب المرور بین یدی المصلی (۹) باب ما یقطع الصلوة

۱۔ طبقات الشافعیہ لابن تافی شہید رقم ۷۳۹ - بروکلین ۱۰۹/۲

۲۔ داورجلدی: فہرست المخطوطات، موصل ص ۲۳۳

۳۔ انصوری ۱۰۲/۶

۴۔ انصوری ۱۰۲/۶

(۱۰) باب من یصلی وینہ و بین القبلیۃ (۱۱) باب من آم قوم و ہم لہ کارہون ..... راقم الحروف نے اس مختصر مخطوطے کا مطالعہ، ازہ ابتداء تا انتہا کیا ہے۔ مصنف نے بہت ہی تفصیل سے احادیث کی شرح کی ہے احادیث کی اسناد پر جرح اور رواۃ پر خاصی بحث کی ہے۔ حدیث کے الفاظ شکل کی تشریح کی ہے اور اگر کوئی لفظ کسی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو اس کے تمام معنی لکھے ہیں اور بعض معنی کے سلسلے میں قرآن، حدیث یا متداول کتب عربیہ سے شواہد پیش کیے ہیں۔ بعض احادیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کو اور اس سلسلے میں اختلاف ائمہ بھی درج کیا ہے۔ اور مختلف مسائل کے سلسلے میں اپنی ذاتی رائے بھی ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محل (م ۱۳۰۴ھ) کی نظر سے یہ شرح گزری ہے اور انھوں نے اس کے بارے میں اپنی رائے ان الفاظ میں دی ہے:

”شرح جامع حاوہ لکشف المعضلات“

نسخہ ناقص ہونے کی وجہ سے سن کتابت اور کاتب کا نام بھی اس پر درج نہیں ہے۔ سرورق پر ”قطعة از شرح سنن ابن ماجہ لابن الملقن“ من ملک ابی الحسنات محمد عبداللہی الملکنوی بن مولانا عبدالحلیم الرحوم“ مرقوم ہے۔

۳۳۔ تذکرۃ المحتاج الی احادیث المنہاج بیضاویؒ: اس کتاب میں ابن الملقن نے تاضی بیضاوی (م ۷۸۵ھ) کی کتاب منہاج الوصول الی علم المصول میں جو احادیث آئی ہیں ان میں سے ۸۷ احادیث کی شرح کی ہے۔ میرے علم کے مطابق اس کا واحد نسخہ چٹربٹی لاہوری ڈبلن میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ ۱۲ اورق پر مشتمل ہے اور اس کی کتابت بحیات مصنف ۶۶۷ شوال

۱۔ عبدالحی فرنگی محلی: فرحۃ المریدین بذكر ائمة اہل السنن و ائمہ فہین (مسودہ خط مصنف) (۵۲۹ھ) فرنگی محل کلکشن مسلم یونیورسٹی لاہوری علی گڑھ

۲۔ الضور ۱۰۲/۶؛ البدور ۵۰۸/۱

۳۔ نیز مخطوطہ (۳۳۸۲) فہرست کتب خانہ چٹربٹی ڈبلن ۵۸/۶

۵۵ء میں لکھی گئی۔ مخطوطہ کے آخری ورق پر بخط مصنف بعض تعلیقات مندرج ہیں۔

- ۳۴۔ تخریج احادیث المنہاج للبیضاویؒ: بیضاوی (م ۶۸۵ھ) کی منہاج الوصول الی علم الأصول میں جو احادیث آئی ہیں ان کی تخریج علیحدہ سے اس کتاب میں کی گئی ہے۔
- ۳۵۔ تحفۃ المحتاج الی ادلة المنہاجؒ: نووی (م ۶۷۶ھ) کی منہاج الطالبین میں احکامات کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کو مصنف نے بلحاظ ابواب مرتب ان کی تشریح کی ہے۔ اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ میں زیر رقم (۱۷۴۶) حدیث) محفوظ ہے جو ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ ۵۸ء میں مصنف کو پڑھ کر سنایا گیا۔ اس کا عکس جامعۃ الدول العربیہ قاہرہ میں محفوظ ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ چٹربٹی لائبریری ڈبلن میں محفوظ ہے جو ۴ رمضان ۵۵ء کا نوشتہ ہے۔ اس میں ۱۳۳ اوراق ہیں اس مخطوطے کے ورق ۱ (الف) اور ۱۳۳ (الف) پر ابن اللقن نے اپنے قلم سے بعض باتیں لکھی ہیں۔ اس کا تیسرا مخطوطہ بھی چٹربٹی لائبریری میں موجود ہے۔ بقول مرتب فہرست نویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔
- ۳۶۔ الخلاصۃ فی الحدیث: ابواسحاق الشیرازی (م ۴۷۶ھ) کی کتاب التنبیہ میں جو احادیث آئی ہیں، اس میں ان کی تخریج کی گئی ہے۔
- ۳۷۔ شرح الادبیین لسوویؒ: امام نووی (م ۶۷۶ھ) کی کتاب الاربعین

- 
- ۱۔ الفہرست ۱۰۱/۶، البدر الطالع ۵۰۸/۱
  - ۲۔ الفہرست ۱۰۱/۶، لفظ الامحاط ص ۲۰۰، البدر الطالع ۵۰۸/۱ بروکلمن ذیل ۶۸۰/۱
  - ۳۔ لطفی عبدالبدیع: فہرست المخطوطات المصورہ: ۶۶/۱
  - ۴۔ نمبر (۳۳۸۲) فہرست کتب خانہ چٹربٹی ڈبلن ۵۸/۲
  - ۵۔ نمبر (۳۷۲۹)۔ فہرست کتب خانہ چٹربٹی ۹۸/۳
  - ۶۔ الفہرست ۱۰۱/۶، البدر الطالع ۵۰۹/۱
  - ۷۔ الفہرست ۱۰۲/۶، لفظ الامحاط ص ۱۹۹، کشف ص ۶۰

فی الحدیث کی شرح ہے۔

۳۸۔ اختصار دلائل النبوة للبيهقي : امام بیہقی (م ۳۵۸ھ) کی دلائل النبوة کا عمدہ اختصار تیار کیا گیا ہے۔

۳۹۔ اختصار صحيح ابن حبان : ابن حبان (م ۳۵۳ھ) نے حدیث میں ایک کتاب "السند الصحيح" کے نام سے مرتب کی تھی۔ ابن الملقن نے اس کا اختصار تیار کیا ہے۔

۴۰۔ اختصار مسند الامام احمد بن حنبل : اس میں امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کی مسند کی تلخیص کی گئی ہے۔

۴۱۔ تخریج احادیث منتہی السؤل والأمل : ابن عیوب مالکی (م ۶۴۶ھ) کی کتاب منتہی السؤل والأمل میں جراحہ حدیث آئی ہیں۔ اس کتاب میں ابن الملقن نے انہی کی تخریج کی ہے۔

۴۲۔ المحرر (فی) تخریج احادیث المہذب فی الفروع : ابواسحاق الشیرازی (م ۴۷۶ھ) کی مشہور اور متداول کتاب "المہذب فی الفروع" میں جراحہ حدیث آئی ہیں ابن الملقن نے دو جلدوں میں ان کی تخریج کی ہے۔

۴۳۔ تذکرة الاخيار بما فی الوسيط من الاخبار : امام غزالی (م ۵۰۵ھ) کی

۱۔ کشف ص ۷۰

۲۔ طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹ : کشف ۱۰۷۵

۳۔ طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹ : کشف ۱۶۸۰

۴۔ الضور ۱۰۱/۶ - البدر الطالع ۵۰۸/۱

۵۔ الضور ۱۰۱/۶ - البدر الطالع ۵۰۸/۱ - کشف ۱۹۱۳

۶۔ کشف ۲۰۰۹ : الضور ۱۰۱/۶ ، البدر ۵۰۸/۱

کتاب الوسیط میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس کتاب میں ان کی تخریج کی گئی۔

۳۴۔ شرح المنتقی فی الأحکام<sup>۱</sup> : مجد الدین ابن تیمیہ (م ۷۵۲ھ) نے "المنتقی

فی احادیث الأحکام" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی جو مطبع فاروقیہ دہلی سے ۱۲۹۶ھ میں شائع

ہو چکی ہے۔ ابن الملقن نے یہ اسی کی شرح لکھی ہے۔ اس کے کسی نسخے کا اب تک علم نہیں ہو سکا ہے۔

۳۵۔ شرح نزائد مسلم علی البخاری<sup>۲</sup> : ابن الملقن نے چار جلدوں میں یہ

کتاب مرتب کی تھی۔

۳۶۔ شرح نزائد ابی داؤد علی التسخیحین<sup>۳</sup> : یہ شرح دو جلدوں میں لکھی

تھی۔

۳۷۔ شرح نزائد النسائی<sup>۴</sup> :

## اصول حدیث :

۳۸۔ المقنع<sup>۵</sup> : یہ کتاب ابن الملقن کی اہم تصانیف میں شمار کی جاتی ہے انھوں

۱۔ کشف ۱۸۵۱؛ الضور ۱۰۱/۶؛ البدیع الطالع ۵۰۸/۱

۲۔ الضور ۱۰۲/۶، طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹

۳۔ الضور ۱۰۲/۶، طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹

۴۔ ایضاً ..... نمبر ۲۵، ۲۶ اور ۳۷ کی کتابوں کے بارے میں ابن قاضی شہبہ نے

لکھا ہے کہ میں نے ان کتابوں کا مسودہ ابن الملقن کے پاس دیکھا تھا لیکن ان کتابوں کے مسودات

ان کا زندگی میں جل گئے تھے۔ دیکھیے طبقات ابن قاضی شہبہ رقم ۷۳۹

۵۔ الضور ۱۰۲/۶، مسند لایسائز ۱۹۶، البدیع الطالع ۵۰۸/۱۔

نے یہ کتاب مقدمہ ابن اصلاح اور درود بن اصول حدیث کی کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کی تھی۔ انھوں نے اس کتاب کو ۵۰۰ اقسام پر تقسیم کر دیا ہے اور اصلاحات پر کوئی مبالغہ بحث کی ہے۔ مصنف اس کی ترتیب و تہویب میں مسلسل دس سال تک ۱۲۹۹ھ سے ۱۳۵۹ھ تک مصروف رہے۔

اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ مصنف کے زمانہ حیات میں ۲۸ صفر ۱۲۹۱ھ میں لکھا گیا۔ اس کا دوسرا نسخہ چٹڑھی زبیری میں محفوظ ہے وہ بھی ۱۲۹۱ھ کا نوشتہ ہے اور اس کے کاتب ابوبکر بن خلیل، مقدسی الشافعی ہیں۔

۳۹۔ التذکرۃ فی علوم الحدیث: یہ رسالہ مصنف کی کتاب المقنع کا اختصار ہے۔ مصنف کا یہ انداز ہے کہ پیچھے و دس فن پر مفصل و مبسوط کتاب لکھتے ہیں پھر عوام کے حقد کرنے کے خیال سے خود اس کا اختصار تیار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ رسالہ بھی اس نسخہ کو پیش نظر رکھ کر تیار کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ بہت مختصر ہے اس کا ایک نسخہ جو کتب خانہ رندرمیور میں محفوظ ہے رقم اعراف کی نظر سے گزرا ہے۔ رسالہ کی عبارت بہت جامع اور مشتمل ہے مصنف نے یہ رسالہ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۳ھ بروز جمعہ صرف دو گھنٹے میں تصنیف کیا تھا۔ اس نسخہ رسالے کی کئی کئی متنی و مغرب کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ اس کا نسخہ ۱۸۰۳ھ میں مصنف کے زمانہ حیات میں اربعہ جاری ارتزافہ ۱۲۹۵ھ میں نقل کیا گیا اور اس کے آخر میں بخط مصنف کچھ اضافے بھی ہیں، ارتزافہ ۱۲۹۵ھ

۱۔ فہرست دارالکتب المصریہ ۳۰۴/۱

۲۔ فہرست کتب خانہ حیدر علی ۳۹۰۲

۳۔ الفہرست ۱۰۲/۴، کشف ۳۹۲

۴۔ فہرست کتب خانہ رضا نام پور ۲۳۷/۲

۵۔ ایضاً

ڈبلن میں محفوظ ہے۔ اس کے آٹھ نسخے دارالکتب المصریہ میں موجود ہیں جن میں سے تین نسخوں پر سن ۸۲۷ھ، ۱۰۱۳ھ، اور ۱۳۰۲ ہجری مرقوم ہے۔ بقیہ مخطوطات پر سن کتابت درج نہیں ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ عمومیہ (۷۶۷) استانبول میں بھی پایا جاتا ہے جس کی کتابت بدرالدین القرافیہ الماکلی نے ۹۷۷ھ میں کی ہے۔ اس کی ماکر و نلم جامعۃ الدول العربیہ میں موجود ہے۔ اس کا ایک نسخہ اور نسخہ مکتبہ عامہ اسکندریہ میں زیر رقم (۵۲۲/۴ ج) محفوظ ہے جو ۱۱۱۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ ۱۲۱۸ھ کا بھی عکس جامعۃ الدول العربیہ قاہرہ میں موجود ہے۔

## رجال : تراجم و سیر

- ۵۰۔ درر الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر الجیلی (الجمیلانی) : ابن الملحق نے اس کتاب میں سلسلہ قادریہ کے بانی شیخ عبدالقادر الجمیلانی م ۵۶۱ھ کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ اس کا صرف ایک نسخہ دارالکتب الظاہریہ میں محفوظ ہے جو پانچ اوراق پر مشتمل ہے اور ۱۱۰۳ھ کے قریب لکھا ہوا ہے۔
- ۵۱۔ نزہۃ النظر فی قضاۃ الأمصار : اس میں مصنف نے ۷۸۰ ہجری تک

۱۔ نمبر (۳۳۸۲) فہرست کتب خانہ چٹربٹی ۵۸/۲

۲۔ فہرس الدار ۱/۷۵-۱۷۶

۳۔ فواد سید : فہرس المخطوطات المصورہ ۶۷/۱

۴۔ ایضاً

۵۔ کشف الظنون ص ۷۴

۶۔ یوسف العرش : فہرس مخطوطات اکتب الظاہریہ ص ۲۸۷

۷۔ بروکلین ذیل ۱۰۹/۲

مصر کے قضاۃ کے حالات لکھے ہیں اور اس کو کئی طبقات میں مرتب کیا ہے آخر میں مصنف نے ایک نظم میں تمام قضاۃ کے ناموں کو منظوم کر دیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ص ۲۹ میں اس کا نام اخبار قضاۃ مصر لکھا ہے۔

اس کا ایک نسخہ مکتبہ طلعت میں زیر رقم (۲۲۵۶ تاریخ) محفوظ ہے اور اس کا عکس جامعۃ الدول العربیہ قاہرہ میں محفوظ کیا گیا ہے۔ اس مخطوطے میں ۷۳ اوراق ہیں۔

۵۲۔ اَکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال : ابن المقن نے جمال الدین یوسف بن الزکی المزی (م ۷۴۲) کی تہذیب الکمال کا اختصار تیار کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے اس اختصار کے بارے میں لکھا ہے کہ اب تک تہذیب الکمال کا ایسا خلاصہ نہیں تیار کیا گیا۔

اس کے کسی مکمل نسخے کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ اس کا کچھ حصہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ اس کا ایک اور مکمل نسخہ مکتبہ تلح علی میں زیر رقم (۱۹۱) محفوظ ہے یہ مخطوط ۳۳۱ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء داؤد بن سابور کے ترجمہ سے ہوتی ہے اور عبداللہ بن مغفل کے ترجمہ پر یہ مخطوطہ ختم ہو جاتا ہے۔ غالباً نویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے۔ جامعۃ الدول العربیہ قاہرہ میں اس کی مائکروفلم محفوظ ہے۔

۵۳۔ طبقات الاولیاء ومناقب الاصفیاء (طبقات الصوفیۃ) : یہ کتاب اولیاء اللہ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ حرف معجم کے لحاظ سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔ اور

۱۔ لطفی عبدالبدیع : فہرس المخطوطات المصورہ ۲/۲۷۶

۲۔ الصور ۱۰۲/۶ : لمخطوطات ص ۱۹۹۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۳/۷۴۔ کشف ص ۱۵۱

۳۔ کشف ص ۱۵۱۔ فہرس دارالکتب المصریہ ۱/۶۹

۵۔ لطفی عبدالبدیع : فہرس المخطوطات المصورہ ۲/۲۹

۶۔ البستانی : دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۳/۷۴۔ الاعلام ۵/۲۱۸۔ کثیف ۱۰۹۶

ہرولی کے حالات زندگی کے ختمہ پر اس کے مریدین اور متبعین کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔  
اب تک اس کے تین نسخوں کے بارے میں معلومات بہم پہنچ چکی ہیں۔

اس کا ایک نسخہ خزائن کتب الاوقاف بغداد میں محفوظ ہے جو ۹۰۳ ہجری کا نوشتہ ہے لیکن  
آخر سے ناقص معلوم ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء ابراہیم بن ادہم کے حالات زندگی سے ہوتی ہے اور  
عثمان بن مرزوق القرشی الحنبلی (م ۵۵۴ھ) کے حالات پر یہ مخطوطہ ختم ہوتا ہے۔

اس کا دوسرا نسخہ کتب خانہ ظہریہ میں ہے جو ۳۲۹ اوراق پر مشتمل ہے اس مخطوطہ کی کثافت  
۱۱۰۴ ہجری میں کی گئی۔ اس کا تیسرا نسخہ مکتبۃ الجامع بکبیر صندار (بین) میں زیر رقم (۹۰۔ علم الباطن)  
موجود ہے اس کے سرورق پر اس کا نام "حدائق الاولیاء تألیف ابن الملقن" لکھا ہوا ہے۔ یہ  
نسخہ ۴۹۸ اوراق پر مشتمل ہے اور ۱۲۵۰ھ کا نوشتہ ہے۔

۵۴۔ البعد المذہب فی طبقات حملة المذہب، یہ شافعی فقہاء و علماء کا  
تذکرہ ہے۔ ابن ملقن نے خاص طور پر تاج الدین السبکی (م ۷۷۱ھ) اور ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)  
کی طبقات اشافعیہ اور دیگر کتب تاریخ کو سامنے رکھ کر اس کو مرتب کیا تھا۔ مصنف نے  
امام شافعی (م ۲۰۴ھ) کے زمانے سے لے کر ۷۷۰ھ، ہجری تک کے (۷۰۰) فقہی شافعیہ کے مختصر  
حالات حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دئے ہیں۔ لیکن تبرکاً "احمد" اور "محمد" کے نام کے اشخاص  
کے حالات پہلے لکھے ہیں۔ اور ان کو تین بڑے طبقات میں منقسم کیا ہے۔ پہرہ طبع کوئی چھوٹے طبقات

۱۔ سعید، ایک نسخہ، خزائن کتب الاوقاف ص ۲۲۸

۲۔ سعید، ایک نسخہ، مخطوطات النظامیہ ص ۲۸۶

۳۔ سعید، ایک نسخہ، مخطوطات حنبلیہ ص ۱۵۵

۴۔ انوار، ایک نسخہ، ص ۱۰۰، سعید، ایک نسخہ، ص ۲۰، سعید، ایک نسخہ، ص ۵۰۸

طبقات ابن قاضی شہید رقم ۷۳۹

میں تقسیم کر دیا ہے۔ آخری طبقے میں اپنے معاصرین کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ ابن الملحق نے ۱۵۳۳ء میں اس کتاب کی تصنیف کا کام شروع کیا اور ۱۳ ذوالقعدہ ۸۸۲ھ میں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس کے بعد بھی اس میں اضافے کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس میں اگرچہ حالات زندگی مختصر ہیں لیکن سبھی ضروری باتیں آگئی ہیں۔ مصنف نے کثرتِ مقامات پر مآخذ کے ذکر کے بغیر بہت سی باتیں درج کر دی ہیں۔

اس کے متعدد نسخے دیارِ مشرق و مغرب کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

اس کا ایک نسخہ جو ۱۵۵۵ء میں مصنف کے زمانہ حیات میں لکھا گیا مکتبہ مولانا خلیل اللہ اندلسی حیدر آباد میں محفوظ ہے۔ اس میں ۲۰۵ اوراق ہیں۔ کاتب عبد اللہ بن محمد انسائی ہیں۔ مخطوطے کے مختلف اوراق کے حاشیے پر بخط مصنف بہت سے اضافے ہیں۔ اس کا دوسرا نسخہ جس کی کتابت سیات مصنف ۱۵۴۲ء میں کی گئی ہے اور اس میں ۲۲۲ اوراق ہیں اس کا کس باتہ الدول لعزیزہ قاہرہ میں محفوظ ہے۔ اس کا تیسرا نسخہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے (نمبر ۵۷۵ تاریخ) جو مدینہ منورہ کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کا چوتھا نسخہ مکتبہ حدائق پٹنہ میں زیرِ رقم (۷۴۴) محفوظ ہے اس میں ۱۸۶ اوراق ہیں۔ یہ نسخہ میری نظر سے گزرا ہے۔ اس نسخے کو ۱۲۰۳ ہجری میں

۱۔ جناب عبدالرشید صاحب ریسرچ سکارپٹڈ یونیورسٹی پٹنہ اس کتاب کے پہلے طبقہ کو پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے ایڈٹ کر رہے ہیں۔

۲۔ تذکرۃ النواادر من المخطوطات العربیة مطبوعہ دائرة المعارف عتیمہ حیدرآباد ۱۳۵۰ھ ص ۱۰۳

۳۔ لطفی عبدالبدیع : فهرس المخطوطات المنصورة ۱۵/۲

۴۔ فهرس دارالکتب المصریة ۲۷۰/۵

سید محمد الزماخی نے اس نسخے سے نقل کیا ہے جو ۱۷۵۵ء میں لکھا گیا تھا اور کاتب نے وہ تمام اضافے بھی نقل کیے ہیں جو مصنف نے مذکورہ بالا نسخے کے حاشیے پر کیے تھے۔ اس کا پانچواں نسخہ برلن (جرمنی) کے کتاب خانے میں محفوظ ہے جو تئیس کا نوشتہ ہے۔<sup>۱</sup>

۵۵۔ غایۃ السؤل فی خصائص الرسول<sup>۲</sup> : اس کتاب کے نام میں اختلاف ہے۔ بروکلین میں "خصائص افضل المخلوقین" اور بعض کتابوں میں "الخصائص النبویۃ" اور "خصائص النبویۃ" بھی ہے۔ لیکن مکتبہ خدائش پٹنہ، رائی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ اور دارالکتب المصریہ میں جو نسخے محفوظ ہیں ان پر اس کتاب کا نام "غایۃ السؤل فی خصائص الرسول" ہی ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب چار انواع پر تقسیم کی گئی ہے۔ اور پھر ہر نوع کو دو قسموں میں بانٹا گیا ہے پھر ہر قسم میں بے شمار مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے آخر میں ایک فائتمہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف اس کتاب کی تصنیف سے ربیع الثانی ۱۷۵۷ء میں فارغ ہوا۔

دنیا کے مختلف کتب خانوں میں اس کتاب کے متعدد نسخے محفوظ ہیں : اس کا ایک اہم نسخہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ جس کو محمد بن محمد بن منصور بن علی بن ہاشم الموسوی الکسینی نے بحیات مصنف ۱۷۸۳ء میں اس نسخے سے نقل کیا ہے جو مصنف کے اصل مسودے سے نقل کیا گیا تھا۔ اس کا دوسرا اہم نسخہ بھی دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ جو ۱۷۹۱ء میں

۱۔ فہرست مکتبہ خدائش پانکی پور پٹنہ ۱۰۹/۱۲

۲۔ نہ ۱۰۰۳۹ فہرست کتب خانہ برلن ۳۴۸/۹

۳۔ انوار ۱۰۲/۶، حفظ الالحاظ ص ۱۹۹، کشف ۷۰۶، بروکلین ۹۲/۲

۴۔ فہرست الدار ۱۶۷/۵ ۵۔ فہرست الدار ۱۲۷/۶

بحیات مصنف لکھا گیا۔ اس کا تیسرا اہم مخطوطہ جو بحیات مصنف ۱۷۹۱ء ہی میں نقل کیا گیا۔ چسٹر بی  
لائبریری ڈبلن میں محفوظ ہے۔ اس کے کاتب ابراہیم بن خلیل المقدسی الشافعی ہیں اور یہ نسخہ ۲۸  
اورق پر مشتمل ہے۔ اس کا چوتھا نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں زیر رقم (۱۶۶۷) محفوظ ہے جو  
۸۲۴ھ کا نوشتہ ہے اور اس میں ۲۵۴ اوراق ہیں۔ اس کا پانچواں نسخہ مکتبہ خدابخش پٹنہ میں  
محفوظ ہے۔ عیسیٰ بن منصور الدیمونی المالکی نے ۹ ذوالقعدہ ۸۵۵ھ میں اس کی کاتبی کی تھی۔  
اس کا چھٹا نسخہ رائل ایشیائٹک سوسائٹی بنگال میں زیر رقم (D/42) محفوظ ہے۔

۵۶۔ طبقات المحدثین : ابن الملقن نے اس کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ  
عنہم کے زمانے سے لے کر اپنے زمانے تک کے محدثین... کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ اس  
کے کسی نسخے کا علم نہیں۔

۵۷۔ طبقات القضاة : اس میں ابن الملقن نے قضاہ کے حالات زندگی لکھے  
ہیں۔

۵۸۔ التاريخ في الدولة التركية : یہ سلطنت ترکیہ کی تاریخ ہے اس کے  
بارے میں تفصیلی معلومات نہیں مل سکتی ہیں۔

- ۱۔ نمبر ۳۹۰۲ فہرست کتب خانہ چسٹر بی ۵۳/۲
- ۲۔ فہرست کتب خانہ پیرس ۳۱۱/۱
- ۳۔ نمبر ۱۰۱۳ فہرست مکتبہ خدابخش، انگیزی پٹنہ ۷۲/۵
- ۴۔ فہرست رائل ایشیائٹک آف بنگال ص ۵۶
- ۵۔ الضور ۱۰۱/۶، مخطوطات ص ۲۰۰۔ اسدرا سطاخ ۵۰۸/۱
- ۶۔ الضور ۱۰۱/۶۔ دائرة المعارف الاسدیہ ۷۴/۲
- ۷۔ کشف ۲۸۰

۵۹۔ العدة فی اسماء رجال العدة<sup>۱</sup> : جماعی (م ۶۰۰ ھ) کی کتاب  
 ”عمدة الاحکام“ میں جو اسماء آئے ہیں ان کے حالات علیحدہ سے اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔

## علم النحو:

۶۰۔ شرح الالفیة لابن مالک<sup>۲</sup> : مشہور نحوی محمد بن عبداللہ المعروف  
 باین۔ مک (م ۶۷۳ ھ) کی ”الالفیة“ کی شرح ہے۔

## متفرقات:

مندرجہ ذیل کتب کے بارے میں تحقیق نہیں ہو سکی۔ کتابوں میں صرف ان کے نام ملتے ہیں  
 اس لیے یہاں بھی صرف ان کے نام ہی لکھے جاتے ہیں :

۶۱۔ الاشراف علی المراف : مکتب الستة<sup>۳</sup>  
 ۶۲۔ تلخیص الوقوف علی الموقوف<sup>۴</sup>  
 ۶۳۔ المغنی فی تلخیص کتب ابن بدر<sup>۵</sup>  
 ۶۴۔ حقوق کما فی متعلقات الاحکام<sup>۶</sup>  
 ۶۵۔ الناسب لادم المناسک<sup>۷</sup>  
 ۶۶۔ عدد الفرق<sup>۸</sup>

۲۔ الضور ۱۰۲/۶ - کشف ۱۵۳

۳۔ الضور ۱۰۲/۶ - کشف ۴۷۹

۴۔ کشف ۱۱۵۶

۸۔ الضور ۱۰۲/۶

۱۔ الضور ۶، ۱۰۱ - اسیر ۵۰۶/۱

۳۔ کشف ۱۰۳

۵۔ الضور ۱۰۲/۶

۷۔ الضور ۱۰۲/۶ - کشف ۱۹۲۱

# قرآن کا منہاج فکر و نظر

تالیف : ڈاکٹر سید عبداللطیف

ترجمہ : محمد قطب الدین احمد بختیار

اعتراف تسلیم :

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھانہ کوئی کچھ ہوئے تو یہی رہنما بن قدامت خوار ہوئے  
آزاد و مفتقد الدین

ڈاکٹر سید عبداللطیف کا ترجمہ قرآن اپنے موضوع کے لحاظ سے آخرین رہبر میں  
ایک گر القدر نفاذ ہے۔ جب خالق کائنات کسی سے کچھ کہہ دیا پھر ہوتا ہے تو مت و عیوب کے  
سارے رشتے توڑ دئے جاتے ہیں اور ہر عمل خارق عادت اور عجوبہ انہ شان کا حامل نظر آتا  
ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کسی دینی درسگاہ کے فارغ التحصیل ہیں، اور نہ کسی دینی جامعہ سے  
سند فراغ حاصل کی ہے۔ ادبیات انگریزی میں (King's College) سے  
درجہ استناد (Doctorate) عطا ہوا۔ سکھوں کا یہ مدعی مدینہ و نجف تھا  
حلوہ دانش فرنگ نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکا۔ ہمیں اس حصہ میں ہر کچھ بیٹے اور بیٹے سے  
حاصل ہوا، وہ ان کا غمانہ زاد ہے ان کے مورث اعلیٰ سید عبداللہ بن محمد بن محمد بن  
جہاں گشت، نیز و زشاہ تعلق کے منہ، اور خواجہ انصاری بن حیرت دہلوی کے معاصر تھے، یہ  
سادات نجیب طرفین سے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرات امام علی نقی علیہ السلام پر منہ

ہوتا ہے۔

یہ ترجمہ قرآن متداول تراجم میں نہ صرف ممتاز اور بے مثال خوبی کا حامل ہے، بلکہ ادب و انشا، زبان و بیان کی لطافتوں اور شیوہ طرازیوں کو اپنے جلو میں لیے، حل اشکال و شرح معانی میں اپنی طننگی کو جاذب نظر بنائے، اپنے قلم بوتلوں سے چمن چمن لالہ و نسترن کھلائے، اپنی تمکین سے کوشش دہقان کو شرابائے منفردانہ شان کے راسخاں پر دعوت نکر دے رہا ہے، جہاں نظر پڑتی ہے، شہیدِ نظارہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کا اندازہ شناس وہی ہو سکتا ہے۔ جو ژرف نگاہی سے اس کے مطالعہ کے ساتھ دیگر تراجم سے اس کا موازنہ بھی کرتا جائے، مگر کون ہے جو اس دیدہ و دل کی قربانیوں کے لئے تیار ہے؟

اجتماعِ سندین محال سمجھا جاتا ہے، مگر قدرت کی تماشہ گاہ اسی کی کار فرمایوں اور کوشش ساز یوں کی جلوہ گاہ معلوم ہوتی ہے، یہاں نا ساز گاریوں کی گود میں ساز گاریاں پرورش پاتی رہی ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر ایک عارفِ تامِ العرفت کی چیخِ زمرہ "مداقت بن کر گونج اٹھی۔ عوفت ربی بجمع الاضداد، — صمکدے سے براہیم کو کھڑا کرنا۔ یہ نئے کو تختِ عمریہ بہان کر کے لئے اندھے کنوئیں میں جھونک دینا، موسیٰ کو فرعون سے دین کے لئے اس کی آغوش پرورش میں پروان چڑھانا، بلال کو حبش حبشیہ کو روم، حسن کو اہمرہ سے کشاں کشاں لے آنا، کوفہ میں نوآباد شدہ جاٹ قبیلہ زوط سے بونفیدہ کو، الفقہاء کھو عیال ابی حنیفہ کی شان عطا کرنا، موبدانِ مجوس سے بخاری کو امامِ احمدین و اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی سند قبول سے نوازنا، مخ زادگان و ترسا بچکان سے یازید لبطامی کو سرخیل اولیاء و سلطان العارفین کی سر بلندی بخشنا، سنبل کو راجپوتانہ کے ریگزاروں میں نسیمِ حجاز کی شمیمِ انگیزیوں سے گل پیرہن بنا کر ایک بلند پایہ سیرۃ نگار اور بے نظیر مورخِ اسلام کے درجہ پر فائز کرنا، اقبال کو باوجود

بڑھن زادگی کے رمز آشنائے روم و تبریز کرنا، عبید اللہ مندھی کو ایک سکھ گھرانے میں جنم دے کر ولی اللہی حکمت کا فقیہ المثال شارح قرار دینا۔ اگر اس مبداء فیاض کی کرم گستری کسی سید زادے کے سینہ کو علوم و معارف کا گنجینہ بنا دے، تو وجہ حیرانی کیوں ہو، بلکہ باعث مدد شادمانی ہے کہ حق بہ حقدار رسید۔ اسی قانون کے تحت ڈاکٹرنا کایہ ترجمہ رشک صدائے ہزار و رکش صد ہزار دانشگاہ علوم ہے۔

نیکدہ تہی سبوحہ خود فراموشاں مدرسہ بلند بانگ بزم فسرہ آتشاں  
'اقبال'

ڈاکٹر صاحب کایہ کارنامہ کس اکاڈمی کے کام کو درس جبلت دے رہا ہے، جس کو انہوں نے یکدہ تنہا سرانجام دیا ہے۔ جو کچھ بھی انہیں اپنے رفقاء کے کار سے اس معاملہ میں مدد ملی ہے۔ وہ بہ استثنائے چند مزدکارانہ نوعیت کی حامل ہے، علمی نہیں۔ سن، صحت، اور بینائی کو دیکھتے ہوئے یہ مہتمم بالشان خدمت کرشمہ قدرت نظر آتی ہے۔ اس عالم آب و گل میں کسی کا پندار تقدس، خرقہ و عمامہ اور گنبد دستار کی عمارت گری میں مصروف خود بینی ہے، تو کوئی ناگفتہ بہ اور ناسازگار حالات میں اپنی ساری نیاز مندیوں کے ساتھ دل بیار و دست بکار کی خوش آئینیوں کو نباہتے ہوئے گوہر مراد کے حصول میں فائز المرام ہو رہا ہے اور عرفی، اقبال، حافظ کی زبان میں زمزمہ سنج، پائے کوب و دست افشاں، ساغر شکرانہ چمکا رہا ہے۔

گردیر برائیم ز گرداب میندیش      کاند رطلب گوہر نایاب نشستم  
ترا با خرقہ و عمامہ کارے      من از خود یافتہ بویے نگارے

زادہ غرور داشت، سلامت بنور راہ      زندان زہ تیازہ بدار السلام رفت

ڈاکٹر صاحب نے اس ترجمہ کتاب میں مطالعہ قرآن کی بابت جو گرانقدر تشریحات بہ عنوان، قرآن کا انداز فکر، پیش کی ہیں اہل قرآن کے نظریہ حیات کو جس بدیع الہامی

سے مائل و دل انداز میں سپردِ قریاس کیا ہے، وہ بجائے خود ایک مستقل تصنیف میں داخل ہے۔ اگر اس شہ کار کو اردو میں منتقل نہ کیا جاتا تو ایک بڑی علمی کوتاہی کے مراد ہوتا۔ میں نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ طرز و اسلوب کی ساری خوش ادائیوں کو نباہتے ہوئے اردو پیرایہ میں اسے سنوارا جائے۔

بہ طرازِ زندگی تاملتِ موزوں نازم

یک بقانیت کہ شائستہ اندام تو نیست

’نظیری‘

اگر اس پر بھی کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو تو اسے نگاہِ صورت پرست کی نارسائی و کوتاہی پر محمول کریں۔

برچہٴ حقیقت اگر ماند پرودہ

جویم نگاہ دیدہ صورت پرست ماست

’نظیری‘

بادی النظر میں یہ امر وجہ استعجاب ہے کہ ڈاکٹر باوجود رومی و غزالی، ابن عربی و شاہ ولی اللہ اور دیگر افاداتِ علمیہ سے راست استفادہ نہ کرنے کے کس طرح ان کے خیالات و تصورات ان بزرگانِ دین سے متوار و مہور ہے؟ یہ ادنیٰ تامل اس صداقت کا انکشاف ہوتا ہے، تمام حقائق کا سرچشمہ ذات واحد ہے اور اسی حقیقت الحقانوس سے جملہ علوم و معارف کا صدور و مہور ہے۔ یہ ایک مومبت الہی ہے، کسی کی اجارہ داری نہیں

تاویدہ مار اندہد حسن تو نورے

در باغِ جمال تو تماشہ نتوان کرد

’رومی‘

میں نے ان متوار و ذات کر، جہاں تک میری یادداشت نے دستگیری کی، سلفِ صالحین کے ارشاداتِ عالیہ سے متوافق اور موثق کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ اقتباسات متن میں مثل شیعہ و سکر بہم کمیز جو کر نور علی نور، غیر انفکاک پذیر، اور گوشت و ناخن کے حکم میں داخل ہو گئے ہیں۔

آنچناں باتو کی گشت وجود میں دست  
 کہ ترا بے تو توں دیدن و بے من توں  
 حکیم کماے کوشی  
 اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس خدمت کو اہل اللہ کی نظر میں پسندیدہ . اور اپنی بارگاہ  
 سے اس محنت کو سرایہ قبول عطا فرما کر مالا مال فرمائے ۔  
 اکسیر حسن در نظر پارسا شناس  
 اقبال اہل دل ز قبول خدا شناس  
 بی بی

## قرآن کا منہاج فکر و نظر

اسلوب مطالعہ :

جو کوئی صحت مندانہ انداز میں قرآن کی اساسی تعلیمات، رہنمائی، فکر کا آرزو مند ہوگا، قرآن خود اس منہاج تحقیق کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے :

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ  
 وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرِيعٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَدَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا  
 يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا  
 يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۔ (سورۃ اعراف، ۷۷) (مے پیہر میں وحی و قیوم فات) ہے جس نے تم پر  
 کتاب نازل فرمائی۔ اس میں ایک قسم محکمہ آیتوں کی ہے اور وہ کتاب کی اساس و اساس ہیں۔ دوسری  
 قسم متشابہات کی ہے (یعنی تشبیہ، مجاز و استعارہ کی) اس میں آیتوں کے درمیان کچھ جہے و جہ  
 آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہ ہیں، اس غرض سے کہ مستند عربیہ و اسلامی حقیقت معلوم کریں،  
 حالانکہ ان کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں مانتا۔ مگر جو لوگ علم میں آتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان پر  
 ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ (تفسیر اللہ تعالیٰ کے تعالٰیٰ)

وانائی حاصل کرتے مگر وہی لوگ جو صاحب عقل و بصیرت ہیں۔“

یہاں پورا زور اس امر پر ہے، جسے قرآنِ محکمات سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ ایسی آیات ہیں جو اپنے معانی و مطالب میں روشن اور جو بالکل قرآن میں ام الکتاب و اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور جہاں معانی و مطالب کے اظہار میں رمز و کنایہ اور تشبیہ و استعارہ استعمال ہوا ہے، انہیں تشابہات کا نام دے کر پہلے جز سے امتیاز بخشا گیا ہے۔ قرآن کے نظریات اور طرزِ فکر کا سرِ لغ اولاً محکمات ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے کہ ہمارے ذہن و فکر پر یہ بات واضح ہو جائے کہ قرآن کا وہ کون سا جز ہے جسے تشابہات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، تب ہی ہم اس موقف میں ہوتے ہیں کہ کامل کیسوئی کے ساتھ محکمات کو اپنا مطمح نظر بنائیں اور اس کے نظامِ فکر کی ساری وسعتوں کو اپنے دامن نگاہ میں سمیٹ لیں۔ افسوس ہے کہ تاریخِ اسلام میں اس کی اہمیت کو درخور اعتناء جان کر اس جانب کم توجہ کی گئی کہ ایسی تمام آیات جو بہرہ و جود اور ہر گونہ محکمات کہلائی جاسکتی ہیں قابلِ فہم انداز میں یکجا کی جاتیں۔ یہ تقاضہ اپنی پوری شدت کے ساتھ اس وقت بھی موجود ہے۔

جب تک تمثیل پر ایسے بیان اختیار نہ کیا جائے، تو اصل شے کا ادراک جسے نہ دیکھا گیا ہو، جاننا اور تصور کرنا دشوار ہو جائے۔ اس قبیل میں قرآن کے وہ جملہ اظہارات، جہاں استعارات، امثال، اور مجازات کا استعمال ہوا ہے۔ اگر اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے تو دوزخ، جنت، حشر، اور عالمِ غیب کے تعلق سے جملہ بیانات جو سارے قرآن میں گونا گوں طریقِ ادا کے ساتھ بکھرے ہوئے ہیں، تشابہات کے تحت لائے جاسکتے ہیں۔ ایسی تشریحات ان آیات میں بکثرت پائی جاتی ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں، مدنی آیات میں بھی ان کی کچھ کمی نہیں۔ آغازِ بعثت کی سورتیں، جن کا تعلق مکی دور سے ہے، اہل مکہ کی ذہنی نشوونما اس درجہ پر نہیں تھی کہ صحیح انداز پر اس روحانی زندگی کے قدر شناس ہو سکیں، جو قرآن کے پیشِ نظر تھی، اس لیے نتائجِ اعمال کے بارے میں خیر و شر کے تعلق سے ایسا اسلوبِ بیان اختیار کیا گیا جو سنان کے ساتھ ان کے دل و دماغ میں اتر جائے۔ دوزخ، جنت اور حشرِ اجساد ایسے مصطلحات تھے جو ان کی زبان پر رواں اور جن سے وہ بخوبی آشنا تھے۔ ذاتِ رسالت، ہر وہ حیثیتوں،

بشیر و نذیر کی حامل تھی جس طرح آپ بد اعمالیوں کے نتائج سے ڈرانے والے تھے، ویسے ہی نیکو کاروں کو مژدہ کامیابی سنانے والے تھے۔ لہذا لذت و الم جو نیکی اور بدی کے قدرتی نتائج ہیں، اس روحانی کیفیت کو قابل فہم بنانے کی خاطر مادی صورت میں روپ و عمارت اور اس کے لیے زبان آب و گل اختیار کرنی پڑی۔

در زبان آب و گل گفتار جا  
درفس پرور زمی پید گراں  
اقبال  
ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو  
بقی نہیں ہے باد و ماغز کے بغیر

قرآن میں عذاب و ثواب کے جو بابجا تصریحات ہیں، امام غزالی جو۔۔۔ ان کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں۔ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَنُثْرَوْنَ الْجَحِيمَ ہرگز نہیں، اگر تم کو یقین ہوتا تو تم دوزخ کو یہیں دیکھ لیتے۔ امام غزالی اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں، ای ان لجحیم فیہ صغیر یعنی دوزخ خود تمہارے اندر موجود ہے۔ قرآن میں ایک اور مقام پر ہے، وَ لَنَسْتَعِجِلُنَّكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ، کفار کہتے ہیں کہ عذاب جلد آجائے، حالانکہ دوزخ نے کافروں کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ اس کی تفسیر امام صاحب اس طرح کرتے ہیں، خدا نے یہ نہیں کہا کہ دوزخ آئندہ محیط ہوگی بلکہ یہ کہا کہ ابھی سی وقت محیط ہے۔ امام صاحب ان آیتوں کی تفسیر لکھ کر کہتے ہیں، اگر تم مطالب کو اس طرح نہیں سمجھتے تو تم کو قرآن سے صرف اس کا چمکا ہوا آٹا جس طرح بہانم کو گھیوں میں صرف بھوسی ہاتھ آتی ہے

من زقرآن مغز را برداشتم  
استخوان پیش رگاں نہ اختم  
’رومی‘

بہشت و دوزخ تباہست، در باطن نگر خود را

سقربا در جگر، چنانہا در جہاں بینی  
’حکیم الہی سنائی‘

امام غزالی، شیخ الاشراق اور شاہ ولی اللہ میں قدر مشترک یہ ہے کہ جو امور مادی و محسوسات اور عقل میں انہیں مجاز و استعارہ اور روحانیات کو جہانیات کے پیرائے میں بیان کیا جاتا۔ مثلاً موت کے بعد جو رنج و راحت ہوگی، اس کو بجز اس کے کہ باغ و انہار اور شردم و مار سے تعبیر کیا جائے اور کیا طریقہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے، لیس فی الدنیا ہم فی الجنة الا السماء، دنیا اور آخرت کی چیزوں میں نام کے سوا اور کسی بات میں مشارکت نہیں۔ شاہ ولی اللہ اس کو عالم مثال، شیخ الاشراق عالم اشباح، اور امام غزالی اس کو تمثیل خیالی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہم ان ہی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں جن کی مثالیں اس مادی دنیا میں گذرتی رہتی ہیں۔ وہ عالم جو نگاہوں سے مستور بلکہ تصور سے بھی دور ہے اس کے بارے میں سمجھانے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اس دیدہ شہرستان وجود یعنی دنیا کے قیاس پر اس نادیدہ شہرستان بقا یعنی آخرت کا ہر نقشہ سمجھایا جائے اور یہی خصوصیت تعلیم نے سرانجام دیا۔

نہ بادہ ہے نہ صراحتی نہ دور بیانہ فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزم جانانہ اقبال  
لذت و ام اپنی روحانی اور خیر مادی صورت کن لطافتوں اور کثافتوں سے ہم آغوش ہیں، ان کی کلہ و فگن بستیاں و بلندیاں اہل مکہ کے فہم و ادراک سے ماوراء تھیں۔ روحانیات کے اصل حقائق کی نقاب کشائی بتدریج مابعد دور مدینہ میں کی گئی۔ جہاں معاشرہ اپنی تہذیب و شائستگی کے باعث ایک بلند سطح پر فائز تھا۔ یہاں یہودی، عیسائی، مہاجر و انصار صحابہ، جن کے ذہن و دماغ صحبت رسالت سے جلا پاک و فیضانِ نبوت اور کتاب و حکمت کے اخذ و اقتساب کے قابل ہو چکے تھے۔ ان مواقع پر بھی جنت و دوزخ کا تذکرہ آتا رہا اور اس نماز میں حور و قصور، گلزار و نہار، نشاط افزا سرسبزیاں اور شادابیاں پیش کی گئیں، لیکن اس امر کے انبیاہ کے ساتھ کہ یہ سارے بیانات محض تمثیلی حیثیت کے حامل ہیں، ان کے ظاہر 'فقط کو گور کھ دھند بنا کر نہ کھیا جائے'۔

نسبت رویت اگر باہ و پیویں کردہ اند

صورت نادیدہ تشبیہ بہ تنہیں کردہ اند حافظ

امثال کے درجہ منف آرائی کی گئی ہے، وہ ارباب دانش و بصیرت کے لئے بھی اتنی ہی تشفی بخش ہے، جتنی کہ استعداد رکھنے والے عامی کے لئے۔ نیکو کار سکون کی زندگی سے شاد کام اور خطا کار، مضطرب و بے چینی سے تلخ کام رہیں گے۔ امثال کی غرض و غایت اس تاثر کو ذہن و دماغ میں پیدا کرنا ہے۔ جو تمثیلات پیش کی گئی ہیں وہ سب اس دنیا کی معلوم آسائشوں سے ماخوذ ہیں، اس لیے جن

عیش ساء نیوں کا نقشہ فردوس نظر بنایا گیا ہے، وہ باغ و چین، شہد و لبین کی نہروں اور خوش آئند صحبتوں وغیرہ پر مشتمل ہے مگر محل پر اس امر سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ کہیں اس کو مادی دنیا کی عشرت کوشیوں کی طرح نہ سمجھ لیا جائے، جنت کے باغات کو اس حیاتِ دروزہ کے باغوں سے کوئی مماثلت نہیں۔ وہاں کے ثمرات اور پھل موسمی اثرات سے بے نیاز، جس کے پتوں کا پانی سڑا نہ اور گندگ سے پاک جن کی خوش ذائقگی لذتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز، اس کے نازنینان صحبت، مادی وجہاتی آرائشوں سے منزہ، وہ جن کا خیر لطافتوں سے گوندھا گیا ہو، جن کا حسن و جمال عنفوان شباب کی رعنائیوں کو ہمہ وقت منت نئی آرزو مندلیوں کے ساتھ اپنے آغوش میں کھلتا رہتا ہو، جہاں کی باہمی صحبتوں میں کسی غوثِ اثر خالی کا گزرنہ ہو سکے۔ جنت کے اس تصور کو معہ اس کی ساری خصوصیات کے ایک نیا پتہ قدسی میں بصورتِ حسن کاری سیٹ لیا گیا ہے، اور اس امر کی تاکید ہے کہ یہ سارے امثال میں سے ایک ملکی سی جھلک دکھانے سے جو قاصر وہی دامن ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ، اعدت لعبادی الصالحین ملائین سرائت وکلائین سمعت وراخط علی قلب بشر بخاری، میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے وہ عشق و راحت کے سر سامان مہیا کئے ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دہن میں اس کا خیال گزرا، یعنی ان نادیدہ، ناشنیدہ، اور دورِ دل ناخلیدہ مفاسیم کے لیے زبانِ آب و گل کی سر بے مایہ ہے۔

نہ شیوہ یافتیم ز معشوق نہ صفا      و نہ بہر نیم شیوہ بی نہ اندر تہمتہ      'عونی'

اسی طرح وہ امثال جو دوزخ کے لیے تیار کئے گئے ہیں وہ بھی اس مادی و سماوی دنیا سے لئے گئے ہیں اور رمز و کنائے میں غیر صالح زندگیوں کی اس کوفت اور لکڑیوں کو پیش کیا گیا ہے جن سے اس نظامِ نو میں ان کی روح گھری ہوئی ہوگی۔ قرآن خود اس کیفیت کو اس طرح واضح کرتا ہے:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعُقُومَةُ نَارُ الدِّمْرِ الْمُوقَدَةِ الَّتِي تَطْبَعُ لَهَا الْإِفْئِدَةُ

اور تم کیا سمجھے کہ حصہ کیا چیز ہے، یہ ننداکی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جس کے شعلے قلب کے اندرونی گوشوں سے لپک رہے ہوں گے۔

رزق یک نامور شد چوں شمع تریا پیئے من      تاکف پا سوخت انداغے کہ سر برداشتم      'عل'

اس آیت میں ایک ایسے ذہن کو جہنم کے مائل قرار دیا گیا ہے جو روحانیت کو فتنے کے صدمہ ہائے رنگد ز سہ بدوس خود اپنے ہی دامنِ حیات کے تار و پود بکھیر رہا ہو۔

جب معاشرہ نے نہم وادراک حقائق میں اپنی صلاحیتوں اور استعداد کے لحاظ سے مزید برتری حاصل کی اور نہم کتاب کے ساتھ اس کی حکمت سے بھی بہرہ ور ہونے لگا تو قرآن نے بھی حیاتِ مابعد کے نعلق سے انکشاف حقائق کا ایک بند تر اسلوب اختیار کیا۔ چنانچہ اس آیت میں فردوس کا جو تصور پیش کیا گیا ہے، اس میں اس کے چہرے سے مادی نقاب کے سارے بندھنوں کو ایک ایک کر کے توڑ دیا گیا ہے۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَعْقَرَةٍ مِّنْ ثَمَرِكُمُ وُجْنَةٍ غَوْصَةٍ تَسْمُوٰتٍ وَالْأَرْضُ فِيْهَا أَعْدَدٌ لِّلْمُتَّقِينَ  
 (آل ۲۳) ہے۔ یہ رنگارنگ بخشش کی طرف تیز گام ہو جائے، نیز اس جنت کی طرف لپکو جس کی پہاڑیں آسمانوں اور زمین کی وسعتوں کو اپنے دامن میں سیٹھے ہوئی ہیں، جو نیکو کاروں کے لئے کشادہ آغوش ہے۔

یہیں بہشت بھی ہے حور و جبریل بھی ہے تری نگہ میں ابھی شوخیِ نظارہ نہیں اقبال  
 روایات و سناریاں یہ واقعہ محفوظ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت باز نطنی سفلت کے حکمران، قتل گاہ سد دربار نبوی میں باریاب تھا۔ عرض پرداز ہوا، جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ بہشت آسمانوں اور زمین کی وسعتوں کو گیرے ہوئے ہے، تو پھر روزِ خ کہاں ہوگی حضورؐ نے باوقار اور پرسکون لہجے میں ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! جب صبح، اپنی افق تابوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے تو رات کی تاریکیاں کس چادر میں اپنا منہ چھپا لیتی ہیں۔ حضورؐ نے یہ بہر کر سکوت فرمایا، اور نہ کسی نے اسے استفسار کے خاموشی اختیار کی اور اپنے قلب کو دلسمعیوں اور سکون آفرینیوں سے محروم یا۔ خواجہ نصیر دین چرخ، نبی کا یہ محفوظ کس قدر اس حدیث کی روح کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے:

اے! نہ خوب بہشت نہ دلدادہ، و عیش و نشاط ہم، در ز فضل خود، یدہ نہ بخش کہ از ہر نفس در

میر نظر صد ہزار فردوس آراستہ کنم" ع "بہر جانب کہ روی آورد گلزار می بیند"۔

آغاز تبیین میں آنحضرتؐ اس حقیقت سے کماحقہ آگاہ تھے کہ ہر مکہ کے جس طبقے سے آپ کو سروکار رہے گا، وہ فسق و فجور میں رہا ہوا، مشہور کاذب اعمال میں ڈوبا ہوا، اور ریت و گھم کے بندھنوں میں جکڑا ہوا اور ان کا ہر درجہ گریہ ویدہ ہے۔ اس خصوص میں قرآن کا حکیمانہ کماں یہ تھا کہ وہ، جس نجات سے خبردار کرے جو ان سے ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ یہ اتنا کہ کسی سخت طرز و روش کا متقاضی تھا، لہذا فریخ کا نقشہ دل دہلا دینے والے انداز میں پیش کیا گیا۔ یہ ان جسمانی المذاک تجربات پر مبنی تھا، جن کی مثبت خیزلوں کے تصور سے، انسان فطرت چلا اٹھتی ہے۔ قرآن کا اولین مقصد، کہنے والا دشمن و بازو تعمیر خدام، کے اصول پر جس اس کے کہ انہیں قرآنی دعوت اور پیغام سے سنو را جائے، ان کو زندگی کے مکروہ پہلوؤں سے روشناس کرنا اور زندگی کے بیرونی مٹا درجات پر فائز کرنا تھا تاکہ وہ دوسری قوم کے لئے، امثال وسطا، نمونہ کلام و مثال ثابت ہوں۔

جہاں روشن جو من از فیض احساں میتوان کرد  
چراغے گر کف با شہر خال مویوں گردن علی

انہی بود کما از اثر صحبت او  
واقفی رہ نہا غنہ تقدیر شیرید  
اصل پاک شہر با ختہ نگے بود  
نظرے مرد و خورشید جہاں گہر نہ بود

قرآن کا نظریہ حیات | قرآن اپنی دعوت و پیغام کی حالت کو اس اساسی بہت سے "نمونہ" الصالحات، میں پیش کرتا ہے، یہ وہ دو گونہ مرکزی حکم ہے، جس کے گرد قرآن اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ گھوم رہا ہے۔ جو راہ عمل تجویز کی گئی ہے وہ زندگی کے بندھنوں سے متعلق ہے، توفیق، شہادت، کرم ہے، جن کا استنساخ اتنا قوی ہو کہ ہر سے فکر و عمل کی بہرہ ریزی ان ہی کی معافیت پذیر ہی میں جلوہ گر ہوتی رہے۔

توحید اور مہبت | اولاً ایمان بآئندہ اور خدا کی یگانگت کو یہ سبب کرتا ہے کہ ساری کائنات، خدایہ شہور، اپنے وجود میں اس ذات و ربوبیت پر مبنی ہو۔ دوسرے وہاں حیات سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ یہ وہ اساسی تصور ہے، جس کا قرآن ذہن انسانی کو روشناس کر سکا کہ اس کے اندر ہے تاکہ

وہ اس احساسِ یگانگت کو بیدار کرے کہ وہ جزائیات ہے اور ہر موجود دیگر مخلوقات کے ساتھ گتھا ہوا، ہر شے، اور وابستہ ہے۔ اس تصور پر قرآن اتنا زور دیتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا قرآن بحر اس کے مضمرات کی توضیح کے اور کچھ نہیں۔ جیسا کہ (Emerson) نے کہا ہے کہ پوری کائنات ایک قطرہ شبنم میں سمٹ آئی ہے :

*The Universe globes itself into a drop of dew.*

یا کارلائل کے الفاظ میں کل موجودات ایک پرکاش کی نشوونما میں یا ہمدگر سرگرم اور تعاون عمل کر رہی ہے :

*The whole Universe co-operates to make a blade of grass to grow*

کیسیت حسن بصد جلوہ از نقاب چکید      لگ چراغ ز دہم، خون آفتاب چکید 'ناکم دیوا'  
دل بر قطرہ را گردا شکافی      بروں آید از و صد سحرمانی 'حب گلشن از'  
عہ ہو خورشید کاٹیکے اگر فرے کا دل چیریں      اقبال

توحید الوہیت سے بھروسہ منی نتائج، ایمان بالملائکہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتاب، اور ایمان بالآخرۃ پیدا ہوتے ہیں۔ فعل و انفعال، علت و معلول اور نتیجہ اعمال کے اس قانون کو قرآن یوم الآخرہ، یوم الحساب پر ایمان سے تعبیر کرتا ہے۔ جہاں ہر ایک کو اپنی مابعد زندگی میں اس کا حساب دینا پڑے گا، جس نوع سے اس نے اس حیات ارضی میں اپنی زندگی گزار دی ہے۔

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حسا      خونِ جگر و ولایتِ حرا گانِ یارتھا غالب  
التعظیم لاہل اللہ والشفقت علی عیال اللہ، احکام الہی کا احترام اور خاندانِ خداوندی پر لطف و احسان، یہ دینِ سام کے بازو کے دو شہر ہیں، جن سے وہ فضا کے کائنات میں وقف پرواز رہتا ہے۔

کہ بر شیعہ و برہمن، رد احسان کے من دام      چراغِ کعبہ و دیر است ایمانے کہ من دام 'س'  
عالم گیر اخوت کو فروغ دینے کے لئے، قرآن اولاً بے تعصبی اور احساسِ رواداری کو زندگی کے ہر شعبہ میں



روح عبادت | قرآن اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ عبادت بجائے خود کوئی تقدس کا عمل نہیں، اگر وہ عبادت گزار کے قلب میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ جذبہ خدمت گزاری کو نہ ابھارے۔ خطا صرف مسجد کی چار دیواری میں نہیں، اس کے مشرقستان تجلی کے زاوے شور شہر اور فتنہ بازار ہیں۔ صدقاً شعارانہ انداز پر وزمرہ کے کاروبار اور باہمی معاملات کی داد و ستد میں اس کے جلوے اور جلوے ہیں۔ صفت رحمت اللعالمین کی جلوہ گاہیں مکہ کی وادیاں اور مدینہ کی گلیاں ہیں، غار حرا کی ظہوت نشینیاں نہیں، خطا نکل کر خالق ہوں سے ادا کر رسم شبیری۔

خلقے تراز خلوت و عزلت طلب کنند تو شور شہر و فتنہ بازار بودہ نظری

لاف مردی می زنی در انجمن بادوست باش

خویشتن را چوں زناں در گوشہ خلوت مکش عری

حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ کا بیان ہے کہ میں دو مرتبہ سخت حیران رہا۔ ایک شخص کو کعبہ کا حوف کرتے دیکھا، وہ سخت غافل تھا، میں حیران رہا کہ اللہ کے گھر میں اللہ کی یاد سے یہ غفلت۔ دوسری دفعہ ایک کپڑے کے تاجر کو بخارا میں دیکھا، تمام دن خرید و فروخت میں مشغول، مگر ایک لمحہ کے لئے یاد خدا سے ذہول و نسیان نہ تھا۔

از برون در میان بازارم و زدروں خلوتے ست بابارم

اسلام مذہب کو کسی کا شخصی معاملہ تصور نہیں کرتا۔ وہ انسانی ذہن کو اس انداز پر فروغ دینا چاہتا ہے کہ اس کی ساری سرگرمیاں، قیامِ دینی و دنیوی سے بے نیاز، روحانی رنگ میں رنگ جائیں تاکہ وہ اپنی توانائی اور حرکت فی الحیات کو فکر و عمل کے ہر میدان میں وحدت فی الحیات کے لئے وقف کر دے اور ایک دیرپا تمدن کے قیام و تکمیل پذیر میں ممد و معاون ثابت ہو۔ علامہ اقبال اجتماع و عمران کی اس کیفیت کو روحانی جمہوریت سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس کے قیام کو اسلام کا آخری نصب العین قرار دیتے ہیں۔ خطبات مدراس کا چٹھا خطبہ ان جلوں پر اختتام پذیر ہو رہا ہے:

Let the Muslim of today appreciate his

Position, reconstruct his social life in the light of ultimate Principles, and wolve out of the hither to Partially revealed Purpose of Islam, that Spiritual Democracy which is the ultimate aim of Islam.

”عصر حاضر کے مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے مقام کا اندازہ شناس ہو، اصول اساس کی روشنی میں اپنی حیات عمران کا احیا کرے اور الی امان جزو منکشف شدہ مقصد اسلام سے یہ استنباط کرے کہ ”روحانی جمہوریت ہی اسلام کا آخری نصب العین ہے۔“

نیرنگی گلشن نہ شود ہم سفر گل ————— نیلہ زخوامی مزد و جلوہ مقیم است

خوابند غروس لالہ بہ خوت بگر تیرا

تیری نسبت برا یہی ہے معمار جہاں تو ہے

’اقبال‘

معمارِ حرم ! باز بہ تعمیر جہاں خیزا

وَتَمَّتْ كَلِمَتُكَ يَا بَلَدُ صِدْقًا وَعَدًا (کج (خام ۱۱۵)

ختم کا ہے کوہِ اکام ابھی باقی ہے

نورِ توحید کا اتہام ابھی باقی ہے

# ”تاریخ قطبی“

تصحیح ڈاکٹر سید مجاہد حسین زیدی پر ایک نظر

از جناب ڈاکٹر محمد خالد صدیقی ایم اے، پی ایچ ڈی شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

تاریخ قطبی مولفہ خورشاد، تاریخ کی ایک اہم کتاب ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے استاد ڈاکٹر سید مجاہد حسین زیدی صاحب نے اس کی تصحیح کی ذمہ داری اپنے سر لی، اس مطبوعہ کتاب کی تصحیح کے سلسلے میں سطور ذیل میں ایک تفصیلی یادداشت پیش کی جاتی ہے۔

فارسی زبان کے مخصوص رسم خط کی وجہ سے اس زبان کے بعض مسائل میں اہم دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً اس کے اہل مسائل بجدید ہو گئے ہیں بعض بات لفظ معیاری تلفظ سے گر گئے ہیں، لیکن سب سے مشکل مسئلہ متون کی صحت کا ہے۔ چونکہ اس زبان کے حروف تنہی میں بآسانی تحریف ہو سکتی ہے، اس لئے سرمایہ زبان کی حفاظت میں دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ فارسی زبان کے الفاظ میں تحریف کی جتنی گنجائش ہے اتنی دوسری زبان میں نہیں، اس لئے کہ اس کے حروف مثلاً شکلوں کے ہیں۔ نقطے اور شوٹے سے مزید حروف کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس بنا پر فارسی کتابوں میں جس حد تک تحریف ہوئی، اس کا اندازہ مشکل ہے۔ چونکہ اس سلسلے کے مسائل نہایت مشکل ہیں جو بغیر معلومات کافی کے حل نہیں ہو سکتے، اسی بنا پر تصحیح متن اعلیٰ درجہ کی تحقیق شمار ہوتی ہے اور اس سے عہدہ براہ منہ کئے بہت سے علمی اور ادبی امور کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اور اگر ان امور کو

پیش نظر نہیں رکھا جاتا تو متن انتہائی ناقص بلکہ گمراہ کن ثابت ہوتا ہے اور صحیح متن یا مرتب کتاب کی بجائے پر دلالت کرتا ہے۔ اس بنا پر تصحیح متن کے سلسلے میں صرف ایسے حضرات کو اقدام کرنا چاہیے جن کو ان مسائل سے نہ صرف دلچسپی ہو بلکہ ان میں گہری بصیرت رکھتے ہوں۔ میرے پیش نظر اس وقت تک ہر کتاب تاریخ قطبی ہے جو ڈاکٹر سید مجاہد حسین زیدی کی مرتب و ہوئی ہے۔ اس ضخیم کتاب کا متن سات سو صفحات کو حاوی ہے اور تقریباً سو صفحات کا ایک تفصیلی مقدمہ ہے۔ یہ مقالہ Bonn یونیورسٹی کے دو پروفیسر Dr. Otto Spies اور Dr. Honebach کی رہنمائی میں مرتب ہوا ہے۔ کتاب بذراجمہ علیہ اسلام کی طرف سے یونیورسٹی گرنٹس کمیشن کی کثیر زر آمد سے شائع ہوئی ہے، پروفیسر محمد مجیب شیخ، الجامعہ نے ایک مختصر سا پیش لفظ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں مرتب کی جامعیت کی صلاحیت جو کتاب بذراک ترتیب میں صرف ہوئی اس کا ذکر بھی اس طرح پر کیا ہے کہ مرتب نے بطور انکسار اپنی وہ تمام صلاحیتیں شمار نہیں کیں جو انھیں ناقص اور بعض اوقات ناخواندہ موقوفات کی تصحیح میں صرف کرنا پڑیں۔ لیکن تن غنوت کے باوجود اس کے معنی سے رنج ہوتا ہے کہ جس اہمیت کی یہ کتاب حامل تھی، اس کے اعتبار سے اس کے متن کی تصحیح میں دقت نظر عمل میں نہیں آئی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرتب نے کوشش اور محنت میں کوئی کمر نہیں کھینچا۔ لیکن کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں بعض بنیادی نامیں تھیں جن کی وجہ سے متن بھروسے کے قابل نہیں تیار ہو سکا اور یورپین محققین بھی رہنمائی کی ذمہ داری سے صحیح طور پر عہدہ بردار نہیں ہو سکے۔

مرتب نے تصحیح متن کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس میں ایک نسخے کو اصل قرار دینے اور دیگر مخطوطوں کے مقابلے سے جو اختلاف نسخہ نظر آئے، اس کو مستحید میں درج کر دیا۔ مرتب کی تفصیلات یہ خطاب ہوتا ہے کہ انھوں نے نسخہ جن محمد بن کوثر سے لیا ہے۔ یہ MS ۵۰۰ کا ہے اور بقیہ دونوں MSS سے بقول مرتب کے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ کسی نسخہ کو بعینہ صحت قرار دینا صرف اس صورت میں مناسب ہوتا ہے، جبکہ وہ ہر طرح کے ظاہری معکم سے پاک ہو

مثلاً وہ مصنف کے ہاتھ کا نسخہ ہو، یا مصنف کی نظر سے گزر چکا ہو، بقیہ اور صورتوں میں اس امر کی کوشش ہونا چاہیے کہ صحیح متن پیش کیا جائے۔ کسی نسخہ کا جو پوری طرح بھروسے کے قابل نہ ہو، بعینہ متن قرار دینے میں مرتب کی ذاتی صلاحیت کا کوئی دخل نہیں ہوتا، صرف زیادہ سے زیادہ پڑھنے تک اس کے عمل کا دائرہ محدود رہتا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں تحقیقی مقالے کے لئے ضروری ہے کہ محقق تمام اختلافات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسا متن تیار کرے جو مصنف کی اپنی تحریر ہو۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ کس نسخہ کو بعینہ اصل قرار دینا تحقیق کی حدود میں شامل ہے، پھر بھی صحیح متن کے پیش کرنے کی ذمہ داری مرتب پر سے ختم نہیں ہوتی۔ کس مہمل لفظ کو یا بے معنی جملے کو بعینہ داخل متن کرنا محض اس بنیاد پر کہ وہ نسخہ اصل میں پائے جاتے ہوں، لغوبات ہے، اس لئے کہ اس سے کتاب کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ جو بات بادی النظر میں غلط معلوم ہو، اس کو مصنف کی طرف منسوب کرنا، خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود مرتب بھی اس کو غلط قرار دیتا ہو، لایعنی ہے۔ ایسا متن جو مصنف کی تحریر کا آئینہ دار نہ ہو، بلکہ کاتب کی فکر انگیزی کا نتیجہ سمجھا جائے، یقیناً تحقیق کی حدود میں نہیں آتا۔ پیش نظر کتاب کے متن میں اکثر خامیاں ایسی نظر آتی ہیں جو نسخہ اصل میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے کہ بقول مرتب وہ نسخہ قابل اعتماد تھا۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مرتب متن نسخے کے پڑھنے میں پوری طرح ناکام رہے۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اُن کا نسخہ اصل بعض جگہ ناقص تھا اور عبارت نقل ہونے سے رہ گئی یا مسخ ہو چکی ہے، اس کو مرتب نے متن میں نہ لے کر جگہ جگہ کرنا شروع کیا ہے۔ یہ عبارت دوسرے نسخے کی مدد سے درج کر دی ہے، مثلاً ص ۵۵۴ سطر ۱۸۔ یہ اولیٰ اصل نسخے میں ناقص تھا، اس جگہ پر نقطے ڈال دئے ہیں، اور حاشیہ میں محذوف لکھ دیئے ہیں۔ یہی عمل سطر ۱۱ دوسرے مصرعہ میں ہوا۔ اس سے واضح ہے کہ مرتب کا مقصد کتاب ناقص نسخہ چربہ اتارنا ہے۔

اس بہانے سے علاوہ یہ کتاب بعض اور اعتبار سے ناقص نظر آتی ہے۔ تحقیقی متن کا ایک اصول یہ ہے کہ متن میں مندرجہ بعض امور کی تخریج ہونا چاہئے۔ مثلاً اشعار کا مصنف متعین

ہونا چاہیے اور اس کے اصل مجموعہ کلام سے مندرجہ متن اشعار کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اس طرح کسی کتاب کے حوالے سے جو عبارت درج ہو، اس کا اصل کتاب سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جنس ۳۔ علم ادب اور علم کی تصحیح دوسرے مآخذوں سے کی جانی چاہیے۔ لیکن افسوس کہ ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ پیش نظر کتاب کے مرتب نے اس میں سے کسی امر کا لحاظ نہیں رکھا۔ ان اشعار کی تخریج کی اور نہ احادیث و قرآن کے متن کا تعین کیا، جس کی وجہ سے غلطیوں میں اضافہ ہو گیا۔ تخریج کے اصول پیش نظر رکھنا متن کی صحت کا جس حد تک ضامن ہے وہ چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔

ص ۱۱۳ سطر ۱۰ پر گر گین میلا د جو شاہنامہ کا ایک مشہور شعر ہے، اس کا نام کرکین میلا د لکھا ہے۔ اگر شاہنامہ کے متن سے اس کا مقابلہ ہو جائے تو یہ قطعاً غلطی ہے۔ ص ۱۲۸ سطر ۱۸ پر ایک شعر لکھا ہوا ہے :

ای سپاہت رفقتش و نصرتش

یقین بر طول و من لشکت و قف نہ شک

یہ شعر النوری کے ایک مشہور قصیدے کا مطلع ہے۔ اگر مرتب النوری کے اس شعر کو عرفی طور پر کرتے تو نزک جو نزک کے بجائے غلط طور پر درج ہو گیا ہے، درج نہ ہوتا۔

ص ۱۴۶-۱۴۵ پر پانچ اشعار سنوی کے ہیں جن کا مصنف درج نہیں ہے۔ یہ دراصل بوستان سعدی کے باب اول کے اشعار ہیں۔ اگر بوستان سے ان کا مقابلہ ہوتا تو ان کی صحت ہو جاتی اور دوسری طرف متن زیادہ تنقیدی قرار پاتا۔ پہلے شعر کا دوسرا شعر یہ ہے :

ہنر بر آن نیاورد شیران فرست

’ہنر بر آن‘ کی جگہ ’شیران‘ اور ’نیاورد‘ کی جگہ ’ناورد‘ ہونا چاہئے۔ ’ناورد‘ بمعنی جنگ۔ مرتب نے ’شیران‘ کو ایک اور جگہ ’ہنر بر آن‘ لکھ کر مصنف کو وزن سے خارج کر دیا۔ مگر یہ کام نہیں احساس نہیں ہوا۔ ص ۱۱۱ سطر ۱۸ : شندہ آن ہنر بر آن، رزم آراہی۔ صحیح مجموعہ اس طرح



یہ سفید زہونا چاہئے۔ ص ۳۲۰ پر طبرستان، عرق، نارس اور نرستان کے ساتھ پایا ہے، ظاہر ہے کہ یہ طبرستان ہے۔ مرتب کی غلطی یوں معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے طبرستان کو Index میں ص ۶۹۴ پر درج کیا ہے۔ ایرانی تاریخ کا مرتب اور ہارسے زمانے کا مورخ طبرستان کے قدیم مورخ محمد بن جریر طبری کے وطن سے جس درجہ واقف ہے، اس کی مثال کم ملے گی۔

اس متن میں بعض جگہ قدیم کتابوں کے حوالے کے ساتھ مطاب درج ہیں۔ مثلاً کافرن تھا کہ مندرجہ مطالب کا مقابلہ اصل کتاب کے مطالب سے کرتے اور ایسی صورت میں جبکہ ان میں سے کثر کتابیں چھپ چکی ہوں۔ بظاہر اس بے اعتدائی کا کوئی جوہر نہیں۔ تفصیلی مقابلے کا اگر موقع نہ تھا تو اس کی نشاندہی تو باسانی ہو سکتی تھی، اس سے متن نہ صرف زیادہ ناقدانہ ہو جاتا بلکہ بہا اوقات غلطی سے بھی محفوظ ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں صرف ایک مثال پیش کروں گا۔ کتاب ہدیس میں بار تذکرۃ الشعراء کا ذکر ہے (۳۶۲، ۳۰۹، ۳۵۴)۔ مرتب اس کو دولت شاہ کا تذکرہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ میر علی شیر نوائی کا تذکرہ ہے اور حسن لغوی یہ نہ س ۲۶۰ ور ص ۳۰۹ پر مصنف تذکرہ کا نام بھی درج ہے۔ یہ تذکرہ جس کا نام عربی نسخہ سے ہے۔ ترکی زبان میں ہے، اس کے دو فارسی مرتبے مل سغریٰ صحت کے اعتبار سے تہران ۳۲۳ قمری میں چھپ چکے ہیں اور باسانی حاصل ہو سکتے ہیں۔ تاریخ قطبی کے ص ۳۰۲ پر یہ زہرا القاسم کے ذیل میں یہ مطالب ہیں :

۱۔ انگریزی مقدمہ کے ص ۳۵ پر دوسرے مقالے کے اعداد میں کتب جو کا ذکر ہے۔ اب استوارجی موقوفہ میر بجلی، تذکرۃ الشعراء تألیف دولت شاہ اور تاریخ جدیدوں میں محمود شیرازی، ۱۰۰۰ ہرا مقالہ مطلوبہ نسخے کے ۲۶، ۵۲۵ صفحات کوئی ہے اس میں ۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ کے ہی سے تذکرۃ الشعراء میں شیر نوائی کا ذکر ص ۶۹۲، ۳۰۹ اور ۳۰۵ پر ہے جیسے کہ اشارہ ہو چکا ہے۔ ص ۳۶۲ پر دولت کا نام صحیح طور پر موجود ہے۔ مرتب تاریخ نے تذکرہ کو محض

”نقل است کہ روزی در مجلس ذکر ماتم طای دکناء می گذشت کہ خانہ داشتہ چہل در۔ اگر سائل از جمیع ارباب درآمدی از انعام او بہرہ و گشتی۔ میرزا ابوالقاسم ہابر فرمود کہ چرا از یک در چنداں چیزی ندادی کہ بدر دیگرش احتیاج نشدی۔ در تذکرۃ الشعراء امیر علی شیر مذکور است کہ آنجناب را طبع شریف موزون بود و سخنان ارباب صوفیہ میل تمام داشت و این رباعی از نتائج طبع اوست، بیت :

چوں بادہ و جام را بہم پیوستی الخ

اگرچہ اس اقتباس کے آخری چند جملے امیر علی شیر کے تذکرہ کے حوالے سے نقل ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ پوری عبارت تذکرہ ہذا ہی سے مقتبس ہے، اس تذکرہ کے فارسی ترجمہ سے جو فخری ہروی کے توسط سے تیار ہوا تھا، پوری عبارت نقل کی جاتی ہے :

گویند پیش او ذکر ماتم چہں گذشتہ کہ خانہ ماتم چہل در داشت، اگر سائل تمام آمدی او انعام کردی۔ او جواب گفتہ کہ از یک در چنداں چیزی ندادی کہ بدر دیگر احتیاجش نشدی۔ طبعش بنظم نیز ملایمت داشت از دست این رباعی :

چوں بادہ و جام را بہم پیوستی الخ

تاریخ قطبی کے ص ۳۰۹ پر سلطان محمود میرزا اور اس کے بیٹے سلطان مسعود کے متعلق جو مندرجات ہیں وہ سب کے سب تذکرہ مجالس النفائس ہی سے مستفاد ہیں گوئیو تاریخ مذکور نے صرف چند عبارتیں اس تذکرہ کے حوالے سے لکھی ہیں۔ پہلے تاریخ قطبی کی عبارت درج کروں گا، پھر تذکرہ کی ضروری عبارت درج ہوگی جس سے تاریخ قطبی کے مؤلف کے استفادہ کی نوعیت ٹھیک ٹھیک معلوم ہو سکے گی :

”تذکرۃ اشعرائی میر علی شیر نوائی مذکور است کہ سلطان محمود میرزا بصفت شعر کہ میزان

طبع بہر پرور است مستلغال می بود در فصاحت (ص ۳۸۰ ب) و بلاغت الفاظ

دقت معانی مالیش مسند کمال بود۔ این مطلع از نتائج طبع اوست :

گنبد گردوں کہ خشتی نقرہ و خشتی زراست انج

بعد از فوت پسرش سلطان مسعود قائم مقام او گشت و بر مملکت ماوراء النہر فرمان روا گشت۔ ماوراء از سادات ترمذ بود۔ آنجناب ہم طبع لطیف داشت شعر ترکی و فارسی را بغایت خوب می گفت۔ در وقتی کہ امیر خسرو شاہ گرفتار شدہ بود بیشتر بر چشم او زدہ بودند، از الم تا بیتائی این رباعی را گفت، بیت:

نوری کہ عیار دیدہ روشن بود انج (تاریخ قطبی)

(سلطان محمود میرزا ولد سلطان ابوسعید میرزا) او بطراز صفت شعر کہ میزان طبع ہنر پروران است اشتغال تمام می فرمود، و در فصاحت و بلاغت الفاظ و دقت معانی جایش مسند کمال بودہ۔ این مطلع از اشعار گوہر آثار اوست: مطلع

گنبد گردوں کہ خشتی نقرہ و خشتی زراست انج

سلطان مسعود میرزا فرزند از چند سلاطین محمود میرزای مذکور بودہ، و از والدہ از جانب سادات ترمذ است، بعد از پدر سادات تہ جمیع ممالک محروسہ کہ در تحت تصرف پدرش انتظام داشت بید اقتدار او انتقال نمود، و طبع سخن طراز و نو فکر بحر پر دازش ..... بفنای طبع میل تمام داشت، چنانچہ میر فی طبع لطیفش دیوان ترکی و فارسی ترتیب کردہ بود۔۔۔۔۔ این رباعی را بعد از آنکہ امیر خسرو شاہ بیشتر بچشم او زد گفت: رباعی

نوری کہ عیار دیدہ روشن بود (محاسن النفائس)

ان مثالوں سے اندازہ ہو سکے گا کہ اگر یہ تب تاریخ قطبی کم از کم ماخذ کی سہل الحصول کتابوں سے تاریخ قطبی کے مندرجہ ت کا مقابلہ کسی سطح پر کر لیتے تو ان کے ناقدانہ ایڈیشن کی اہمیت بہت بڑھ جاتی۔

مرتب فارسی اظہار کے مسائل سے پوری طرح واقف نہیں، شدّذ اور ز کا فرق نہیں کرتے، گزارش کو ذ سے لکھتے ہیں اور گزشت کو ز سے۔ فارسی کے دو مصدر ہیں، ایک گزاردن یعنی پیش کرنا۔ دوسرا گذشتن یعنی چھوڑنا یا ڈالنا۔ اور دونوں سے مضارع گزارو اور گزارد بنتا ہے۔ ان کے استعمال میں انتہائی احتیاط درکار ہے۔ تیغ گزار ذ سے ہونا چاہیے اور نماز گزار ز سے۔ لیکن مرتب نے اس پر مطلق عمل نہیں کیا۔ مثلاً ملاحظہ ہو ص ۱۳۱ سطر ۱۷، ص ۱۳۲ سطر ۱۳، ص ۱۳۳ سطر ۱۶، ص ۱۳۴ سطر ۱۰، ص ۱۳۵ سطر ۸۔ یہی کا ذکر کیا گیا جائے۔ اس کے علاوہ تو اکثر لوگوں سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، لیکن ہمارے مرتب نے جو لفظ کہی پر حتم ہوا اور اس میں یا ی نسبت یا یا ی مصدر کا اضافہ ہوا، وہاں تمام حالتوں میں وہی کو حذف کر گئے ہیں مثلاً روائی کو روائی، تالی کو تالی، بینائی کو بینائی لکھ گئے ہیں۔

ان عام اصول سے بے اعتنائی کے باوجود اگر متن صحیح پیش ہوتا، تو بھی غنیمت تھا، لیکن مرتب نے نسخے پڑھنے اور متن کے مرتب کرنے میں ناحش غلطیاں کی ہیں، اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو زبان کے بعض مبادیات سے واقفیت نہیں۔ (باقی)

## ماہنامہ سب رس کا غالب نمبر

ستمبر میں شائع ہوگا

چند لکھنے والے: پروفیسر سید محمد، ڈاکٹر ابو محمد سحر، پروفیسر سید مبارز الدین رفعت، ڈاکٹر حفیظ قلیں، ڈاکٹر سید محمد حسین، ڈاکٹر محمد صفی الدین صدیقی، ڈاکٹر شمس احمد ندوی، حامد اللہ ندوی، ڈاکٹر سلیمان الطہر جاوید، پروفیسر شکیل احمد صدیقی اور دوسرے ادیب

غائب کی تحریروں کے مکمل جو حیدر آباد میں ہیں غائب کے قصائد ممدوح اولیٰ حیدر آباد غائب کے شاگرد جو حیدر آباد میں رہے اور ان کی تصانیف میر غائب نمبروں اور غالب سے متعلق شائع شدہ کتابوں پر تبصرے، اختتام، بیست صفحوں سے زائد قیمت چار روپے

لکھنے کا پتہ: ایوان اسر دو، خیرت آباد، حیدر آباد

# ہندو تہذیب اور مسلمان

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب اساتذہ کرام و معتمد ملت اسلامیہ نئی دہلی

میر حسن دہلوی نے ایک شاہ زادہ کی برت کا بہت ہی دل چسپ اور دلنریب منظر پیش کیا

ہے ملاحظہ ہو۔

کروں اس تجمل کا کیوں کریاں  
وہ دولہا کے اٹھتے ہی اک غل پڑا  
کوئی دُور گھوڑے کو لانے لگا  
لگا کہتے کوئی راہسر آئیوا  
کسی نے کسی کو پکارا کہیں  
کوئی پالکی میں چلا ہو سوار  
جو کثرت میں دیکھ کہ ہانپتی ہیں  
سپر اور قبضے کھڑکنے لگے  
گورے وہ تو بت کے اور ن کے بعد  
وہ مشہدائوں کی سہانی دھنیں  
ہزاروں تسمی کے تحت دورے

کہ باہر ہے تقریر سے وہ سماں  
لگا دیکھنے اٹھ کے چھوٹا بڑا  
کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا  
ارے رتھ شتابی مری للہو  
لانے پہ میاں کے مارا کہیں  
پیادوں کی کھپنے آگے فز  
کوئی مانگے تنگے میں جھپ کہیں  
سواروں کے گھوڑے بھرنے لگے  
گر جینا وہ دھولسوں کا ماتر عہ  
جنہیں گوش زبہ و منفعل نہیں  
اور ایل نشاط ان پر جلوہ گناں

یعنی چنے والی عورتوں کے تحت تن گور بہت سے ہکا کرانے والے حوالوں کو ہر ایک تحت پر بیٹھاتے تھے۔  
ہفت تماشیاں - ۱۳۷۰

وہ طبلوں کا بجنا اور ان کی صدا  
 کھٹ کر وہ گھوڑوں کا چلنا سنبھل  
 وہ فنا تو میں آگے زمر و نگار  
 دو رستہ جو روشن چراغاں ہوئے  
 چسراخوں کے ترپو کیہ جا بجبا  
 کوئی پان بیچے، کھلونے کوئی  
 براتی ادا دہر اور دھسہ خوب حق  
 وہ کالے پیادے وہ ان کی تغیر  
 وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے  
 وہ ابرک کی نئی وہ بینے کے جھاڑ  
 دو رستہ برابر برابر وہ تخت  
 وہ رنگیں کنول اور وہ شمع و چراغ  
 اناروں کا دغنا وہ بچھے کا زور  
 اڑایا ستاروں کو جو آگ نے  
 وہ مہتاب کا پھوٹنا بایار  
 وہ گانا کہ اچھا بنا لاڈ لا!  
 ہنسا کے وہ دونوں طرف موہل  
 کہ ہو سبز منیا جھنوں پر تثار  
 پتنگے خوشی سے غنہ لہواں ہوئے  
 اور ان میں وہ بازار یوں کی صدا  
 کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی  
 وہ آواز ترنا اور آواز بوق  
 کہ تا چرخ پہونچے صدا ان کی چیر  
 وہ ہاتھی کے دود پوتے جنگ کے  
 کہے تو کہ تنکے کی او جھل پہاڑ  
 کسی پر کنول اور کسی پر درخت  
 کھلے جس طرح لالہ نور باغ  
 ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شو  
 تو ہاتھی لگے بن کو پھر بھگنے  
 ہر اک رنگ کی جس سے دہنی بہار

سراسر وہ ہر طرف مشتعل کے جھاڑ

کرجوں نور کے مشتعل ہوں پہاڑ

سہ ترپو لہیا۔ تین درکے بنائے ہوئے دروازے۔

۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴

دوسرے ساندوں کے علاوہ روشن چوکی کا ہونا لازمی تھا۔

دولہن کے گھر کا نقشہ بھی برات کی رونق سے کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ وہاں بھی بڑی سیوٹ ہوتی تھی اور قفس و سرود کا انتظام ہوتا تھا۔ برات کے پہنچنے کے پہلے دولہن کو نہلا دھلا کر تیار کر لیتے تھے، اور اس کے غسل کا پانی باہر لا کر دوہا کی سواری کے گھوڑے یا ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا جاتا تھا۔ دولہن کو یہ غسل سات دن کے پانی سے دیا جاتا تھا جو کلس کا پانی کہلاتا تھا۔ چوکی پر پان بچھا کر وہ نہلائی جاتی تھی اور یہی پان اس اکیس پانوں والے بیڑے میں شامل ہوتے تھے جو سب سے پہلے سسرال میں کھلایا جاتا تھا۔ اس موقع پر دولہن کو شادی کا سرخ جوڑا پہنایا جاتا تھا۔ زیورات، مہندی، درپھولوں کے ہاروں سے لے کر سبھی دیا جاتا تھا۔

عروسی وہ گہنا وہ سوہا لباس      وہ مہندی سہانی وہ پھولوں کی باس  
ملا سرخ جوڑے پہ عطر سہاگ      کھلے گل کے آپس میں دونوں کے بھاگ

ملہ دوست چوکی سے مرا مٹی کے دو تھوٹے بقدار ہیں جس کو کڑی سے نہیں ہاتھ سے کھاتے ہیں اور اس کی آواز ہانسی کی آواز سے رنگین تر کرتے ہیں۔ ہفت تہات۔ ص ۱۴۰۔

سے گزشتہ مکتوبات ص ۳۵۰

سے شادی کے موقع پر دولہن کو نہتہ پہنا کر مازمی سمجھا جاتا اور یہ رسم اب بھی رہی ہے۔ درتھ سہاگ تختہ کھلاتی تھی علاوہ زیب مانتھے پر بتیا (بند بنا) بھی جسیاں کی جاتی تھی۔ مکتوبات ص ۱۴۲-۱۴۵۔

۳۳ دولہن کے لباس کا ذکر کرنے ہوئے۔ یہ رسم اب بھی رہی ہے۔ درتھ سہاگ تختہ کی طرح ہوتا تھا صرف کپڑے کی قسم کو فری ہوتا تھا۔ مثلاً جڑا و دار بک کر۔۔۔ سی قسم کا کوئی بت ہی مہتی لباس۔ یہ کرتا مانے سے کھلا ہوتا تھا اور جس گز کپڑے سے تیار ہوتا تھا کرتا بت درسی باہیں ہوتی تھیں۔ اس لباس میں سونے چاندی کا کام ہوتا تھا۔ یہ ہندو طرز کا لباس تھا اور معصومہ در میں استعمال ہوتا تھا اور

Observations etc. P. 190

اور جاتا کھلاتا تھا۔

سے شادی کے دن دولہن کے لباس اور زیورات وغیرہ کے لئے ملاحظہ ہو۔

Observations etc P. 203,

میر حسن دہلوی نے ایک شاہزادی کی شادی کے موقع پر اس کے گھر کا منظر یوں پیش کیا ہے

جب آئی وہ دولہن کے گھر پر بات  
ہوا اوں کی صحبت کی رشک بہشت  
کھڑے بادلوں کے وہ خیمے بلند  
عجب مست ایک جگمگی اور فرسش  
بلوریں دھڑے شمع دان بے شمار  
نئے رنگ کے اور نئے طور کے  
کہوں وانکے عالم کی کیا تم سے بات  
دھڑے لٹانے گرو غیر سرشت  
کریں عالم نور جس کو پسند  
تسامی کے عالم کا چوکور فرش  
چڑھیں موم کی بتیاں چار چار  
دھڑے ہر طرف جھاڑ پلور کے

### رقص و سرود کی محفل

دو زانوزی پوش بیٹھے تمام  
وہ دولہا کا مستند پہ جا بیٹھنا  
طوائف کا اکٹھٹا اک نڈر سے  
کروں راگ اور ناچ کا کیا بیان  
وہ رباب عشرت کا آپس میں مل  
اور اس صفت سے کچھو کچی نکل  
الٹنا دوپٹے کا دیدے کے مال  
کبھی پر سو میں دکھائی ادا  
کبھی گت بھسری ناچنا ذوق سے  
کھڑے ہو کے دو گھونٹ حقے کے لے  
نگوٹھے کی لے سا منے آر سی  
وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ  
شراب خوشی کے کئے نوش جام  
برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا  
دکھانا وہ آ صورتیں ناز سے  
قتیحی کسی وقت کا سماں  
جسنا گھرک راگ کا دیکے دل  
جتانا منسراپنا پہلے پہل  
وہ بوٹا سافت اور کھڑے کی چال  
کہ جوں ٹوٹ کر بجلی ہوئے ہوا  
کہ تیور کے عاشق گرے شوق سے  
چب پان اور رنگ ہونٹوں پہ دے  
وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار سی  
ودجی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ

وہ بھولوں کے گہنے کناری کے ہمار

## وہ بیٹھی ہوئی رندوں کی قصا رسہ

دھنگانا | جب نوشہ دولہن کے دروازے پر پہنچتا تھا تو اس موقع پر دولہن کے بھائی یا دوسرے قریبی رشتہ دار یا تو کردو لھا کو بہ چہرہ روکتے تھے اور اپنا ٹیک طلب کرنے لگتے۔ اس موقع پر رشتہ دار یا بہت کچھ رقم یا تحفہ دیتا تھا۔ اس رسم کو دھنگا کہتے ہیں۔ اور جو رقم دی جاتی ہے وہ نیاک کہلاتی ہے۔ سوچی نے اس رسم کی تفصیل ان الفاظ میں دی ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

”جب براتی بڑھتے بڑھتے دولہن کے مکان کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں تو اس آدمیوں کا ایک گروہ ہاتھوں میں ڈنڈے لئے زور زور سے چلتا ہوتا ہے کہ اب اس کے آگے نہ بڑھنا۔ نوشہ کے ہمراہی جب راستہ رکا ہوا دیکھتے ہیں تو وہیں ٹہرتے ہیں اور فریق ثانی کے افراد سے آگے بڑھنے کی جرات مانگتے ہیں کیونکہ اس کام میں دو گھاسے سے اس پر بھی وہ لوگ براتیوں کو اپنا حریف سمجھتے ہوئے ان کو روکنے کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان پر ناشپاتی، لیموں، بیگن، موٹی، سلجمہ اور سی طرح کی دوسری چیزیں ڈالتے پھینکتے ہیں جب ان کا یہ عمل ختم ہو جاتا ہے تو ہاتھوں میں بیت لے کر وہ فوراً نکل جاتے ہیں اور اس طرح بڑی، فرائفری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ دھنگہ دسکے میں سویں کی پدیں صر سے گریڑتی ہیں اور ایک دوسرے کے کہنے پچھنے کرتے ہیں کہ وہ دوسرے کو ہاتھ نہیں لگاتے۔“

”ان کے اندر جلنے کی اس کوشش کے موقع پر دولہن کی طرف سے کچھ دروگ موقع پر آتے ہیں اور باڈا زبند متوائے جاگ کی درخواست کرتے ہیں۔ حل خاموشی چھپا جاتی ہے اور وہ لوگ انکی بات سننے لگتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ دولہن کے نذر غلہ منگے

۱۔ مجموعہ منوبات میر حسن دہلوی ص ۱۲۵ سے نقل ہے۔ ۲۔ صورت پر میں بڑی دھم دھام اور شان و شوکت سے نکلتی تھیں۔ کلزار شجاعی ص ۱۲۵ گذشتہ لکھنؤ ص ۲۵۶-۲۵۸ نیز P. 304 سندھ و سوات، سندھ و بلوچستان، ۱۹۵۱ء

۳۔ یہ راجپوتوں کی رسم ہے۔ ہفت ماشا ص ۱۳۸۔

لئے دروازہ کھولتے سے پہلے اس کے لئے یہ لازمی ہے کہ راستہ کھولنے کی خدمت کے صلے میں وہ کچھ دے،  
اس بات کے سنتے ہی پھر کچھ جھگڑا سا شروع ہو جاتا ہے اس موقع پر نوشہ کی طرف سے  
ایک معزز شخص براتیوں میں سے آگے آتا ہے اور کہتا ہے کہ نوشہ کے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے  
لیکن اس کی طرف سے وہ ایک تحفہ پیش کرتا ہے۔ وہ کچھ روپیہ تقسیم کرتا ہے اور دروازہ  
کھول دیا جاتا ہے۔ ۱۷

اٹھارہویں انیسویں صدی میں یہ رسم عام تھی حضرت قاسم کی شادی کے بیان میں سودا نے کئی  
مرتبہ اس رسم کا ذکر کیا ہے ۱۸  
نیگ میں جل کے دھنگانے کے دیا اپنا سر  
لینے والوں نے کہا خرم و شادیاں ہو کر ۱۹

۱۷ منوجی جلد سوم ص ۱۵۱، جفت تماشا ص ۱۲۰۔

۱۸ کلیات سودا، جلد دوم ص ۱۶۵، ۱۶۶، ۲۶۳، ۳۶۳۔

دیوڑی پر آنکھڑیوں	سارا مجلس لے کر!
نوشہ کے نیننی بھائی	راہ باندھ کر کھرے آ
کیا یک معتبر کون	سنگات اپنے لیکر
دیکر سیزاں یہاں ہوں	جاتا تبھی دیوڑی اندر

گنج اسرار (قلبی)

پنجاب میں اس کے برخلاف ایک دوسری رسم عمل میں آتی تھی جو "ہاتھ لیوا" کہلاتی تھی۔ اس رسم کے  
مطابق جب نوشہ دہن کے دروازے پر پہنچتا تھا تو ایک نائی اس کا راستہ روکتا تھا اور اس کو ایک دھگے  
سے ناپتا تھا اور اس موقع پر سواروپیہ اس کو بطور نیگا دیا جاتا تھا۔ بعد ازاں نوشہ، نذر داخل ہوتا تھا،  
اسی وقت دہن دروازہ پر آکر کھڑی ہوتی تھی۔ اس کو ایک روپیہ دے کر دوطہار دہن کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ

*Tribes & Castles, I, P. 815*

رکھتا تھا۔

دھنگاٹا کے بعد دولہا کو اندر جانے کی اجازت مل جاتی تھی۔ اس کے ہمراہ رشتہ دار اور نوکر جا کر بھی اندر جاتے تھے اور باقی براتی باہر ہی رک جاتے تھے۔ اندر جا کر نوشہ کو اسی طرح جس طرح کچھ دیر پہلے باہر ہوا تھا، عورتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ منوچی لکھتا ہے۔

”سندھ بالا ہمارے بیوں کے ساتھ نوشہ لگے بیڑھتا چلا جاتا ہے اور ایک ایسا مقام آتا ہے ہے جہاں عورتوں کی ایک فوج ہاتھوں میں پھولوں کے گجروں سے مزین ڈنڈے لے سائے کھڑی ہوتی ہے جب قضیہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ عورتیں ایک بڑے کمرے تک نوشہ کو لے جاتی ہیں، ایک سچے ہوئے ایک بڑے تخت پر نوشہ کو بٹھا دیا جاتا ہے اور ساندوں کے ساتھ گلے والی عورتیں اس کے چاروں طرف اکر کھڑی ہو جاتی ہیں۔“ حرم سرا کا منظر ملاحظہ ہو۔

ادھر کا تو یہ رنگ تھا اور یہ رنگ	محل میں ادھر گوریاں اور سہاگ
وہ گہری سی شادی مبارک وہ دھول	وہ ٹوٹے شلوئے وہ میٹھے سے ہواں
اترنے کی واں سمدھنوں کی پھسپھس	کھلیں پھول جیسے چمن درچمن
گلوں میں پنہا نا وہ ہنس ہنس کے بار	سٹاسٹ وہ پھولوں کی چھڑو کی مار
دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ	وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کا چاؤ
قبائے، ہنسی شور و غل تالیاں	سہانی سہانی نئی گالیاں

مختصر یہ کہ اندر لے جا کر جب دولہا کو مسند پر بٹھا دیا جاتا تھا تو رقص و سرود شروع ہوتا تھا۔ ۱۵ بعد ازیں نکاح ہوتا تھا اور براتیوں کی حنا طر و تواضع بان اور شربت سے

۱۵ منوچی ج ۳ ص ۱۵۱-۱۵۲ نادرات شاہی ص ۱۱۵۔

۱۶ گھوڑیاں ایک قسم کا گیت جو عورتیں شادی بیاہ کے موقع پر گاتی ہیں ایسے گیت مدد ہون۔ ۱۷ منوچی ص ۴۷-۱۰۰۔ ۱۸ ایک قسم کا گیت جو شادی کے موقع پر مرثیوں کی گاتی ہیں یہ گیت بہت فحش ہوتے ہیں

۱۹ راجپوتوں کی رسم کے مطابق، سیدی راجپوت مسلمانوں میں عورتیں رات میں نہیں جاتیں۔

۲۰ قبیلے۔ ۲۱ مجموعہ تنویات میر حسن دہری ص ۱۲۵۔ ۲۲ ہفت تماشیاں ص ۱۲۹

کی جاتی تھی۔ اس موقع پر تو ضلع کے پانوں پر سونے اور چاندی کے ورق لٹکائے جلتے تھے۔ بیڑہ پان کے زیر عنوان اندام مختص نے شادی میں اس رسم کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

”ہندوستان در ایام جشن شادی انواع مختلف ہریگ بالائی آں ... پان  
چہ بقدر ہریگ پان در قی از طلا و نقرہ ساختہ آں، مینا کار و مرصع کار می سازند و  
و ناش کروند است۔“

نکاح کے بعد نوشتہ کو زمان خانہ میں جایا جاتا تھا اور وہاں بہت سی رسمیں عمل میں آتی تھیں۔  
چند دوہا دولہن کی طرف آڑے جیسے بیل چین کی طرف  
وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں ہوئے نوٹے لاکھ ہری شگون  
پرسی مصحف اس رسم کے مطابق دولہا دولہن کو سر جوڑ کر آئینے سامنے بٹھاتے تھے بیچ میں تکیہ  
تکیہ پر قرآن شریف رکھ کر دولہا سے سورہ اخلاص نکال کر پڑھنے اور دولہن کے منہ پر پھوپھو کرنے کو  
کہا جاتا تھا نزعہ قرآن شریف پر آئینہ رکھ کر دولہا اور دولہن دونوں کے اوپر کپڑا ڈال دیتے تھے، اور  
وہاں دوہی دولہن کا چہرہ دیکھتا تھا کہ

لہذا حرم مرانی سدا، خوش نامہ، ص ۴۷ ب، حوالہ خواتین ص ۲۲۳ الف، مجموعہ شہنویات میر حسن، دہلی

ص ۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۲۰۸

ہو جب نکاح اور بیٹے کا پان پدمسب کو شربت دیا خصال ص ۱۲۶

مراقبت میں ہے ”اگر شب عروسی سے پہلے نکاح عمل میں آگیا، تو دولہا کو حرم سرا میں طلب کیا جاتا  
ہے، روز نکاح کے بعد جانا دیتا ہے، دروہی شربت جس صاحبی کے ضمن میں ذکر آچکا ہے، پھر شب عروسی میں  
برسیوں کو پڑتے ہیں، کرناٹ پیسے مویکا ہے تو شربت دوبارہ پلا یا جاتا ہے یعنی ایک بار صاحبی میں اور ایک بار  
شب عروسی میں، اگر پہلے نکاح مویکا تھا تو تین بار شربت پلا یا جاتا ہے ورنہ دوبار اور ہر تینوں بار یا دونوں مرتبہ  
مقالی کے بھاگ جاگ جاتے ہیں۔ ہفت تا ص ۱۳۹۔

۱۵۰۰ اصالت ص ۲۲ الف مجموعہ شہنویات میر حسن دہلی ص ۱۲۶، گذشتہ لکھنؤ ص ۳۵۶، لکھ بڑے تعیل  
ملاحظہ ہو رسوم دہلی ص ۱۲۲-۱۲۵۔



عمل کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ دو لہن اور دو لہن میں اتنی دپیدا ہو اور تمام عمر دوا لہا ایک ایسے گھوڑے کی طرح جو اپنے سوار کا تابعدار ہوتا ہے۔" بھی ایسی بیوی کا تابعدار ہے۔ اس کے بعد سٹھیاں گاٹی باقی تھیں جو فحاشی سے بھری ہوتی تھیں اور ان میں نوشہ کے ماں باپ کی مذمت ہوتی تھی۔

رخصتی | رخصتی کے وقت طرح طرح کے ٹونے اور ٹوکے گل میں آتے تھے کہ اللہ دوسرا دو لہن کو غیب سے محفوظ رکھے۔  
سحر کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت وہ دو لہن کی رخصت وہ رونے کا وقت

اس موقع پر عام طور پر دو لہن کا بھائی سے اپنی گود میں بٹھا کر پاکی یا ڈولی پر سوار کرتا تھا مگر کہیں کہیں دو لہن خود ہی دو لہن کو سوار کرتا تھا۔

وہ دوسرا دو لہن کو گودی اٹھا بٹھانا محلے میں آخر کو لا گیا

جب دو لہن کو محافہ ڈولی یا پاکی پر سوار کر چکے تھے اور کھار ڈولی اٹھا کر روانہ ہونے لگتے تھے تو اس وقت سے جب تک دوسرا ایسے گھر نہیں پہنچ جاتی تھی، راستے بھر دہا کے گھر والے پاکی پر زنا کرتے چلتے تھے۔  
چھ لے کے چند دن جس دم کہا کہ دو طرف سے زنا پر نثار

۱۵ بہت نامناسب ۱۳۹-۱۵۰ ۱۵ ہفت نامہ میں ۱۵ خوب ہیں اس موقع پر کچھ اور رسمیں آتی تھیں مثلاً "گورکھیا" رسم کے ۵ دن دو لہن، درتہ، لکھو کھانی عادی تھی جو کھیلنا، اس رسم کے مطابق دو لہن دو لہن آئینے سامنے بٹھائے گئے تھے اور ان کے درمیان پانی سے بھرا ہوا ایک کونہ رکھ جاتا تھا اور اس پانی میں ایک انکھٹی، تھوڑی اور دو یا چار سسے لگا کر لٹسے جاتے تھے۔ دو لہن اور دو لہن اسکو لٹسنے کی کوشش کرتے تھے جس کے ساتھ پیسے لگو کھٹی بڑ جاتی تھی اس کی فتح ہوتی تھی *Trilokesh caste*, P 515

۱۶ مجموعہ مشروبات چرس ۱۰۰ ص ۱۰۰، گدشتہ کھوس ۱۵۵، قابل مکان ۱۰۰، شہرت پیدی ص ۱۰۰

۱۷ ایضاً ص ۱۰۰ سے ۱۰۰ تا ۱۰۰، اس لے دامن کو باندھ کر ان کو لٹگے اور پیچھے کرتے تھے

۱۸ *PB 15*، ص ۱۰۰، شہرت پیدی ص ۱۰۰

۱۹ یہ رسم وہ کہ جب میں بھی پانی مانی تھی ملاحظہ ہو، ہندوستان ہا ف کہ مندرجہ بالا کہ منی پر نثار

۲۰ مرتبہ دہلی، ص ۱۰۰، ہندوستانی ایجنسی، فی، ۱۰۰، شہرت پیدی ص ۱۰۰، مجموعہ مشروبات چرس ۱۰۰

## ادبیات

## غزل

جناب آلم مظفر نگری

لالہ زاروں کو سمن زاروں کو گلزاروں کو دیکھ  
 بگ بگل کے سایہ گمرنگ میں خاروں کو دیکھ  
 جگمگ ہنگام سحر و رُوسبتے تاروں کو دیکھ  
 انعم کو تہ اندہ ن کے طلبگاروں کو دیکھ  
 خار کی دامن میں سے چھوڑ کر گلزاروں کو دیکھ  
 خوشی بھی ان کی ہے غریب کہہ رہا روں کو دیکھ  
 زندگی میں زندگی توڑتا رہا روں کو دیکھ  
 شہنشاہ سلجق سے بیوستہ زندہ روں کو دیکھ  
 کس طرح کریم سے ہیں ان سبکدوشوں کو دیکھ  
 جتنے تھکتے ہوں سب کسے دس لاکھ روں کو دیکھ  
 توں ہمارے ہونے و نہ ہونے کے بے خبروں کو دیکھ  
 پتہ خون آلودہ پیکانوں کو سونٹاؤں کو دیکھ  
 ایک زمانہ حیا ایسے گہکاروں کو دیکھ

جلوہ حسن ازل کے آئینہ داروں کو دیکھ  
 بل دل آرام دیتے ہیں دس سزاروں کو دیکھ  
 ساتیں ٹوٹے دلوں کی دیکھنی ہیں گر تھکے  
 دوست دنیا تو کیا، ہیں بے نیاز دو جہاں  
 زندگی کی عشرتوں میں غم سے گہر تاپے کیوں  
 رفعتوں سے دے رہے ہیں اپنی یہ درسِ خودی  
 کایا بلی کی غنیمت ہے مذاقِ جستجو  
 کھدو یاں میں نہیں پاتی ہے کون قیاس  
 شہنم تر، بوئے گل، رنگ چین، موجِ ہوا  
 دل کی آنکھوں سے گل و لالہ کی کس کی  
 راہ میں گرم سفر بہنا ہی مثال ہے تری  
 تبصرہ تو خود ہی کر لے اپنی مشقِ ناز پر  
 مہر جھکا کر ہیں نہ مت سے طلبگار کرم

گل تو میں ہی نہ رہتا ہوں تیرے  
 جویت جالتے ہیں دامن سے توانِ خاروں کو دیکھ

## تبصرے

العقد الثمین فی فتوح الہند از مولانا قاضی ابوالمعالی اطہر مبارکپوری (عربی) تقطیع کلاں،  
 ضخامت ۶۳۵ صفحات، ٹائپ جلی اور روشن، قیمت ندارد۔ پتہ: ابنائے مولوی محمد بن غلام رسول  
 السورتی تاجران کتب جالی محلہ بمبئی۔ ۳

فاضل مصنف برصغیر ہند و پاک کے نامور محقق عالم اور مصنف ہیں۔ ان کی تحقیقات کا موضوع خاص  
 ہندوستان سے اسلام کا تعلق ہے۔ چنانچہ اب تک اس سلسلہ میں متعدد کتابیں عربی اور اردو میں  
 ان کے قلم سے نکل کر اباب علم و نظر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی زنجیر طائی  
 کی ایک کڑی ہے۔ اس میں موصوف نے بڑی تفصیل اور تحقیق سے یہ بتایا ہے کہ ہندوستان سے عربوں  
 کا تعلق کب قائم ہو اور دونوں ملکوں پر اس تعلق کے اثرات کیا پڑے۔ عہد نبوت، عہد خلافت  
 راشدہ اور پھر عہد غلامیہ میں اس تعلق کی نوعیت کیارہی۔ فتوحات یا تجارت و تبلیغ و اشاعت اسلام  
 کی تقریب سے ہندوستان میں صحابہ و تابعین میں سے کون کون سے بزرگ تشریف فرما ہوئے اور  
 ان کی وجہ سے اس ملک کی تہذیب و ثقافت اور مذہب و سیاست میں کیا انقلاب ہوا۔ زبان  
 بڑی شگستہ اور رواں ہے۔ آخر میں مضامین اور مآخذ کی الگ الگ دو فہرستیں ہیں غرض کہ بڑی ہی  
 دلچسپ، معلومات افزا و رہنمائی افروز ہے۔ جزاؤ اللہ۔ احسن الحجاز۔ ہندوستان اور عرب کی  
 تاریخ کا کوئی صاحب علم اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

انوار الفرید از جناب سید محمد صاحب نظامی، تقطیع متوسط، ضخامت ۴۴۹ صفحات،  
 کتب و عبادت غنیمت، قیمت مجلد- ۶/ پتہ: خواجہ اولاد کتاب گھر، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء، کتب دہلی  
 حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکر کے حالات میں اب تک سب سے زیادہ محققانہ تصنیف پر و فیہر

خلیق احمد نظامی کی کتاب "لائف اینڈ ٹائمز حضرت بابا" تھی۔ لیکن وہ تو یہ کتاب انگریزی میں تھی اور زیادہ مفصل اور مبسوط بھی نہیں تھی۔ اس لئے رو میں خد محسوس ہوتا تھا۔ بڑی مسرت کی بات ہے کہ زیر تبصرہ کتاب سے یہ خلا کسی حد تک پُر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ چشتیہ سلسلہ کی مختصر تاریخ کے بعد حضرت بابا کے خاندانی حالات، تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس، اوصاف و کمالات، روحانی فیضان اور اس کے سلسلے وغیرہ یہ سب حالات بڑی تفصیل اور حوصلہ سے لکھے ہیں۔ مصنف نے کوشش کی ہے کہ ان کا قلم ایک مورخ کا قلم ہو۔ لیکن مشائخ طریقت کے حالات میں اس عہد پر قائم رہنا مشکل ہے۔ چنانچہ یہ "طے کاروڑ" "چلہ معکوس" اور "نماز معکوس" وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو ہماری سمجھ سے باہر ہیں اور شریعت میں برگز ان کی کوئی سند نہیں ہے۔ بہر حال کتاب دلچسپ اور معلومات آفریں ہے۔

نئے مشاہدات اور معجزہ شق القمر از جناب معین الدین صاحب ریسر فاروقی، تقطیع متوسط صفحات ۳۰۸، کتابت و طباعت بہترینیت ۷/۷، پتہ: مکتبہ نشاۃ ثانیہ، معلمہ جاہی ارکٹ، حیدر آباد، دکن۔

کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ معجزہ شق القمر حق ہے۔ اس سلسلہ میں جتنے اخبار و احادیث تھیں ان کو مع سند کے یکجا کر دیا ہے اور جو لوگ قرآن سے اس چیز کو ثبوت نہیں دیتے ان کی تردید دل و براہین سے کی ہے۔ اس کے بعد موجودہ تحقیقات سے جاندار کی نسبت بہ نیک جو کچھ معلومات حاصل ہو چکی ہیں ان کا مع حوالہ کے ذکر کر کے یہ دکھایا ہے کہ پانہ پر اب تک شق قمر کے اثرات و معلومات موجود ہیں اور اس طرح سائنس کی تحقیقات سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر شہاد ہیں۔ اس سلسلہ میں معجزہ کی حقیقت و ماہیت اور اس سے متعلقہ مباحث پر بھی مفصل گفتگو کی ہے۔ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اسلامی جذبہ سے سرشار ہو کر بڑی محنت اور کاوش سے لکھا ہے۔ اس حیثیت سے اس کتاب کا مطالعہ معلومات میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ لیکن علمی حیثیت سے موصوف کے متعدد نکارے آرا بلکہ دعاوی سے ہم کو اختلاف ہے مثلاً ص ۸۱ پر ان کا یہ دعویٰ کہ انسان زمین کے سوا کسی دوسرے کرہ میں نہ رہ سکے گا۔ ص ۱۳ پر "معجزہ شق قمر کے نشانات کرہ قمر پر موجود ہیں" اس سلسلے میں مصنف کا

یہ مفروضہ ہی سرے سے غلط ہے کہ معجزات کے لئے باقی رہنا ضروری ہے۔ مصنف نے روش عام کی پیروی میں ص ۸۶ پر قرآن سے یہ پیش گوئی منسوب کی ہے کہ ”یہودی قیامت تک ذلیل و رسوا رہیں گے“ حالانکہ ایسا کہنا قرآن پر سراسر الزام ہے۔ ص ۱۰۷ پر مصنف کا یہ دعویٰ کہ ”چاند پر آتش فشانی کیفیات نہیں پائی جاتیں“ موجودہ تحقیقات اور دریافت سے غلط ثابت ہو گیا ہے۔ اسی طرح ص ۲۲۸ پر یہ دعویٰ کرنا کہ ”چاند کے سوا کوئی کرہ ٹوٹا ہوا نہیں ہے“ محتاج ثبوت ہے اور قرآن کی طرف اس کی نسبت جسارت بیجا ہے۔

امن عالم کی بنیادیں از جناب مندرجہ ذیل صاحب ریڈر انجینئرنگ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اتمیچ خورد، ضخامت ۸۰ صفحات، کتابت وضاعت بہتر، قیمت مذکور نہیں۔  
پتہ: مصنف سے ملے گی۔

سلام کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی امن عالم برقرار رہ سکتا ہے۔ یہ آج کل کا عام موضوع ہے لیکن آج تک اس موضوع پر نہ تبصرہ کتاب سے بہتر اور کوئی کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری۔ لائق مصنف چونکہ سائنس کے آدمی ہیں اور اسلامیات کا فطری ذوق اور مطالعہ رکھتے ہیں، اس لئے ان کی کتاب میں سائنس کا اور علم کا ہے۔ انھوں نے انسانی فطرت کا تجزیہ کر کے وقت نظر سے ان اسباب و عوامل کا جائزہ لیا ہے جو سو برس میں شر و فساد اور تخریب کا باعث ہوتے ہیں اور پھر قرآن کی تصریحات کی روشنی میں بتایا ہے کہ اسلام انسانی کردار و عمل کے ان رخنوں کو کس طرح بند کرتا ہے۔ اس مضمون کو بڑھا کر اور بھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے کیوں کہ مصنف کی بحث اس قدر جامع اور *To the Point* ہے کہ جو کچھ کہنا چاہئے گا وہ سب اس کی تشریح و توضیح ہو گا۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب کا انگریزی اور ہندی میں ترجمہ کر کے اسے زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے۔



# صرف واپسی ٹکٹ ہی جاری کئے جائیں گے

## بیمبئی تاجدہ اور واپسی سفر

۳۔ کرایہ جہاز:-

فوسٹ کلاس

کرایہ مع خود اکی  
محاصل صفائی جڈ،  
کرایہ مکان و اغراجات  
ٹرانسپورٹ -ینگوہریس کی  
رجسٹریشن فیس

مجموعی رقم

۱۶۷۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۲ روپے	۱۸۱۵ روپے
۸۳۵ روپے	۷۷ روپے	۱۲ روپے	۸۳۷ روپے
۷۲۳ روپے	۷۷ روپے	۱۲ روپے	۷۳۵ روپے
۷۷ روپے	۷۷ روپے	۱۲ روپے	۱۲ روپے
۶۰۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۲ روپے	۷۳۵ روپے
۳۰۰ روپے	۷۷ روپے	۱۲ روپے	۳۱۲ روپے
۲۶۵ روپے	۷۷ روپے	۱۲ روپے	۲۷۷ روپے
۷۷ روپے	۷۷ روپے	۱۲ روپے	۱۲ روپے

بالعنان  
بچے ۳ تا ۵ سال  
۱ تا ۳ سال  
۱ سال سے کم  
ڈیک کلاس

بالعنان  
بچے ۳ تا ۵ سال  
بچے ۱ تا ۳ سال  
بچے ۱ سال سے کم

### ۳۔ پابندیاں

۱۔ بیورو کی مہم صحت اور بھلائی کے پیش نظر حکومت ہند نے بعض پابندیاں عائد کی ہیں جن کے تحت مندرجہ ذیل طبقوں کے اصحاب کو سفر حج پر جانے کی اجازت نہیں دی جائیگی چنانچہ عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستیں پیش کر نیسے پہلے ان پابندیوں کو بھی طرح سمجھ لیں۔

- (ا) جن بچوں کی عمر پانچ اور نوودہ سال کے درمیان ہوگی۔
- (ب) جن عازمین حج کے پاس ہندوستانی سکے میں نقد رقم - ۱۲۵۰ روپوں سے کم ہوگی۔
- (ج) جن لوگوں نے گزشتہ پانچ سال کے اندر یعنی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۹ء کے درمیان ذیابیطہ حج ادا کیا ہے۔ ایسے اصحاب کو حج بدن پر جانے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔
- (د) جن خواتین کو جہاز پر سوار ہونے کے وقت پانچ ماہ یا اس سے زائد کا حمل ہوگا۔
- (ه) جو لوگ مندرجہ ذیل بیماریوں یا معذوریوں میں مبتلا ہوں گے۔

(۱) دماغی امراض (۲) تپ دق یا سل (۳) قبی امراض (۴) شدید دمر (۵) متعدی جذام (۶) دیگر خطرناک جھوت کی بیماریاں۔

اگر کسی شخص کی بیماری یا کسی خانوں کے حمل کی مدت کے متعلق کوئی شبہ ہوگا تو ان کا طبی معائنہ کیا جائیگا، اسلئے عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اسفی درخواستوں میں غلط بیانی سے عام نہ لیں۔

۵۔ نشستیں محفوظ کرانے کا طریقہ

تمام درخواست دہندگان کیلئے بہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ نشستیں محفوظ کرانے کا طریقہ درست کے مطابق یاد رکھیں یا سپورٹ سائیکل کا تازہ فوٹو جیپاں کریں اور فوٹو کی تین کاپیاں بھیجیں جس کی نشست پر مارم جی عیالور نامہ لکھا جائے، فوٹو کی شرط خواتین کے لئے بھی ہے۔ یہ نامہ پر نہیں دیا جاتا۔ اس سے - تین ہوں گی۔ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کے فوٹو بھیجیے کی ضرورت



## ج) عام ہدایات

(۱) تمام رقوم حسی مغل کلائی لھینڈا کے نام بینک ڈرافٹ کی شکل میں ہونی چاہئیں۔ اور ڈرافٹ ایسا ہونا چاہئے جسے بمبئی میں بھنایا جاسکے و بہتر ہوگا ڈرافٹ

اسٹیٹ بینک آف انڈیا کے بھیجے جائیں، البتہ ایسے مقامات پر رہنے والے عازمین حج جہاں بینک کی سہولت نہیں ہے۔ بھر شدہ لفافے کے اندر کہ امید کی رقم بھیج سکتے ہیں۔ جو بینک ڈرافٹ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۸ء سے پہلے جاری کئے گئے ہوں وہ اسی صورت میں قبول کئے جائیں گے جب انھیں جاری کرنے والے بینک کے ذریعہ دوبارہ بھنانے کے قابل بنایا گیا ہو۔ کوئی رقم کسی اور شکل میں مثلاً منی آرڈر یا چیکس کے ذریعہ قبول نہیں کی جائے گی۔ حاجی کو کسی

اور کے نام کا نہیں بلکہ اپنے ہی نام کا ڈرافٹ بنانا چاہئے۔ تاکہ واپسی کی صورت میں بینک سے بھنانے میں کوئی دقت نہ ہو۔  
(۲) خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ہمسفر مرد (محرم) کا پورا نام، پتہ اور رشتہ بتائیں۔ ایسی خواتین اور محرم کی درخواست ایک ہی لفافے میں بھیجی جاتی چاہئیں

(۳) لفافے کے اوپر بھیجنے والے کا نام عازمین حج میں سے کسی ایک کا ہونا چاہئے کسی غیر متعلقہ شخص کا نہیں۔ یہ امر لازمی ہے۔ یہ شرط اسلئے رکھی گئی ہے کہ عازمین حج کو ان کی درخواستوں کا نتیجہ جلد معلوم ہو سکے۔ انجمنوں، حج کمیٹیوں اور انجمنیوں وغیرہ کو درخواست کے فارموں یا لفافوں پر اپنا نام اور پتہ نہیں لکھنا چاہئے تمام خط و کتابت مدقمہ کا نتیجہ اور بی فارم وغیرہ عازمین حج سے براہ راست کی جائے گی۔

(۴) حاجیوں کو ایک سے زائد مقامات سے درخواستیں نہیں بھیجی چاہئیں درخواست وہیں سے بھیجی جائے جو مال یا کاروبار کا مستحق پتہ ہو۔

(۵) رمضان عید سے پہلے زیادہ سے زیادہ ۵۰ (۲۸۵۰) حاجیوں کے سفر کا انتظام کیا جائے گا۔ ان میں سے قرآن و احکام کے ذریعہ ۱۳۴۰ (۱۳۴۰) حاجی پہلے جہاز سے بھیجے جائیں گے اور بقیہ دوسرے جہاز سے۔

(۶) والدین کے ہمراہ جانے والے ایک تا ۵ سال اور چودہ تا سولہ سال کی عمر کے بچوں کی درخواستوں کے ساتھ پیدائش کا مستند سرٹیفکیٹ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر ان پر غور نہیں کیا جائے گا۔

(۷) کسی بھی لفافے میں سات سے زیادہ درخواستیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اور وہ سب ایک ہی ریاست اور ایک ہی طبقہ کی ہونی چاہئیں جس لفافے میں سات سے زیادہ درخواستیں ہوں گی اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ طبقات۔ درخواستوں کا انداز مندرجہ ذیل طبقوں میں کیا جائے گا۔

- (۱) حج ۱۹۷۹ء کی وینک لسٹ پر آئے ہوئے درخواست دہندگان۔ نشان طبقہ /W/
- (۲) جو درخواستیں ماضی میں دوبار مسترد ہو چکی ہیں۔ " " /TR/
- (۳) جو درخواستیں صرف حج ۱۹۶۹ء کے لئے مسترد ہوئی تھیں۔ " " /F/
- (۴) جو درخواستیں پہلی بار بھیجی جا رہی ہیں۔

ہر ایک ریاست کا حرف تہجی نشان

A اتر پردیش B مغربی بنگال C بہار D بہار اشراف کیرالا  
F آسام G آندھرا پردیش H جموں و کشمیر I سیول گجرات  
K مدراس L مدھیہ پردیش M راجستھان N پنجاب O تری پورہ P اڑیسہ Q دہلی R مہاراشٹر  
T سکادیمپ U پانڈیچری V گواہاٹ W دیوبند X نوانڈو Y سکیم Z پٹنہ  
ہر درخواست پر نمبر مسلسل آئے گا اور نمبر سے قبل ریاست کے لئے مقرر کردہ حرف تہجی ہوگا۔ درخواست کا نشان طبقہ ہوگا۔ در لفافے کا نمبر مسلسل ہوگا اشار کے طور پر مغربی بنگال سے آئی ہوئی کوئی درخواست اگر دو سال

ملک مسترد ہوتی رہی ہو تو اس پر اس طرح نمبر ڈالا جائیگا۔ درخواست کا نمبر سلسلہ / نسل کا نمبر سلسلہ / B/TR -

دالٹا طبقات ۱۱ و ۱۲۔ وہ حاجی جنکے نام جی ۱۹۶۹ء کی "ویننگ لسٹ" میں تھے اور جنہیں جہاز میں جگہ نہ مل سکی یا ایک درخواستیں دو سال یا اس سے زائد عرصے سے مسترد ہوتی رہی ہیں، انہیں سال بقیہ طوری جہاز میں جگہ دی جائیگی بشرطیکہ انہوں نے اس سے پہلے کبھی حج نہ کیا ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس قسم کی درخواستوں کی تعداد اس ریاست کے کوٹہ سے تجاوز نہ کرتی ہو، ایسے حاجیوں کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے "ویننگ لسٹ" فارم یا مسترد کی ہوئی درخواست اپنی تازہ درخواستوں کے ساتھ بھیجیں اس کے بغیر ان درخواستوں پر غور نہیں کیا جائے گا۔

جن عازمین حج کے پاس جی ۱۹۶۹ء کے "ویننگ لسٹ" فارم یا گذشتہ دو سال کے مسترد فارم ناموں و دینی تازہ درخواستوں میں پرانے نمبروں کا حوالہ دیں۔ ورنہ ان کی درخواستیں ان طبقوں میں شمار نہیں کی جائیں گی اگر طبقات ۱۱ کے عازمین حج کی تعداد ان کی ریاست کے کوٹہ سے تجاوز کر جائے تو ان عازمین حج کو ترجیح دی جائیگی جنکی عمر ساٹھ سال یا اس سے زیادہ ہو، باقی ماندہ عازمین حج کے لئے ان کی ریاست کے کوٹہ کی حد میں رہتے ہوئے دوبارہ درخواستیں

(ب) طبقہ ۱۲۔ فرسٹ کلاس یا ڈی ایک کے جس عازمین حج کی درخواست گذشتہ سال یعنی ۱۹۶۹ء حج کے سے مسترد ہوئی تھی انہیں دوسروں پر ترجیح دی جائیگی بشرطیکہ انہوں نے اس سے پہلے کبھی حج نہ کیا ہو، اس لئے ان عازمین حج کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی تازہ درخواستوں کے ساتھ مسترد کی ہوئی درخواستیں بھیجیں اس کے لئے ان کا شمار طبقہ ۱۱ میں ہوگا

(ج) طبقہ ۱۳۔ عازمین حج جو پہلی بار درخواست بھیج رہے ہیں یا جنہوں نے پانچ سال قبل حج کیا ہے وہ مکہ مکرمہ ۱۱ طبقوں میں نہیں آتے وہ نئے عازمین حج تصور کئے جائیں گے ان کا شمار طبقہ ۱۳ میں ہوگا اور ان کی درخواستوں کی تعداد کی جائیگی انہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے نفاذ میں دوسرے طبقات سے تعلق رکھنے والے عازمین حج کی درخواستیں قبول کی جائیں گی اگر عازمین حج یا ۱۳ سے ہے تو اسے اپنی درخواست میں یہ لکھنا چاہیے کہ "مجموعہ خانہ مکہ میں جس کے ساتھ وہ سفر کر رہے ہیں اگر محرم اور خواتین ایک ہی جہت سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کی اس بات پر کوئی شک نہیں ہو سکتی ہے اگر محرم کا تعلق طبقہ ۱۱ یا ۱۲ سے ہے تو اسے اپنی درخواست میں یہ لکھنا چاہیے کہ

(ب) جو عازمین حج ایک ساتھ سفر کرنے کے خواہشمند ہوں مثلاً کے طور پر مرد بڑی بھائی بہن بہن بہن

وغیرہ اور ان کا تعلق مختلف طبقات سے ہو۔ یعنی ایک نام مسترد، ڈی ایک، سب سے پہلے ہو۔ کی ۱۳۔

پہلی بار بھیجی جا رہی ہو، تو وہ ایک ہی غلطی میں اپنی درخواستیں بھیج سکتے ہیں لیکن یہ سب درخواستیں سب سے پہلے طبقے میں شمار کی جائیں گی، مثال کے طور پر اگر ایک درخواست تیس سے طبقے کی درخواستیں دوسرے طبقے کی اور تیسری درخواست پہلے طبقے کی ہو تو تمام درخواستیں تیس سے طبقے میں شمار کی جائیں گی

عازمین حج کو اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ مختلف طبقات کی درخواستیں ایک جگہ سے نہیں بھیجیں ہر ایک طبقہ کی درخواستوں کے لئے الگ لفافہ ہو، اور ان کے ڈرافٹ بھی منسلک ہوں۔

(۱) درخواستوں میں سے ایک مخصوص تہہ کو قومیہ زمرہ کے لئے فرسٹ ورڈ ایک کلاس

کی "ویننگ لسٹ" پر لیا جائے گا ورنہ اس میں خرابی ہوئے کی صورت میں ٹیکہ

لسٹ والوں کو موقع دیا جائیگا اور متعلقہ حاجی کو اس کی اطلاع فوراً دی جائے گی۔ ۲۔ جزائر میں حج کے نام

ویننگ لسٹ پر آئیں گے انہیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ بخیر و صلاح سے عیبی نہ آئیں اور نہ سفر حج کا نفاذ

نہ ہونے کی صورت میں کہیں کوئی ذمہ داری قبول نہ کریں۔ ۳۔ جو درخواستیں قرعہ انداز ہیں کامیاب نہ ہوں گی

انہیں ڈرافٹ وغیرہ کے ساتھ بھیجیں ورنہ کوئی شک نہیں ہوگا۔

۸۔ بکنگ کا آغاز | کہیں کے دفتر کے کارکنوں کو درخواستیں قبول نہیں دیا جائیگی تاہم درخواستیں مسترد ہونے پر

۹۶۹

تک نہیں مل جاتی چاہیں اس نتائج کے بعد جو بھی درخواست موصول ہوگی اسے واپس کر دیا جائیگا۔ درخواست وصول کرتے ہی آخری تاریخ کے تقریباً دس روز بعد قرع اندازی ہوگی۔

## ۹۔ ریزرویشن کی منسوخی

(۱) اگر کوئی عارضی ریزرویشن منسوخ کرانا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ کم از کم دس روز قبل کمپنی کو مطلع کرے، ورنہ کرانے کی رقم واپس کرتے وقت اس میں سے دس فی صدی رقم کٹ لی جائیگی۔ اس قاعدے کا اطلاق ویننگ لسٹ کے ان حاجیوں پر بھی ہوگا جنہیں بہانہ میں جگہ پیش کی جائیگی اور وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔

(۲) اگر کوئی صاحب ایئر ریزرویشن منسوخ کرنا چاہے تو اسے اپنا "بی" فارم یا ویننگ لسٹ فارم واپس کرنا ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی بتانا ہوگا کہ اس کی ارسال کردہ رقم بلیک ڈرافٹ سے بھی جانے یا بذریعہ منی آرڈر، بینک ڈرافٹ سے رقم منگوانے کی صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ اسٹامپ لگی رسید پیش کی جائے جس پر گواہ کی موجودگی میں دستخط کئے جائیں۔

## ۱۰۔ جہاز کی تبدیلی

ایک جہاز کا ریزرویشن دوسرے جہاز میں تبدیل کرنے کی اجازت انتہائی محدود کی حالت میں دی جائیگی اور اس کے لئے کوئی تحریری نوٹ پیش کرنا ہوگا۔

## ۱۱۔ نام کی تبدیلی

ریزرویشن میں نام تبدیل کرنے کی اجازت نہ ہوگی

## ۱۲۔ آگاہی

حاجیوں کو خود اپنے مفاد کی خاطر درخواست فارم کی خانہ پوری، غلام ہذا کے مطابق کرنی چاہئے۔ اگر کوئی حقیقت چھپائی گئی یا غلط بیانی سے کام لیا گیا، تو درخواست دہندہ سفر حج سے محروم رہیگا اور اس کی کوئی رقم ضبط کر لی جائیگی۔ اس کے علاوہ اس کے خلاف قانونی کارروائی بھی کی جائیگی۔

۱۳۔ غیر ملک کے لوگ یا غیر ملکوں میں مقیم مسلمان جو انٹرنیشنل پاسپورٹ برعکس کے لئے جانا چاہتے ہوں انہیں چاہئے کہ وہ اپنی نشستیں محفوظ کرانے کے لئے مغل لائن سے رجوع کریں۔

۱۴۔ عازمین حج کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جدہ سے بمبئی کے لئے واپسی کا انتظام سختی کے ساتھ ترتیب دار ہوتا ہے، یعنی جو لوگ پہلے جہاز سے جاتے ہیں انہیں پہلے جہاز سے ہی واپس لایا جاتا ہے، یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر کسی حاجی نے واپسی سفر کے لئے اپنی باری آنے پر جدہ میں رپورٹ کی تو فی کس ۲۵ سعودی ریال جرمانہ کیا جائیگا اور اس کے بعد ان کی واپسی کا انتظام اس جہاز سے کیا جائیگا جس میں جگہ مل سکیگی اس شرط سے ان حاجیوں کو مستثنیٰ کیا جائیگا جن سے پہلے میں جدہ کے ہوائی سفر خواہ کو یہ طریقہ دلایا جائے کہ جدہ سے واپسی کے لئے جہاز کی تبدیلی ضروری تھی، حاجیوں کے درخواست ذمہ داروں کی ضروری طریقے سے ہی کی جاتی چاہئے جو اعلان ہذا میں مذکور ہے۔ اگر درخواست فارم میں کسی بھی قسم کا کہنی نقص ہوا تو اس پر غور نہیں کیا جائیگا۔

سفر حج کے لئے درخواست کے فارم پر مذکور مدت سے لئے لکھئے۔

ٹیلیفون

۲۵۶۸۳۵

جارج لائنس

دی مغل لائن لمیٹڈ

ہیڈ آفس

۱۶ بینک اسٹریٹ، فورٹ بمبئی، ممبئی

تاریخیتہ

مغل

MOGUL

بمبئی

BOMBAY

اُردو زبان میں  
ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ  
محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تفصیل کے ساتھ شمار و درجہ کی جاہلیت ہی محمد و زوارِ حقؑ کی زبانوں میں ہوا ہے۔ ان کی طبیعتِ شام  
 نے ان کو اس قدر حوثِ حقؑ و زوارِ حقؑ کی مصیبتوں میں ڈال دیا کہ ان کی زبانوں میں کلام  
 نہیں ہوئی پھر ان کی زبان پر یہ محمد و زوارِ حقؑ میں مکمل ہوا ہے جس کے عجیب و غریب حقیقت ۱۸۴۰ء میں۔  
 حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ نے حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ کے بارہویہ التذکرہ مکمل نام  
 میں غیروں کے مکمل حالات و واقعات۔

حصہ دوم: احزاب و فریقہ بدست کے رجحانات بھی عیدِ ستودہ کا مہینہ ہے  
 کے کئی سوچ و خیالات و رنگ و بو کی گفت و شنید

[illegible][illegible]

پتہ: مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

سالانہ قیمت دس روپے  
فی پرچہ ایک روپیہ



نَدْوَةُ اَيِّمِن دِلِي كَا اِلْمِي دِي نِي كَا هِنَا

سُرْكَان

مُرَاتِبُ  
سَعِيدِ اَحْمَدَا كَسْبِ اَبَادِي

# مکمل لغات القرآن

(چھ جلدوں میں)

قرآن کریم کے الفاظ کی شرح و تفسیر کے معنی و معنی سب کے سب کے لئے درجہ کے لئے درجہ میں سے بہتر و بہتر کوئی لغت نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں الفاظِ مستعار و بدھیز و تشبیہ کے ساتھ معنی و معنی کی غنیمت بھی ہے۔ ایک مدرس اس کتاب کو پڑھ کر قرآن مجید کو درس دے سکتا ہے اور ایک عالم و دواخو اس کے معنی و معنی قرآن شریف کا ترجمہ بہت چھیڑ کر سکتا ہے بلکہ اس کے مفہوم کو بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ وہ تحقیق کے لئے اس کے علمی مباحث و بحث میں "لغاتِ قرآن" کے ساتھ الفاظِ قرآن کی مکمل آسان دست بھی دی گئی ہے جس سے ہر ایک کو دیکھ کر تمام غلطیوں کے حوالے بڑی آسانی سے نکالے جاسکتے ہیں۔ "لغاتِ قرآن" اپنے انداز کی وجہ سے اب تک جس کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب نے نہ دیکھا ہے۔

جلد اول	صفحات ۳۳۴	تقریباً	نیم روپے	بند چھ
جلد دوم	۳۳۰	"	پانچ روپے	بند چھ
جلد سوم	۳۳۰	"	پانچ روپے	بند چھ
جلد چہارم	۳۱۹	"	چھ روپے	بند چھ
جلد پنجم	۵۰۰	"	اکھ روپے	بند چھ
جلد ششم	۳۲۴	"	پانچ روپے	بند چھ

پوری کتاب کے مجموعی صفحات ۲۲۱۲

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

# مزمون

جلد ۶۳	جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۹ء	شمارہ ۳
--------	--------------------------------------	---------

نظرات	سعید احمد اکبر آبادی	۱۲۶
سدا بازی اور اسٹاک ایکسچینج پر	مولانا محمد تقی امینی ناظم دیوبند	۱۰۵
خرید و فروخت	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	
تاریخ قطیفی تصحیح ڈاکٹر سید ذہد حسین	ڈاکٹر محمد خالد صدیقی ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی	۱۶۷
نزدیکی پر ایک نظر	شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	
پاکستان میں مولانا سعید اکبر آبادی کی	جناب ابو ظفر حسان احمد خاں صاحب	۱۸۷
مصرفیات، لکچر، تقریریں اور استقبالیے	ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	
ہندو تہذیب اور مسلمان	جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب	۲۰۳
ادبیات و تبصرے	استاد ماسٹرخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	
غزل	جناب انم ظفر بکری	۲۰۲
تبصرے		۲۰۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نظرات

افسوس ہے دفتر برہان دہلی سے بعد نکالی گئی جو ادارت کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھنے کی پاداش کبھی کبھی اس شکل میں بھیگتی پڑتی ہے کہ میرے علم و اطلاع کے بغیر کوئی ایک ایسا مقالہ شائع ہو جاتا ہے جو کسی اور کے لئے ہو یا نہ ہو خود میرے لئے بڑی تکلیف اور اذیت کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ اشاعت بابت ماہ اگست میں جو ایک مضمون قرآن کا منہاج فکر و نظر شائع ہوا ہے وہ ایسا ہی ہے اور اس کے وجوہ بھی ہیں۔

۱۔ مقالہ نگار نے شروع کے دو تین صفحات میں اپنے مدد و روح کی شان میں جو قصیدہ خوانی کی ہے برہان کے صفحات اس طرح کی مداحی سے قطعاً نا آشنا ہیں اور یہ چیز اس کے سنجیدہ علمی مذاق کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

۲۔ مقالہ نگار گفتگو کرنا چاہتے ہیں علمی موضوعات پر لیکن انداز نگارش ہے بالکل خطیبانہ اور یہ انگریزی کی مثل گول سوراخ میں چوکور میخ کا مصداق ہے اور اس لئے برہان کے ذوق اور مزاج کے خلاف ہے۔

۳۔ ”متشابہات“ سے ہمارے نزدیک یہ مراد لینا تو صحیح ہے کہ یہ قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں بعض حقائق تشبیہ، استعارہ یا تمثیل کے پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان ”متشابہات“ میں وہ آیات بھی داخل ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے صفات یا بعض خاص اعمال بیان کئے گئے ہیں مثلاً ”الرحمن علی العرش استوی“ یا ”یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أُمْدٍ یُّهْمُ“ وغیرہ وغیرہ اور ان کے علاوہ جنت اور دوزخ کی تفصیلات جن آیات میں بیان کی گئی ہیں وہ بھی ”متشابہات“

میں شامل ہیں۔ یعنی جنت کی راحتیں اور سائنشیں اور جہنم کا عذاب اور تکالیف یہ سب حق ضرور ہیں لیکن ان کی حقیقت کیا ہے؟ وہی جو الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے؟ یا ان کی اس حقیقت صرف اللہ کو معلوم ہے اور آیات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ محض استوارہ و تمثیل ہے کیونکہ ”لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ“ کے مطابق انسانی ذہن ان کی اس حقیقت و ماہیت کا ادراک و شعور کر ہی نہیں سکتا لیکن مقالہ نگار نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سخت مغالطہ انگیز ہے۔ ان کی تحریر دس ۳۹ سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ کا وجود کہیں الگ اور مستقل نہیں ہے بلکہ یہیں اس دنیا میں راحت و لذت کی شکل میں یہ دونوں موجود ہیں۔ اگر مقالہ نگار یا ان کے مدد و ح کا بیج پچ ہی عقیدہ ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سرتاسر گمراہی اور زنیغ مبین ہے اور قرآن کی نصوص صریحہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں چونتہ آیات کے نام تمام ٹکڑوں کو نقل کر کے ان کا جو مطلب لکھا گیا ہے اس کے متعلق سر درست یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہی وہ تفسیر بالرائے ہے جس کے متعلق حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

(۳) یہ سب کچھ تو خیر تھا ہی۔ مقالہ نگار نے سب سے زیادہ غضب یہ کیا ہے کہ آج کل کے چلے ہوئے ”نعرۂ وحدت ادیان“ کی تائید میں انہوں نے اسلام اور غیر اسلام دونوں کو ایک صف میں لا بٹھایا ہے اور اس سلسلہ میں قرآن کی مشہور آیت ”إِنَّ الدِّينَ أَمْسُوًّا وَالِدِّينَ هَادُواً وَالنَّصَارَىٰ“ (البقرہ ۹۸) نقل کر کے دس ۳۵ پر اس کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو اس نظریہ کے حامل حضرات عام طور پر بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مطلب اس آیت کے سیاق و سباق اور پورے قرآن کی تعلیمات و تصریحات اور اس کی اسپرٹ کے قطعاً خلاف ہے۔ موصوف نے اپنے اس موقف کی تائید میں امام غزالی کا ایک جملہ بھی نقل کیا ہے، لیکن ہمیں سخت افسوس ہے کہ مقالہ نگار نے امام غزالی کا یہ رسالہ ”التفرقة بين الاسلام والزندقة“ پڑھا ہی نہیں ہے اور اگر پڑھا ہے تو انہوں نے غلط فہمیت کے حشرم کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ امام غزالی نے اپنا یہ خیال ان دو گونے متعلق ظاہر کیا ہے جو دور

دراز کے پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں اور ان کو دعوتِ محمدی نہیں پہنچی اور وہ اسلام سے پہلے کے اپنے کسی دین پر قائم ہیں (پوری بحث کے لئے دیکھئے رسالہ مذکور ص ۱۸ و ۱۹)۔

یہ میں تفاوت رہا رکھا جا سکتا ہے

غرض کہ یہ پورا مقام اسی نوع کے غلط اور گمراہ کن بیانات سے پڑ ہے اور ہمیں اس کے برہان میں شائع ہو جانے کا سخت افسوس اور قلق ہے۔

اس موقع پر یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ وحدتِ ادیان کا لفظ حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں استعمال کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں ”دین“ کا لفظ آیا ہے وہ مفرد اور واحد ہی آیا ہے جمع کے ساتھ یعنی ادیان کہیں نہیں آیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن صرف ایک دین کا نازل ہے جو حضرت آدمؑ سے لے کر بعثتِ محمدیؐ تک جاری و ساری ہے اور جو ارتقا کے مختلف مراحل و منازل سے گزرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو گیا اور اب اس میں مزید ترقی اور اضافہ کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ اسلام بے شبہ دنیا کے سب لوگوں اور مذہبوں کے ساتھ امن و امان سے رہنا چاہتا ہے اور اسی لئے اس کے ہاں جگہ جگہ رواداری اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نرمی، ملاحظت اور مدارات کا حکم ہے لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے اس کی دعوتِ عارف لفظوں میں یہی ہے کہ پیغامِ محمدیؐ دین کی آخری ارتقائی اور مکمل شکل ہے اور اب اس بنا پر نوعِ انسان کی دینی اور دنیوی فلاح و نجات اس کے اتباع میں ہی مضمر ہے۔

# سٹہ بازی اور اسٹاک ایکسچینج پر خرید و فروخت

مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

پچھلے دنوں پاکستان سے ایک سوانامہ میں سٹہ بازی اور اسٹاک ایکسچینج پر خرید و فروخت کا اسلامی حکم دریافت کیا گیا تھا۔ نیز یہ معلوم کیا گیا تھا کہ عدم جواز کی صورت میں اسلامی حکومت کیا متبادل انتظام کرتی ہے۔

ذیل میں پہلے سوانامہ نقل کیا جاتا ہے پھر اس کے مندرجات کی تفصیل دی جاتی ہے۔

موجودہ دنیا میں بار بار مالیاتی بحران (MONETARY CRISES) آتے ہیں اور ہر گھرا  
سوانامہ پر یہ احساس ہوتا ہے کہ ساری دنیا تباہی کے کنارے آگئی ہے۔ علماء و معاشیات نے اس مسئلہ پر جتنا بھی غور و خوض کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب کچھ کے پیچھے اصل علت سٹہ بازی (SPECULATION) ہے۔ اس ضمن میں چند سوالات ذہن میں آتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ شریعت کی روشنی اس کا حل فرا کر ہماری ذہنی الجھن کو دور کریں گے۔

(۱) کیا سٹہ بازی (SPECULATION) اسلام میں کلیتہً ناجائز ہے، اگر ہاں تو کیوں؟  
(۲) موجودہ دور میں اسٹاک ایکسچینج (STOCK EXCHANGE) ہر جو حصص اور تسمکات کا کاروبار ہوتا ہے اس میں سٹہ بازی کو بہت دخل ہے لیکن وہاں پر سٹہ بازی کی مختلف شکلیں رائج ہیں۔ ان میں سے چار اہم صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) زید جس کے پاس الفضل سٹڈی کمپنی کے ۱۰۰ حصص ہیں، محسوس کرتا ہے کہ آئندہ کھوڑے عرصہ میں ان حصص کی قیمت گر جائے گی تو وہ اس خیال سے کہ اگر وہ اب ان حصص کو فروخت کر دے

تو قیمت گرنے پر انھیں حصص کو دوبارہ سستے داموں پر خرید سکتا ہے، اپنے حصص فروخت کر دیتا ہے اس کو اصطلاحاً BEARISH ACTIVITY کہتے ہیں۔

(ب) (ب) زیر سوچتا ہے کہ آئندہ تھوڑے عرصہ میں الف لمیٹڈ کمپنی کے حصص کی قیمت چڑھنے والی ہے لہذا وہ اس کمپنی کے حصص ابھی خریدنے کی جلدی کرتا ہے تاکہ جب قیمتیں چڑھیں تو وہ ان حصص کو چھنگے داموں بیچ دے اس کو اصطلاحاً BULLISH ACTIVITY کہتے ہیں۔

(ج) (ج) زیادہ اخبار میں الف لمیٹڈ کمپنی کا اشتہار برائے فروختی حصص (PROSPECTUS) دیکھتا ہے، مزید فی الاصل کوئی سرمایہ کاری نہیں کرتا چاہتا لیکن پھر بھی وہ کچھ حصص (مثلاً... حصص) کے لئے درخواست دے دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ درخواست پر مطلوبہ قسط بھی ادا کر دیتا ہے پھر وہ حالت کو سمجھتا ہے۔ اگر وہ محسوس کرے کہ ان حصص کی قیمت بازار میں چڑھ جائے گی تو وہ قیمت چڑھنے تک انتظار کرتا ہے اور قیمت چڑھتے ہی انھیں فروخت کر دیتا ہے۔ اس حالت میں کہ اس نے ان حصص پر صرف ایک قسط APPLICATION MONEY ادا کی ہوئی ہے اور وہ اس قسط پر اپنا منافع کماتا ہے، لیکن اگر وہ محسوس کرے کہ ان حصص کی قیمت میں اضافہ ہونے کا امکان کم ہے تو وہ اپنی درخواست واپس لے لیتا ہے اور اسے اپنی پہلی قسط بھی واپس مل جاتی ہے۔ کیا اس طرح سے درخواست دے کر واپس لینا شرعاً جائز ہے؟ کیا درخواست اور پہلی قسط کے دے دینے پر معاہدہ بیچ مکمل نہیں ہو جاتا اور پھر اسے توڑنا جائز نہیں ہے؟ اس مثال میں مزید کو اصطلاحاً STAG کہا جاتا ہے۔

(د) (د) زیر اپنے دلال (STOCK BROKER) بکر سے یکم مارچ ۱۹۹۹ء کو ٹیلی فون پر کہتا ہے کہ وہ (یعنی بکر) مزید کے لئے الف لمیٹڈ کمپنی کے... حصص خرید کے رکھ لے اور یہ کہ مزید ان حصص کی ادائیگی ۵ مارچ کو کرے گا۔

بکر عمر سے حصص خرید لیتا ہے اور اپنے پاس رکھ لیتا ہے، مہینے کی پندرہ تاریخ کو مزید بکر کو ٹیلی فون پر کہتا ہے کہ چونکہ اس کے پاس (یعنی مزید کے پاس) اس وقت تک پیسوں کا کوئی انتظام

نہیں ہو سکا لہذا وہ ادائیگی مزید ۱۵ دن (یعنی ۳۰ مارچ تک) کے لئے ملتوی کر دے۔ اس کو اصطلاح میں CONTAGIO کرنا یا CARRY OVER کرنا کہتے ہیں۔

ادھر بچہ کو ادائیگی پر صورت کرنا ہے لہذا بچہ کسی بینک سے یا کسی اور جگہ سے ۱۵ روز تک کا قرض لے کر عمر کو ادائیگی کر دیتا ہے اب ۳۰ مارچ کو زید مارکیٹ کا بھاؤ دیکھتا ہے تو بھاؤ چڑھ چکا ہوتا ہے لہذا زید بچہ کو کہتا ہے کہ میرے حصص فروخت کر دو جو نفع ہوا اس میں سے قرض پر کا سود، پت کمیشن اور دوسرے قانونی اخراجات کاٹ کر باقی مجھے ادا کر دو۔ چنانچہ بچہ ایسا ہی کرتا ہے لیکن اگر ۳۰ مارچ کو قیمتیں گر چکی ہوں تو نقصان بھی زید ہی کو اٹھانا پڑتا ہے، اس صورت میں نفع اور نقصان دونوں کا ذمہ دار زید ہے۔

کیا شرعاً یہ کاروبار جائز ہے؟ فرض کیا کہ ہم اس میں سے سود کو نکال دیں تو کیا پھر بھی یہ ناجائز ہی ٹھہرے گا؟

براہ کرم ان چاروں صورتوں کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

(۳) اگر اسٹاک ایکسچینج پر خرید و فروخت ناجائز ہے تو پھر ایک اسلامی حکومت میں مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں (JOINT STOCK COMPENIES) کے حصص کی خرید و فروخت کا کیا متبادل انتظام ہوگا؟

سوال نامے میں مندرجات کی تفصیل یہ ہے۔

مندرجات کی تفصیل | سٹہ بازی دراصل مستقبل کی سودا بازی ہے جس میں دو فرق محض تھیں اندازہ سٹہ بازی سے قیمتوں کے گھٹنے اور بڑھنے پر معاہدہ کرتے ہیں یعنی ایک فرق کا اندازہ آئندہ قیمت بڑھنے کا ہوتا ہے اور دوسرے کا اندازہ آئندہ قیمت گھٹنے کا ہوتا ہے۔ پھر دونوں اپنے اپنے اندازہ کو بنیاد بنا کر آپس میں ایک معاہدہ کرتے ہیں جس میں نفع و نقصان کا فیصلہ غائب ہو دے پر قبضہ کے بغیر کر لیا جاتا ہے۔

چنانچہ مدت گزرنے کے بعد جس شخص کا اندازہ صحیح ثابت ہوتا ہے اس کو قیمت کے فرق کی نسبت

سے نفع ہوتا ہے اور جس کا اندازہ غلط ثابت ہوتا ہے اس کو اسی نسبت سے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

قیمت کے گھٹنے اور بڑھنے کا اندازہ جس طرح اشیاء میں ہوتا ہے اسی طرح حصص و تمسکات میں بھی ہوتا ہے۔

اشیاء کی صورت یہ ہے مثلاً:

زید اور بکر کے درمیان یہ معاملہ طے ہوا کہ تین ماہ کے بعد زید بکر سے سو من گیہوں ۴۰ روپے من کے حساب سے خریدے گا۔ مدت گزرنے کے بعد دونوں بازار جا کر صحیح قیمت معلوم کرتے ہیں اگر اس وقت گیہوں کی قیمت چالیس روپیہ فی من ہے تو دونوں میں کسی کو نہ نفع ہوتا ہے اور نہ نقصان ہوتا ہے لیکن اگر اندازہ کے مطابق اس وقت قیمت بڑھ گئی ہے یعنی ۴۰ روپے فی من کے بجائے ۴۲ روپے من ہو گئی ہے تو زید بکر سے دو روپے من کے حساب سے وصول کرے گا اسی طرح دوسرے شخص کے اندازہ کے مطابق اگر اس وقت گیہوں کی قیمت گھٹ گئی ہے یعنی ۴۰ کے بجائے ۳۸ روپے من ہو گئی ہے تو زید نقصان میں رہے گا اور اس کو دو روپے فی من کے حساب سے دینا پڑے گا۔  
حصص و تمسکات کی صورت یہ ہے۔ مثلاً:

زید کو یہ اندازہ ہوا کہ یکم جنوری سے قیمت بڑھ جائے گی تو اس نے ۳ ماہ پہلے حصص و تمسکات خرید لئے کہ قیمت بڑھنے کے بعد ان سے زیادہ نفع اٹھایا جائے گا اسی طرح یکم جنوری سے قیمت گھٹنے کا اندازہ ہوا تو ۳ ماہ پہلے حصص و تمسکات بیچ دئے کہ آئندہ پھر سستے داموں خرید کر ان سے نفع اٹھایا جائے گا۔

اندازہ کرنے والے اپنے اپنے اندازہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے عموماً غلط افواہیں پھیلاتے ہیں۔ تاکہ آئندہ بازار کا نرخ ان کے موافق ہو جائے مثلاً ایک فرقہ یہ افواہ پھیلاتا ہے کہ حکومت اپنی ضرورت کے لئے اتنا مال خریدنے والی ہے، یا ہر کے ملک سے مال نہ آ سکے گا، کارخانوں میں بڑتالیں ہوں گی اور رسد طلب کے مقابلے میں کم ہو جائے گی، پھر ان سب کے نتیجہ میں لازمی طور سے قیمتیں

پڑھیں گی۔ یا دوسرا فرق یہ افواہ پھیلاتا ہے کہ باہر سے مال ضرورت سے زیادہ آ رہا ہے اور مال کی طلب گھٹ گئی ہے جس کے نتیجے میں قیمتوں کا گر جانا یقینی ہے وغیرہ۔

اسٹاک ایکسچینج | اسٹاک ایکسچینج اس ادارہ کو کہتے ہیں جو حصص و تمسکات کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا ہے اس کا تعلق مشترکہ سرمایہ کی کمپنی سے ہے۔

مشترکہ سرمایہ کی کمپنی | مشترکہ سرمایہ کی کمپنی JOINT STOCK COMPANY دراصل بہت لوگوں کی ایک انجمن ہوتی ہے جس میں مشترکہ سرمایہ کار و باری اغراض کے لیے لگایا جاتا ہے اور نفع و نقصان کو آپس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

ابتداء میں یہ کمپنی کم از کم سات افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ افراد جبکہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ سرمایہ کا تخمینہ لگاتے اور کاروبار کی نوعیت وغیرہ بنیادی امور طے کر کے اپنا سرمایہ لگاتے ہیں پھر بعد میں بہت سے افراد حصہ دار بن کر شریک ہوتے اور عیسیدہ ہوتے رہتے ہیں۔

کمپنی کو قانونی شکل دینے کے لئے مختلف چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً رجسٹر ارسکے پاس کاغذات (دستاویز) داخل کرنا، شمولیت اور کام شروع کرنے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا اور قانونی کارروائی پوری ہونے کا اعلان کرنا وغیرہ۔ ان سب کے بغیر کوئی کمپنی کام شروع کرنے کی مجاز نہیں ہو سکتی۔

کمپنی کا انتظام ڈائریکٹروں کی ایک جماعت کے سپرد ہوتا ہے جس کو تمام حصہ دار مل کر منتخب کرتے ہیں۔ یہ جماعت انتخابہ دار ہونے کے ساتھ کمپنی میں حصہ دار بھی ہوتی ہے۔ اسے بورڈ آف ڈائریکٹرز کہتے ہیں حصہ داروں کا اجلاس سال میں ایک مرتبہ ضروری ہوتا ہے جس میں درج ذیل مختلف امور انجام پاتے ہیں :

(۱) ڈائریکٹروں اور آڈیٹروں کا انتخاب۔ (۲) پالیسی اور اصولوں وضع کرنا۔

(۳) سال بھر کی رپورٹ پیش کرنا۔ (۴) منافع کی تقسیم اور اسکی مقدار کا اعلان کرنا وغیرہ۔

کمپنی میں سرمایہ حاصل کرنے کی شکلیں | کمپنی میں سرمایہ حاصل کرنے کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) وہ جو چھوٹے چھوٹے یونٹ (UNITS) کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے جسے شیئرز (SHARES) (حصص) کہتے ہیں۔

(۲) وہ جو متسکات کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے، جسے انگلستان میں ڈینیچر (DEBENTURE) اور امریکہ میں بونڈ (BOND) کہتے ہیں۔  
ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے :

حصص (۱) سرمایہ حاصل کرنے کی پہلی شکل (SHARES) (حصص) کی ہے۔ یہ ایک ہی قسم کے نہیں ہوتے بلکہ لوگوں کی سہولت کے پیش نظر کمپنی مختلف قسم کے چھوٹے بڑے بے شمار (SHARES) (حصص) جاری کرتی ہے۔ جن پر باقاعدہ نمبر پڑے رہتے ہیں اور ان کے خریدنے والوں کو ایک سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔

حصص کی بڑی تقسیم یہ ہے :

۱۔ وہ جن کو دوسرے حصصوں پر ترجیح دی جاتی ہے اور ایک مقرر شرح کے اعتبار سے نفع دیا جاتا ہے ان کو PREFERENCE SHARES (ترجیحی حصے) کہتے ہیں۔ ترجیحی کی کئی صورتیں ہیں۔  
(الف) بعض وہ ہیں جن کو صرف سال رواں کے نفع میں ترجیح دی جاتی ہے۔ بقا بہت جس قدر بھی نفع ہو اور اگر سال رواں میں بالفرض نفع نہ ہو تو ان کو کچھ نہیں ملتا۔  
(ب) بعض وہ ہیں جن کو ہر سال کے نفع سے بھی دینے کی شرط ہوتی ہے یعنی اگر سال رواں کا نفع ترجیحی حصہ داروں کے لئے کافی نہیں ہوتا تو اگلے سال کے نفع سے پہلے یہ بقا یا ادا کیا جاتا ہے۔ اس کی تقسیم ہوتی ہے۔

(ج) بعض حصہ داروں کا سرمایہ کمپنی ایک عرصہ کے بعد واپس کر دیتی ہے ان کو بھی حسب معاہدہ نفع میں ترجیح دی جاتی ہے۔

۲۔ بعض حصہ دار پہلے اپنا ترجیحی حصہ وصول کرتے ہیں پھر سب حصہ داروں کے لینے کے بعد جو باقی رہتا ہے اس میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

(۲) وہ جو ترجیحی حصوں کے بعد ادا کئے جاتے ہیں ان کو ORDINARY SHARES (عمولی حصے) کہتے ہیں۔ بعض صورتوں میں ان کے لئے ایک حد مقرر ہوتی ہے۔

(۳) وہ جنکی ادائیگی ترجیحی اور معمولی دونوں حصوں کے بعد کی جاتی ہے۔ ان کو DEFERRED SHARE (مستوی شدہ حصے) کہتے ہیں۔

(۴) وہ جو ترجیحی اور معمولی نیز ایک مقررہ رقم اندوختہ میں ڈالنے کے بعد ادا کئے جاتے ہیں ان کو FOUNDERS SHARES (بانیوں کے حصے) کہتے ہیں۔

بانیوں کے حصوں کی تعداد بالعموم بہت محدود ہوتی اور جب نفع زیادہ ہوتا ہے تو ان کی قیمت بڑھ جاتی ہے نیز یہ حصے ان کی خدمات کے صلہ میں بقیہ رقم سے ادھی چوتھائی کی نسبت سے دئے جاتے ہیں۔

تمسکات | سرمایہ حاصل کرنے کی دوسری شکل تمسکات (بونڈ یا ڈیبنچر) کی ہے۔ کاروبار چلانے کے لئے کمپنی قرض لیتی اور تمسکات کو قرض کی تصدیق (تحریری دستاویز) کے طور پر جاری کرتی ہے جس پر سود کی ایک خاص شرح بھی ادا کرتی ہے۔

تمسکات کئی قسم کے جاری کئے جاتے ہیں مثلاً:

(۱) وہ جن پر کمپنی کے اثاثہ کی ضمانت ہو۔ ان کو مضمون تمسکات کہتے ہیں۔

(۲) وہ جن پر کمپنی کے اثاثہ کی ضمانت نہ ہو ان کو معمولی تمسکات کہتے ہیں۔

(۳) وہ جن کی ادائیگی ایک مخصوص تاریخ یا نوٹس ملنے پر کر دی جاتی ہے۔

(۴) وہ جن کی ادائیگی عام طور سے کمپنی کے قیام تک نہیں کی جاتی۔

تمسکات کی ایک اور تقسیم "بیر" (BEARER) اور "رجسٹرڈ" کی کی جاتی ہے

"بیر" وہ جو صرف دستخط کرنے سے منتقل ہو جاتے ہیں۔

"رجسٹرڈ" وہ جو بغیر کمپنی کے رجسٹرڈ کرائے نہیں منتقل ہو سکتے۔

حصص اور تمسکات میں فرق | حصص و تمسکات (شیر اور بونڈ) میں درج ذیل

قسم کے فرق بیان کئے جاتے ہیں :

(۱) شیرز ہوڈر کمپنی کے حصے دار ہوتے ہیں جبکہ تمسکات کے مالک کمپنی کے قرض خواہ ہوتے

ہیں۔

(۲) کمپنی جب ختم ہونے لگتی ہے تو پہلے تمسکات کے مالکوں کی ادائیگی کی جاتی ہے شیرز ہوڈر

کی ادائیگی بعد میں ہوتی ہے۔

(۳) تمسکات حصص کے مقابلے میں زیادہ محفوظ سمجھے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مالک نفع و

نقصان میں شریک نہیں ہوتے۔

(۴) شیرز ہوڈر کی آمدنی میں کمی بیشی کے لحاظ سے نفع میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے لیکن تمسکات

کے مالک مقررہ شرح سود سے زیادہ نہیں حاصل کر سکتے۔ اگرچہ کمپنی ہی آمدنی ہو۔

دلالوں کی معرفت حصص اور تمسکات کی خرید و فروخت :

کمپنی کے چھوٹے بڑے حصص اور تمسکات کی بھی مال منقولہ کی طرح خرید و فروخت ہوتی ہے۔

بڑے بڑے شہروں میں ان کی خرید و فروخت مستقل کاروبار کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے اور

اسٹاک ایکچینج کے نام سے مستقل ادارہ قائم ہے۔ نیز خرید و فروخت کے معاملے میں سود دینے کے لئے

دراپور پیشہ کمیشنیر دلال مقرر ہیں جس کو اپنا حصہ بچپنا ہوتا ہے وہ اس کو اسٹاک ایکچینج

میں دلالوں کی معرفت جمع کر دیتا ہے اسی طرح جس کو خریدنا ہوتا ہے وہ اسٹاک ایکچینج سے

دلالوں کی معرفت خرید لیتا ہے۔

کمپنی کے نظام میں فوائد کے ساتھ خرابیاں :

میں شک نہیں کہ موجودہ طریق پیداوار میں مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کو بڑی اہمیت حاصل

۱۵ حوالہ اور مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اصول معاشیات ج ۱، پروفیسر ٹاسک اصول معاشیات ج ۱،

ڈاکٹر محسن، مقدمہ معاشیات (انٹروڈکشن ٹو کنائکس) اصول معاشیات حصہ دوم باب ۱۱ محمد اسیر۔

پرنسپل کنائکس ج ۲ باب ۶۔

ہے، ان کے ذریعہ وسیع پیمانہ پر کاروبار چلانے کے لئے زیادہ سرمایہ جمع ہونا اور صنعت و حرفت نیز تجارت کو فروغ دینے میں بڑی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔

لیکن فوائد کے ساتھ کمپنی کے موجودہ نظام میں چند در چند خرابیاں بھی بیان کی جاتی ہیں جن کی وضاحت ضروری ہے۔ مثلاً:

(۱) کمپنیوں کا یہ نظام اس قدر واسطہ در واسطہ اور پیچیدہ ہے کہ اس کو اجتماعی شکل دینا نہایت مشکل کام ہے۔

(۲) خرید و فروخت کے ذریعہ حصوں کا ہر وقت مستقل ہوتے رہنا اس کاروبار کا خاص گڑ ہے لیکن اس منتسلی میں دعو کہ وہی، نا انصافی، اجتماعی مفاد کی قربانی اور ناجائز استحصال وغیرہ قسم کی بہت سی بُرائیاں پائی جاتی ہیں۔

ڈائریکٹر و مینجر وغیرہ چونکہ کسی اور مارکیٹ کی حالت سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اس بنا پر جب وہ کسی کی حالت خراب دیکھتے ہیں تو اپنے حصوں کو فروخت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جب اس کی حالت اچھی ہوتی ہے تو اپنے ایجنٹوں و رشتہ داروں کے ذریعہ زیادہ حصے خرید لیتے ہیں۔

ڈائریکٹر و مینجر وغیرہ کے اختیارات اب اگرچہ پہلے کے مقابلے میں محدود ہو گئے ہیں لیکن کاروبار کا یہ سرمایہ دارانہ نظام ہی کچھ اس قدر پیچیدہ ہے کہ مذکورہ قسم کی برائیوں سے بچنا تقریباً ناممکن ہے۔

(۳) خرید و فروخت کے وقت ہر شخص صرف اپنے مفاد کو مد نظر رکھتا اور مشترکہ مفاد کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔

(۴) کمپنیاں بڑی حد تک قرض (دھار) پر چلتی ہیں جس کی بنا پر ہمیشہ سود کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(۵) اس نظام سے اجارہ داری بڑھتی اور سرمایہ ایک طبقہ میں محدود رہتا ہے جس سے

امارت و غربت میں توازن برقرار رکھنے کی صورت نہیں رہ جاتی۔

(۶) دلالوں کا ایک پیشہ ور درمبائی طبقہ ابھرتا ہے جو صرف اپنے کمیشن سے دلچسپی رکھتا ہے خواہ بازار کا بھاؤ گھٹے یا بڑھے جس طرح قمار خانہ کے مالک اور گھوڑ دوڑ کے منتظمین کو اصل دلچسپی اپنے کمیشن سے ہوتی ہے۔ ہارجیت سے ان کو کوئی بحث نہیں ہوتی۔

خوابیوں کے بارے میں چند ماہرین معاشیات کی رائے :

ذیل میں ماہرین معاشیات کی چند رائیں نقل کی جاتی ہیں جن سے مذکورہ بیان کی تصدیق ہوتی ہے (ماہرین کی یہ رائیں کمپنی کے بہت سے فوائد تسلیم کرنے کے بعد ہیں) مورلینڈ صاحب کہتے ہیں :

”اس قسم کا کاروبار سراسر قمار بازی معلوم ہوتا ہے۔ محض مستقبل کے

حالات کے اندازہ پہ لوگ کاروبار کرتے ہیں..... پس اگر کوئی نا تجربہ کار

طلب و رسد کے پورے پورے حالات جانے بغیر بونہی ایسا کاروبار شروع کر دے

کو یقیناً جلد اس کا دیوانہ نکل جائے گا۔“

دوسری جگہ ہے :

”آج کل کے مکمل بازاروں میں تاجروں کی بڑی بڑی جماعتیں رہتی ہیں

جن کا یہی خواہش کام ہے کہ رسد و طلب کے متعلق ضروری حالات معلوم کریں اور

اپنی معمولات کی بنا پر اندازہ لگائیں۔“

پروفیسر ٹاسگ کہتے ہیں :

”موجودہ زمانہ کے کارپوریشن یا انجمن سرمایہ مشترک کے حصے داروں میں مشترکہ

۱۵ مقدمہ معاشیات (انٹروڈکشن ٹو کنٹیکس) باب ۴، فصل ۲۷، ص ۲۴۳

۱۶ ایضاً فصل ۱۶، ص ۱۵۵۔

اغراض کے لئے اجتماعی مسائل کا احساس یا انکلیہ مفقود ہو گیا ہے..... ہر شخص محض اپنے ہی ذاتی مفاد کو پیش نظر رکھتا ہے اور متوقعہ نقصان کی صورت میں اس کا رو بار سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ جس طرح کہ چوہا ڈوبتے وقت اس جہاز کو چھوڑ دیتا ہے جس میں اب تک پناہ لئے ہوئے تھا یا اگر اس کو اس کا رو بار میں آئینہ زیادہ منافع ملنے کی توقع معلوم ہوتی ہے تو اپنی ذاتی منفعت کی خاطر دوسرے ساتھ والے حصہ داروں سے حصص کثیر تعداد میں خرید لیتا ہے۔ جب کمپنی کے حالات خراب ہوں تو حقے فروخت کر دیتا اور جب حالات رو بہ اصلاح ہوں تو خرید لیتا۔ یہ کاروبار کا خاص گڑ ہے۔“

بھرا گئے چل کر ہے :

”لیکن لمحہ بھر کے لئے بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ اس سے کسی اخلاقی اصول کی شکست و ریخت ہوگی یا انصاف کا خون ہوگا۔“

ایک اور جگہ ہے :

”تمسکات کے خریداروں اور فروشندوں کی پوری جماعت ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی تاک میں رہتی ہے۔“

جان لے ناڈ کہتے ہیں۔

”رقم کی فوری ضرورت پر بینک اہل معاملہ کو جو قرض دیتے ہیں اور حصص و تمسکات بطور ضمانت اپنے پاس رکھتے ہیں ان کی قیمت قرضہ سے زائد ہوتی ہے بینک اس قسم کا کاروبار بہت محدود طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ اس لئے دلالوں کا ایک

۱۲۵ اصول معاشیات ج ۱، باب ۶، ص ۱۰۱۲۔

۱۲۶ پرنسپلز آف اکاؤنٹس ج ۲، باب ۶، ص ۸۸ از اسلام کے معاشی نظریے۔



”بیع الحاضر لباد“ کہتے ہیں۔

(۳) کچھ لوگ تجارتی واقعوں اور غلہ کے تاجروں سے رسد کا ذخیرہ خرید لیتے۔ اور ضرورت کے باوجود روک کر حب اور حبس دام چاہتے فروخت کرتے تھے۔ اس کو "احتکار" کہتے ہیں۔

ان صورتوں میں چونکہ اجارہ داری، ذخیرہ اندوزی، طلب و رسد کے قدرتی تناسب میں خلل اندازی، ورنہ جائز استحصال وغیرہ قسم کی برائیاں پائی جاتی ہیں اس بنا پر ان سے منع کیا گیا ہے۔

ان صورتوں کی ممانعت سے متعلق حدیثیں چنانچہ پہلی صورت کے بارے میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تلقوا برؤسكم في بيع

خریداری کرنے کے لئے قفیلے نہ ملتا تو کربہ۔

دوسری روایت میں ہے :

لا تلتقوا بحلب فمن يلقى فاستوري

غلہ لانے والے تاجروں سے مروت کر رہے۔

منہ فاذا اُتی سید کا

اگر کسی نے دسہر آنے سے پہلے ۱۲ سے ۱۴

باسوق فہو بالحدید سے

غمہ خرید لیا اور شہر آنے کے بعد بازاری کھانا کایا۔

ہیلا تو ہینگے برونے کی صورت میں ان کو اختیار ہے

ہمارے تو ہمہ گیر باقی نہیں اور حیات تو فتح کر دیں۔

ایک اور روایت یہ ہے:

لا تلقوا السبع حتى يحيط بها

تقریباً ۱۰۰ سے زیادہ مذاقات کرو چکے ہیں۔

الاشیاء سوائے

کہ سزا بڑی مہینہ آتا رہا ہے۔

دور کی صورت کے بارے میں، سول فوٹو سلی رتھ ویرڈسم نے فرمایا:

۱۰ بخاری میسّم کتاب ابدیہ سے مشکوٰۃ پر پابندی عنہ من البیوع۔ جہ ایضاً

لا بیع حاضر لباد لہ  
شہر (بازار) کا آدمی دیہات (باہر) کے تاجر  
سے بیع کا معاملہ نہ کرے۔

دوسری جگہ ہے :

لا بیع حاضر لباد دعوا الناس  
یرزق اللہ بعضهم لبعض لہ  
شہر (بازار) کا آدمی دیہات (باہر) کے تاجر سے  
بیع کا معاملہ نہ کرے۔ لوگوں کو چھوڑو۔ اللہ  
بعض کو بعض کے ذریعہ روزی پہنچاتا ہے۔

طاؤس (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے مذکورہ حدیث کا مطلب پوچھا  
تو انہوں نے فرمایا :

لا یكون له سمساراً لہ  
شہر کا آدمی دیہات کے تاجر کا دلال نہ بنے۔  
”بیع حاضر لباد“ کی تعبیر و طرح منقول ہے۔

(۱) پہلی یہ کہ بازار کا آدمی باہر کے تاجر سے (بکثرت دلال) کہے کہ تم اپنا مال آج کے بھاؤ  
نہ فروخت کرو بلکہ میرے پاس رہنے دو تا کہ میں اس کو بھاؤ چڑھنے پر گراں قیمت فروخت کروں۔  
(۲) دوسری یہ کہ بازار کا آدمی ضرورت کے باوجود اہل شہر کے ہاتھ غلہ نہ فروخت کرے بلکہ  
سادہ لوح دیہاتیوں کے ہاتھ گراں قیمت فروخت کرے۔

تیسری صورت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :  
من احتكر فهو خا طي لہ جس نے احتکار کیا وہ گنہگار ہے۔

دوسری روایت میں ہے :

نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحتكر الطعام لہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ میں احتکار  
کرنے سے منع فرمایا۔

۱۔ سنن کتاب البیوع۔ ۲۔ ایضاً بخاری پ، باب هل بیع حاضر لباد لہ عاصیہ مشکوٰۃ  
باب انہی عنہا من البیوع۔ ۳۔ ہدایہ مفصل فیما لکرہ لہ ابو داؤد کتاب البیوع لہ بیہقی کتاب البیوع۔

ایک اور روایت میں ہے :

المحتكر ملعون ۱۵ احتكار کرنے والا ملعون ہے۔

یہ ممانعت صرف غلہ کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ حالات کی رعایت سے تمام ان چیزوں کو شامل ہے جن کے احتکار سے عام لوگوں کو تکلیف ہو۔

كل ما اضر بالعامه حبيبه فهو ۱۶ ہر وہ چیز جس کے روکنے سے عام لوگوں کو نقصان پہنچے وہ احتکار ہے اگرچہ سونا، چاندی اور کپڑا ہو۔

احتکار وہ ہے جو ان کا نڈھیاؤ فضیلتاً و ثوباً ۱۷

مذکورہ صورتوں کی بنیاد تخمین پر بتائی جاتی ہے | مذکورہ صورتوں کی بنیاد تخمین پر بتائی جاتی ہے کیونکہ چند افراد مال پر قبضہ مستقبل کے اندازہ کے بغیر نہیں کرتے ہیں اگرچہ یہ عام حالت میں پھیلنے کی نہیں پیدا کرتی بلکہ اس کی پھیلنے کی خاص حالت تک محدود رہتی ہے

پروفیسر اسگ کہتے ہیں :

”تخمین کا میلان اور شوق رکھنے والے اس قسم کے کاروبار میں حصہ لینے کی

کوشش کرتے ہیں یعنی وہ کسی شے کی کل رسد کو خرید کر اس پر قابو جما لیتے ہیں اور اس

کے بعد اگر ممکن ہو تو اس کو بہت زیادہ منافع پر فروخت کرتے ہیں۔“

دوسری جگہ ہے :

”عوام ان تخمین احتکاروں سے بالکل بے تعلق نہیں رہتے، عوام کی بعض ضرورتیں

ایسی ہوتی ہیں جو ملتوی نہیں ہو سکتیں اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بازاری

قیمت پر اشیا خریدنا ناگزیر ہوتا ہے۔“

چند وہ صورتیں جن میں دھوکا قریب اور مستقبل کی

سودا بازی وغیرہ قسم کی خرابیاں پائی جاتی ہیں | ۱۸ | کچھ لوگ دھوکا دینے والے جو نوکے تھنوں میں کئی وقت کا دودھ روک لیتے تاکہ تھنوں میں

۱۵ طیبی شرح مشکوٰۃ کتاب البیوع ۱۶ ہا یہ ج ۲ کتاب الکرامیۃ

۱۷ اصول معاشیات ج ۱ ص ۱۵۰ ۱۸ ۱۵۲ ایضاً ص ۲۱۲

زیادہ دودھ دیکھ کر خریدار زیادہ قیمت لگائے۔

(۲) کچھ لوگ بھیگے ہوئے غلہ کو پیچے چھپا دیتے اور خشک غلہ کو اوپر کر کے کل کو خشک کے دام فروخت کرتے تھے۔

(۳) کچھ لوگ دودھ کو تھن میں لٹکی کر دودھ میں، نطفہ کو پیٹھ میں، جس کو پیٹ میں اور شکر کو جال میں فروخت کرتے تھے۔

اس قسم کی صورتوں میں چونکہ دھوکہ، فریب، چالانت اور مستقبل کی سودا بازی وغیرہ جیسی برائیاں پائی جاتی ہیں اس بنا پر ان سے منع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ:

ان صورتوں کی ممانعت سے متعلق حدیثیں | یہی صورت کے بارے میں رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تصرفوا بالبل والغممۃ  
دوسری روایت میں ہے۔

من اشتری شاة مصریة  
فہو بالخیار ثلثۃ  
ایام  
جس شخص نے شہ بکری خریدی جس کے تھن میں دودھ جمع کیا گیا تھا اس کو تین دن تک معاذ باقی رکھنے اور فتح کرنے کا اختیار ہے۔

دوسری صورت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
مصر علی: برة طعام فا دخل یدہ فیہا  
فالتأ صابعہ بللا فتأ صاھذا  
یا صاحب الطعام قال أصابۃ السماء  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک  
ڈھیر کے پاس تشریف کے گئے۔ جب آپ نے  
ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈالا تو اس میں تری محسوس کی۔ غلہ  
والے سے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا

یا رسول اللہ قال أفلأجعلته  
فوق الطوام حتی یزال الناس  
من غشش قلبی منی لہ

کہ یا رسول اللہ غلہ بار شد سے بھیگ گیا ہے اپنے  
فرمایا کہ تم نے اس بھیگے ہوئے کو اوپر کیوں نہیں لٹھ  
یا دیکھو جس شخص نے فریب کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

تیسری روایت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات یہ ہیں:

نہی ان یباع فی ضیوع وسمن  
فی لبن لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ  
دودھ کھن میں اور گھی دودھ میں بیچ جائے۔

دوسری روایت یہ ہے:

نہی عن المضامین والملاقیہ  
وحبل الحبلۃ والمضامین ما فی  
أصلاب الإبل والملاقیہ ما فی  
بطونہا وحبل الحبلۃ ولد ولد  
هذلا الناقۃ لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضامین،  
ملاقح و حبل حبلہ کی بیچ سے منع فرمایا۔  
مضامین وہ نطفہ جو اونٹ کی پشت میں ہے  
ملاقح وہ حمل جو اونٹنی کے پیٹ میں ہے اور حبل حبلہ  
سیدہ اداوشنی کے بچہ کا بچہ ہے۔

بعض لوگوں نے مضامین سے حمل اور ملاقح سے نطفہ لے لیا ہے اس طرح آہل احادیث سے  
اس حدیث کی وعدہ یا نذر اور لیا ہے جس پر وٹنی کے بغیر یہ سوکھیر سے بچ کے بغیر یہ ہو جائے  
تیسری روایت یہ ہے:

نہی عن شراء ما فی بطون  
الانعام حتی تنزع وعن بيع ما فی  
ضروعہا وعن شراء العبد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے خریدنے  
سے منع فرمایا جو جانوروں کے پیٹ میں ہے، دودھ  
کی بیچ سے منع فرمایا جو عسوں میں ہے غلام کے خریدنے

۱۰ مشکوٰۃ مسند باب النہی عنہ من الیوت۔ ۱۱ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ عن طریق عکرمہ۔

۱۲ عبد الرزاق، ۱۳ مسند عن ابی یوسف، ۱۴ کتاب البیوع، ۱۵ ح شیبہ، ۱۶ ح ابی یوسف، ۱۷ کتاب البیوع۔

وہو آتی وعن شرا المغانم  
حتی تقسم وعن شرا الصدقات  
حتی تقبض وعن ضربۃ  
القائض

سے منع فرمایا جو بھاگا ہوا ہے تقسیم سے پہلے مال  
غنیمت کے خریدنے سے منع فرمایا، قبضہ سے پہلے  
صدقات کے خریدنے سے منع فرمایا، اور ایک مرتبہ جاکر  
ڈالنے سے جو شرکار ملے اس پر معاملہ کرنے سے منع فرمایا۔

بعض نے ضربۃ القائض سے ان موتیوں پر خرید و فروخت کا معاملہ مراد لیا ہے جن کو غوطہ  
لگانے والے پہلی مرتبہ غوطہ سے حاصل کرے۔

ایک روایت میں عمومی حیثیت سے دھوکہ و فریب کی تمام شکلوں سے منع فرمایا ہے:  
نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم عن بیع الغرر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ کی بیع  
سے منع فرمایا ہے۔ (باقی آئندہ)

۱۵ ابن ماجہ و دارقطنی۔ ۱۶ حاشیہ ہایہ ج ۲ کتاب البیوع۔ ۱۷ مسلم و مشکوٰۃ۔

تین سو سے زائد صفحات کا یہ دلکش،  
دھیمپا اور فادیت لبرز نمبر وسط ستمبر میں  
آ رہا ہے۔ یہ اپنے مواد اور علمی و تحقیقی سبب  
کی بنا پر اتنا دقیق ہو گا کہ اسے آپ مجلد  
کرا کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیں گے۔

ماہنامہ تجلی  
کا  
خاص نمبر ۶۹ء

اس نمبر کو اگر آپ مفت حاصل کرنا چاہیں تو تجلی کا سالانہ چندہ بھیجیں  
جو دس روپے ہے۔ نمبر کو بھلائی حاصل کرنے کے لئے مزید ایک وپیہ سٹری  
خرچ بھی شامل کر دیں تو نور علی نور۔

اور اگر صرف یہی نمبر خریدنا چاہیں تو ڈاک خرچ ہیئت پانچ روپے ار سال  
فرمائیں یا اپنے شہر کے نیوز میجر یا بکسٹ سے چار روپے ۲۵ پیسے میں خرید لیں۔

کُل تہہ۔ منہر تجلی۔ دفتر تجلی۔ دیوبند۔

# تاریخ قطبی

تصحیح ڈاکٹر سید مجاہد حسین زیدی پر ایک نظر

از جناب ڈاکٹر محمد خالد صدیقی ایم اے پی ایچ ڈی شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲)

علاوہ ازیں مرتب کو وزن شعر کا بھی احساس نہیں ہے۔ اکثر مصرعے وزن سے خارج ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

ص ۱۲۲ س ۸ بند وریک شکارستاں نمی ماند      شکار انگن شکار انگن ہی ماند  
یہاں پہلے مصرعہ میں بند کی وجہ سے نہ وزن صحیح ہے اور نہ معنی واضح ہیں، کوئی اور لفظ ہوگا  
ص ۱۲۷ س ۱۱ زقطہ آتش دیگ دانہا، مرد      چہ تھعلی کہ آتش ازاں جاں نبرد  
اس شعر میں پہلو مصرعہ بے معنی اور خارج از وزن ہے۔

ص ۱۳۳ س ۲ حسینی نبوسید آں بے وفا      کہ آخر نزوسیلی در قفا  
یہاں سلی نہیں سلی ہونا چاہئے ورنہ مصرعہ خارج از وزن ہوگا۔

ص ۱۵۰ س ۱۸ یکی قلزم آہن آید بموج      نہنگان راہ جلوہ گر فوج فوج  
دوسرے مصرعہ میں راہ کی وجہ سے مصرعہ وزن سے خارج ہے۔ رہ ہونا چاہئے۔

ص ۲۲۲ س ۱۷ بہ مینم تا خود بہنگام جنگ کہ گرد چوموم و گر باشد چوسنگ

پہلے مصرع وزن سے خارج ہے دوسرے مصرع میں گہ کی جگہ کہ ہونا چاہئے۔

ص ۲۲۶ س ۱۴ ہمیں خود اردا میں چرخ جفاکوش کہ پی نیتی نہ بخشہ شربت نوش

دوسرا مصرع بے معنی اور وزن سے خارج ہے، پہلے مصرع میں جفاکیش ہونا چاہئے اور

دوسرا مصرع حاشیہ کے مطابق ہونا چاہیے۔

ص ۲۶۶ س ۱۰ دوسرا مصرع : بہ کردن کار کارمانیت ، معلوم نہیں کیا ہے۔

ص ۲۶۷ س ۹ پہلا مصرع : امی نادان غافل در چہ کاری ، اس مصرع کے شروع میں

لفظ تو رہ گیا ہے اس لیے مصرع وزن سے خارج ہے۔

ص ۳۴۳ س ۱۴ زبں کا فتاد کا نرا دار میداد جہاں را عدل نوشیروان شد از یاد

دوسرے مصرع میں نوشیروان کی جگہ نوشیروان ہونا چاہئے ورنہ مصرع وزن سے گر جائے گا

پہلے مصرع میں کا فتاد کا نرا کے بجائے 'افتادگان را' ہونا چاہیے۔

ص ۵۴۴ س ۱۱ چو پُرسد تار بخش ای دل بجوی ہمایوں بود وارث ملک وی

مصرع اول وزن نادرست ، پرسد کی جگہ پرسند ہونا چاہیے۔ اور دوسرے مصرع میں

وی کی جگہ 'اوی' ہونا چاہئے۔

ذیل میں بعض مقامات سے اس کتاب کی چند غلطیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے

ص ۳۱ س ۱ بد اوست شکار و رسوم و آئین رزم و پیکار۔ اس عبارت میں رسوم کے

پہلے مباشرت کا لفظ ہونا چاہیے، جیسا کہ حاشیہ میں درج ہے۔

ص ۵ س ۱۴ پی منازئی ، غلط ، بی منازعی ہونا چاہیے۔

ص ۱۵ حکومت سمرقندہ آنخود و نصب فرمودند و غیاث عزیمت را..... اس میں

سمرقند کے بعد واو عاطفہ ہونا چاہیے۔

ص ۶ س ۴ رای زرین کوئی چیز نہیں ، رای زرین ہونا چاہیے ، یہی غلطی ص ۱۴۶ پر

دوبارہ ہے مگر ص ۱۹۸ پر راوی رزین صحیح لکھا ہے۔ رزین کے معنی پختہ ہیں اور اس کا استعمال اس طرح ہوا ہے۔

- ص ۶ س ۱۲ بادر سید غلط۔ باور رسید صحیح ہے۔
- ص ۷ س ۵ پیش نمائند۔ پیش نمائند صحیح ہے۔
- ص ۷ س ۷ دست جلالت غلط۔ دست جلدوت ہونا چاہئے۔
- ص ۱۶ س ۷ چوں مور بر روی قبر یہاں تبرک جگہ قیر ہونا چاہئے۔
- ص ۱۹ س ۷ سر لطف خنی کے بجائے لطف حق ہونا چاہئے۔
- ص ۸ س ۲ خدای عزوجل را یہاں را کے بجائے م ہونا چاہئے۔
- ص ۵ س ۵ خاک چنیں بی تنگی بر فرق نام خود پختند یہاں پختند کے بجائے پختند ہونا چاہئے۔
- ص ۹ س ۳ لؤلؤ لار بدون اضافت غلط ہے۔
- ص ۱۰ س ۱۰ زرگس شرف تاج زرا از رنج بجز یافت یہاں بجز غلط ہے۔
- ص ۱۹ س ۱۹ چوں این منبر محمد بگ۔۔۔ رسید محمد بگ سے پہلے حرف اضافت بہ ہونا چاہئے۔
- ص ۱۰ س ۳ گراز کوہ پر سی بیای جواب بیای کر جگہ بیانی ہونا چاہئے۔
- ص ۱۰-۱۱ س ۱۰ آں دو بزرگ را ازاں منزں تار یک سپاہ بیرون آوردہ یہاں سپاہ غلط ہے 'وسپاہ' ہونا چاہئے یعنی تار تار یک و سپاہ۔
- ص ۱۱-۱۲ س ۱۱ در خورد نایت ہیئت خود اسپ را غری دشمنی شکوہ پیکر و پیشان مطافرو خورد نایت غلط ہے، در خورد نایت ہونا چاہئے۔ اسپ را غری کر جگہ اسپ لاغری یا اسپے لاغر ہونا چاہئے۔
- ص ۱۳ س ۱۳ مبارک شاہ سنجر غلط مبارک شاہ سنجر ہی ہے۔

ص ۱۰ س ۱۳ ریاضی دولتش بہ سبزه پروزی آراستہ گشت اس جملہ میں پروزی غلط پیروی صحیح ہے۔

ص ۱۱ س ۲ مبارک شاہ سجری کی جگہ مبارک شاہ سجری ہونا چاہئے۔

ص ۱۲ پانثرہ غلط ، پانزدہ ہونا چاہئے۔

ص ۱۳ جمعی کثیر و جسم غفیر ، یہاں جمعی غفیر ہونا چاہئے۔

ص ۱۳ س ۱-۲ باندک مدتی رتبہ و شان بکثرت رجال و وفور اموال ۔۔۔۔۔ از سائر الوسات

ممتاز بودند و سمت تقدم داشتند در مقام اطاعت و القیاد و رآمدند

اس عبارت میں دو نیادی غلطیاں ہیں۔ اول رتبہ و شان کے پہلے حرف

اضافت بُ یا دُر ہونا چاہیے۔ دوم داشتند کے بعد حرف عطف ہونا چاہئے

یا پہلے کے جملے شرطی ہونے چاہئیں موجودہ صورت میں اس کا مطلب خبط ہے

ص ۱۲ س ۵ چوں در دیوان تضایر داز و قدر مقرر شدہ بود اس جملہ میں قضا کے بعد پرداز

غیر ضروری ہے یا پھر حاشیہ کی عبارت مناسب ہوگی یعنی چوں در دیوان

تضایر و انچہ قدر مشیت و مقرر نہ شدہ بود (نہ بہر حال غلط ہے۔)

ص ۸ ادبار نکبت کے بجائے اربار و نکبت ہونا چاہئے۔

ص ۱۳ س ۱ حق برادر و خواہری یہاں حق برادری و خواہری ہونا چاہئے۔

ص ۱۵ س ۱۵ القصہ بر در زمان غبار کدورت .... بالا گرفتہ ، یہاں بر در زمان کے بجائے

در زمان ہونا چاہیے۔

ص ۱۹ بساط مصارف را در ہم نور دیدہ یہاں مصارف کی جگہ مصادقت ہونا

چاہیے۔

ص ۱۷ س ۱۳ جمعی مردم بے غرض دیدہ عرض کردہ بودند ، دیدہ زاید ہے

ص ۱۸ س ۳ کمر کوشش و اجتہاد بر میان مردمی بستہ ، مردمی غلط ، مردمی ہونا چاہیے۔

- ص ۲۲ س ۱۰ پہلا سہ ، ! مہا سہ ہونا چاہیے
- ص ۱۴ س ہر کا شتم تخم و پنچ و بزہ بظاہر تخم پنچ و بزہ صحیح ہونا چاہئے۔
- ص ۱۶ س کہ آن داستان رو عنست پاک ، رو عنست غلط ہے۔
- ص ۱۷ س بدیں می بزد کر بنجد و خرد اس میں دو غلطیاں ہیں۔ بیزد صحیح نہیں ہے ، کوئی دیگر لفظ ہو گا۔ کر بنجد و کی جگہ گرنجد و صحیح ہو گا۔
- ص ۲۸ س ۹ باقبال نبشت صاحبقران زفرق ہمہ مملکت شادان
- دوسرے مصرعہ میں فرق کی جگہ نسخہ بدل میں فرش لکھا ہے۔ صحیح لفظ فرش ہونا چاہئے ورنہ مدعہ وزن سے خارج ہو جائے گا۔
- ص ۲۹ س ۱۲ ردار گشت نریا صاحبقران کہ اغرق سوی کش آید رواں
- دوسرا مصرعہ وزن سے خارج ہے ، بسوی ہونا چاہئے۔
- ص ۳۰ س ۳ جف القلم ما ہو کاین اس میں ما کی جگہ ہا ہونا چاہیے۔
- ص ۱۵ س ہر ہنری کہ درد مچال سود ، ی سروری باشد بتیغ فنا بردارد ویر کس را کہ اندیشہ سرکش و بیزتری بخاطر راہ یابد زندہ بگذارو
- اس میں ہر ہنری غلط ، کوئی دیگر لفظ از قسم سردارت ، سروری وغیرہ ہونا چاہئے ، درد غلط ، درو صحیح ہے۔ زندہ بگذارو کی جگہ زندہ نگذرو صحیح ہے۔
- ص ۳۱ س ۱۷ تا ترقی کردن شاخ کین سرکشند شاخ نواز سر دین
- پہلا مصرعہ وزن سے خارج اور بے معنی ہے
- ص ۳۱ س ۱ لا جرم اسباب زوال و اساک بغایت کمال پر مزج او غالب شد ، یہ جملہ بے معنی ہے ، حاشیہ کی عبارت صحیح ہے۔
- ص ۱۳ س سعی پیش از پیش ، بیش از پیش صحیح ہے۔

- ص ۳۱ س ۱۹ بیجا نگاہ بیجا نگاہ صحیح ہے اور یہ کئی جگہ اسی طرح سے غلط لکھا ہے۔
- ص ۳۲ س ۸ ماہیم دوست و دامن اولاد مصطفیٰ یہاں ماہیم و دست ہونا چاہئے۔
- ص ۳۴ س ۱۵ خود نہای می کر دند کی جگہ خود نہائی ہونا چاہئے۔
- ص ۳۵ س ۱۷ برآں سخت ہم اعتماد نمودہ سخت کی جگہ سخن ہونا چاہئے۔
- ص ۳۶ س ۳ کہ نہاں شدم من اینجا مکندم آشکارا مکندم کی جگہ مکندیم ہونا چاہیے۔
- مکنیدم بمعنی مکنید مرا۔ مکنید فارسی کا کوئی لفظ نہیں۔
- ص ۳۷ س ۲ خدمتش را کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔
- ص ۳۸ س ۱۴ تشریف بودند کی جگہ تشریف داشتند ہونا چاہیے، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۳۹ س ۱۷ امید رار کی جگہ امید دار ہونا چاہیے۔
- ص ۱۸ جہت الکلام مالا کلام ہونا چاہیے۔
- ص ۴۰ س ۸ پانژدہم کی جگہ پانزدہم ہونا چاہیے۔
- ص ۴۲ س ۱۳ وگر کی جگہ وگر ہونا چاہیے۔
- ص ۱۷ بگردند کی جگہ بگرد وند ہونا چاہیے۔
- ص ۱۹ پروانگان کے بعد واؤ ہونا چاہیے۔
- ص ۴۲ س ۸-۷ باسطراب (س ۴۱۲) فتح و فیروزی ارتقاء اختر نجمتہ قال اقبال باز جبت
- یہاں ارتناع کے بجائے ارتفع ہونا چاہیے۔
- ص ۴۴ س ۱۳ طیر وہ زیار یہاں طیر کی جگہ کوئی دوسرا لفظ ہوگا، طیر بے معنی ہے
- ص ۴۵ س ۶ فراز کے بجائے فرار ہونا چاہیے۔
- ص ۱۴ سفید از کی جگہ غالباً سفید دز ہونا چاہیے
- ص ۱۷ زاں حصاری کہ طرف بارہ او درخواز سبارہ دار و عار
- دوسرے مصرعہ میں لفظ ستیارہ واضح نہیں ہے۔ ستارہ سے وزن ٹھیک ہوگا ورنہ

مصرعہ وزن سے خارج ہو جائے گا۔

۱۵ س ۳۷ روس کی جگہ الوس ہونا چاہیے۔

ص ۵۰ س ۱۱ بسفر حجاز توجہ نماید اس جملہ کو *Inverted Commas* میں رہنا چاہئے۔

س ۷ یہاں بنیان واضح نہیں ہے۔

ص ۱۶ در تصرف مینمود یہاں تصرف مینمود ہونا چاہیے۔

ص ۵۱ س ۷ مگر تبلیغ اور اطلاق تو اس داد یہاں نتواں داد ہونا چاہئے۔

ص ۱۳ در کنج کے بجائے در گنج ہونا چاہیے۔

ص ۵۲ س ۳ مصرعہ دوم: کند پیش از اندیشہ آسج گزار۔ یہاں پیش کے بجائے

پیش ہونا چاہیے۔

س ۱۵ اود و مجاہد کی جگہ اود و منج ہونا چاہیے۔

س ۱۷ آستین توئی کی جگہ آستین توئی ہونا چاہیے۔

ص ۵۵ س ۲۱ ہمدقند برد و ہنو کران امیر حسین یہاں برد بجائے بردند ہونا چاہیے

جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔

ص ۵۶ س ۹۔۸ بیگم را و فور سعادت و اقبال بہد رق بجنود عون و تائید حضرت ذوالجہد بسمرقند

آوردند۔ یہاں ہمراہ و فور سعادت یا یا و فور سعادت ہونا چاہیے۔ حاشیہ

میں خود و فور کا مصحف ہے۔

س ۱۹ منبرہ اول میں کزین نے ہی کے گزین ہونا چاہیے۔

ص ۵۷ س ۲ منبرہ دوم میں نہ نہ کر و کی جگہ صرصر ہونا چاہیے۔

س ۳ منبرہ دوم میں بوئی کی جگہ نہ ہونا چاہیے۔

س ۱۷ مصرعہ دوم میں بھکیڑ غلط ہے۔

س ۱۸ مصرعہ اول میں خدمت کر کی جگہ خدمت گرام ہونا چاہیے۔

س ۵۱ ص ۵ سپہری برانا سپہری نہ ہونا چاہیے۔

س ۸ مراسم رعایت میں مراسم زاید ہے

س ۲۱ دوسرے مصرعے میں وبا کی جگہ ویا ہونا چاہیے۔

ص ۶۷ س ۹ مک را ذرہ بردہ غولان غور ز غولان غوری کہ دیہ غور

پہلے مصرعے میں زرہ اور دوسرے مصرعے میں ز غولان غوری کی جگہ نہ غولان غوری ہونا چاہیے۔

ص ۶۸ س ۶۰۵ انتظار کارزار شادہ کوشش نبرد آزما یان تیغ کرار سیر میفرمود

انتظار سیر فرمود غلط معلوم ہوتا ہے۔

س ۷ قوت کی درنہ ارشد میں قوت کی را صحیح ہے یعنی در کے بجائے را ہونا

چاہیے۔

س ۸۰۹ نردان ایک لفظ ہے، نرد کو سطر کا آخری لفظ اور بانہا کو دوسری سطر

کا پہلا لفظ قرار دینا نہایت فاحش غلطی ہے۔

س ۱۵ وزان دو لفظ نہیں بلکہ ایک لفظ ہے، وزیدن سے اسم عالیہ

ص ۶۹ س ۱ مصرعہ دوم میں اٹھری غلط ہے، اختری ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔

س ۳ چوں ملک غیاث الدین را مشاہدہ آن کارزار کارخویش را زار دید اس

جملہ میں غیاث الدین کے بعد را کے بجائے از ہونا چاہیے۔

ص ۷۷ س ۸ حصار و مزین پندار بیرون آمدہ اس میں حصار و مزین غلط ہے، حصار

مزین ہونا چاہیے، واؤ زاید ہے

ص ۷۱ س ۲ اوان کے بجائے آوانی ہونا چاہیے۔

س ۳ رسیدند کے بجائے رسانیدند ہونا چاہیے، حاشیہ میں صحیح ہے

ص ۱۰۳ س ۱۲ نبولست غلط ہے نبولیت ہونا چاہیے۔

ص ۱۰۷ س ۶ مصرعہ دوم : زقت مہر گل در باش چون مرجان یہ مصرعہ واضح نہیں اس سے کوئی معنی نہیں نکلتے۔

ص ۱۰۸ س ۱۳ مصرعہ دوم میں دگر کی جگہ دگر ہونا چاہیے۔

ص ۱۱۰ س ۲۳ مصرعہ اول میں خونی کی جگہ خونی۔

ص ۲۴ مصرعہ دوم میں برخواست کی جگہ برخواست۔

ص ۱۱۱ س ۱۸ مصرعہ دوم میں کرای کی جگہ کرای۔

ص ۱۱۲ س ۱۸ آب دود آ نکہ یہ غلط ہے۔

ص ۱۱۳ س ۱۳-۱۲ بمعنی ولایات را کہ قدم اطاعت و انقیاد بر جادہ متابعت دود او نہادہ

بودند تاخت کردہ اس میں 'جادہ متابعت دود او' کے بجائے جادہ

متابعت و دود صحیح معلوم ہوتا ہے۔

ص ۱۱۸ س ۱۳ بیشتر رفتہ کے بجائے پیشتر رفتہ ہونا چاہیے۔

ص ۱۲۰ س ۱۸ احوال غلط ہے چل ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔

ص ۱۲۲ س ۱۴-۱۳ از کثرت غنائم وافر کہ در یورشہا بیامی از فتوحات متواتر بدست جہادت

عسا کر گردون مآثر می انتاد با ساقیان معکر ظفر اثر از روی مکنت واسپا

برامرای دیگر عہد و زمان فائق بودند اس میں دو جگہ غلطی معلوم ہوتی

ہے، ایک 'بیامی' زاید معلوم ہوتا ہے اور با ساقیان مشتبہ ہے اور جملہ جو

کہ Sulcedenate Clause میں ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔

ص ۱۲۳ س ۳ کانہ کے بجائے کانہ ہونا چاہیے۔

ص ۱۲۵ س ۳ بیجا بگاہ غلط ہے، بیجا بگاہ ہونا چاہیے۔

ص ۶ اکتاف و ولایات اس میں واو زاید ہے۔

ص ۱۲۷ س ۴ در پائی غلط ہے در پائی ہونا چاہیے۔

- ص ۱۲۷ س ۶-۷ میں رسیدہ بود کی تکرار حذف ہو جان چاہیے۔
- ص ۱۲۸ س ۹-۱۰ بعض رسانیدند چوں صاحبقران نظر بران سپہ و انگند بعض رسانیدند کہ جگہ بر بعض گاہ حاضر شدند زیادہ صحیح ہے، جیس کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۳۲ س ۳ یہاں پر مفعول غائب ہے، تمور کے بعد شخصی یا کسی فرستادہ جیسے لفظ ہونا چاہیے۔
- نمر ۱۳۲ س ۲ مصرعہ اول میں ثراں کے بجائے زال ہونا چاہیے۔
- ص ۱۳۵ س ۶ عز و شانہ کے بجائے عز شانہ ہونا چاہیے، داو زاید ہے۔
- ص ۱۰ عالم السروا خفیات میں ایک رکن واحد ایک رکن جمع مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔
- ص ۱۱ گور کہ غلط ہے، اس کے بجائے گور کہ یا گور کہ ہونا چاہیے۔
- ص ۱۳۶ س ۱۸ سلا و زبان غلط معلوم ہوتا ہے۔
- ص ۱۴ س ۱۴ تیر کا لفظ بظاہر غلط ہے۔
- ص ۱۳۷ س ۱-۲ و خاک اس معرکہ را بیابان با خون منافعات بر آ میختند بیابان کہ یہ جگہ نہیں ہے۔ اگر بیابان کو معرکہ کا مصاف سمجھا جائے تو بھی عبارت ٹھیک نہیں ہوتی۔
- ص ۶ قوشن کی جگہ قوشون ہونا چاہیے۔
- ص ۸-۱ فدای دار و بست از جان شستہ یہاں فدائی وار از دست جان شستہ ہونا چاہیے۔
- ص ۱۳۶ س ۳ معرکہ دوم میں بہگین کی جگہ سہگین ہونا چاہیے۔
- ص ۵ مصرعہ دوم میں نیا شستہ کی جگہ اپنا شستہ ہونا چاہیے۔
- ص ۲۰ بر کشادہ اندک مفعول غائب ہے، اس کے بعد واو عطف بھی ہونا چاہیے۔
- ص ۳۹ س مہبتی و مہابان یہاں مہابای غلط معلوم ہوتا ہے۔
- ص ۱۳ لہ جرم در میان سیلاب چنان بیشتر در میان دو سیلاب جیسا کہ حاشیہ میں درج ہے۔

ص ۱۴۱ س ۱۱-۱۳ بعضی از ترکان بزرگوار دراری سپهر شہریاری و در بحر سلطنت و کامکاری بودند

بر حسب اشارت فاتحوا ما طالب بكم من النساء باكرائهم حلال ورسك ازدواج

انتظام واد یہاں ترکان بزرگوار کے بعد حرف موصول کے بعد حرف

معلوم ہوتا ہے۔ دراری غلط ہے، اس لئے کہ اگر ترکان بزرگوار مفعول نہ

ہوگا تو انتظام داد کے فاعل کا مسئلہ جھگڑے میں پڑ جائے گا۔

متواتر کے بعد دو کا لفظ غلط ہے، واو ہونا چاہیے۔

145

یہاں سپاس کے پہلے بر غلط ہے، اس کے بجائے پُر از مہونا چاہیے۔

کتابخانه ملی افغانستان

رقیب کے بچے رفتہ رفتہ چاہیے۔

میں ۱۳۳۱ھ میں

مشرعہ دوم میں پیمان کے بجائے بامون ہونا چاہیے

ص ۱۴۴ (م ۱۹)

بدست : نیدن سید و لیدن کشته شده بود در ایشان غلط معلوم می شود.

ص ۱۴۶ س ۸-۹

چون سالک زندان با نام مسخر حضرت سراجی شہید ہوا : تو ہم کی جگہ

٢٥

انسانوں کو چاہیے۔

بہمالکہ محروسہ ہمالیہ محروسہ ہونا چاہیے۔

مسلم

بعد در موضع یہاں بعد ٹا پیر ہے

ص ۱۳۷ س ۸

زیر زمین ہونا چاہیے۔ (مقررہ دوم)

195

میرے دل میں تخت کی جگہ بخت ہو رہی ہے۔ بخت تو کون سے معنی پر ہے۔

۸۳۹۸

سلطان زمین العابدین کے بعد 'را' جو ناپا ہے۔

۱۴۵

صعود کے بجائے صعود ہو رہا ہے۔

ص ۱۵۰ ص ۲

بہارِ جمہور کی ابتدا سے یہی پہلی کتاب تھی، بہارِ جمہور کی بہاریات جمہور کی

145

یا نثر وہ کہ بیش نماندہ بود پانزدہ کس بیش جو پیا پیے۔

من ۱۵: من ۸-

مفسرہ دوم میں برکت اللہ با غلط ہے

五

- ص ۱۵۳ س ۲ مصرعہ اول میں چندن سپاہ غلط . چندان سپاہ صحیح ہے
- ص ۱۵۵ س ۱۲ مصرعہ اول میں نبرد کے بجائے نورد ہونا چاہیے ، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۵۶ س ۳، ۴ سپاہ سلطان احمد ہر کس گجوشہ ای بیرون رفت اس میں ہر کس زاید ہے۔
- ص ۱۵۸ س ۳ مصرعہ اول ، کاوانہا کے بجائے کاروانہا ہونا چاہیے۔
- ص ۱۶۸ س ۴ دوسرے مصرعہ کا قافیہ تیغیا نہیں ہو سکتا۔
- ص ۱۶۹ س ۵ سامط کے بجائے صامت ہونا چاہیے ، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۷۳ س ۱۵ از آنجا متوجہ موتان شد و حاکم موتان را محاصرہ کرد اس میں را محاصرہ کردو ، یقیناً زاید ہے ، جیسا کہ حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے ، اس لئے کہ تغیر کا محاصرہ کیا جاتا ہے ، حاکم کا محاصرہ درست نہیں ہے۔
- ص ۱۷۶ س ۳، ۴ و آن شیر و از وصول بآن درہ تنگ کہ از دو طرف آن کو ہما سر لنگ کشیدہ بود اس جملہ کی خبر ندارد
- ص ۱۹ اصحاب سراپردہ پادشاہی باد باو تاد عنایات الہی مسدود شد بے معنی ہے۔
- ص ۱۷۷ س ۴ یہاں نفوز یا غلط ہے
- ص ۱۷۸ س ۱۷ مفصل آن کے بجائے تفصیل آن ہونا چاہئے۔
- ص ۱۷۹ س ۷، ۸ بر حسب اشارت اصابت شعار بر انغار را بر فرسکوہ شاہزادگان کا مگر پیر محمد جہانگیر و امیر بادگار برلاس و دیگر امرای نامدار زیبا زینت پذیرفت
- را اور بر کی وجہ سے اس جملہ نے جو شکل اختیار کی ہے وہ نہایت مضحک ہے ، معلوم ہی نہیں ہوتا کہ فاعل مفعول کیا ہے ۔ را اور بر کے بجائے از ہونا چاہیے ۔
- ص ۱۸۰ س ۱۱ انتظام داد کے بجائے انتظام گرفت ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۸۰ س ۱۱ دندانہای ستور کردار کے بجائے دندانہای ستون کردار ہونا چاہیے۔

- ص ۱۸۰ س ۱۷ مصرعہ دوم میں مغز سر آزار از کے بجائے نہ ان راز موند یا ہے۔
- ص ۱۸۱ س ۱۸ مصرعہ اول، کر کردن کے بجائے کر کردن ہونا چاہیے۔
- ص ۲۱ س ۲۱ فلوی میں ی زاید ہے، زیر سے اضافت کا کام لینا چاہیے۔
- ص ۱۸۱ س ۸-۹-۰ یہ جملے قواعد کے اعتبار سے غلط ہیں۔
- ص ۱۶ مصرعہ اول میں از کے بجائے ار ہونا چاہیے۔
- ص ۲۰ خاطر حزم کے بجائے خاطر شرا لفظ حزم جیسا کہ حاشیہ میں ہے بجا ہے۔
- ص ۱۸۲ س ۷ در آن چین شکر کے بجائے در آن چین کہ لشکر ہونا چاہیے۔
- ص ۱۸۲ س ۶ تیر گذار کے بجائے جان گذار ہونا چاہیے، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۳ پائند باد کے بجائے پائند باد ہونا چاہیے۔
- ص ۱۸۳ س ۹ حرف خاص دریا چہ است از متحد ثبات فیروز شاہ است و بزرگ آن نیز..... الخ اس میں فیروز شاہ کے بعد است زاید ہے۔
- ص ۱۸۴ س ۱۲ خلی المازر اس میں اضافت غائب ہے خلی المازر ہونا چاہیے۔
- ص ۱۹۵ س ۶ برابر گشت کے بجائے برابر کرو ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۹۶ س ۱۴-۱۵ شوکت وسعت کے بجائے شوکت و وسعت ہونا چاہیے اور بہرہ کی
- کے بجائے برہیاری ہونا چاہیے۔
- ص ۱۹ س ۱۹ مصرعہ دوم : زبردست بردست دست آفرید غلط ہے۔
- ص ۱۹۷ س ۱۲-۳ دیر بلاغت شعار قلم دار سر اقبال .. الخ اس میں دیر کی جگہ دیر اور
- قلم دار کی جگہ قلم دار ہونا چاہیے۔
- ص ۱۹۸ س ۹ خدا کا دیا بہ ہنگام رحمت کناد کیلئے کے بجائے کہہ رہا ہے۔
- فارسی زبان کے مبتدی سے بھی یہ غلطی نہ زور نہ ہونا چاہیے۔
- ص ۱۳ فرمانروای کی جگہ فرمانروائی مانا چاہیے۔

- ص ۱۹۹ س ۲ مصرعہ اول میں بر ویم کی جگہ بردیم ہونا چاہیے۔
- ص ۲۰۰ س ۱ بعد از این با قدام غرور پیرا بن فضولی نکرو ؛ اس جملے میں نکرو کی جگہ مگرد (نہیں) ہونا چاہیے۔
- ص ۱۰ مصرعہ اول میں گردیدہ ای اصل میں گردیدن سے ہے۔ فعل ہے، یہ گرا اور دیدن سے نہیں بنا ہے۔
- ص ۲۰۱ س ۲ مصرعہ اول میں ہنگام ام کے بجائے ہنگامہ ام ہونا چاہیے۔
- ص ۲۰۱ س ۳ مصرعہ اول میں ناپند مشتبہ ہے۔ مصرعہ دوم میں دیگر آئرا کے بجائے دیگران را ہونا چاہیے۔
- ص ۸ بست کے بجائے پست ہونا چاہیے۔
- ص ۹ مصرعہ دوم : بنیا و مزد غلط ہے ، واللہ اعلم کیا صحیح ہے۔
- ص ۲۰۳ س ۶ مستعلق بآن کی جگہ تعلق بآن ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۲۰۶ س ۷ مصرعہ اول میں خواستہ کے بجائے خاستہ ہونا چاہیے۔
- ص ۲۱۰ س ۱۳-۱۲ عاقبت صبح فیروزی ، ز مطیع بی الثقال حضرت صاحبقران بیہمال دمیدہ شکست بر سپاہ شام افتاد و از بہادران لشکر منصور بعبابازی جلاوت و مساعد سعادت بر سپاہ شام افتاد یہ جملہ غلط اور سپاہ شام فتاد کی تکرار میں غلطی کی طرف مزید اتنا رد کرتی ہے۔
- ص ۲۱۱ س ۱ نہان و مستونی اس میں مستولی غلط ہے۔
- ص ۲۱۱ س ۲ مصرعہ دوم میں بردن کی جگہ برون ہونا چاہیے۔
- ص ۹ مصرعہ اول میں ذرہ پای کی جگہ زر پای ہونا چاہیے۔
- ص ۲۱۶ س ۷ سر بہرزد کی جگہ سر برزد ہونا چاہیے۔
- ص ۳ خواست کی جگہ خاست ہونا چاہیے۔

- ص ۲۲۸ س ۱۳ مصرعہ دوم میں جست کی جگہ چست ہونا چاہیے۔
- ص ۱۷ مصرعہ ثانی میں از آن پر زمین بے معنی ہے، اس بنا پر واضح ہے کہ حاشیہ میں جو قراءت درج ہے وہ صحیح سمجھنا چاہیے۔
- ص ۲۳۲ س ۱۴ مصرعہ دوم میں بخت کی جگہ تخت ہونا چاہیے۔
- ص ۲۳۳ س ۴ اس سطر میں گشت و زائید جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۲ کماخ کے بعد واو بے معنی ہے۔
- ص ۲۴۰ س ۸ ختا کے بجائے خفاق ہونا چاہیے۔
- ص ۲۵۹ س ۱ تذویر سے ہونا چاہیے۔
- ص ۲۶۸ س ۳ از ان نبود کی جگہ از ان بود ہونا چاہیے، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۱۱ دولت اقبال بعد قضا... الخ یہاں بعد کے بجائے ہونا چاہیے۔
- ص ۲۶۹ س ۱۵ مصرعہ دوم میں پشت و کی جگہ پست او ہونا چاہیے۔
- ص ۲۷۴ س ۱۱ مقابل بباغبان... الخ معادل باغبان ہونا چاہیے، حاشیہ میں صحیح درج ہے۔
- ص ۱۲-۱۳ توسین میں شیخ نظامی رحمت اللہ آوردہ کہ بالکل بے محل ہے۔
- ص ۱۷ کردی کی جگہ گردی ہونا چاہیے۔
- ص ۲۹۰ س ۱۴ از قید خلاص... الخ خلاص کے بجائے خلاص ہونا چاہیے
- ص ۳۱۴ س ۱۳ مصرعہ دوم میں گرچہ واضح نہیں ہے۔
- ص ۱۵ کرہ نای کی جگہ کر نامی ہونا چاہیے۔
- ص ۱۶ آن مطلع کی جگہ از مطلع یعنی سن کے بجائے از ہونا چاہیے۔
- ص ۳۱۵ س ۲ تاریک شب کی جگہ تاریکی شب ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۷ تبار غیر ضروری ہے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔ اسی سطر میں پیر حسین سعد کے بعد را ہونا چاہیے۔

- ص ۳۱۵ س ۱۸ گرفت کے بجائے ساخت ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۳۲۰ س ۱۵ از طرفین میں از غیر ضروری ہے۔
- ص ۳۲۲ س ۱۰ مصرعہ دوم میں گرد کی جگہ کرد ہونا چاہیے۔
- ص ۳۲۲ س ۲ کلام نظام کی جگہ کلام معجز نظام ہونا چاہئے۔
- ص ۳۲۶ س ۷ مصرعہ اول میں بحرم کی جگہ سحرم ہونا چاہیے۔
- ص ۳۳۲ س ۸ بی حفاظتی کی جگہ بی حفاظی ہونا چاہیے۔
- ص ۳۳۶ س ۱۳ مادی غلط ہے مادی ہونا چاہیے۔

ص ۳۴۱ س ۱۸-۱۷ دلفریبانی کہ باخود دوست میداری مرشان  
دشمن جانند و چوں جاں دوست میداری مرشان

دونوں مصرعوں میں میداری مرشان کے بجائے میداریشان ہونا چاہئے،  
شان ضمیر متصل جمع غائب کی مثال ہے اور میداریم فعل حال جمع متکلم کا صیغہ۔  
اس کے معنی ہوئے ہم ان کو دوست رکھتے ہیں، قافیہ کی بحث میں اس  
کی بڑی اہمیت ہے، اس کو نفاذ کھتے ہیں۔ چنانچہ اس کی مثال قاسم کاہی  
کی ایک بیت ہے جو اس کے رسالہ قافیہ میں اس طرح درج ہے :

خوبان اگر بچشم یقین بنگریشان ہر دم ہزار سجدہ شکر آوریشان

ص ۳۵۶ س ۷ مصرعہ دوم میں نگاہ کے بجائے بگاہ ہونا چاہیے۔

ص ۳۶۲ س ۶ طای غلط ہے۔ طائی ہونا چاہیے۔

ص ۳۶۲ س ۱۰ مصرعہ دوم میں بیراہ ورو کی جگہ بی راہرو ہونا چاہیے۔

۱۔ جامی کا بھی ایک شعر کاہی ہی کی ردیف و قافیہ میں ہے :

تاکی بخون ویدہ و دل پروریشان از رہ بروں روند و براہ آوریشان

- ص ۴۴۵ ص ۱۱ برق قبرش چورسد نہر آلود دوستان بگذرد از چرخ کبود
- ص ۴۶۴ ص ۱۳ مصرعہ دوم میں دوستان غلط ہے
- ص ۴۶۴ ص ۱۳ مصرعہ دوم میں تیار موی کی جگہ تار موی ہونا چاہیے۔
- ص ۴۶۴ ص ۱۵ الحکم اللہ کی جگہ الحکم للہ ہونا چاہیے۔
- ص ۵۲۰ ص ۱۰ قبیح کی جگہ بقیع ہونا چاہیے ص ۱۷۰ ص ۲۲ پر یہ لفظ صحیح لکھا ہے۔ مگر
- ص ۵۲۰ ص ۱۴ پر پھر قبیح غلط ہے۔
- ص ۵۲۹ ص ۱۲ مصرعہ دوم میں با آمد غلط ہے
- ص ۵۲۹ ص ۱۴ مصرعہ دوم میں گہریا کی جگہ کہریا ہونا چاہیے۔
- ص ۵۲۹ ص ۱۵ مصرعہ اول میں گہریا و ارزرد بالکل بی معنی ہے اس کی جگہ کہریا
- وار زرد ہونا چاہیے۔
- ص ۵۲۹ ص ۱۴ مصرعہ اول میں نہ کی جگہ یا ہونا چاہئے۔
- ص ۵۳۸ ص ۹ کشائند غلط ہے۔ ستانند ہونا چاہیے جیسا کہ حاشیہ میں ہے
- ص ۵۴۳ ص ۹ گہرگہ غلط ہے کورگہ ہونا چاہیے۔
- ص ۵۴۴ ص ۳ مصرعہ دوم میں ساختند کی جگہ تاختند ہونا چاہیے۔
- ص ۵۸۲ ص ۱۳ مصرعہ دوم میں گرد کی جگہ کرد ہونا چاہیے
- ص ۵۸۲ ص ۱۴ مصرعہ دوم میں حشرکہ کی جگہ حشرگہ ہونا چاہیے۔
- ص ۵۸۳ ص ۱۴ مصرعہ اول میں برخواست کی جگہ برخواست ہونا چاہیے۔
- ص ۵۸۵ ص ۳ مصرعہ اول میں زیرہ از تیر کی جگہ دل رزم ہونا چاہیے، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۵۸۶ ص ۱۴ تارکار کی جگہ تباہ کار جیسا کہ حاشیہ میں ہے ہونا چاہیے۔
- ص ۵۸۶ ص ۱۴ وجود دنیا پر مشتبہ ہے۔
- ص ۵۸۶ ص ۱۴ برساند کی جگہ شود درست ہے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔

- ص ۵۸۸ س ۲ میزد کی جگہ میزدود ہونا چاہیے۔
- ص ۵۹۳ س ۶ مصرعہ دوم میں وی کی جگہ دی ہونا چاہیے۔
- ص ۵۹۴ س ۱-۲ یہ دو جملے بالکل غلط ہیں، حاشیہ کی مدد سے ان کی تصحیح ہونا چاہیے۔
- ص ۶-۷ سخن آرای اور مہمای کی جگہ سخن آرائی اور معنائی ہونا چاہیے۔
- ص ۱۵ بدیع کی جگہ بدیعہ ہونا چاہیے۔
- ص ۱۶ وقاد کے بعد واو ہونا چاہیے۔
- ص ۵۹۸ س ۱ کجخای کی جگہ کم خواب ہونا چاہیے۔
- ص ۵۹۹ س ۱۹ صدالیک غلط ہے مالیک ہونا چاہیے۔
- ص ۶۰۶ س ۱۸ بشبان کی جگہ بآستان ہونا چاہیے۔
- ص ۶۰۷ س ۳ بالعہد کی جگہ بالعہود ہونا چاہیے۔
- ص ۶۰۸ س ۲ پوشیدہ نامد کہ رسوخ پایہ سربراہی ارساں گردانی؛ واضح ہے کہ اس جملے میں کچھ الفاظ درج ہونے سے رہ گئے ہیں؛ حاشیہ کی مدد سے اس کی تصحیح اس طرح ہوگی؛ پوشیدہ نامد کہ علامت رسوخ وثبات برجادہ عہد و میثاق و ایمان آنت کہ سخنان زیور را بسع رضا جادادہ آن مخادیں را بہ پایہ سربراہی مصرعہ اول میں پسند کی جگہ بسند ہونا چاہیے، دوسرے مصرعہ میں ندرو کا کی جگہ ندروی ہونا چاہیے۔
- ص ۱۸ بفدور زاید ہے۔
- ص ۶۱۱ س ۵ یادگر کی جگہ یاد ہونا چاہیے۔ یادگر غلط ہے۔
- ص ۶۱۲ س ۷ مصرعہ دوم میں نمای کی جگہ نمائی ہونا چاہیے۔
- ص ۶۲۲ س ۱۱ آنجار و غلط ہے
- ص ۶۲۷ س ۳ اغر کے بجائے اعز ہونا چاہیے۔

- ص ۶۲۷ س ۷ مصرعہ اول میں جست کی جگہ چست ہونا چاہیے۔
- ص ۱۳ قلعہ کشای کی جگہ قلعہ گشائی ہونا چاہیے۔ قلعہ کشای اسم فاعل ہے اور قلعہ گشائی میں ای مصدر ہے۔
- ص ۶۲۸ س ۳ دو اردم کی جگہ دو اردم ہونا چاہیے۔
- ص ۴ ماہجہ کی جگہ ماہچہ ہونا چاہیے۔
- ص ۶۳۰ س ۱۹ خطہ بجرہ کی جگہ خطہ بجر ہونا چاہیے۔
- ص ۶۳۱ س ۹ مصرعہ دوم گدای کی جگہ گدائی ہونا چاہیے۔
- ص ۶۳۲ س ۸ بکشیہ غلط نکشید ہونا چاہیے۔
- ص ۶۳۳ س ۴ دیگر کے بعد مرزا حکیم چھوٹ گیا ہے جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔
- ص ۶۳۵ س ۵ پی مساعدت کی جگہ پی مساعدت ہونا چاہیے۔
- ص ۷ س ۶ اس جملہ کی خبر ندادار و۔ (رک حاشیہ)
- ص ۳ لازم التعظیم بسبب استعداد ابدی و موجب ارتقاء درجات و سرمدیت یہ غلط ہے حاشیہ کی مدد سے اس کی تصحیح ہونا چاہیے
- ص ۱۵ مصرعہ اول میں پنج نش کی جگہ بیٹھ نش ہونا چاہیے۔
- ص ۶۵۲ س ۶ انواعیکہ غلط ہے
- ص ۷ است کی جگہ را ہونا چاہیے۔
- ص ۱۰ بقول بالکل غلط ہے۔
- ص ۱۳ بدیعہ غلط طور پر آیا ہے۔
- ص ۶۵۳ س ۱ حاشیہ سے تین ہونا چاہیے۔
- ص ۷ نکر پیشہ کی جگہ نکرت پیشہ ہونا چاہیے۔
- ص ۲۰ نغمہ سرائی کی جگہ نغمہ سرائی ہونا چاہیے۔

ص ۶۵۳ س ۵ رخش کی جگہ رخ ہونا چاہیے۔

س ۱۲ ذرہ کی جگہ ذرہ ہونا چاہیے۔

ص ۶۵۵ س ۱۹ تخت و افراز کے بجائے تخت و انصار ہونا چاہیے۔

ص ۲۰ با وجودش کے بجائے باجودش ہونا چاہیے۔

ص ۶۵۶ س ۵ مصرعہ دوم میں عدم زد کی جگہ عدد زد ہونا چاہیے۔

س ۷ مصرعہ اول بالکل غلط ہے۔ حاشیہ سے تصحیح ہونا چاہیے۔

ص ۸ مصرعہ دوم : خور و توسن و چرخ اسکندری اس کے بجائے

خور و توسن چرخ اسکندری ہونا چاہیے۔

س ۱۷ شروع کے بجائے نایہ ہونا چاہیے۔

ص ۶۵۷ س ۱۸ مصرعہ اول میں از کی جگہ ار ہونا چاہیے۔

ص ۶۵۹ س ۳ مصرعہ اول میں کوزن کی جگہ گوزن ہونا چاہیے۔ اسی شعر میں یکذرہ زن غلط ہے۔

ص ۴ مصرعہ دوم میں بسیار گ غلط ہے۔

جن غلطیوں اور فرو گذاشتوں کا اوپر ذکر ہوا ہے یہ نمونہ مشق از خرداری ہیں۔ سرسری

مطالعے سے میری نظر میں جو باتیں قابل ذکر معلوم ہوئیں ان کی طرف ان سطور میں اشارہ کیا گیا

ہے، اس کتاب کی تمام غلطیوں کے احاطے کے لئے دفتر درکار ہے جس کا نہ اس وقت موقع

ہے، اور نہ اس مختصر سے مقالے میں اس کی گنجائش، راقم سطور کا منشا یہ ہے کہ متوں کی تصحیح کی طرف

صرف ایسے حضرات کو توجہ ہونا چاہیے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں، خواہ مخواہ کسی تدبیر میں غلط

طور پر پیش کرنا کوئی علمی خدمت نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید میری اس تحریر سے میں اپنے مقصد کی طرف

اشارہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اگر قارئین حضرات کے سامنے میں اپنے مقصد کو پیش کرنے

میں کامیاب ہوا ہوں تو میں اپنی سعی کو مشکور سمجھوں گا۔

# پاکستان میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی مصروفیات لکچر تقریریں اور استقبال

از جناب ابو ظفر حسان احمد ناں صاحب ریسرچ اسکالر۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی پچھلے دنوں پاکستان گئے تھے جہاں ان کا قیام ۲۷ مئی سے ۱۳ جولائی تک رہا۔ اس مدت میں وہ پہلے لاہور گئے، وہاں سے اسلام آباد، پھر کراچی۔ واپسی لاہور سے ہی ہوئی اس لئے لاہور میں کراچی سے واپس ہو کر بھی قیام ہوا، مولانا کا یہ سفر صرف اپنے اعزہ اقرباء، اور دوست، احباب سے ملنے ملا نے کے لیے تھا۔ اور تقسیم کے بعد یہ ان کا پہلا سفر تھا، یہاں سے روانگی سے قبل مولانا نے عہد کیا تھا کہ وہ پاکستان میں کوئی تقریر نہیں کریں گے لیکن موصوف کو ان کے علمی و تحقیقی کارناموں کی وجہ سے برصغیر ہندو پاک کے علمی تحقیقی اور دینی اداروں میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہے اس کے باعث ہر جگہ یونیورسٹیوں، کالجوں اور دوسرے اداروں نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہ سکیں۔ چونکہ یہ تمام لکچر اور تقریریں تاریخ کا ایک باب ہیں اس لئے ہم ذیل میں اس کی روئداد قلم بند کرتے ہیں۔

۱۔ پاریس: یہ روئداد پروفیسر مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی کی ذاتی ڈائری اور ان اخبارات میں

ہے جو موصوف اپنے ساتھ لائے ہیں

مولانا ۲۷ مئی کی صبح کو فیروز پور کے راستے سے لاہور پہنچے اور اپنے داماد ڈاکٹر محمد اسلم صاحب استاد تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے یہاں قیام کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی دن شام کو ایک پرنسٹنٹ عصرانہ کا انتظام کر رکھا تھا جس میں مولانا کے دیرینہ دوست پروفیسر شیخ عبدالرشید ڈاکٹر عبادت بریلوی، پروفیسر وزیر الحسن عابدی، پروفیسر ظفر احمد قریشی اور دوسرے ارباب علم و ادب موجود تھے۔ ایک عرصہ کے بعد ان دوستوں سے مل کر بڑی مسرت ہوئی اور دیر تک علمی اور ادبی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، اس عصرانہ میں گورنمنٹ انسٹرکالج کے پرنسپل حافظ منظور الحق عثمانی بھی موجود تھے ان کے کالج میں ۳۳ مئی بروز جمعہ سیرۃ النبیؐ پر ایک جلسہ ہوا تھا، پرنسپل صاحب نے مولانا سے باصرار درخواست کی کہ وہ بھی اس جلسے میں شریک ہوں اور تقریر کریں اصرار اتنا شدید تھا کہ مولانا ہنکار نہ کر سکے۔ چنانچہ جلسے میں شریک ہوئے اور ”رحمت عالم“ کے موضوع پر ایک گھنٹہ تقریر کر۔ اس جلسہ کی صدارت جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس نے کی تھی۔ جلسہ ایک عظیم الشان پنڈل میں منعقد ہوا تھا جو طلبہ، اساتذہ اور بعض بیرونی مہانوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں اردو زبان کے منہو یضف پروفیسر یوسف سلیم چشتی اور بعض دوسرے حضرات جیسا کہ انھوں نے کہا اخبارات میں مولانا کی تقریر کا اعلان پڑھ کر ہی شریک ہوئے تھے۔

دوسرے دن یعنی ۲۸ مئی کو شاہین ڈگری کالج لاہور میں مولانا کو ایک عصرانہ دیا گیا جس میں کالج کے اساتذہ کے علاوہ بیرونی حضرات میں سے پروفیسر علم الدین سالک، پروفیسر محمد سرور اور دوسرے ارباب علم و ادب موجود تھے عصرانے کے بعد اسلام اور سوشلزم کے عنوان پر ایک مذکرہ ہوا اور مولانا نے اس موضوع پر تقریر کی۔

۳ جون کو مولانا کی مصروفیت بہت زیادہ رہی کیونکہ اس دن صبح ۹ بجے لاہور چھاؤنی کے مسلم ہائر سکول میں سیرت کے موضوع پر طلبہ اساتذہ اور چند بیرونی حضرات کو خطاب کیا اور عشاء کے بعد امامیہ مشن کے زیر اہتمام ایک جلسہ سیرت میں تقریر کی۔ اسی دن شام کو ڈاکٹر سید عبداللہ نے پاکستان اردو اکیڈمی میں ایک پرنسٹنٹ اور وسیع پیمانے پر استقبالیہ دیا۔ ڈاکٹر ناما موصوف جرنیل ہندوپاک کے

مشہور فاضل اور نامور مصنف ہیں پہلے پنجاب یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر اور اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل تھے اب وہاں سے سکندرشہ جھوکر اکیڈمی کے چیرمین ہیں۔ یہ اکیڈمی اردو کا سب سے زیادہ پرچار کر رہی ہے اور اس نے چند برسوں ہی میں سائنس اور دوسرے علوم کی بہت سی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر کے چھاپا ہے اور ایک اردو انسائیکلو پیڈیا بھی تیار کر رہی ہے اس کا دفتر ایک وسیع اور کشادہ مکان میں واقع ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے مولانا کے ذاتی تعلقات کم و بیش چالیس برس پرانے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے علمی کاموں کے بڑے قدرداں اور مداح ہیں۔ مستقبل میں اردو اکیڈمی کے ارکان کے علاوہ لاہور کے نمایاں ارباب علم و ادب بھی موجود تھے۔ اس مجلس میں دیر تک ادبی مذاکرہ رہا۔ اس میں مولانا نے تفصیل سے بتایا کہ ہندوستان میں اردو زبان کے علمی، ادبی اور تصنیفی ادارے کیا کیا کام کر رہے ہیں اور ان کاموں کی کیا اہمیت ہے۔ سب حضرات نے اس پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور انھوں نے تسلیم کیا کہ ہندوستان کے بعض علمی اداروں کے کام اتنے اونچے ہیں کہ پاکستان میں اب تک ان کا جواب پیدا نہ ہو سکا۔

۵۔ جون کو پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کی طرف سے ایک استقبالیہ دیا گیا جس میں شعبہ کے تمام اساتذہ، طلبہ اور طالبات نے شرکت کی اور پانوشی سے فرغت کے بعد صدر شعبہ تاریخ پروفیسر محمد یار خاں کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا نے صنفیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے موضوع پر سو اگھنٹہ تقریر کی۔ اس کے بعد طلبہ اور طالبات نے کچھ سوالات کئے اور موصوف نے اس کے جوابات دئے۔

اسی دن شام کو عشاء کے بعد من آباد لاہور کی مشہور اور عظیم الشان مسجد خضر میں سیرت پر تقریر کی، مسجد سامعین سے بھری ہوئی تھی۔ اسی دن پنجاب یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر پروفیسر علامہ الدین صدیقی نے مولانا کو ایک نہایت پر تکلف لٹچا یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں دیا اس میں شعبہ اسلامیات کے اساتذہ اور ریسرچ اسکالرز کے علاوہ یونیورسٹی کے بعض دوسرے شعبوں کے پروفیسر اور چند بیرونی ارباب علم و ادب بھی موجود تھے۔ اس مجلس میں اسلام کے

اصول قانون سازی پر مذاکرہ بھی ہوا اور مولانا نے اس موضوع پر دیر تک اظہار خیال کیا —  
 پنجاب یونیورسٹی کا شعبہ اسلامیات بڑا عظیم الشان اور ترقی یافتہ شعبہ ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ  
 اور طلبہ و طالبات کی کثرت تعداد کے علاوہ اس شعبہ کی لائبریری عظیم الشان اور قابل دید ہے۔  
 اس وقت جو طلبہ اور طالبات اس شعبہ کے ماتحت ریسرچ کا کام کر رہے ہیں ان کی تعداد ایک درجن  
 سے زیادہ ہے — پروفیسر علامہ الدین صدیقی وائس چانسلر ہونے سے پہلے اس شعبے کے پروفیسر  
 اور صدر تھے، موصوف ایک متبحر اور محقق عالم و فاضل ہونے کے علاوہ نہایت دیندار اور بہت ہی  
 عظیم انسان ہیں۔

، رجون کو ہفت روزہ چٹان کے مشہور ایڈیٹر اور اردو زبان کے نامور ادیب، شاعر، اور  
 خطیب جناب آغا شورش کاشمیری نے اپنی کوٹھی پر ایک ڈنر دیا جس میں تکلفات کی حد کر دی گئی تھی۔ اس  
 ڈنر میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر محمد عبدالرحمن، علامہ اقبال کے فرزند  
 ڈاکٹر جاوید اقبال، شیخ محمد اشرف (مشہور تاجر کتب)، ڈاکٹر محمد اسلم، مسٹر مجید نظامی ایڈیٹر نوائے  
 وقت، میاں محمد طفیل نائب امیر جماعت اسلامی، مولوی محمد عبداللہ قریشی ایڈیٹر ادبی دنیا کے علاوہ  
 اور بہت سے حضرات جو لاہور کی علمی اور ادبی سوسائٹی کے نمایاں ارکان ہیں۔ کثیر تعداد میں موجود تھے  
 اگرچہ شورش صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی لیکن موصوف کو مولانا کے ساتھ عرصہ دراز سے بڑی عقیدت  
 اور محبت ہے جس کا اظہار انھوں نے نہ صرف اس موقع پر بلکہ لاہور کے زمانہ قیام میں اور بھی متعدد  
 مواقع پر کیا — آج کل پاکستان میں اسلام اور سوشلزم کی بحث بڑے زور شور سے چل رہی ہے چنانچہ  
 اس موقع پر بھی ڈنر کے بعد شورش صاحب نے سوشلزم اور کمیونزم کے خلاف اپنے خاص انداز میں  
 نہایت پر جوش تقریر کی۔ مولانا اکبر آبادی صاحب نے بھی اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار بڑی  
 سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کیا جس کو مجمع نے دلچسپی سے سنا۔ شورش صاحب کو مولانا ابوالکلام آزاد  
 سے غیر معمولی محبت بلکہ اس درجہ عشق ہے کہ غالباً ان کی گفتگو اور کوئی تقریر ایسی نہیں ہوتی جس میں  
 کسی نہ کسی عنوان سے وہ مولانا ابوالکلام آزاد کا ذکر جذباتی انداز میں نہ کرتے ہوں۔ چنانچہ اس

موقع پر بھی انہوں نے اپنی تقریر میں مولانا آزادؒ، مولانا حسین احمد مدنی اور دارالعلوم دیوبند کا ذکر جس جوش و خروش کے ساتھ کیا وہ مولانا کے لئے انتہائی مسرت انگیز بھی تھا اور حیرت انگیز بھی۔ مسرت انگیز اس لئے کہ مولانا خود اسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور حیرت انگیز اس لیے کہ لاہور میں بیٹھ کر ایک شخص اس درجہ جرأت و جسارت اور بیباکی سے ان حضرات کے محامد و مناقب پر داؤ خطابت دے رہا تھا۔

یہاں ایک اور عجیب و غریب واقعہ کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ سندھ کے ایک بہت پرانے سیاسی لیڈر ہیں جن کا نام محمد امین خاں کھوسو ہے یہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرانے تعلیم یافتہ ہیں انہوں نے علی گڑھ سے ۱۹۳۴ء میں ایم اے، ایل ایل بی کیا تھا اور یہاں کی اسٹوڈنٹس یونین کے عہدہ ریار بھی رہے تھے۔ علی گڑھ سے جانے کے بعد یہ ملک کی سیاسیات میں کود پڑے اور کانگریس کے بہت سرگرم کارکن بن گئے۔ تقسیم کے بعد حالات کو نا سازگار پا کر اپنے وطن جیکب آباد (سندھ) میں خانہ نشین ہو گئے۔ انہوں نے ایک مرتبہ مولانا اکبر آبادی صاحب کی مشہور کتاب ”مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد“ پڑھی تھی، چونکہ ان کو مولانا سندھی کے ساتھ غیر معمولی ارادت و عقیدت تھی اس لئے وہ یہ کتاب پڑھ کر بید مسرور ہوئے اور طبعی طور پر مصنف سے ملاقات کرنے کا جذبہ ان میں پیدا ہوا۔ گزشتہ مئی کے دوسرے ہفتہ کی بات ہے کہ ان سے کسی نے کہا کہ مولانا اکبر آبادی حیدر آباد سندھ میں ہیں وہ فوراً حیدر آباد کے لئے روانہ ہو گئے مگر وہاں پہونچ کر انہیں سخت مایوسی ہوئی۔ کھوسو صاحب کا بیان ہے کہ مایوسی کے عام میں ایک دن اشراق کی نماز کے بعد مراقبہ کر رہا تھا کہ اچانک مجھے مولانا عبید اللہ سندھی سامنے کھڑے ہوئے نظر آئے اور انہوں نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ تم کو جس شخص کی تلاش ہے وہ آج کل لاہور میں مقیم ہے چنانچہ کھوسو صاحب لاہور آئے اور انارکلی لاہور کے مشہور ایرکنڈیشن ہوٹل ”نعت کدہ“ میں مقیم ہو گئے۔ یہاں اتفاق ایسا ہوا کہ ۶ جون کی تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا مولانا اکبر آبادی صاحب نماز جمعہ کے لئے حضرت مولانا احمد علی صاحب کی مسجد شیراں والی میں گئے، نماز کے

بعد مولانا عبید اللہ الانور جو مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادے اور ان کے جانشین ہیں مصافحہ کے لئے بڑھے اتنے میں کھوسو صاحب جنہوں نے جمعہ کی نماز یہیں پڑھی تھی مولانا عبید اللہ الانور صاحب سے مصافحہ کے لئے لپکے تو انہوں نے کھوسو صاحب کو مولانا اکبر آبادی صاحب سے ملایا۔ کھوسو صاحب کا مولانا کا نام سننا تھا کہ فرط مسرت میں آپے سے باہر ہو گئے اور مولانا اکبر آبادی صاحب کو سینے سے لگاتے ہوئے بولے کہ میرے استاد مولانا سندھی نے جو کچھ کہا تھا اللہ کا شکر ہے کہ وہ سچ نکلا۔ اس کے بعد سب لوگ جب مولانا عبید اللہ الانور کے کمرے میں جا کر بیٹھے تو وہاں کھوسو صاحب نے پورا واقعہ سنایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اس کے دوسرے دن ۲۷ جون کو کھوسو صاحب نے اپنے ہوٹل میں مولانا کو نہایت شاندار عصرانہ دیا جس میں لاہور کے اکابر علماء جو مولانا عبید اللہ سندھی سے تعلق رکھتے تھے یونیورسٹی کے پروفیسر، اور کچھ سرحد کے خوانین بڑی تعداد میں موجود تھے۔

لاہور میں مولانا کا قیام ۲۷ مئی سے ۹ جون تک رہا۔ اسی دن شام کی گاڑی سے اپنے پروگرام کے مطابق وہ اسلام آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔ سواچھ بنجے کے قریب جب ٹرین راولپنڈی کے سٹیشن پر پہنچی تو آپ کے میزبان سعید الدین احمد صاحب ڈار جو پاکستان گورنمنٹ میں ایک اعلیٰ افسر ہیں، استقبال کے لئے موجود تھے، مولانا ڈار صاحب کے ساتھ اسلام آباد آئے اور انہیں کے سرکاری ہنگامہ میں مقیم ہوئے۔ ابھی صرف رات گزری تھی کہ اسلام آباد کے علمی حلقوں میں مولانا کی آمد کی خبر مشہور ہو گئی چنانچہ ارک صبح کو آٹھ اور نو بجے کے درمیان ڈاکٹر صفیر احمد معصومی اور مولوی تنزیل الرحمن صاحب ایڈوکیٹ (صاحب مجموعہ قوانین اسلام) مکان پر پہنچ گئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ اسلام آباد میں حکومت پاکستان کا سب سے بڑا اسلامی تحقیقات کا ادارہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے قائم ہے یہ وہی ادارہ ہے جس کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمن تھے جو پچھلے دنوں استعفیٰ ہو گئے ہیں، اب اس ادارہ کے قائم مقام ڈاکٹر صفیر احمد معصومی ہیں جو اپنے اصل عہدہ کے اعتبار سے پروفیسر بھی ہیں، یہ انسٹی ٹیوٹ ایک نہایت عظیم الشان ادارہ ہے جس میں دو پروفیسر چیرمین اور آٹھ ریسرچ اسٹنٹ جو لکچرر گریڈ میں ہیں اسلامیات پر تحقیقات کا کام انگریزی، اردو، بنگلہ اور عربی

میں کر رہے ہیں، اس ادارہ کا ٹیکنیکل اسٹاف بھی بہت وسیع ہے اس کی لائبریری نہایت عظیم الشان ہے جس میں ساڑھے تین سو بالکل نادر خطوط بھی ہیں یہ ادارہ چار بڑی بڑی کتابوں میں قائم ہے اور اس کے سب انتظامات اعلیٰ سے اعلیٰ ہیں۔ ڈاکٹر صفیر احمد معصومی مولانا کے مدرسہ خالیہ کلکتہ کے رشتہ کار مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی کے بڑے بھائی ہیں اور اسلامیات کے فاضل اور بلند پایہ محقق ہونے کے ساتھ بڑے دیندار بھی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی مولانا سے ان کے قیام کلکتہ کے زمانے میں صرف ایک ملاقات تھوڑی دیر کے لئے ہوئی تھی جبکہ ڈاکٹر صاحب یورپ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر واپس ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو مولانا کے ساتھ نہ صرف ارادت و عقیدت بلکہ بڑی محبت بھی ہے۔ اسی کا اثر تھا کہ جب ۱۰ جون کی صبح کو انھیں کسی سے مولانا کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ کے پاس پہنچ گئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

دوسرے دن ۱۱ جون کو ڈاکٹر معصومی نے مولانا کو اسلام آباد کے سب سے بڑے ریکنڈیشن مونس شہر زاد میں ایک پینچ دیا جس میں انسٹی ٹیوٹ کے ارکان کے علاوہ بعض غیر ملکی مہمان اور افسران حکومت بھی شامل تھے۔ مولانا کا بیان ہے کہ یہ پینچ اس درجہ پر تکلف تھا کہ اب ممالک میں سرکاری دعوتوں کی یاد تازہ ہو گئی۔

۱۲ جون کو پینچ سے ایک پروگرام کے مطابق اسٹیمپ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں صبح کے وقت ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں مولوی تنزیل الرحمن صاحب ایڈووکیٹ "پاکستان میں اسلامی قانون سازی کے موضوع پر تقریر کرنے والے تھے۔ مولانا کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ڈاکٹر معصومی نے مولانا سے درخواست کی کہ وہ اس جلسہ کی صدارت کریں جسے آپ نے منظور کر لیا چنانچہ دس بجے جلسہ شروع ہوا تو ڈاکٹر معصومی کی تعارفی تقریر کے بعد مولوی تنزیل الرحمن صاحب نے ایک نہایت پر مغز اور پراز معنی لکچر دیا۔ اس کے بعد مولانا کو آبادی صاحب سے بحیثیت صدر تقریر کی جس میں مولوی تنزیل الرحمن صاحب کی تقریر پر مختصر تبصرہ کرنے کے بعد اسلامی قانون سازی کے اصول و ضوابط کے عنوان پر سنیا سیرت منٹ تقریر کی۔

۱۳ جون کو انسٹی ٹیوٹ کے ایک سابق پروگرام کے مطابق ڈاکٹر معصومی "اخلاقات صحابہ" پر اپنا مقالہ انگریزی میں پڑھ رہے تھے ڈاکٹر صاحب کی خواہش پر مولانا نے اس جلسہ کی بھی صدارت کی اور جب مقالہ کے ختم ہونے پر متعدد حضرات نے سوالات کئے تو سب کی رائے یہ ہوئی کہ اگرچہ یہ سوالات براہ راست ڈاکٹر معصومی کے مقالہ سے متعلق ہیں لیکن حاضرین مجلس کی خواہش ہے کہ صدر جلسہ ان سوالات کے جواب دیں۔ اور خود معصومی صاحب نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا، چنانچہ مولانا اکبر آبادی صاحب نے ایک تقریر کی جو ۴۵۔۵۰ منٹ جاری رہی اور اس میں اخلاقات صحابہ کے اسباب و وجوہ ان اخلاقات کی نوعیت اور احکام پر ان کے اثرات ان سب پر روشنی ڈالی۔ انسٹی ٹیوٹ کے حضرات ان دونوں تقریروں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے مولانا سے درخواست کی کہ اسلام میں اصول تشریح کے موضوع پر وہ ایک بھر لوپ سمیٹا کر کرنا چاہتے ہیں مولانا اس میں شریک ہوں اور اس پر اپنے خیالات کا اظہار کریں لیکن چونکہ موصوف ۱۲ تاریخ کو اسلام آباد سے کراچی کے لئے روانگی کا پروگرام بنا چکے تھے اس لئے، انھوں نے معذرت کی۔ علاوہ ازیں اسلام آباد میں قانون پیشہ حضرات کا ایک بڑا بھاری کلب ہے اس کلب کے صدر اور سکریٹری نے بھی کلب میں ایک تقریر کی بڑے اصرار سے فرمائش کی، لیکن مجبوراً ان سے بھی معذرت کرنی پڑی۔ اسلام آباد کے پانچ روزہ قیام میں ڈاکٹر معصومی کے علاوہ ڈاکٹر قدرت اللہ فاطمی ریڈر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، مولوی تنزیل الرحمان صاحب ایڈووکیٹ اور جناب منہاج الدین بگرامی جو محکمہ مالیات میں ایک اعلیٰ افسر ہیں، ان حضرات نے پر تکلف پنچ یا ڈنر سے مولانا کی تواضع کی۔

### کراچی۔ ۱

۱۴ جون کو روانہ ہو کر ۱۵ کی شام کو مولانا کراچی پہونچے۔ اسٹیشن پر بہت سے اعزہ اقرباء اور دوستوں نے استقبال کیا، یہاں ان کا قیام سید قاسم علی صاحب کی کوٹھی میں ۳ بنگلور ٹاؤن میں ہوا۔ سید صاحب جو وزارت تجارت میں سکریٹری کے عہدہ سے سبکدوش ہو کر ایک کمپنی میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں مولانا کے عزیز ہوتے ہیں، یہاں مولانا کی پہلی تقریر کراچی یونیورسٹی میں ہوئی اور اس

کی تقریب یہ ہوئی کہ ۱۹ جون کو کراچی یونیورسٹی میں اسلامک سوشیالوجی کا ایک مستقل ڈیپارٹمنٹ قائم ہو رہا تھا اور وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس کا افتتاح کرنے والے تھے۔ ڈاکٹر قریشی سے مولانا کے تعلقات اس زمانے سے ہیں جبکہ تقسیم سے قبل دونوں سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی اور دہلی یونیورسٹی میں تھے۔ ڈاکٹر قریشی کی جب مولانا سے ایک عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہوئی تو وہ بھید سرور ہوئے اور انھوں نے خواہش کی کہ نئے شعبہ کے افتتاح کے موقع پر مولانا بھی تقریر کریں۔ چنانچہ مذکورہ بالا تاریخ میں دس بجے یونیورسٹی کے طلبہ اور طالبات اور اساتذہ کے ایک عظیم اجتماع میں مولانا نے کم و بیش ایک گھنٹہ لکچر دیا جس میں یہ بتایا کہ اسلامک سوشیالوجی کیا ہے؟ اور اس کی اہمیت کیا ہے؟

اسی روز کراچی یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے پروفیسر اور صدر ڈاکٹر ریاض الاسلام کی طرف سے مولانا کو ایک نہایت پر تکلف اور وسیع بیانیہ پر استقبالیہ دیا گیا جس میں وائس چانسلر اور شہر کے بعض افاضی مثلاً پیر حسام الدین راشدی، پیر ہلی محمد راشدی کے علاوہ یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کے صدر اور اساتذہ بھی شریک تھے یہاں کوئی تقریر نہیں ہوئی لیکن ہندوستان اور پاکستان کے مختلف علمی اور تعلیمی مسائل پر ویدیک تبادلہ خیال ہوتا رہا۔

کراچی میں دوسری تقریر ۲۶ جون کو سر سید گریس کالج میں ”اسلام میں عورتوں کے حقوق“ کے موضوع پر ہوئی۔ یہ کالج جس کی تعمیر میں سید الطاف علی صاحب بریلوی کی کوششوں کا بڑا دخل ہے کراچی میں لڑکیوں کا بہت بڑا اور ممتاز کالج ہے اس میں کم و بیش تین ہزار لڑکیاں زیر تعلیم ہیں کالج کے ایک نہایت وسیع ہال میں جب دس بجے جلسہ شروع ہوا تو پورا ہال طالبات و محلات سے کچی کچھ بھرا ہوا تھا بھر مہر مسز صدیقی جو کالج کی گورننگ باڈی کی چیرمین ہیں جلسہ کی صدارت کر رہی تھیں، ایک لڑکی نے قرآن مجید کی تلاوت کی اس کے بعد سید الطاف علی صاحب بریلوی نے تعارفی تقریر کی اور پھر مولانا نے سوا گھنٹہ مندرجہ بالا موضوع پر ایک لکچر دیا جس کو سب نے بڑے سکون اور توجہ و دلچسپی سے سنا۔ لکچر کے اختتام پر لڑکیوں نے مختلف سوالات کئے جس کے جوابات ان کو دئے گئے مولانا کا بیان ہے کہ لڑکیوں کے یہ سب سوالات ان کی علمی دلچسپی اور مطالعہ کے ذوق کی دلیل تھے۔ لکچر کے اختتام پر جب مولانا ہال سے نکلنے لگے تو

لڑکیوں کی بڑی تعداد نے آٹو گراف لینے کے لئے یورش کی۔ ان سب کی تعمیل اس وقت ناممکن تھی اس لئے مولانا ساٹھ ستر آٹو گراف بکس لڑکیوں کی اجازت سے اپنے گھر لے آئے اور دوسرے دن ان کی خانہ پری کر کے انھیں کالج کے دفتر واپس کر دیا۔

۲۸ جون کو سید الطاف علی بریلوی سکریٹری آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے۔ کانفرنس کے دفتر میں مولانا کے لکچر کا انتظام کیا تھا چنانچہ شام کو چھ بجے جلسہ شروع ہوا جس میں کراچی کے اربابِ علم و ادب اور اربابِ تعلیم و تحقیق کا بڑا عمدہ اور منتخب مجمع تھا۔ جلسہ کے صدر پاکستان کے بہت مشہور صاحبِ علم و ادب جناب ممتاز حسن صاحب (ستارہ پاکستان) تھے۔ سید الطاف علی صاحب کی تعارفی تقریر کے بعد مولانا نے ”دینی تعلیم کا حال اور مستقبل“ کے موضوع پر سوا گھنٹہ تک لکچر دیا۔ لکچر کے بعد نماز مغرب سے فارغ ہو کر جب دوبارہ جلسہ شروع ہوا تو متعدد حضرات نے سوالات کئے جن کے جوابات تسلی بخش طریقہ پر دئے گئے۔ آخر میں جناب ممتاز حسن صاحب نے بحیثیت صدر ایک فاضلانہ تقریر کی اور اس میں مولانا کی تقریر کی حد سے زیادہ تعریف و توصیف کی۔ اس میں انھوں نے یہاں تک کہا کہ اس موضوع پر آج تک میں نے اس درجہ مدلل پر از معلومات اور بصیرت افروز تقریر نہیں سنی۔ انھوں نے مزید کہا کہ دینی تعلیم کے متعلق عرصہ سے میرے دماغ میں چند شکوک اور شبہات تھے لیکن میں اقرار کرتا ہوں کہ آج مولانا کی فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد میرے وہ تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے اور دینی تعلیم کی اہمیت و ضرورت اور اس کی وسعت کا مجھ کو یقین ہو گیا۔ فاضل صدر کی تقریر کے بعد مسٹر حسین امام (مشہور مدرس امام کے برادر بزرگ) نے کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے مولانا کے شکریہ میں ایک مختصر تقریر کی اور اس میں انھوں نے بھی کم و بیش انھیں خیالات کا اظہار کیا جو ان سے پہلے ممتاز حسن صاحب کر چکے تھے۔

۲۹ جون کو مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے مولانا اکبر آبادی صاحب کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ مولانا بنوری صاحب بڑی ہندو پاک کے نہایت ممتاز عالم محقق اور مصنف ہیں۔ انھوں نے کراچی میں ایک نہایت عظیم الشان عربی کا مدرسہ ”مدرسہ عربیہ اسلامیہ“ کے نام سے قائم کیا ہے۔ مدرسہ کے ساتھ

ایک نہایت عظیم الشان اور بڑی خوبصورت مسجد ہے جو کئی لاکھ روپے کی تیاری ہوئی ہے۔ مدرسہ کی عمارت جو مسجد سے بالکل متصل ہے دو منزلیہ ہے جس میں طلبہ کے رہنے کے کمرے، کلاس رومز، دفتر اور مہمان خانہ وغیرہ سب بالکل جدید طرز کا اور ٹیپ ٹاپ کا ہے۔ اس مدرسہ کی دو خصوصیتیں بہت اہم ہیں۔ ایک یہ کہ مولانا بنوری اس مدرسہ کے لئے کبھی چندہ کی اپیل نہیں کرتے، کوئی اشتہار نہیں دیتے اور دوسری یہ کہ زکوٰۃ کا پیسہ مدرسین کی تنخواہوں کے لئے قبول نہیں کرتے۔ تعلیمی اعتبار سے یہ مدرسہ اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ یہاں علوم اسلامیہ پر ریسرچ کا ایک خاص شعبہ ہے جس کو تخصص کا شعبہ کہتے ہیں اور اس میں کوئی شعبہ نہیں کہ جو طلبہ تخصص کے شعبہ میں داخل ہوتے ہیں ان کو موضوع سے متعلق نہایت وسیع مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ مولانا بنوری بہت بڑے عام مونس کے ساتھ جدید علمی اور دینی ضرورتوں سے پوری طرح باخبر ہیں جو جدید علوم و فنون کا ترقی نے پیدا کر دی ہیں اس لئے مدرسہ کے نصاب تعلیم میں ان ضرورتوں کو سمجھنے کا اور ساتھ ہی طب کی دین اور انسانی تربیت کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے۔ علاوہ ان میں طلبہ کے قیام و طعام کا جو اعلیٰ انتظام یہاں سے وہ دوسرے مدارس میں نہیں ہوگا۔

مولانا بنوری اور مولانا اکبر آبادی دونوں دیوبند کے فارغ التحصیل اور حضرت مولانا سید محمد نور شاہ صاحب کشمیری کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اس بنا پر دونوں میں دیرینہ اخلاقی و محبت کا رشتہ اور رابطہ قائم ہے اسی تعلق کی بنا پر ۲۹ جون کو مولانا بنوری نے مولانا اکبر آبادی کو بچ کے وقت مدعو کیا۔ مولانا کے اعزاز میں مولانا بنوری نے چند معززین تہرہ کو بھی مدعو کر لیا تھا مولانا اکبر آبادی جب مدرسہ پہنچے تو مولانا بنوری نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ خود پیش کر مولانا کو مسجد و مدرسہ کی ایک ایک چیز کا معائنہ کرایا۔ اس مدرسہ کی لائبریری بہت عظیم الشان ہے۔ مولانا بنوری نے اس لائبریری کی خاص خاص وراہم کتابیں بھی دکھائیں اس کے بعد مدرسہ کے ایک وسیع باغ میں طلبہ کے ساتھ اور معززین شہر کا ایک اہم اجتماع ہوا جس میں پہلے مولانا بنوری نے نہایت پرچش اور دلورنگہ تعارفی تقریر کی جس کے ایک ایک لفظ سے اس محبت و خلوص کا اندازہ ہوتا تھا جو معزز مسلمانوں کو اس اجتماع کے مہمان خصوصی کے ساتھ تھا۔ مولانا بنوری کی تعارفی تقریر کے بعد مولانا اکبر آبادی کی تقریر ہوئی جو

کم و بیش ایک گھنٹہ جاری رہی۔ موصوف نے اپنی تقریر میں مدارس عربیہ کے نصاب پر مفصل گفتگو کر کے اس پر روشنی ڈالی کہ اس نصاب میں کیا کیا تبدیلیاں ہونی چاہئیں اور کیوں۔ اس ضمن میں انہوں نے ان افکار و نظریات کا تجزیہ کیا جو علوم جدیدہ کی غیر معمولی ترقی کے باعث پیدا ہو رہے ہیں اور جن کی ذریعہ راست اسلامی افکار و نظریات پر پڑ رہی ہے۔ آخر میں مولانا بنوری کی شخصیت، ان کے علمی اور تبلیغی کاموں کا تذکرہ کر کے اپنی اس غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا جو مدرسہ کو دیکھ کر پیدا ہوئی۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد مولانا بنوری کی طرف سے ایک نہایت شاندار اور پُر تکلف لہجہ ہوا جس میں مدرسہ کے اساتذہ کرام کے علاوہ بہت سے بیرونی حضرات بھی شریک تھے۔

یکم جولائی کا دن مولانا کے لئے بڑی مصروفیت کا دن تھا۔ اس روز دوپہر کا کھانا برصغیر ہندوپاک کے مشہور شاعر جناب عبدالعزیز خالد کے ساتھ کھایا جنہوں نے تکلفات کی حد کر دی تھی، مولانا کلمے عز زمیں متقدوار باب علم و ادب کو بھی مدعو کیا تھا۔ اس روز صبح کو دس بجے مدرسہ یعقوبیہ کا معائنہ کیا اور وہاں کے طلبہ کا امتحان لیا شام کو پانچ بجے شعیب محمدی ہائی اسکول کے استقبالیہ میں شریک ہوئے اور تعلیم کے موضوع پر تقریر کی اس کے بعد چھ بجے پاکستان کے نہایت متنازع اور مشہور عالم مولانا انشام الحق صاحب تھانوی کے استقبالیہ میں شریک ہوئے۔ مولانا کی شخصیت پاکستان میں بڑی بھاری بھر کم ہے عوام و خواص میں ان کی خطابت بہت مقبول ہے اور ملک کے سیاسی حلقوں پر بھی ان کا بڑا اثر ہے، مولانا نے یہ استقبالیہ کو سمورپولیشن کلب میں منعقد کیا تھا۔ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات، علماء کرام اقبجار، یونیورسٹی اور کالجوں کے اساتذہ، بعض مشائخ عظام اور بعض سیاسی پارٹیوں کے سربراہ دوستوں کی تعداد میں موجود تھے۔ استقبالیہ کا انتظام ایک بڑے شامیانے کے نیچے کیا گیا تھا۔ اس میں قرآن مجید کی تلاوت کے بعد پہلے مولانا تھانوی نے مولانا اکبر آبادی کے تعارف میں پندرہ منٹ تک فصیح و بلیغ تقریر کی جس میں موصوف کی علمی اور تحقیقی تصنیفات اور تعلیمی و تدریسی خدمات کا بہت پر جوش طریقہ پر تذکرہ فرمایا۔ اس کے بعد مولانا اکبر آبادی نے ”ہمارا نظام تعلیم کیسا ہونا چاہئے“ کے موضوع پر ایک گھنٹہ تقریر کی۔ اس استقبالیہ میں سابق وزیر اعظم چودھری محمد علی، مولانا محمد یوسف

بنوری، پیرماہی شریف، پروفیسر احسان رشید صدر شعبہ اقتصادیات کراچی یونیورسٹی اور علامہ سراج الدین بھی موجود تھے۔ ان حضرات نے خاص طور پر مولانا کی تقریر کی بڑی داد دی اور دیر تک تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ پاکستان میں مولانا اہتمام الحق صاحب تھانوی کی جو پوزیشن ہے اس کی وجہ سے کراچی کے اخبارات نے اس استقبال کے فوٹو بھی شائع کئے اور مولانا اکبر آبادی صاحب کی تقریر کا خلاصہ بھی۔ کراچی میں لوگ کہتے تھے کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ مولانا تھانوی نے کسی بیرون ملک کے عالم کو اس بڑے پیمانے پر استقبال دیا ہو۔ اس سلسلہ میں یہ ذکر کرنا رہ گیا کہ کراچی میں ایک بہت پرانا مدرسہ مدرسہ مظہر العلوم کھڑا ہے اس مدرسہ کو مولانا عبید اللہ سندھی کے ساتھ خصوصاً اور دوسرے اکابر دیوبند کے ساتھ عموماً بہت گہرا تعلق رہ چکا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ایک روز مدرسہ کے ارباب حل و عقد نے مولانا کو اپنے یہاں مدعو کیا اور بڑا شاندار استقبال دیا جس میں مدرسہ کے اساتذہ کے علاوہ حیدر آباد سندھ سے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اور چند دوسرے مقامی علماء و فضلاء شریک تھے۔ اخبارات میں مولانا اکبر آبادی کا تذکرہ آنے کی وجہ سے کراچی کے مختلف ادبی، علمی اور تعلیمی اداروں کی طرف سے بھی تقریر اور استقبال کے پیغام دعوتیں آرہی تھیں لیکن چونکہ پروگرام میں کوئی گنجائش نہیں تھی اس لئے سب سے معذرت کرنی پڑی۔ اور ۳ جولائی کو تیز گام سے لاہور کے لئے روانگی ہو گئی، اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے مولانا کے اعزہ اقرار اور خاص دوستوں کے علاوہ متعدد اخبارات کے نمائندے یونیورسٹی کے اساتذہ اور ارباب علم و ادب بڑی تعداد میں موجود تھے۔

۴ جولائی کو جب مولانا لاہور پہنچے تو ان کے لئے یہاں پہلے سے ایک پروگرام تیار تھا چنانچہ ۵ جولائی کی شام کو چھ بجے لاہور کے مشہور ادارے ”آئینہ ادب“ کی ایک ادبی تقریب میں شریک ہوئے اور اقبال پر ایک تقریر کی جس میں اقبال کے متعلق بعض ذاتی تجربات بیان کئے، چونکہ یہ ایک نئی چیز تھی اس لئے ارباب علم و ادب کے اس منتخب مجمع نے اس کو بڑی دلچسپی اور توجہ سے سنا۔

۶ جولائی کو لاہور کے ماہنامہ ”سیارہ“ کے ایڈیٹر اور اردو زبان کے مشہور ادیب و شاعر جناب نعیم صدیقی نے پارک لکٹری نامی ایرکنڈیشنڈ ہوٹل میں مولانا کو استقبال دیا، اس میں

لاہور کے ادارہ اور شعراء اور اہل قلم کا بڑا اچھا اجتماع تھا۔ اس میں پہلے انیم سلیپی صاحب نے مولانا کے تعارف میں ایک تحریر پڑھی اور اس کے بعد مولانا نے ”نظام تعلیم کی اصلاح“ پر کم و بیش چالیس منٹ تقریر کی۔

۸ جولائی کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اردو کے ریڈر اور صحیفہ ”کے ایڈیٹر ڈاکٹر وحید قریشی نے نہایت پر تکلف عصرانہ دیا جس میں امتیاز علی تاج، پروفیسر محمد عثمان، مشہور ناول نویس ایم اسلم، مولوی محمد اسماعیل پانی پتی اور دوسرے ارباب علم و ادب کا ایک بڑا اچھا اجتماع تھا۔

۹ جولائی کو ”ب۔ اشرف صبحی صاحب نے ہمدرد فاؤنڈیشن کی طرف سے پارک لکشری ہوٹل میں نہایت پر تکلف اور وسیع پیمانے پر ایک عصرانہ دیا اس موقع پر پہلے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے تعارفی تقریر کی اس کے بعد مولانا نے مجمع کو خطاب کیا۔ چونکہ یہ مجمع زیادہ تر ادبی قسم کا تھا اس لئے مولانا کی یہ تقریر ہم نواز ادبی رنگ کی تھی جس کو لوگوں نے بڑی دلچسپی سے سنا اور مسکرا سکا کر داد دیتے رہے۔ یہ عصرانہ بھی اس درجہ اہم تھا کہ دوسرے دن اخبارات میں اس کا فوٹو اور اس کے اقتباسات شائع ہوئے۔

۱۱ جولائی کا دن بہت مصروف دن تھا کیونکہ اس روز صبح کو نو بجے مولانا نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ پیگ ایڈمنٹیشن کی دعوت پر ”اسلام کے معاشی نظام“ پر ایک توسیعی لکچر دیا اس لکچر میں اس شعبہ کے پوسٹ گریجویٹ طلبہ اور طالبات اور اسٹاف کے علاوہ دوسرے شعبوں کے طلبہ اور اساتذہ بھی خاصی تعداد میں شریک ہوئے حسب ضابطہ لکچر کے بعد طلبہ اور طالبات کی بڑی تعداد نے سوالات کرنے چاہتے تھے لیکن چونکہ لکچر کافی طویل ہو گیا تھا اور ادھر جمعہ کا دن بھی تھا پھر مولانا کو ٹی پارٹی میں بھی شریک ہونا تھا اس لئے شعبہ کے صدر ڈاکٹر محمد افضل نے ان طلبہ اور طالبات سے معذرت کی اور طلبہ درخواست ہو گیا۔

نام کو انگریزی کتابوں کے مشہور ناشر شیخ محمد اشرف کی طرف سے مولانا کو ایک عشائیہ دیا گیا اس میں یونیورسٹی کے اساتذہ اور علماء کی معقول تعداد کے علاوہ جماعت اسلامی کے امیر مولانا سید

ابوالاعلیٰ مودودی، میاں محمد طفیل، آغا شورش کاشمیری، میاں امیر الدین اور پرنسپل عبدالحکیم صدیقی بھی تھے۔ ڈنر تو خیر بہت پر تکلف اور شاندار تھا ہی لیکن اس مجلس میں مختلف موضوعات پر مولانا اکبر آبادی اور مولانا مودودی اور دوسرے حضرات میں جو مذاکرہ ہوا وہ ٹراڈ پچسپ اور بصیرت افروز نہ تھا۔ کبھی موقع ہوا تو اس کی روئداد مولانا اکبر آبادی ہی کے قلم سے سن لیجئے گا۔

۱۲ جولائی کو اردو کے مشہور ماہنامہ ”اردو ڈائجسٹ“ کے ”ٹاک اور ڈیسکریپشن“ کی درخواست پر مولانا نے ”اردو ڈائجسٹ“ کے عملہ اور دفاتر کا معائنہ کیا اور ان حضرات کے ساتھ چائے پی اس کے بعد لاہور کے مشہور عربی مدرسہ جامعہ مدینہ میں تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ کے مختلف شعبوں کا معائنہ کرنے کے بعد اساتذہ اور طلبہ کے مجمع کو خطاب کیا اس خطاب کا موضوع تھا ”علوم دینیہ کی تعلیم کیوں ضروری ہے“ تقریر اس درجہ مؤثر ہوئی کہ جب مولانا نے موجودہ زمانے میں اسلام کی مفلوکیت کا رد ایگزٹیکٹو کمپنا تو بہت سے اساتذہ بے ساختہ رو پڑے۔ چونکہ اگلے دن ۱۳ جولائی کو لاہور سے علی گڑھ کے لئے روانہ ہونا تھا اس لئے مولانا کے داماد ڈاکٹر محمد سلیم نے جس طرح مولانا کے دروید لاہور کے دن سب سے پہلے استقبال کیا تھا اسی طرح انھوں نے ۱۴ جولائی کی شام کو مغرب بعد الوداعی ڈنر بھی دیا یہ ڈنر بھی بہت پر تکلف تھا۔ اس میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر علاء الدین صدیقی، آغا شورش کاشمیری، پروفیسر عبادت بریلوی، ڈاکٹر وحید قریشی، شیخ محمد اشرف، جناب محمد ادریس بینائی ڈائریکٹر نیشنل بینک آف پاکستان، ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، سعید الدین احمد ڈار، مولوی عبداللہ قریشی، جناب اشرف صبحی، مولانا ابو بکر غزالی صدر شعبہ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی پشاور اور دوسرے اور بعض ارباب علم و ادب حضرات موجود تھے۔ کھانے سے فراغت کے بعد ان سب حضرات نے مولانا کو نایت درجہ محبت و اخلاص کے ساتھ معاف کر کے الوداع کہا۔

ہم نے اس مضمون میں صرف مولانا کی ان سرگرمیوں اور مدد دہیوں کا تذکرہ کیا ہے جو ان کی حیاتِ رکتی میں اور جن کا تذکرہ پاکستان کے اخبارات میں نوٹوں کے ساتھ یا بغیر نوٹوں کے ہو رہا ہے۔

کے علاوہ مولانا اکبر آبادی پر پاکستان کے ممتاز اخبار "شرق" کی اشاعت مورخہ ۱۱ جولائی میں پاکستان کے مشہور کالم نویس اشطار حسین صاحب کے قلم سے مولانا کے فوٹو کے ساتھ ایک مقالہ بھی شائع ہوا۔ یہ مقالہ جلی سرخیوں کے ساتھ دو کالمی تھا۔ اور اس میں ناضل مقالہ نگار نے مولانا کی علمی اور تعلیمی خدمات خاص کر برہان کے بلند علمی معیار کو بہت زیادہ مہرباں تھا اور "ندوة المصنفین" کے کاموں کی بڑی تعریف کی تھی۔

مندرجہ بالا مصروفیتوں اور سرگرمیوں کے علاوہ مولانا نے پاکستان میں اپنے کن کن دوستوں اور قدر دانوں سے ملاقات کی اور انہوں نے کس طرح مولانا کی پذیرائی کی، کیا کیا گفتگوئیں ہوئیں اور طرہ ماہ کے قیام پاکستان میں مولانا نے کیا کیا دیکھا اور کیا محسوس کیا اس کی روئاد اگر موقع ہوا تو مولانا خود اپنے قلم کی زبانی سنائیں گے بہر حال اس میں شبہ نہیں جیسا کہ حال میں پاکستان سے علی گڑھ آنے والے بعض حضرات سے معلوم ہوا پاکستان میں مولانا اکبر آبادی کا جو ہمہ جہتی اعزاز و اکرام ہوا وہ آج تک کسی ہندوستانی کا نہیں ہوا تھا۔ ذائقہ فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

## دین الہی اور اس کا پس منظر

اس کتاب میں اکبری دور کے مذہبی اور سیاسی فتنوں کا مکمل طور پر تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اکبر کی ابتدائی زندگی کے حالات، علماء سواد اور خام صوفیا کا اکبر کی مجالس میں اثر و رسوخ، اکبر کا نظریہ وحدت الوجود اور تحریف قرآن پر ایمان، شیخ مبارک کی دربار اکبری میں آمد اور اس کی فتنہ سامانیوں کا مکمل تذکرہ کیا گیا ہے۔

تالیف : ڈاکٹر محمد اسلم استاذ شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی

صفحات ۳۴۰ کتابت و طباعت بہتر تقطیع متوسط ۲۲x۱۸ قیمت مجلد سات روپے بلا طرچہ روپے

مکتبہ برہان دہلی و بازار جامع مسجد دہلی



مگ کفو: فرد کہے سلمان اس فرستے کے بارے میں ہم بعد میں تفصیلی گفتگو کریں گے چہیز نہیں دیتے تھے اور عروس کے مگر ساچو بھی نہیں لاتے تھے اور نکاح میں باشپ عروسی کو بعد بندی کے موقع پر شربت پلانے کے بعد، اٹیوں سے نیوٹہ یا ننگ بھی نہیں لیتے تھے۔ کہوں کہ یہ لوگ فرطِ غیرت سے ان کاموں کو مکروہ سمجھتے تھے شادی کے بعد لاکھ دو لاکھ جو کچھ بھی دن کو میسر ہوتا تھا، نقد اور جس کی صورت میں دا، کو پونچا دیتے تھے لیکن داماد کے ساتھ چہیز نہیں بھیجتے تھے تاکہ دکاندار راہِ گلوں پر دوسرے ترانہ میں گھروں کی چھتوں کے اوپر سے اس مال کو وپرستہ دیکھیں، اس بات کو یہ لوگ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور سی طرح شربت پلانے کے بعد روپے اس وجہ سے نہیں لیتے تھے کہ بعض عورتیں اور نادار، حاضرین شرمندہ ہوں گے یا بعض لوگ فرض لے کر دیں گے اور انھیں زیر بار ہونا پڑے گا۔ دو دو گھانٹہ ان رسموں کو مذموم سمجھتے تھے۔ مگر دوسروں کی شادی میں ان رسموں پر روپیہ بے دریغ صرف کرتے تھے۔ ۱۵

وایہ برت [جب برت واپس دوہا کے مگر پہنچنی تھی تو خوشی کے شادیانے بچتے تھے اور ڈومنیوں پہلے ہی پہنچ کر شرے گانے شروع کر دیتی تھیں۔ یہ گانے خاص شادی کے موقع کے گیت ہوتے ہیں۔ اس نغمہ و شور میں دولہن پالکی سے اٹا رہی پاتی تھی۔ بعض خاندانوں میں خود دولہا ہی اپنے گھر میں لے کر آتے تھے اور بعض گھرانوں میں دوہا کی ان بہنیں آگے اتارتی تھیں۔ اندر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۳ ۱۵۔۔۔ ہفت نامہ شاہی ص ۱۵۷ چہیز کے سامان کے فہرست ملاحظہ ہو۔ رسم دہلی میں ۱۲۶-۱۳۸

نات پندرہ ص ۳۵۱-۳۵۲ ۱۵۷-۱۵۸ ۱۵۹-۱۶۰ ۱۶۱-۱۶۲ ۱۶۳-۱۶۴ ۱۶۵-۱۶۶ ۱۶۷-۱۶۸ ۱۶۹-۱۷۰ ۱۷۱-۱۷۲ ۱۷۳-۱۷۴ ۱۷۵-۱۷۶ ۱۷۷-۱۷۸ ۱۷۹-۱۸۰ ۱۸۱-۱۸۲ ۱۸۳-۱۸۴ ۱۸۵-۱۸۶ ۱۸۷-۱۸۸ ۱۸۹-۱۹۰ ۱۹۱-۱۹۲ ۱۹۳-۱۹۴ ۱۹۵-۱۹۶ ۱۹۷-۱۹۸ ۱۹۹-۲۰۰ ۲۰۱-۲۰۲ ۲۰۳-۲۰۴ ۲۰۵-۲۰۶ ۲۰۷-۲۰۸ ۲۰۹-۲۱۰ ۲۱۱-۲۱۲ ۲۱۳-۲۱۴ ۲۱۵-۲۱۶ ۲۱۷-۲۱۸ ۲۱۹-۲۲۰ ۲۲۱-۲۲۲ ۲۲۳-۲۲۴ ۲۲۵-۲۲۶ ۲۲۷-۲۲۸ ۲۲۹-۲۳۰ ۲۳۱-۲۳۲ ۲۳۳-۲۳۴ ۲۳۵-۲۳۶ ۲۳۷-۲۳۸ ۲۳۹-۲۴۰ ۲۴۱-۲۴۲ ۲۴۳-۲۴۴ ۲۴۵-۲۴۶ ۲۴۷-۲۴۸ ۲۴۹-۲۵۰ ۲۵۱-۲۵۲ ۲۵۳-۲۵۴ ۲۵۵-۲۵۶ ۲۵۷-۲۵۸ ۲۵۹-۲۶۰ ۲۶۱-۲۶۲ ۲۶۳-۲۶۴ ۲۶۵-۲۶۶ ۲۶۷-۲۶۸ ۲۶۹-۲۷۰ ۲۷۱-۲۷۲ ۲۷۳-۲۷۴ ۲۷۵-۲۷۶ ۲۷۷-۲۷۸ ۲۷۹-۲۸۰ ۲۸۱-۲۸۲ ۲۸۳-۲۸۴ ۲۸۵-۲۸۶ ۲۸۷-۲۸۸ ۲۸۹-۲۹۰ ۲۹۱-۲۹۲ ۲۹۳-۲۹۴ ۲۹۵-۲۹۶ ۲۹۷-۲۹۸ ۲۹۹-۳۰۰ ۳۰۱-۳۰۲ ۳۰۳-۳۰۴ ۳۰۵-۳۰۶ ۳۰۷-۳۰۸ ۳۰۹-۳۱۰ ۳۱۱-۳۱۲ ۳۱۳-۳۱۴ ۳۱۵-۳۱۶ ۳۱۷-۳۱۸ ۳۱۹-۳۲۰ ۳۲۱-۳۲۲ ۳۲۳-۳۲۴ ۳۲۵-۳۲۶ ۳۲۷-۳۲۸ ۳۲۹-۳۳۰ ۳۳۱-۳۳۲ ۳۳۳-۳۳۴ ۳۳۵-۳۳۶ ۳۳۷-۳۳۸ ۳۳۹-۳۴۰ ۳۴۱-۳۴۲ ۳۴۳-۳۴۴ ۳۴۵-۳۴۶ ۳۴۷-۳۴۸ ۳۴۹-۳۵۰ ۳۵۱-۳۵۲ ۳۵۳-۳۵۴ ۳۵۵-۳۵۶ ۳۵۷-۳۵۸ ۳۵۹-۳۶۰ ۳۶۱-۳۶۲ ۳۶۳-۳۶۴ ۳۶۵-۳۶۶ ۳۶۷-۳۶۸ ۳۶۹-۳۷۰ ۳۷۱-۳۷۲ ۳۷۳-۳۷۴ ۳۷۵-۳۷۶ ۳۷۷-۳۷۸ ۳۷۹-۳۸۰ ۳۸۱-۳۸۲ ۳۸۳-۳۸۴ ۳۸۵-۳۸۶ ۳۸۷-۳۸۸ ۳۸۹-۳۹۰ ۳۹۱-۳۹۲ ۳۹۳-۳۹۴ ۳۹۵-۳۹۶ ۳۹۷-۳۹۸ ۳۹۹-۴۰۰ ۴۰۱-۴۰۲ ۴۰۳-۴۰۴ ۴۰۵-۴۰۶ ۴۰۷-۴۰۸ ۴۰۹-۴۱۰ ۴۱۱-۴۱۲ ۴۱۳-۴۱۴ ۴۱۵-۴۱۶ ۴۱۷-۴۱۸ ۴۱۹-۴۲۰ ۴۲۱-۴۲۲ ۴۲۳-۴۲۴ ۴۲۵-۴۲۶ ۴۲۷-۴۲۸ ۴۲۹-۴۳۰ ۴۳۱-۴۳۲ ۴۳۳-۴۳۴ ۴۳۵-۴۳۶ ۴۳۷-۴۳۸ ۴۳۹-۴۴۰ ۴۴۱-۴۴۲ ۴۴۳-۴۴۴ ۴۴۵-۴۴۶ ۴۴۷-۴۴۸ ۴۴۹-۴۵۰ ۴۵۱-۴۵۲ ۴۵۳-۴۵۴ ۴۵۵-۴۵۶ ۴۵۷-۴۵۸ ۴۵۹-۴۶۰ ۴۶۱-۴۶۲ ۴۶۳-۴۶۴ ۴۶۵-۴۶۶ ۴۶۷-۴۶۸ ۴۶۹-۴۷۰ ۴۷۱-۴۷۲ ۴۷۳-۴۷۴ ۴۷۵-۴۷۶ ۴۷۷-۴۷۸ ۴۷۹-۴۸۰ ۴۸۱-۴۸۲ ۴۸۳-۴۸۴ ۴۸۵-۴۸۶ ۴۸۷-۴۸۸ ۴۸۹-۴۹۰ ۴۹۱-۴۹۲ ۴۹۳-۴۹۴ ۴۹۵-۴۹۶ ۴۹۷-۴۹۸ ۴۹۹-۵۰۰ ۵۰۱-۵۰۲ ۵۰۳-۵۰۴ ۵۰۵-۵۰۶ ۵۰۷-۵۰۸ ۵۰۹-۵۱۰ ۵۱۱-۵۱۲ ۵۱۳-۵۱۴ ۵۱۵-۵۱۶ ۵۱۷-۵۱۸ ۵۱۹-۵۲۰ ۵۲۱-۵۲۲ ۵۲۳-۵۲۴ ۵۲۵-۵۲۶ ۵۲۷-۵۲۸ ۵۲۹-۵۳۰ ۵۳۱-۵۳۲ ۵۳۳-۵۳۴ ۵۳۵-۵۳۶ ۵۳۷-۵۳۸ ۵۳۹-۵۴۰ ۵۴۱-۵۴۲ ۵۴۳-۵۴۴ ۵۴۵-۵۴۶ ۵۴۷-۵۴۸ ۵۴۹-۵۵۰ ۵۵۱-۵۵۲ ۵۵۳-۵۵۴ ۵۵۵-۵۵۶ ۵۵۷-۵۵۸ ۵۵۹-۵۶۰ ۵۶۱-۵۶۲ ۵۶۳-۵۶۴ ۵۶۵-۵۶۶ ۵۶۷-۵۶۸ ۵۶۹-۵۷۰ ۵۷۱-۵۷۲ ۵۷۳-۵۷۴ ۵۷۵-۵۷۶ ۵۷۷-۵۷۸ ۵۷۹-۵۸۰ ۵۸۱-۵۸۲ ۵۸۳-۵۸۴ ۵۸۵-۵۸۶ ۵۸۷-۵۸۸ ۵۸۹-۵۹۰ ۵۹۱-۵۹۲ ۵۹۳-۵۹۴ ۵۹۵-۵۹۶ ۵۹۷-۵۹۸ ۵۹۹-۶۰۰ ۶۰۱-۶۰۲ ۶۰۳-۶۰۴ ۶۰۵-۶۰۶ ۶۰۷-۶۰۸ ۶۰۹-۶۱۰ ۶۱۱-۶۱۲ ۶۱۳-۶۱۴ ۶۱۵-۶۱۶ ۶۱۷-۶۱۸ ۶۱۹-۶۲۰ ۶۲۱-۶۲۲ ۶۲۳-۶۲۴ ۶۲۵-۶۲۶ ۶۲۷-۶۲۸ ۶۲۹-۶۳۰ ۶۳۱-۶۳۲ ۶۳۳-۶۳۴ ۶۳۵-۶۳۶ ۶۳۷-۶۳۸ ۶۳۹-۶۴۰ ۶۴۱-۶۴۲ ۶۴۳-۶۴۴ ۶۴۵-۶۴۶ ۶۴۷-۶۴۸ ۶۴۹-۶۵۰ ۶۵۱-۶۵۲ ۶۵۳-۶۵۴ ۶۵۵-۶۵۶ ۶۵۷-۶۵۸ ۶۵۹-۶۶۰ ۶۶۱-۶۶۲ ۶۶۳-۶۶۴ ۶۶۵-۶۶۶ ۶۶۷-۶۶۸ ۶۶۹-۶۷۰ ۶۷۱-۶۷۲ ۶۷۳-۶۷۴ ۶۷۵-۶۷۶ ۶۷۷-۶۷۸ ۶۷۹-۶۸۰ ۶۸۱-۶۸۲ ۶۸۳-۶۸۴ ۶۸۵-۶۸۶ ۶۸۷-۶۸۸ ۶۸۹-۶۹۰ ۶۹۱-۶۹۲ ۶۹۳-۶۹۴ ۶۹۵-۶۹۶ ۶۹۷-۶۹۸ ۶۹۹-۷۰۰ ۷۰۱-۷۰۲ ۷۰۳-۷۰۴ ۷۰۵-۷۰۶ ۷۰۷-۷۰۸ ۷۰۹-۷۱۰ ۷۱۱-۷۱۲ ۷۱۳-۷۱۴ ۷۱۵-۷۱۶ ۷۱۷-۷۱۸ ۷۱۹-۷۲۰ ۷۲۱-۷۲۲ ۷۲۳-۷۲۴ ۷۲۵-۷۲۶ ۷۲۷-۷۲۸ ۷۲۹-۷۳۰ ۷۳۱-۷۳۲ ۷۳۳-۷۳۴ ۷۳۵-۷۳۶ ۷۳۷-۷۳۸ ۷۳۹-۷۴۰ ۷۴۱-۷۴۲ ۷۴۳-۷۴۴ ۷۴۵-۷۴۶ ۷۴۷-۷۴۸ ۷۴۹-۷۵۰ ۷۵۱-۷۵۲ ۷۵۳-۷۵۴ ۷۵۵-۷۵۶ ۷۵۷-۷۵۸ ۷۵۹-۷۶۰ ۷۶۱-۷۶۲ ۷۶۳-۷۶۴ ۷۶۵-۷۶۶ ۷۶۷-۷۶۸ ۷۶۹-۷۷۰ ۷۷۱-۷۷۲ ۷۷۳-۷۷۴ ۷۷۵-۷۷۶ ۷۷۷-۷۷۸ ۷۷۹-۷۸۰ ۷۸۱-۷۸۲ ۷۸۳-۷۸۴ ۷۸۵-۷۸۶ ۷۸۷-۷۸۸ ۷۸۹-۷۹۰ ۷۹۱-۷۹۲ ۷۹۳-۷۹۴ ۷۹۵-۷۹۶ ۷۹۷-۷۹۸ ۷۹۹-۸۰۰ ۸۰۱-۸۰۲ ۸۰۳-۸۰۴ ۸۰۵-۸۰۶ ۸۰۷-۸۰۸ ۸۰۹-۸۱۰ ۸۱۱-۸۱۲ ۸۱۳-۸۱۴ ۸۱۵-۸۱۶ ۸۱۷-۸۱۸ ۸۱۹-۸۲۰ ۸۲۱-۸۲۲ ۸۲۳-۸۲۴ ۸۲۵-۸۲۶ ۸۲۷-۸۲۸ ۸۲۹-۸۳۰ ۸۳۱-۸۳۲ ۸۳۳-۸۳۴ ۸۳۵-۸۳۶ ۸۳۷-۸۳۸ ۸۳۹-۸۴۰ ۸۴۱-۸۴۲ ۸۴۳-۸۴۴ ۸۴۵-۸۴۶ ۸۴۷-۸۴۸ ۸۴۹-۸۵۰ ۸۵۱-۸۵۲ ۸۵۳-۸۵۴ ۸۵۵-۸۵۶ ۸۵۷-۸۵۸ ۸۵۹-۸۶۰ ۸۶۱-۸۶۲ ۸۶۳-۸۶۴ ۸۶۵-۸۶۶ ۸۶۷-۸۶۸ ۸۶۹-۸۷۰ ۸۷۱-۸۷۲ ۸۷۳-۸۷۴ ۸۷۵-۸۷۶ ۸۷۷-۸۷۸ ۸۷۹-۸۸۰ ۸۸۱-۸۸۲ ۸۸۳-۸۸۴ ۸۸۵-۸۸۶ ۸۸۷-۸۸۸ ۸۸۹-۸۹۰ ۸۹۱-۸۹۲ ۸۹۳-۸۹۴ ۸۹۵-۸۹۶ ۸۹۷-۸۹۸ ۸۹۹-۹۰۰ ۹۰۱-۹۰۲ ۹۰۳-۹۰۴ ۹۰۵-۹۰۶ ۹۰۷-۹۰۸ ۹۰۹-۹۱۰ ۹۱۱-۹۱۲ ۹۱۳-۹۱۴ ۹۱۵-۹۱۶ ۹۱۷-۹۱۸ ۹۱۹-۹۲۰ ۹۲۱-۹۲۲ ۹۲۳-۹۲۴ ۹۲۵-۹۲۶ ۹۲۷-۹۲۸ ۹۲۹-۹۳۰ ۹۳۱-۹۳۲ ۹۳۳-۹۳۴ ۹۳۵-۹۳۶ ۹۳۷-۹۳۸ ۹۳۹-۹۴۰ ۹۴۱-۹۴۲ ۹۴۳-۹۴۴ ۹۴۵-۹۴۶ ۹۴۷-۹۴۸ ۹۴۹-۹۵۰ ۹۵۱-۹۵۲ ۹۵۳-۹۵۴ ۹۵۵-۹۵۶ ۹۵۷-۹۵۸ ۹۵۹-۹۶۰ ۹۶۱-۹۶۲ ۹۶۳-۹۶۴ ۹۶۵-۹۶۶ ۹۶۷-۹۶۸ ۹۶۹-۹۷۰ ۹۷۱-۹۷۲ ۹۷۳-۹۷۴ ۹۷۵-۹۷۶ ۹۷۷-۹۷۸ ۹۷۹-۹۸۰ ۹۸۱-۹۸۲ ۹۸۳-۹۸۴ ۹۸۵-۹۸۶ ۹۸۷-۹۸۸ ۹۸۹-۹۹۰ ۹۹۱-۹۹۲ ۹۹۳-۹۹۴ ۹۹۵-۹۹۶ ۹۹۷-۹۹۸ ۹۹۹-۱۰۰۰ ۱۰۰۱-۱۰۰۲ ۱۰۰۳-۱۰۰۴ ۱۰۰۵-۱۰۰۶ ۱۰۰۷-۱۰۰۸ ۱۰۰۹-۱۰۱۰ ۱۰۱۱-۱۰۱۲ ۱۰۱۳-۱۰۱۴ ۱۰۱۵-۱۰۱۶ ۱۰۱۷-۱۰۱۸ ۱۰۱۹-۱۰۲۰ ۱۰۲۱-۱۰۲۲ ۱۰۲۳-۱۰۲۴ ۱۰۲۵-۱۰۲۶ ۱۰۲۷-۱۰۲۸ ۱۰۲۹-۱۰۳۰ ۱۰۳۱-۱۰۳۲ ۱۰۳۳-۱۰۳۴ ۱۰۳۵-۱۰۳۶ ۱۰۳۷-۱۰۳۸ ۱۰۳۹-۱۰۴۰ ۱۰۴۱-۱۰۴۲ ۱۰۴۳-۱۰۴۴ ۱۰۴۵-۱۰۴۶ ۱۰۴۷-۱۰۴۸ ۱۰۴۹-۱۰۵۰ ۱۰۵۱-۱۰۵۲ ۱۰۵۳-۱۰۵۴ ۱۰۵۵-۱۰۵۶ ۱۰۵۷-۱۰۵۸ ۱۰۵۹-۱۰۶۰ ۱۰۶۱-۱۰۶۲ ۱۰۶۳-۱۰۶۴ ۱۰۶۵-۱۰۶۶ ۱۰۶۷-۱۰۶۸ ۱۰۶۹-۱۰۷۰ ۱۰۷۱-۱۰۷۲ ۱۰۷۳-۱۰۷۴ ۱۰۷۵-۱۰۷۶ ۱۰۷۷-۱۰۷۸ ۱۰۷۹-۱۰۸۰ ۱۰۸۱-۱۰۸۲ ۱۰۸۳-۱۰۸۴ ۱۰۸۵-۱۰۸۶ ۱۰۸۷-۱۰۸۸ ۱۰۸۹-۱۰۹۰ ۱۰۹۱-۱۰۹۲ ۱۰۹۳-۱۰۹۴ ۱۰۹۵-۱۰۹۶ ۱۰۹۷-۱۰۹۸ ۱۰۹۹-۱۱۰۰ ۱۱۰۱-۱۱۰۲ ۱۱۰۳-۱۱۰۴ ۱۱۰۵-۱۱۰۶ ۱۱۰۷-۱۱۰۸ ۱۱۰۹-۱۱۱۰ ۱۱۱۱-۱۱۱۲ ۱۱۱۳-۱۱۱۴ ۱۱۱۵-۱۱۱۶ ۱۱۱۷-۱۱۱۸ ۱۱۱۹-۱۱۲۰ ۱۱۲۱-۱۱۲۲ ۱۱۲۳-۱۱۲۴ ۱۱۲۵-۱۱۲۶ ۱۱۲۷-۱۱۲۸ ۱۱۲۹-۱۱۳۰ ۱۱۳۱-۱۱۳۲ ۱۱۳۳-۱۱۳۴ ۱۱۳۵-۱۱۳۶ ۱۱۳۷-۱۱۳۸ ۱۱۳۹-۱۱۴۰ ۱۱۴۱-۱۱۴۲ ۱۱۴۳-۱۱۴۴ ۱۱۴۵-۱۱۴۶ ۱۱۴۷-۱۱۴۸ ۱۱۴۹-۱۱۵۰ ۱۱۵۱-۱۱۵۲ ۱۱۵۳-۱۱۵۴ ۱۱۵۵-۱۱۵۶ ۱۱۵۷-۱۱۵۸ ۱۱۵۹-۱۱۶۰ ۱۱۶۱-۱۱۶۲ ۱۱۶۳-۱۱۶۴ ۱۱۶۵-۱۱۶۶ ۱۱۶۷-۱۱۶۸ ۱۱۶۹-۱۱۷۰ ۱۱۷۱-۱۱۷۲ ۱۱۷۳-۱۱۷۴ ۱۱۷۵-۱۱۷۶ ۱۱۷۷-۱۱۷۸ ۱۱۷۹-۱۱۸۰ ۱۱۸۱-۱۱۸۲ ۱۱۸۳-۱۱۸۴ ۱۱۸۵-۱۱۸۶ ۱۱۸۷-۱۱۸۸ ۱۱۸۹-۱۱۹۰ ۱۱۹۱-۱۱۹۲ ۱۱۹۳-۱۱۹۴ ۱۱۹۵-۱۱۹۶ ۱۱۹۷-۱۱۹۸ ۱۱۹۹-۱۲۰۰ ۱۲۰۱-۱۲۰۲ ۱۲۰۳-۱۲۰۴ ۱۲۰۵-۱۲۰۶ ۱۲۰۷-۱۲۰۸ ۱۲۰۹-۱۲۱۰ ۱۲۱۱-۱۲۱۲ ۱۲۱۳-۱۲۱۴ ۱۲۱۵-۱۲۱۶ ۱۲۱۷-۱۲۱۸ ۱۲۱۹-۱۲۲۰ ۱۲۲۱-۱۲۲۲ ۱۲۲۳-۱۲۲۴ ۱۲۲۵-۱۲۲۶ ۱۲۲۷-۱۲۲۸ ۱۲۲۹-۱۲۳۰ ۱۲۳۱-۱۲۳۲ ۱۲۳۳-۱۲۳۴ ۱۲۳۵-۱۲۳۶ ۱۲۳۷-۱۲۳۸ ۱۲۳۹-۱۲۴۰ ۱۲۴۱-۱۲۴۲ ۱۲۴۳-۱۲۴۴ ۱۲۴۵-۱۲۴۶ ۱۲۴۷-۱۲۴۸ ۱۲۴۹-۱۲۵۰ ۱۲۵۱-۱۲۵۲ ۱۲۵۳-۱۲۵۴ ۱۲۵۵-۱۲۵۶ ۱۲۵۷-۱۲۵۸ ۱۲۵۹-۱۲۶۰ ۱۲۶۱-۱۲۶۲ ۱۲۶۳-۱۲۶۴ ۱۲۶۵-۱۲۶۶ ۱۲۶۷-۱۲۶۸ ۱۲۶۹-۱۲۷۰ ۱۲۷۱-۱۲۷۲ ۱۲۷۳-۱۲۷۴ ۱۲۷۵-۱۲۷۶ ۱۲۷۷-۱۲۷۸ ۱۲۷۹-۱۲۸۰ ۱۲۸۱-۱۲۸۲ ۱۲۸۳-۱۲۸۴ ۱۲۸۵-۱۲۸۶ ۱۲۸۷-۱۲۸۸ ۱۲۸۹-۱۲۹۰ ۱۲۹۱-۱۲۹۲ ۱۲۹۳-۱۲۹۴ ۱۲۹۵-۱۲۹۶ ۱۲۹۷-۱۲۹۸ ۱۲۹۹-۱۳۰۰ ۱۳۰۱-۱۳۰۲ ۱۳۰۳-۱۳۰۴ ۱۳۰۵-۱۳۰۶ ۱۳۰۷-۱۳۰۸ ۱۳۰۹-۱۳۱۰ ۱۳۱۱-۱۳۱۲ ۱۳۱۳-۱۳۱۴ ۱۳۱۵-۱۳۱۶ ۱۳۱۷-۱۳۱۸ ۱۳۱۹-۱۳۲۰ ۱۳۲۱-۱۳۲۲ ۱۳۲۳-۱۳۲۴ ۱۳۲۵-۱۳۲۶ ۱۳۲۷-۱۳۲۸ ۱۳۲۹-۱۳۳۰ ۱۳۳۱-۱۳۳۲ ۱۳۳۳-۱۳۳۴ ۱۳۳۵-۱۳۳۶ ۱۳۳۷-۱۳۳۸ ۱۳۳۹-۱۳۴۰ ۱۳۴۱-۱۳۴۲ ۱۳۴۳-۱۳۴۴ ۱۳۴۵-۱۳۴۶ ۱۳۴۷-۱۳۴۸ ۱۳۴۹-۱۳۵۰ ۱۳۵۱-۱۳۵۲ ۱۳۵۳-۱۳۵۴ ۱۳۵۵-۱۳۵۶ ۱۳۵۷-۱۳۵۸ ۱۳۵۹-۱۳۶۰ ۱۳۶۱-۱۳۶۲ ۱۳۶۳-۱۳۶۴ ۱۳۶۵-۱۳۶۶ ۱۳۶۷-۱۳۶۸ ۱۳۶۹-۱۳۷۰ ۱۳۷۱-۱۳۷۲ ۱۳۷۳-۱۳۷۴ ۱۳۷۵-۱۳۷۶ ۱۳۷۷-۱۳۷۸ ۱۳۷۹-۱۳۸۰ ۱۳۸۱-۱۳۸۲ ۱۳۸۳-۱۳۸۴ ۱۳۸۵-۱۳۸۶ ۱۳۸۷-۱۳۸۸ ۱۳۸۹-۱۳۹۰ ۱۳۹۱-۱۳۹۲ ۱۳۹۳-۱۳۹۴ ۱۳۹۵-۱۳۹۶ ۱۳۹۷-۱۳۹۸ ۱۳۹۹-۱۴۰۰ ۱۴۰۱-۱۴۰۲ ۱۴۰۳-۱۴۰۴ ۱۴۰۵-۱۴۰۶ ۱۴۰۷-۱۴۰۸ ۱۴۰۹-۱۴۱۰ ۱۴۱۱-۱۴۱۲ ۱۴۱۳-۱۴۱۴ ۱۴۱۵-۱۴۱۶ ۱۴۱۷-۱۴۱۸ ۱۴۱۹-۱۴۲۰ ۱۴۲۱-۱۴۲۲ ۱۴۲۳-۱۴۲۴ ۱۴۲۵-۱۴۲۶ ۱۴۲۷-۱۴۲۸ ۱۴۲۹-۱۴۳۰ ۱۴۳۱-۱۴۳۲ ۱۴۳۳-۱۴۳۴ ۱۴۳۵-۱۴۳۶ ۱۴۳۷-۱۴۳۸ ۱۴۳۹-۱۴۴۰ ۱۴۴۱-۱۴۴۲ ۱۴۴۳-۱۴۴۴ ۱۴۴۵-۱۴۴۶ ۱۴۴۷-۱۴۴۸ ۱۴۴۹-۱۴۵۰ ۱۴۵۱-۱۴۵۲ ۱۴۵۳-۱۴۵۴ ۱۴۵۵-۱۴۵۶ ۱۴۵۷-۱۴۵۸ ۱۴۵۹-۱۴۶۰ ۱۴۶۱-۱۴۶۲ ۱۴۶۳-۱۴۶۴ ۱۴۶۵-۱۴۶۶ ۱۴۶۷-۱۴۶۸ ۱۴۶۹-۱۴۷۰ ۱۴۷۱-۱۴۷۲ ۱۴۷۳-۱۴۷۴ ۱۴۷۵-۱۴۷۶ ۱۴۷۷-۱۴۷۸ ۱۴۷۹-۱۴۸۰ ۱۴۸۱-۱۴۸۲ ۱۴۸۳-۱۴۸۴ ۱۴۸۵-۱۴۸۶ ۱۴۸۷-۱۴۸۸ ۱۴۸۹-۱۴۹۰ ۱۴۹۱-۱۴۹۲ ۱۴۹۳-۱۴۹۴ ۱۴۹۵-۱۴۹۶ ۱۴۹۷-۱۴۹۸ ۱۴۹۹-۱۵۰۰ ۱۵۰۱-۱۵۰۲ ۱۵۰۳-۱۵۰۴ ۱۵۰۵-۱۵۰۶ ۱۵۰۷-۱۵۰۸ ۱۵۰۹-۱۵۱۰ ۱۵۱۱-۱۵۱۲ ۱۵۱۳-۱۵۱۴ ۱۵۱۵-۱۵۱۶ ۱۵۱۷-۱۵۱۸ ۱۵۱۹-۱۵۲۰ ۱۵۲۱-۱۵۲۲ ۱۵۲۳-۱۵۲۴ ۱۵۲۵-۱۵۲۶ ۱۵۲۷-۱۵۲۸ ۱۵۲۹-۱۵۳۰ ۱۵۳۱-۱۵۳۲ ۱۵۳۳-۱۵۳۴ ۱۵۳۵-۱۵۳۶ ۱۵۳۷-۱۵۳۸ ۱۵۳۹-۱۵۴۰ ۱۵۴۱-۱۵۴۲ ۱۵۴۳-۱۵۴۴ ۱۵۴۵-۱۵۴۶ ۱۵۴۷-۱۵۴۸ ۱۵۴۹-۱۵۵۰ ۱۵۵۱-۱۵۵۲ ۱۵۵۳-۱۵۵۴ ۱۵۵۵-۱۵۵۶ ۱۵۵۷-۱۵۵۸ ۱۵۵۹-۱۵۶۰ ۱۵۶۱-۱۵۶۲ ۱۵۶۳-۱۵۶۴ ۱۵۶۵-۱۵۶۶ ۱۵۶۷-۱۵۶۸ ۱۵۶۹-۱۵۷۰ ۱۵۷۱-۱۵۷۲ ۱۵۷۳-۱۵۷۴ ۱۵۷۵-۱۵۷۶ ۱۵۷۷-۱۵۷۸ ۱۵۷۹-۱۵۸۰ ۱۵۸۱-۱۵۸۲ ۱۵۸۳-۱۵۸۴ ۱۵۸۵-۱۵۸۶ ۱۵۸۷-۱۵۸۸ ۱۵۸۹-۱۵۹۰ ۱۵۹۱-۱۵۹۲ ۱۵۹۳-۱۵۹۴ ۱۵۹۵-۱۵۹۶ ۱۵۹۷-۱۵۹۸ ۱۵۹۹-۱۶۰۰ ۱۶۰۱-۱۶۰۲ ۱۶۰۳-۱۶۰۴ ۱۶۰۵-۱۶۰۶ ۱۶۰۷-۱۶۰۸ ۱۶۰۹-۱۶۱۰ ۱۶۱۱-۱۶۱۲ ۱۶۱۳-۱۶۱۴ ۱۶۱۵-۱۶۱۶ ۱۶۱۷-۱۶۱۸ ۱۶۱۹-۱۶۲۰ ۱۶۲۱-۱۶۲۲ ۱۶۲۳-۱۶۲۴ ۱۶۲۵-۱۶۲۶ ۱۶۲۷-۱۶۲۸ ۱۶۲۹-۱۶۳۰ ۱۶۳۱-۱۶۳۲

یجا کر اسے بٹھایا جاتا تھا اور دوہا اس کے دامن پر نماز شکرانہ پڑھتا تھا۔ دولہن کے پاؤں دھلا کر  
یا فی مکان کے چاروں کونوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔

رونمائی | یہ رسم اب بھی ہوتی ہے، اس موقع پر تمام عورتیں اور غریب مرد و بیوہ یا زیور اور اس زمانے  
کے تحفے سنی الفت دے کر وہ ان کا مسہ دیکھتے تھے۔

ولیمہ | ولیمہ کی شرعی حیثیت ہے مگر اس موقع پر کھلانے پلانے کے جو طریقے اختیار کئے جاتے تھے  
وہ سب کے سب ہندوؤں کے اور دیہاتوں اور نچلے طبقے کے مسلمانوں میں اب بھی یہ طریقے رائج  
ہیں۔ مثلاً عام طور پر عروسیوں کو زمین پر بٹھایا جاتا ہے اور سٹی کے برتنوں میں کھانا کھلایا جاتا ہے  
ایک مرتبہ استعمال کے بعد وہ برتن پھینک دئے جاتے ہیں۔ یہی طریقہ ہندوؤں کا  
ہے کہ مہمانوں کو پیتروں میں کھلاتے ہیں اور ایک پتل دو بارہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ معتبر  
ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بنیر چیسٹن سن پہلے تک تہا قراب علی قلندر کا کوری ۲ جو  
قلندر یہ سلسلہ کے ایک بزرگ ہیں کے ہاں یہ رواج تھا کہ شادی کے موقع پر مٹی کے ایک  
بڑے طباق میں جو کھال نما ہوتا تھا، در سیکوروں میں سارن کھان کر اس طباق میں ہر شخص  
کے لئے علیحدہ علیحدہ کھانا چنا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کھانا کھل کر اس طباق کو پھینک دیا جاتا  
تھا۔ یہ طریقہ اردھ کے دوسرے قصبوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

جو کھتی | شادی کی رسموں میں چوکتی کی رسم آخری رسم سمجھی جاتی تھی جب شادی کے چار دن گزر  
جاتے تھے تو دولہن کے گھر لے آئے واپس لینے آتے تھے۔ اس موقع پر مہمانوں کی خاطر  
بقیمہ حاشیہ صفحہ

رتی تھتی اس کے بعد دانا اور سبب میں آتی تھیں اس کے بعد سبب ہاگ کا کوٹرا رسم دینا تو گوارا  
اس کے مطابق سات عورتیں من کے شور حیات ہوتے تھے عروسی کے بعد جس کو ۵۵ روز دیر کھانا ملنی ہوتی تھی

ملاحظہ ہوا۔ Trilok 2nd ed. 1950 PP 315

حاشیہ صفحہ ہذا ۱۷ گذشتہ لکھنؤ صفحہ ۳۶ و صفحہ ۳۶۲

۱۷ لکھنؤ صفحہ ۳۶۲ Trilok 2nd ed. 1950 PP 315-32

تواضع ہوتی تھی، اور دونوں خاندانوں کی عورتیں بھی جمع ہوتی تھیں، اور فرط خوشی میں ایک دوسرے پر رنگین پانی چھڑکتی تھیں اور کپڑے رنگ دیتی تھیں۔ اس کے بعد پھولوں کے زیور مع چند ٹوکریوں کے جس میں ہری ترکاریاں مثلاً بیگن، سلجم اور دوسری ایسی ہی ترکاریاں اور پھل پھلدار یا فصلی میوے مثلاً خربوزے ہوتے تھے، اور تربوز وغیرہ لے جا کر دوہلا دہن کو پہناتے تھے اور فرق ثانی کے زن و مرد متفق ہو کر یہی پھل اور ترکاریاں داماد اور دہن کے اور ان کے قبیلے کی عورتوں کے ..... پھینک کر مارتے تھے اسی طرح دہن والیاں بھی کرتی تھیں، دوطرفہ بھی خوب تفریح سے پھل اور ترکاریاں ان پر پھینکتا تھا۔ یہ رسم چونکہ حرم سرا کی عورتوں میں ادا ہوتی تھی لہذا سوائے بچوں کے اور دہن کے چھوٹے بھائیوں کے اور کوئی مرد وہاں بار نہیں پاسکتا تھا۔ ان ترکاریوں اور پھولوں کے علاوہ چوب گل بابا ربک اور منقش زردوزی کا کام کئے ہوئے سیاہ یا سرخ لکڑی کے گولے یا زردوزی سے کڑھی ہوئی گیندیں بھی اس جنگ میں استعمال ہوتی تھیں۔ اس جنگی کھیل میں بعض مرتبہ چوڑی لگی لگ جاتی تھیں اور میاں تک کہ پیٹھوں میں بینائی تک کھو بیٹھتے تھے۔ ۱۵

شادی کے بعد ابتدائی زمانے میں دوہن بہت دنوں تک اپنی سسرال میں نہیں رہتی تھی بلکہ کبھی سسرال میں اور کبھی میکے میں رہتی تھی۔ ۱۶

۱۵ ہفت تماشہ ص ۵۲ - ۱۵۲ نیز ملاحظہ ہو۔ شہزاد میر حسن دہلوی ص ۱۳۸، کلیات سودا۔ جلد دوم ۱۲۴

۱۶ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱

ایک اور رسم ہندو اور مسلمان دونوں میں یکساں طور پر پائی جاتی تھی۔ اکثر عزت دار لوگ وہ ہندو میوں یا مسلمان جب اس شہر قصبہ اور دیہات میں وارد ہوتے تھے جہاں ان کے شہر کی یا خود ان کی لڑکی بیاہی ہوتی تھی تو وہ اس شہر کے کسی فرد کے گھر پر ہی تک نہیں پیٹے تھے بلکہ شاہ ولی اللہؒ نے شادی بیاہ میں غیر اسلامی رسموں کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ہم لوگوں میں یہ ایک بدترین رسم ہے کہ شادی میں بڑے بڑے جہر نہ دیا کرتے ہیں جبکہ رسول اللہؐ نے اپنے اہل بیت کا ساٹھ بارہ اوقیہ جہر باندھا تھا“

مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ شہید نے بھی شادی بیاہ میں مروجہ غیر اسلامی رسومات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”جہر زیادہ مقرر کرنا، شادیوں میں بے جا خرچ کرنا، شادی سے پہلے برادری کو کھانا دینا، دولہا کا لباس نارنجی یا سبز یا زری تاش کا ہونا، ناچ رنگ مع باجے کے ہونا، نقارے، روشن چوکی، شے ڈھول ہونا، آتشباری، انار، اور ٹٹیاں وغیرہ ہونا آرائش بچوں کھولے مستکیاں وغیرہ ہونا، بہت سی روشنیاں اور مشعلیں وغیرہ ہونا، لڑکی کی طرف سے لڑکے کی طرف واؤں کو جوڑے دینا، شادی کی شب میں اس لڑکے کا لڑکی کے گھر میں جانا، پھر وہاں جلوہ اور آرسی مصحف اور ٹونے وغیرہ کا ہونا، شادی کے چوتھے دن شوہر کا اس لڑکی کے گھر جانا، اور چوتھی کھینا، لڑکی اور لڑکے دونوں کے ہاتھوں میں کنگنا باندھنا اور سہرا باندھنا وغیرہ“

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۸

تھا اور اگر وہاں کا باپ صاحب حیثیت ہوتا تھا تو دلہا کو رات بھر تحفہ دے جاتے تھے جسے تفصیل

ملاحظہ ہو *Trilok & Caste, I, P. 815-16*

ملہ ہفت تماشہ ص ۱۲۱ نیز *P. 900* دا *Trilok And Caste*

دعوت نامہ شاہ ولی اللہؒ مطبوعہ دہلی، ص ۷۰۷۔ کے نقویستان (نور کشور ششما) ص ۲۴۲

## موت کی رسمیں

جب کسی شخص کی روح کے پرواز کرنے کا وقت قریب آتا تو اس کو چارپائی سے اٹھا کر زمین پرٹا دیتے تھے وفات کے بعد بڑی طرح سے سوگ منایا کرتے تھے۔ شاہ اسماعیل شہید نے اس موضوع کو بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی مرجاتا تھا تو لوگ خصوصاً اس کے رشتہ دار چلا چلا کر روتے تھے اور عورتیں سر پیٹتی اور آہ و بکا کرتی تھیں۔ پھر جو عورت ماتم پرسی کو آتی وہ بھی اس کے ساتھ رونے پینے میں شریک ہو جاتی۔ پھر کسی کے ہاں تین دن تک، کسی کے ہاں سات دن تک، کسی کے ہاں چالیس دن تک اور کسی کے ہاں چھ ماہ تک یہی معمول رہتا تھا کہ عورتیں حلقہ بنا کر کھڑی ہوتیں اور ایک عورت اس مرحوم کے اوصاف حمیدہ بیان کرتی جاتی کہ فلاں ایسا تھا اور ایسا تھا تو وہ سب عورتیں اپنے زانوؤں اور اپنے منہ پر ٹماچے مارتیں اور ہائے کرتیں اور بعض کے یہاں تو اس قدر ہوتا تھا کہ ہر صبح و شام عورتیں اکٹھا بیٹھ کر چلا کر روتیں۔ پھر کسی کے یہاں چالیس دن تک، کسی کے یہاں چھ ماہ تک، کسی کے یہاں برس روز تک اور کسی کے ہاں دو برس تک یہی بات جاری رہتی تھی۔

۱۔ سندوؤں کے ہاں موت کے وقت اور بعد کے سوگ اور غم کے لیے ملاحظہ ہو۔ آئین اکبری (اردو ترجمہ) جلد دوم ص ۲۹۳-۲۹۶۔ کھڑبوں میں سوگ کے طریقے کا ذکر کرتے ہوئے مرزا قنیل نے لکھا ہے۔ "ایک جوان آدمی کی موت پر حامی کی بیوی اس متونی کے گھر کی عورتوں یعنی ماں، بہن، بچی، دادی، اور خالہ کے مجمع میں آکر ان کو ماتم کے لیے کھڑی کرتی ہے اور گریہ و اندوگہیں آواز میں نوحہ خوانی کرتی ہے تاکہ عورتیں بھی اس کے ساتھ خود وہ الفاظ کہہ کر مروت سینہ پٹیں" ہفت تماشاً ص ۱۱ نیز ملاحظہ ہو ص ۱۰۹

۲۔ تقویۃ الایمان ص ۲۵۴-۲۶۲، ہفت تماشاً ص ۱۶۹-۱۷۰، رسومِ دہلی ص ۱۳۱-۱۵۶

*Tribes and Castes, I, PP 875-891*

۳۔ مشوں میں بھی ماتم کا یہی مرزا اور انداز اختیار کیا گیا ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۹ پر ملاحظہ فرمائیے)

جس عورت کا شوہر مرجاتا تھا، پھر وہ بقیہ زندگی رنگین سرخ کپڑے اور نتھ وغیرہ زیور جو سہاگ کی نشانی ہوتی تھی، نہیں پہنتی تھی<sup>الف</sup> اور خوشبو کا بھی استعمال نہیں کرتی اور اس گھر میں پوریا فرش وغیرہ بچا کر عورتیں اس پر رہا کرتی تھیں۔ پھر بعضوں کے ہاں چالیس دن تک اور بعضوں کے ہاں چھ ماہ تک اور بعضوں کے ہاں برس روز تک وہ فرش بچھا رہتا اور گویا لوگ اس کو سوگ اور غم کی علامت سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں ان دنوں میں کسی کا نکاح یا ختنہ نہیں کرتے تھے۔ عورت اور مرد دونوں تک سوگ میں رہا کرتے۔ کوئی سرخ کپڑا نہ پہنتا، سرمہ نہ لگاتا، پان نہ کھاتا، خوشبو نہ لگاتا، عورتیں جوڑیاں نہ پہنتیں، کپڑے نہ سیتیں۔ گھریا رشتہ داروں میں کسی کے ہاں شادی نہ ہوتی۔ جب کوئی مرجاتا تو اس کے گھر میں کڑھائی نہ چڑھتی، بکھان نہ پکھتے، اور دنوں تک گوشت نہ پختا۔ کوئی چار پائی پر نہ سوتا۔ برس روز تک گھر میں سر کے کاچار نہ پڑتا۔ بریاں اور سوتوں نہ بنتیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۸) ملاحظہ ہو مراٹھی سودا، مراٹھی آئیس، مراٹھی دیر۔ سودا کے ایک مرتبہ کا ایک بند ملاحظہ ہو :

کیسی کری وہ نول بیاہی دکھ سہتی ہے ہے ہے ہے  
 لوہو کی ندی میں کے نین سے اب بہتی ہے ہے ہے ہے  
 بیٹھی ہے سراپنا ہر دم رکھتی ہے ہے ہے ہے  
 ہوہ ہو کر یاد میں تیری یوں کہتی ہے ہے ہے ہے

کلیات سودا جلد ۲ ص ۱۹۱

اور محرم میں تعزیر دار اسی عرج ماتم کرتے تھے جس طرح کسی کے ہاں موت کے موقع پر سوگ منایا جاتا تھا  
 برائے تفصیل دیکھئے Observation etc. PP 24-27

الف کلیات سودا جلد دوم

بنیان خدیہ سنگا دسب پل میں دیو گنوائے چادر اوڑھے ملگجی بیٹھی سیس نوائے  
 Observation etc. P 26

مندرجہ بالا رسموں کے علاوہ تیجا، دسواں، چالیسواں، چھماہی، برسی اور عید اور شب برات

۱۷ سید احمد دہلوی کا بیان ہے ”مثلاً رسم تیجا ہندوؤں میں فاتحہ سوم یا پھول مسلمانوں میں۔ اگرچہ پھول کا لفظ یہاں بھی مشترک ہے کیوں کہ ہندوؤں میں پھول مردوں کی جلی ہوئی ٹیوں کو کہتے ہیں جو تیسرے روز مرگٹ سے چن کر گنگا جی لے جانے کے واسطے جمع کرتے ہیں۔ عام مسلمانوں نے اس رعایت کی غرض سے اس روز مردے کی قبر پر ارگجا اور پھولوں کی چادر بھینا ایک لازمی امر سمجھ کر فاتحہ سوم کا نام پھول رکھ لیا۔ ارگجا ٹھیک ہندی لفظ بمعنی خوشبو مستعمل ہے۔ مسلمانوں نے برادہ صندل، مشک، کافور، عنبر، عرق گلاب وغیرہ کو لکر ایک مرکب خوشبو کا نام ارگجا رکھ لیا جسے خاص تیجے کے روز ایک پیالہ بھر کر اور اس پیالہ کو ایک پھولوں کی بھری رکابی میں رکھ کر ہر ایک فاتحہ خواں کے سامنے لے جاتے ہیں۔ وہ ایک پھولوں میں ہوا اللہ ٹھہر کر اس پیالے کے اندر ڈال دیتا ہے اور پیالہ مردے کی قبر پر بھیج کر مع چادر رکھ دیا جاتا ہے۔ رسوم دہلی ص ۲۷-۲۸ مولانا عبدالحلیم شرر نے لکھا ہے :

”سوم اور چہلم کی فاتحوں نے عوام میں عجب شان پیدا کر لی ہے۔ اصلیت تو اس قدر ہے کہ جہاں تک ہو سکے غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے اور اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچا دیا جائے۔ ہندوؤں میں ہندوؤں میں مردوں کی تیرہویں اور برسی ہو۔ دیکھ کر مسلمانوں کا جی چاہا کہ ہم بھی اس قسم کے کام ناموری اور دھوم دھام سے کریں۔ اس شوق کے تقاضے نے تیجے، دسویں، بیسویں، چہلم، غمی کی تقریبیں پیدا کر دیں۔“ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ گذشتہ لکھنؤ ص ۳۷۰

برائے تیجا کے پھول۔ ملاحظہ ہو۔ کلیات سوا۔ جلد دوم ص ۱۶۵، ۱۸۰، ۲۲۰

ابلیہ میر حسن علی نے لکھا ہے کہ جب کسی مسلمان خاندان میں کسی فرد کا انتقال ہو جاتا تھا تو وہ سوگ چالیس دن تک سوگ مناتے تھے اور ڈاڑھی وغیرہ نہیں بنواتے تھے مگر عالم طور پر تیسرے دن سوگ کی مدت ختم ہو جاتی تھی اور باس سوگ اتار ڈالتے تھے اور ڈاڑھی بنوانے لگتے تھے۔ دوسری رسم یہ تھی کہ توفی کا یاد میں تیجا، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ کو کھانا دیتے تھے (باقی ماضیہ صفحہ ۲۱۱ پر)

کے دنوں میں متوفیوں کے غم کو تازہ کیا جاتا تھا اور ان کے نام کی فاتحہ دلوائی جاتی تھی۔  
(باقی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) یہ کھانا پشتوں میں لگا کر رشتہ داروں اور دوستوں کو بھیجا جاتا تھا۔ ایک اور رسم یہ تھی کہ جب تک جنازہ گھر سے نہیں اُٹھ جاتا تھا اس گھر میں کھانا نہیں پکاتا تھا بلکہ رشتہ دار یا دوست انہیں کھانا بھیجتے تھے۔ *Observances etc, PP 56-57*  
حاشیہ صفحہ ۲۱

۱۔ تقویۃ الایمان ص ۲۶۳۔ وصیت نامہ شاہ ولی اللہ ص ۷۴، کلیات سودا جلد دوم ص ۱۹۲  
*Tubes & Castes PP 875-91*

## حیات ذاکر حسین

مولفہ : خورشید مصطفیٰ صاحبہ ضوی

صدر تہجریہ ہند جناب ذاکر حسین خاں کی خدمتِ علم اور ایثار و قربانی سے بھرپور زندگی کی کہانی جس پر پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی نے پیش عطف تحریر فرمایا اور اس کتاب کو قیامِ رشک و تحسین قرار دیا ہے۔ یہ کتاب متعدد انگریزی، اردو کی کتابیں، مکی اور غیر مکی رسائل و اخبارات کی چھان بین کے بعد نظم بند کی گئی ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تاریخ کے ہم دور یعنی ذاکر صاحب کے زمانہ کے حالات و واقعات سے مستند ترین حواص اور خود ذاکر صاحب سے متعدد مذاکرات کی روشنی میں باریک و باریک اٹھایا گیا ہے۔

کتابت، جماعت اور کاندہ بہتر سائر ۲۰۲۲ء عمدہ پاچہ کی بند۔ قیمت آٹھ روپے  
ملنے کا پتہ : مکتبہ برہان، اسر دو بازار، جامع مسجد، دہلی

## غزل

جناب الہ منظر نگری

(۱)

صبح آتی ہے لئے خند و شور و بیباک  
اور ہے شام کے چہر پہ نقاب صد چاک  
خاموشی رات کی ہے ایک سکوت مادر  
اور دن کی ہے یہ شورش کوئی طفل چالاک

(۲)

وہ خیالات جو لفظوں سے حیا کرتے ہیں  
دل کے نغمات میں یوں قص کیا کرتے ہیں  
جس طرح باغ میں بادِ سحری کے جھونکے  
ہمہ سایہ گل تا پچ لیا کرتے ہیں

(۳)

اوس نے جب شمشِ زوئی تجلی دیکھی  
وقت پروازِ گلستانِ جہاں سے بولی  
پھول بن کر ہوں مے خواب گئی تازینتِ باغ  
اس لئے کرتی ہوں سوچ سے محبت میں بھی

(۴)

قطرہ شبنم تر پھول پہ چور قصاں ہے  
انقلابوں کا جو خالق ہے یہ وہ طوقاں ہے  
چشمِ تحقیق سے دیکھا تو ہوا یہ معلوم  
دورِ خوش آب ہے یا نجمِ سحر تاباں ہے

(۵)

مئے گل رنگے بر نہ ہیں پھولوں کے ایا صغ  
بوئے گل مرکزِ خوشبو کا لگاتی ہے سرا صغ  
کعبہ عشق کی ہر شام اسی فکر میں ہے  
مردِ موس کوئی لے آئے یہاں اپنا چراغ

(۶)

صبح دم نہیں کے یہ سوچ سے گل تر نے کہا  
کونسا میں تیرے جلوؤں کو سناؤں نغما  
سج سونے نے کہا اس کے اے جانِ ہمین  
تیری خاموشی ہی نغمہ ہے اسے گائے جا

## تبصرے

**وسیلہ شرف و ذریعہ دولت** از ڈاکٹر محمد طیب ابدالی تقطیع کلاں ضخامت ۲۲۰

صفحات کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد ۶/- پتہ: کتاب منزل سنہری باغ، پٹنہ بنگلہ

مرزا غالب کے شاگردوں میں ایک بزرگ تھے سید قزند علی صوفی منیری۔ انہوں نے ۱۳۱۱ھ میں حضرت مخدوم جہاں سترف الدین منیری اور آپ کے خلیفہ کا ایک تذکرہ اردو زبان میں مرتب کیا تھا جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے لیکن اب فاضل مرتب نے بڑی محنت اور کاوش سے اسے اپنی تصحیح اور ترمیم کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تشیمہ کا یہ عالم ہے کہ کتاب میں غنیمتی طبع پر جن جن علمائے کرام اور مشائخ و موفیاء کتابوں کے نام آئے ہیں ان پر معلومات افرا حواشی لکھے ہیں اور جن و تعاب میں کچھ ابہام تھا یا کوئی تلمیح تھی اس کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں حواشی کے مضامین کی فہرست اور ان کے مضامین کے ماخذ کی فہرست الگ الگ ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف مزارات کے ایک درجن نوڈ بھی ہیں غرض کہ کتاب علمی تاریخی اور ادبی تینوں حیثیت سے بہت مفید اور لائق مطالعہ ہے۔ اسے مرتب نے دیا چہ میں حسب تذکرہ صوفی منیری کے حالات و تصنیفات کے ذکر پر مشتمل ایک مقدمہ کا ذکر کیا ہے لیکن وہ مقدمہ کہاں ہے؟ اس کتاب میں تو کہیں نہیں ہے۔

**تین تذکرے** از جناب نثار احمد فاروقی تقطیع متوسط، ضخامت ۳۲۷ صفحات

کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد ۷/- پتہ: مکتبہ سیدوں اردو بازار دہلی ۱۱  
ہندوستان کے شعرائے اردو و فارسی کے حالات میں سادہ محمد کمال کا تذکرہ "مجمع الانتقا" قدرت اللہ شوق کا تذکرہ لطیفات الشعراء اور رائے محیی ترانہ صفیق اور رنگ آبادی کا گل عنا

یہ تینوں تذکرے جس درجہ اہم میں اتنے ہی کمیاب بھی ہیں۔ پھر شکل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اتنا ضخیم ہے کہ اس کو آڈٹ کر کے تھپاپنا بھی آسان نہیں ہے۔ اس بنا پر فاضل مرتب نے جو اردو زبان و ادب کے نامور محقق ہیں اور مخطوطات کا خاص ذوق رکھتے ہیں ان تینوں کی تلخیص کر دی ہے اور اس میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ جو معلومات مطبوعہ تذکروں میں موجود نہیں ہیں یا کسی نہ کسی قدر کے اختلاف کے ساتھ ان کو ہی تلخیص میں شامل کریں۔ ظاہر ہے یہ تلخیص بجائے خود بڑی قابل قدر علمی خدمت ہے لیکن موصوف نے صرف اس پر قناعت نہیں کی بلکہ شروع میں ستر صفحات کا ایک طویل مقدمہ اور اختتام مکتبی لکھا ہے جس میں بڑی بڑی تحقیق و تدقین کے ساتھ مذکور بالا تینوں تذکروں کے مختلف نسخوں اور ان کی خصوصیات و اہمیت اور ان کے مصنفین کے حالات و سوانح پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔ اس طرح یہ مقدمہ خود ایک مستقل افادیت کا حامل ہے اور اردو زبان و ادب کا کہ فی طالب علم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

ادب اور تنقید از پروفیسر اسلوب احمد انصاری تقطیع متوسط، ضخامت ۲۸ صفحات، کڑا بہت و طباعت بہتر قیمت مجلد 8 پتہ: سنگم پیستریہ الہ آباد۔ ۳۵

دکن مصنف مسٹرم پروفیسر سی سی ٹیوڈ میں انگریزی کے پروفیسر اور صدر شعبہ ہیں اور ساتھ ہی مشرقی ادبیات خصوصاً اردو زبان و ادب پر بڑی گہری اور وسیع نظر رکھتے ہیں۔ اس علمی اور ادبی جامعیت کے ساتھ طبیعت میں بڑی سلامت روی اور میانہ پسندی ہے۔ اور زبان و بیان پر قدرت کا مزہ بھی حاصل ہے۔ ان وجوہ سے ان کے تنقیدی مضامین و مقالات ان کی فنی بصیرت و جہارت ادبی شرف نگاہی تنقیدی شعور کی پختگی و حسن اظہار و براہِ آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب بھی جو موصوف کے سترہ تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان سب خصوصیات کی حامل ہے اس مجموعہ میں شروع کے سات مقالات میں تو سترہ تنقید و ادب کے بعض اہم اور اصولی مباحث پر گفتگو کی گئی ہے۔ باقی دس مضامین میں سبب، مورا، دبا، اور شعر مثلاً غالب، حسرت، فراق، ابوالکلام آزاد، عبدالحق اور رشید احمد صدیقی وغیرہ کے فن پر الگ الگ اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے

شعروادب کے معاملے میں کسی بھی مصنف اور نقاد کے ہر خیال و ہر نظریہ سے اتفاق کرنا محال ہے۔ تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فاضل مصنف نے جو کچھ لکھا ہے مضمون پر پوری طرح حاوی ہو کر بڑے غور و فکر اور وسیع و عمیق مطالعہ کے بعد بڑے رکھ رکھاؤ اور چچاؤ کے ساتھ لکھا ہے جو معلومات آفریں بھی ہے اور بصیرت افروز بھی۔ ہمارے خیال میں اس کتاب سے اردو میں فن تنقید کے وسیع ذخیرہ میں ایک بڑا قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور مرتبہ جناب عابد رضا صاحب بیدار تقطیع کراں ضخامت ۲۹۴ صفحات کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد ۲۵ / ۲۵

مولانا سے متعلق انگریزی اور اردو میں متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور مقالات کا تو کوئی شمار ہی نہیں لیکن یہ کتاب سب سے نرالی اور اپنی سچ دیکھ کی ایک ہی ہے۔ اس میں لائق مرتب نے مولانا کی شخصیت، سوانح حیات، صحافت و رسمی و دبی و سیاسی کارناموں کی داستان خود مولانا کی زبان سے سنا کر مرحوم کی ایک ایسی جامع تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اردو کی آب و تاب کے ساتھ اس کی چھائیاں اور داغ بھی آگئے ہیں۔ مولانا کے عذیت مند و اس کتاب کے بعض حصوں سے سخت صدمہ ہو گا۔ اور یہ دغ ہے کہ مصنف بھی عذیت مند ہی ہیں۔ لیکن مورخ اور سوانح نگار کے فہم پر کون یا بندی لگا سکتا ہے، بہر کیف اس میں یہ نہیں کہ کتاب بڑی محنت اور عرق ریزی سے مرتب کی گئی ہے، اور اس بنا پر اس میں سیسی متعدد مولانا کی تحریریں اور معلومات شامل ہیں جو کہیں اور کسی جگہ دستیاب میں ہو سکتیں۔ سبہ مصنف نے عجیب و غریب انداز میں کتاب کا "انتساب" لکھ کر اپنی حق گوئی اور درست بنداری کا وہ بھرم مخرج کر دیا ہے جو وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق قائم ہر چاپ متھے۔

یا دیگر نظر از جناب بہر بریلوی تقطیع، وسط ضخامت ۵۵۰ صفحات، قیمت ۵۵ / ۵۵ بہتر قیمت ۵۵ / ۵۵ پتہ: نیشنل ترقی اردو دہسدری

منشی بوبتار کے نظر لکھنوی متوفی ۱۹۳۳ء اردو زبان کے مشہور شاعر، ادیب اور

صحافی ہونے کے علاوہ لکھنؤ کی قدیم تہذیب و شرافت کا نمونہ بھی تھے۔ موصوف نے نثر اور نظم دونوں میں بہت کچھ لکھا لیکن وہ سب یکجا نہیں تھا اس لئے جناب جگر بہلولی نے اس کتاب میں حتی المقدور اس کو جمع کر کے دوستی کا حق ادا کیا ہے۔ اس مجموعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب نظر کو غزل اور نظم دونوں پر بڑی قدرت تھی اور وہ صاحب فن ہونے کے علاوہ زبان اور اسلوب بیان کے بھی نکتہ شناس تھے۔ حصہ نثر میں ان کے تنقیدی مقالات جو مولانا شبلی کے موازنہ "انیس و دبیر گلزار نسیم" اور میر انیس پر ہیں وہ ان کے عمیق تنقیدی شعور اور وسیع مطالعہ ادب کی دلیل ہیں شروع کے سو صفحات میں لائق مرتب نے نظر کے سوانح حیات، لکھنؤ کی اس زمانہ میں تہذیب اور نظر کی شاعری اور ان کی انشا پر وازی پر جو گفتگو کی ہے وہ معلومات افزا بھی ہے اور بصیرت افروز بھی۔ اس لئے اردو زبان کے طلباء کے لئے خاصہ کی چیز ہے۔

از غلام محمد صاحب ، تقطیع خورد

قیمت 2/50 ، 1/50 علی الترتیب

پتہ : ۲۳ - مسیح گڑھ - ڈاک خانہ جامعہ نگر

نئی دہلی - ۲۵

(۱) اسلام اور اس کا آئین حکومت

صفحات ۱۲۴

(۲) اسلام اور اشتراکیت

صفحات ۸۸

یہ دونوں رسالے جن کا موضوع ان کے نام سے ظاہر ہے اگرچہ بقامت کہتر ہیں مگر بقیعت بہتر بھی ہیں۔ مصنف نے اپنی بحث کا دار و مدار زیادہ تر قرآن مجید پر ہی رکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہے شمسۃ اور شگفتہ زبان میں منسق استدلال کے ساتھ لکھا ہے۔ البتہ کہیں کہیں بے اعتدال ہو گئی ہے مثلاً پہلی کتاب کے ص ۹ پر صفوی ، علماء کے متعلق غیری طور پر یہ کہنا غلط ہے کہ ان حضرات کے نزدیک شریعت اسلام اور امور سلطنت ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں تھا۔ بہر حال دونوں کتابیں دلچسپ اور مفید ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اُردو زبان میں  
ایک نصیر الشان مذہبی و علمی ذخیرہ

# قصص المرسلین

حصہ اول : اس حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
 حصہ دوم : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
 حصہ سوم : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
 حصہ چہارم : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔

حصہ پنجم : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
 حصہ ششم : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
 حصہ ہفتم : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
 حصہ ہشتم : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔

حصہ نواں : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
 حصہ دسواں : اس حصہ میں آپ کی خدمت میں آنے والے لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔

یہ کتاب اردو زبان میں لکھی گئی ہے اور اس میں مرسلین کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔

سالانہ قیمت دس روپے  
فی پرچہ ایک روپیہ



عظیم اردو محقق احمدی ٹریڈ پبلشرز، الجمعۃ پریس دہلی میں طبع کیا کہ فتنہ دہلی سے شاخ نکلا

مَصْنُوعَاتُ دُنْيَا كَارِي دُنْيَا كَارِي  
مَدْرُوسَةُ اِيْمَانِ دُنْيَا كَارِي دُنْيَا كَارِي

بُرْكَاتُكَ

مُرَاتِبُكُمْ  
سَعِيْدًا حَمْدًا كَسْبًا رَآدِي

# مکمل لغات القرآن

(چھ جلدوں میں)

قرآن کریم کے الفاظ کی شرح اور اس کے معانی و مطالب کے حق کرنے اور سمجھنے کے لئے اردو میں اس سے بہتر اور جامع کوئی لغت آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس عظیم الشان کتاب میں الفاظ قرآن کی مکمل اور دلپذیر تشریح کے ساتھ تمام متعلقات بخشوں کی تفصیل بھی ہے۔ ایک مدرس اس کتاب کو پڑھ کر قرآن مجید کا درس دے سکتا ہے اور ایک عام رُودو خوں اس کے مطالعہ سے نصف قرن شریف کا ترجمہ بہت فہم کر سکتا ہے بلکہ اس کے مضامین کو بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اہل علم و تحقیق کے لئے اس کے علمی مباحثہ و قواعد میں لغات قرآن کے ساتھ الفاظ قرآن کی مکمل اور آسان فہمیت بھی دی گئی ہے جس سے ایک لفظ کو دیکھ کر تمام لغتوں کے جواب دہی بہت سے نکالے جاسکتے ہیں۔ مکمل لغات قرآن اپنے اندر کی وجوہ کتاب ہے جس کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جلد اول	صفحات ۳۳۴	بڑی تقطیع	قیمہ مجلد پانچ روپے	جلد چھ روپے
جلد دوم	۳۳۶	"	پانچ روپے	جلد چھ روپے
جلد سوم	۳۳۷	"	پانچ روپے	جلد چھ روپے
جلد چہارم	۳۸۹	"	چھ روپے	سات روپے
جلد پنجم	۵۰۰	"	آٹھ روپے	نور روپے
جلد ششم	۳۲۳	"	پانچ روپے	چھ روپے

پوری کتاب کے مجموعی صفحات ۲۲۱۲

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

# برہان

(۶۳)  
جلد

حرب المہرب و شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۹ء

(۴)  
شمارہ

## فہرست مضامین

- ۱- نظرات معیہ احمد اکبر آبادی ۲۱۶
- ۲- اُنیسویں صدی کے ہندوستان کی ہیئت شرعی (شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ دارالحرب پر ایک علمی تجزیہ) ڈاکٹر مشیر الحق ایم اے ۲۲۱  
پی ایچ ڈی (میکگل)
- ۳- سٹڈ بازی اور اسٹاک ایکسچینج پر خرید و فروخت مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات ۲۲۲  
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
- ۴- نوادرات و مخطوطات دارالمصنفین جناب عبدالمجید صاحب ندوۃ السیّدین ۲۶۷  
نیشنل بائرسکائڈری اسکول، محمد پور اعظم گڑھ
- ۵- ہندو تہذیب اور مسلمان جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب ۲۷۰  
آرٹس اذکار پنج جامعہ طبع اسلامیہ نئی دہلی
- ۶- ادبیات :- جناب فانی مراد آبادی صاحب ۲۸۳
- ۷- تصانیف :- ۲۸۴

# نظرات

کچھ میں نہیں آتا کہ پچھلے دنوں احمد آباد اس کے مضامین اور بڑے وغیرہ میں جو نہایت ہولناک اور حد درجہ دہشت انگیز فسادات ہوئے ہیں ان پر کن مفسدوں سے ہم اپنے رنج و الم حزن و ملال اور غم و غصہ کا اظہار کریں۔ ہر بڑے فساد کے بعد چیخ و پکار ہوتی ہے۔ لیٹروں کے بیانات میں ان کی مذمت کی جاتی ہے۔ قومی کمیٹی کو نسل کشینگ ہوتی ہے اور حکومت بھی فسادات کو روکنے کے لیے اپنے عزم و حوصلہ کا اعلان کرتی ہے اور نیک ارادوں کے ان سب مظاہر کو دیکھ کر توقع یہ ہو جاتی ہے کہ چلو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب آئندہ آگ اور خون کا کچھ نہیں کھیدا جائے گا اور اقلیت کو ایک باعزت شہری کی طرح زندگی بسر کرنے کا موقع دیا جائے گا لیکن اس توقع کے برخلاف ہوتا یہ ہے کہ سال چھ مہینہ کے بعد ہی اچانک کبھی یہاں اور کبھی وہاں فسادات کا لاوا اس شدت کے ساتھ پھٹ پڑتا ہے کہ سابقہ فسادات بھی فراموش ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ گجرات کا فساد سب پر سبقت لے گیا۔ آئندہ وزیر میر داخدا نے اس کا اعتراف کیا کہ آئندہ کے بعد سے اب تک کوئی فساد اتنے بڑے سے بڑا نہ پہنچا ہے جو اس ڈرامہ کوئی آج نیا نہیں بلکہ گزشتہ بائیس برس سے بڑی یکسانیت اور تسلسل کے ساتھ کھیدا بنا رہا ہے اور اس ڈرامہ کا ہر شواہد اس درجہ ہولناک ہوتا ہے کہ کچھلے گا ہر شواہد کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں؟ تو میر تقی میر چرٹ گرداں تفتو۔

یہ فسادات کیوں ہوتے ہیں؟ کس طرح ہوتے ہیں؟ ان میں کیا کیا ہوتا ہے؟ کون لوگ ان میں بڑے حصہ دار ہیں؟ یہ سب لیتے ہیں اور کہوں لیتے ہیں؟ ان میں عظیم ہائی ادرائی نقصانات کس قدر ہو رہے ہیں؟ اب ان پر گفتگو کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چند بد طبیعت اور رنگین انسانیت قسم کے لوگ خواہ کہیں دنیا کی آنکھوں میں نہ لگ سکیں مھوئی جائیں یا شرق و غرب کو ہر انسان اپنے اور پرانے سب لہجی طرح جانتے ہیں کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے اور اس کی ذمہ دار کون سی پارٹی اور جماعت ہے۔ اس لیے اب سوچنا صرف یہ ہے

کہ کیا کیا جائے۔ اور ملک و قوم کی اس عظیم... جبرقتی کو جو اگر یونہی مسلط رہی تو ملک کی سالمیت اور اس کے استحکام کو ایک روز یقیناً کسی حیوانہ کا خواب بنا کر رکھ دے گی کیونکہ دور کیا جائے۔ ایک مہذب اور ایک وحشی اور غیر مہذب قوم میں فرق کیا ہے؛ یہ فرق بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ مہذب قوم کی ایک حکومت اور ان کا ایک دستور ہوتا ہے اور سب افراد اس کے پابند رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف وحشی قوم کے افراد اپنے اغراض اور خواہشات کے غلام ہوتے ہیں۔ ان میں ڈسپلن اور نظم و ضبط نہیں ہوتا۔ انہیں حکومت اور قانون کی بالکل پروا نہیں ہوتی انسانیت اور شرافت کا ان کے ذہن میں کوئی تصور نہیں ہوتا اپنی خواہشات کی تکمیل اور حظ نفس کی خاطر بے گناہ انسانوں، عورتوں اور مردوں بڑھوں اور بچوں کے خون سے ہونی کھیلنا ان کے لیے ایک دلچسپ و لذتیز مشغلہ حیات ہوتا ہے کشتہ گان ظلم و ستم کی چیخ و پکار اور ان کی آہ و زاریاں ان خالموں کے دل میں انسانی ہمدردی کا گونے ادنیٰ سا جذبہ بھی پیدا کرنے کے بجائے ان کے لیے قہر و نشاط اور پندار کا مرانی کی دعوت ہوتی ہیں غور کیجئے آج فسادات میں کیا یہی سب کچھ نہیں ہو رہا ہے؛ اگر ہو رہا ہے تو جو سمات اور جو دہشتیں اس آئول اور فضا میں پروہش پا رہی ہے وہ موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی اور میں الاقوامی علاقوں و روابط کی دنیا میں کب تک آزادی اور سالمیت کی زندگی بسر کر سکتی ہے؟ اس کا جواب معلوم کر لینا ذرا مستحکم نہیں ہے۔

آج حال یہ ہے کوئی نہیں جتا سکتا کہ کل کیا ہو گا تاہم میری دست یہ علامت ابھی ہے کہ اجماعاً باوجود غیر کے حالیہ فسادات کی تیزی اور شدت نے گورنمنٹ اور کثرت میت کے مدد و ضمیر کو بھی تھوٹا یا اور بلبلا دیا ہے چنانچہ ایک طرف صدر جمہوریہ اور وزیراعظم نے اپنے برائیاں اور تقصیروں میں ان واقعات پر نہایت صاف لفظوں میں اپنے عمیق رنج و غم اور شدید افسوس کا اظہار کیا ہے اور دوسری جانب مرابھی سخت مذمت کرنے کے ساتھ تمام ریاستوں کو جو شیارہ بننے کی تاکید کی ہے اور دوسری جانب مرابھی ڈسائی اور بعض دوسرے قوی کارکنوں نے برت رکھا ہے کہ اگرچہ وہ غم کو ظاہر کیا ہے اگرچہ یہ اندازہ صحیح ہے کہ اس وقت حکومت اور کثرت میت میں ضمیر کی بیداری اور فسادات کے سد باب کا عزم یہ اندازہ صحیح ہے کہ اس وقت حکومت اور کثرت میت میں ضمیر کی بیداری اور فسادات کے سد باب کا عزم پایا جاتا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہت کچھ ہو بھی سکتا ہے ایک وقت تھا جبکہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ

شرمیلی اندھا گاندھی کا اقتدار دوسروں کا مرہون کرم ہے لیکن اب حالات بالکل دوسرے ہیں اہل شخص محسوس کرتا ہے کہ بڑے بڑے باقتدار اور بین ماسیاست کے پرانے شاطر اپنے تحفظ و بقا کے لیے اندھا گاندھی کے رحم و کرم کے محتاج ہیں، اسی بنا پر تاج وزیر اعظم اور ان کی حکومت ملک اور قوم کے فائدہ کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہیں بے جھجک کر سکتے ہیں اور پورا ملک اسی کی تائید کرے گا اس سلسلہ میں ہم چند ضروری تجاویز پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو ایمانداری کے ساتھ عملی جامہ پہنایا گیا تو ملک سے اکیس سو ست کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ وہ تجاویز یہ ہیں۔

- (۱) مرکز میں خاص اقلیتوں کے مسائل کی دیکھ بھال اور ان کو سرانجام دینے کے لیے ایک وزارت قائم کی جائے (۲) مرکز کے محفوظ پولیس دستوں کی بڑے بڑے اس فسادات کی مدد کا ہتھام کے لیے R.I.O.T. POLICE FORCE کے نام سے پولیس کے دست متعین کئے جائیں اور ان دستوں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تناسب پچاس پچاس فی صد ہو (۳) ان دستوں کے لیے جن فوجیوں کا انتخاب ہوا ان کے متعلق اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جائے کہ ان کا تعلق کبھی کسی جارحیت پسند (Extremist) تنظیم یا عت سے تو نہیں رہا ہے (۴) ان فوجیوں کو ٹریننگ کے زمانہ میں مذہب اور اخلاقیات کا درس دیا جائے اور سکولرزم اور جمہوریت کی قدسیں ان کے ذہن نشین کی جائیں۔
- (۵) جارحیت پسند جماعتوں کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کی سرگرمیوں اور ان کے لیڈروں کی تحریروں اور تقریروں پر کڑی نظر رکھی جائے (۶) جہاں کہیں فساد ہو اس کے لیے وہاں کے حکام کو نو مزد دار قرار دے کر ان کے ساتھ تاریخی کارروائی کی جائے (۷) جو لوگ فساد کے بانی اور شورش پسند ثابت ہوں ان کو عبرت انگیز سزائیں دی جائیں اور اس سلسلہ میں مجسٹریٹوں کے نام خاص قسم کی ہدایات جاری کی جائیں (۸) اسکولوں میں تاریخی اور مذہبان پر جو کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں ان کی خاص طور پر گرائی کی جائے کہ کہیں ان کے ذریعہ بچوں کے دماغ کو مسموم کرنے کی کوشش تو نہیں کی جا رہی ہے اگر ان تجاویز پر ایمانداری اور مضبوطی کے ساتھ عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ملک کے لیے آئے دن کی اس مصیبت کا خاتمہ نہ ہو۔

# اٹیسویں صدی کے ہندوستان کی ہیئت شرعی

(شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ دارالحرب کا ایک علمی تحب نریہ)

ڈاکٹر مشیر الحق ایم، اے۔ پی، پیچ، ڈی (میکگل)

یہ ایک تاریخی تیسقت ہے کہ آسٹراٹھارویں صدی تک ہندوستان کی ہندوستانیوں نے اپنی تمام تہذیبوں کے باوجود اس ملک کے شہنشاہ سمجھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے کم سے کم ہندوستانی مسلمانوں کی نظریں یہ ملک اصولی طور پر دارالسلام کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن ۱۸۵۷ء میں دلی پر انگریزوں کا سیاسی تسلط ہو جانے کے بعد صورت حال میں تبدیلی آگئی۔ اور لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا۔ لگا کہ دارالسلطنت پر انگریزوں کا سیاسی اقتدار قائم ہو جانے کے بعد بھی ہندوستان کو دارالاسلام ہی سمجھا جائے یا اسے دارالحرب کہا جائے۔ یہ سوال ذہنوں میں آیا ہی کیوں اور اس سوال کے پوچھنے کا مقصد کیا تھا۔ اس پر ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹ = ۱۷۴۶ھ) انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب ہونے کا فتوے دیا۔

شاہ صاحب کے فتوے دینے کے تقریباً سو سال کے اندر اندر ہندوستان کی سیاسی صورت میں نمایاں تبدیلیاں آگئیں۔ وہی ہندوستانی جنہوں نے ۱۱۵۹ھ میں انگریزوں کو ہجریا برضا اس ملک کا مطلق العزائم ماکم تسلیم کر لیا تھا۔ بیسویں صدی میں آزادی کی

خاطر ہر قسم کی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ آزادی کی اس جنگ میں مذہب ملت کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ درحقیقت یہ بنگ تھی ملکی اور غیر ملکی کے درمیان۔ انگریز غیر ملکی تھے انہیں ملک بدر کرنے کے لئے ہر ملکی کو خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو۔ متحد ہونا تھا۔ نہ صرف یہ کہ انہیں متحد ہونا تھا بلکہ جنگ آزادی کی فوج میں نئے سپاہیوں کو بھرتی کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ لیڈر عوام میں یہ احساس پیدا کریں کہ ان کی انگریز دشمنی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط کے وقت ہی سے ان کے بزرگ انگریز دشمن رہے ہیں مسلمانوں میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان علماء نے جو جنگ آزادی میں پیش پیش تھے۔ شاہ صاحب کے فتوے دارالحر کے کام لیا۔ عام طریقہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک دارالاسلام جب دارالحر ہو جاتا ہے تو وہاں کے مسلمانوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اس ملک کو پھرے دارالاسلام بنانے کے لئے اپنی ہر ممکنہ قوت استعمال کریں۔ اور اگر پوری کوشش کے باوجود انہیں کامیابی نہ ہو تو پھر ایسے ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس پس منظر میں جب شاہ صاحب کے فتویٰ کی اشاعت کی گئی تو اس کا لازمی نتیجہ لوگوں نے بھی نکالا کہ انہیں ہندوستان کی آزادی کی خاطر انگریزوں سے جنگ کرنی ہے اور اگر اس جنگ میں انہیں شکست ہو تو پھر ملک سے ہجرت کر جانا ضروری ہے کیوں کہ ان کے بزرگ شروع سے ہی کہتے (یا کہتے) آئے ہیں۔

۲۰ ویں صدی کا ابتدائی حصہ ہندوستان میں سیاسی حیثیت سے تاریخ کی حساب نشا تعبیر و تشریح کے لئے بہت مناسب تھا۔ اس لئے جب کہنے والوں نے یہ کہا کہ شاہ صاحب نے اپنے فتویٰ کے وقت ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا تھا کہ وہ یا تو انگریزوں سے جنگ کریں یا بدرجہ مجبور اس ملک سے ہجرت کر جائیں، تو کسی کو بھی اس میں کوئی عجوبہ نظر نہ آیا۔ کسی نے بھی سوچنے کی اتنی زحمت گوارا نہ کی کہ اس تشریح و تعبیر میں حقیقت کا شائبہ کہاں تک ہے۔ اس وقت چونکہ ہندوستان میں انگریز دشمنی کا بڑا مانا تھا۔ اس لئے کسی نے

بھی یہ سوال نہیں کیا کہ اگر شاہ صاحب نے جہاد یا ہجرت کا حکم دیا تھا تو پھر ان کی زندگی میں لوگوں نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اور اگر اس فتویٰ پر عمل کرنا مقصود نہ تھا۔ تو پھر لوگ خواہ مخواہ یہ سوال پوچھ ہی کیوں رہے تھے۔ اس کے برعکس دارالحرب میں فریضہ جہاد و ہجرت کے مسئلہ پر بار بار زور دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر شخص تسلیم کرنے لگا کہ کسی ملک کے دارالحرب ہو جانے کا مطلب یہی ہے کہ مسلمان یا تو جہاد کریں یا ہجرت، اب اگر کسی زمانے یا کسی ملک کے مسلمان اپنے اس فریضے کو ادا نہیں کرتے تو یہ ان کی اپنی کوتاہی ہے، ان کی اپنی بے عملی، شریعت کے عائد کردہ فریضہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتی۔ کہا جاسکتا ہے کہ شریعت کے احکام کو ناپنے کا پیمانہ مسلمانوں کا عمل یا ان کی بے عملی نہیں ہے۔ لیکن اس مفروضہ ہی میں کہا تک حقیقت ہے کہ شاہ صاحب نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں پر جہاد یا ہجرت کا فریضہ عائد کیا تھا۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ شاہ صاحب نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر مسلمانان ہند پر جہاد یا ہجرت کا فریضہ عائد کیا تھا۔ وہ بھی کس کر یہ بات نہیں کرتے کہ شاہ صاحب نے واضح الفاظ میں جہاد یا ہجرت کا حکم دیا تھا۔ بلکہ درحقیقت یہ مطلب وہ فتویٰ کے بین السطور سے نکالتے ہیں۔ ان کا حیاں ہے کہ سیاسی صورت حال کے باعث شاہ صاحب کھل کر نہ تو جہاد کا حکم دے سکتے تھے اور نہ ہجرت کی بیعت کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک شرعی اصطلاح کا سہارا لے کر اپنے مافی القیور لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ ذاتی پسندیدگی اور سیاسی مصالحتوں سے بند ہو کر اگر ہم اس مسئلہ پر نظر ڈالیں تو اس تشریح کی حیثیت ایک علمی مغالطہ سے زیادہ نہیں رہ جاتی۔ سب سے پہلے تو ہمیں فتویٰ اور سیاسی بیان کے فرق کو ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ ایک سیاسی لیڈر جب کوئی بیان جاری کرتا ہے (خواہ وہ فتویٰ ہی کی شکل میں کیوں نہ ہو) اس کے پیش نظر وقت کی سیاسی مصیبت ہوتی ہے۔ سیاسی لیڈر اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ لوگ اس سے سوال کریں پھر وہ کوئی بیان دے۔ بلکہ صورت حال کا مطالعہ کر کے

خود ہی اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے برعکس ایک مفتی اس وقت فتویٰ دیتا ہے جب اس کے سامنے کسی متعین مسئلہ کو پیش کر کے اس سے شریعت کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔ چوں کہ اس دوسری قسم میں مجیب کے علاوہ سائل بھی ایک اہم کردار ہوتا ہے اس لیے اگر ہمیں کسی فتویٰ میں سوال کی غرض و غایت کا پتہ چل جائے تو پھر فتویٰ کے بین السطری مفہوم کی اہمیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

دارالحرب کے سلسلے میں ایک ہیبت ہی اہم بات جو عام طور پر اُٹھانے کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک دارالاسلام، دارالحرب میں تبدیل ہوجانے کے بعد وہاں کی مسلمان آبادی پر صرف فرائض ہی عائد نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں چند ایسے حقوق بھی عطا کرتا ہے جو اس سے قبل مسلمانوں کو دارالاسلام میں حاصل نہیں تھے۔ مثلاً دار کی تبدیلی اگر مسلمانوں پر یہ فرض عائد کرتی ہے کہ وہ دارالحرب کو دوبارہ دارالاسلام میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں تو دوسری طرف انہیں یہ حق بھی عطا کرتا ہے کہ وہ غیر مسلموں سے سودی بین دین نہ لیں جس کی انہیں پہلے اجازت نہیں تھی۔ اس کھیل کود زمین میں رکھ کر جب ہم شاہ صاحب کے ان تمام فتوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں جو بین و سنانہ کی ہیئت شرعی کے متعلق ہیں، تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اس وقت جن لوگوں کو بھی دارالحرب کے مسئلہ سے دل چسپی تھی انہیں اپنے ”فرض“ سے زیادہ اپنے ”حق“ کی فکر تھی۔

مجموعۃ فتاویٰ غزنی میں بندوبست کی ہیئت شرعی سے متعلق ہیں کئی ایک فتاویٰ ملتے ہیں۔ سب سے پہلا فتویٰ اس اصولی اور علمی سوال کے جواب میں ہے کہ ایک دارالاسلام کبھی دارالحرب میں تبدیل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ذیل باتیں دارالاسلام کو دارالحرب میں تبدیل کر دیتی ہیں۔

- ۱۔ دارالاسلام میں غیر مسلموں کے احکام کا جاری ہو جانا۔
- ۲۔ قبضہ کرنے والے دارالحرب اور مشبوضہ دارالاسلام کے درمیان کسی دوسرے دارالاسلام

کا واقع نہ ہونا۔

۳۔ امان اول کا ختم ہو جانا۔

اگر ان تینوں شرطوں کو ضروری سمجھا جائے تو پھر شاہ صاحب کے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب کہنا ممکن نہ تھا۔ کیوں کہ ہندوستان اور انگلینڈ کے درمیان ایک دو سیکر دارالاسلام (خلافت عثمانیہ) کا وجود تھا۔ شاید اسی دشواری کے پیش نظر شاہ صاحب نے دارالحرب کے بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ درحقیقت دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں امام المسلمین کے احکام جاری و ساری ہوں۔ اور دارالحرب وہ ملک ہے جہاں عربوں (غیر مسلموں) کے احکام چلتے ہوں۔ اس تشریح کے مطابق ہندوستان دارالحرب تھا۔ کیوں کہ اس وقت کے ہندوستان پر مفسوں کی نام نہاد حکومت کے باوجود سکا۔ انگریزوں کا چیتا تھا۔ جب کہ سی فتویٰ مرزویہ ہے:

”اس مشہرہ دہلی، میں امام المسلمین کے بجائے جسائی حکام کا اقتدار

ہے۔ اقتدار کا مطلب یہ ہے کہ امور مملکت، ٹیکسوں کی وصولی، مجرموں کی سزائیں

مقامات کے فیصلے، سب کچھ ان کی مرضی سے طے کئے جاتے ہیں۔ اب چند اسدی

شعائر ایسے ہیں جن سے وہ تعارف نہیں کرتے۔ مثلاً جمعہ و عیدین کی نمازیں، اذان اور

قرآنی وغیرہ سب یہ اردی مسلمانوں سے ان قدر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ عیسائیوں

کی سیاسی مصلحت کی بنا پر ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ مساجد کو بے تکلف منہم کر دیتے ہیں

اور ان کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ ان کا دبر بہ اس قدر ہے کہ ان کی اجازت

کے بغیر کوئی بھی مسلمان یا ذی اس شہر بند اس شہر سے مضافات میں بھی داخل

نہیں ہو سکتا۔ تاجروں اور اس قبیلہ کے بے ضرر مافروں کی آمد و رفت پر انہوں نے

کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔ کیونکہ اس میں خود انہیں کا فائدہ ہے لیکن سیاسی

حیثیت سے معروف و گمشدہ شجاع الملک اور دلائی بگیم<sup>(۳)</sup> اس شہر میں ان

کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔ اس شہر سے لے کر کلکتہ تک عیسائیوں کی

حکومت ہے۔ دائیں بائیں اور درمیان کی چند ریاستوں مثلاً لکھنؤ، رام پور اور حیدرآباد میں انہوں نے اپنے احکامات جاری نہیں کئے ہیں۔ کیوں کہ یہاں کے نوابوں نے ان سے معاہدے کر رکھے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر ہندوستان کو دارالحرب ہی کہنا پڑے گا۔ جیسا کہ ہمیں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر یقیناً نے بنی یثرب کے علاقہ کو دارالحرب قرار دے کر مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا تھا۔

حالات کہ وہاں اذان و نماز سب جاری تھیں:۔۔۔ (۵)

مذکورہ بالا سوال و جواب سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ صاحب نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا لیکن استفتاء نامتصر ہے کہ اس سے ہمیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ پوچھنے والے نے یہ سوال اٹھایا ہی کیوں تھا۔ سوال صرف اتنا تھا کہ ایک دارالاسلام کبھی دارالحرب ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا جواب اصول فتویٰ نویسی کے مطابق ہاں یا نہیں میں ہونا چاہئے تھا۔ ہندوستان کی تفصیلی صورت حال کا تذکرہ مذکورہ بالا استفتاء کے جواب میں غیر ضروری معلوم ہوتا ہے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ یا تو مرتبین فتاویٰ کو سوال کا پورا متن نہیں ملایا یا پھر جواب کا مذکورہ بالا ٹکڑا کسی دوسرے سوال کے جواب کا ہے۔ جسے مرتبین نے غلطی سے اس جگہ لگا دیا ہے۔ (۶) بہر حال اس سے قطع نظر کہ مذکورہ بالا ٹکڑا اسی سوال کے جواب کا حصہ ہے یا نہیں، یہ بات بلاشبہ طے ہو جاتی ہے کہ ہندوستان شاہ صاحب کی نظر میں دارالحرب تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے کی فکر تھی، انہوں نے یہ سوال اٹھایا ہی کیوں تھا اور پھر یہ جان لینے کے بعد کہ ہندوستان دارالحرب ہے انہوں نے اگلا قدم کیا اٹھایا؟ اس سوال کا جواب جب تک ہمیں واضح طور پر نہ مل جائے اس وقت تک ہماری یہ بحث نامکمل رہتی ہے کہ شاہ صاحب نے ہندوستان کو دارالحرب کیوں قرار دیا تھا؟ فتاویٰ عزیز میں ہمیں منہات بہرہ پر دارالحرب اور اس سے پیدا ہونے والے مختلف مسائل سے متعلق چند اور بھی سوال و جواب ملتے ہیں۔ جسے عام طور سے آج کل مورخین نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب

تک ہم ان تمام فتاویٰ کا ان کے سیاق و سباق کے ساتھ مطالعہ نہ کر لیں۔ کسی نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہے۔ اس سلسلے کا دوسرا سوال جو ہمیں فتاویٰ عزیزی میں ملتا ہے، وہ دارالحرب میں حربی غیر مسلموں کو سود دینے سے متعلق ہے۔ شاہ صاحب کا جواب سننے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کی معاشی حالت اس درجہ کو پہنچ چکی تھی کہ وہ اپنی غیر ضروری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سود پر عام طور سے قرض لیا کرتے تھے۔ اس زمانے کی سماجی تاریخوں کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سود کے شکنجے میں نہ صرف عوام بلکہ بڑے بڑے امراء حد یہ ہے کہ خود بادشاہ بھی جکڑے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ سودی قرض لینے والے مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ بھی رہے ہوں گے جو سودی لین دین کو حرام سمجھنے کے باوجود مجبوراً سود پر قرض لیتے رہے ہوں گے اور انہیں اس کی فکر بھی رہی ہوگی کہ کسی صورت سے ان کا یہ فعل 'گناہ' کے زمرے سے نکل جائے۔ اس گناہ سے بچنے کی سب سے بہترین صورت تو یہ تھی کہ وہ ہر قسم کی کٹاوت برداشت کرتے مگر سود پر قرض نہ لیتے۔ لیکن یہ آسان کام نہ تھا۔ زندگی میں ایسے بے شمار نمائشی مواقع آتے ہیں۔ جب عوام و خواص کی اکثریت اخذت کی جوابدہی کے مقابلے میں ہم چشموں کے طنز و تعریض کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ سود پر روپیہ قرض لے کر سماجی اور رواجی تقریبات میں اپنے کو دوسروں سے برتر ثابت کرنا انہیں مواقع میں سے ایک ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی شرعی صورت نکل آتی ہے جس کی رو سے کوئی گناہ از روئے شرع گناہ کے زمرے سے نکل جاتا ہے۔ تو پھر ہم خرماد ہم ثواب کے پیش نظر کون اس سے واقفیت حاصل کرنا نہیں چاہے گا۔ سودی لین دین سے متعلق جو سوال اور پر نقل کیا گیا ہے وہ اس ذہنیت کا آئینہ دار ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ شاہ صاحب اس نکتہ کو نہ سمجھ رہے ہوں گے۔ لیکن وہ ایک نفی کی حیثیت سے اس بات پر مجبور تھے کہ سوال کا وہی جواب دیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہو۔ خواہ اس کے اثرات سوسائٹی پر کیسے ہی پڑتے ہوں۔ چونکہ شریعت میں سود لینے اور دینے میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے شاہ صاحب نے صرف 'سود دینے' کے مسئلہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اصولی بحث

مشرع کی اور کہا کہ کتب نہہ کی رو سے سود دینے اور سود لینے کا حکم یکساں ہے۔ شریعت نے دونوں کو منع کیا ہے لیکن اس مانفت کا اطلاق دار الحرب میں رہنے والے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان باہمی سودی لین دین پر نہیں ہوگا۔۔۔ واضح رہے کہ حربوں سے دار الحرب میں سود لینا تو اس وجہ سے جائز ہے کہ ان کا مال مسلمانوں کے لئے مباح ہے بشرطیکہ مال کا حصول کسی بد عہدی یا بے ایمانی کے ذریعہ نہ ہو۔ سودی لین دین میں ایک حربی چونکہ اپنی مرضی سے خوشی خوشی سود ادا کرتا ہے اس وجہ سے اس کا لینا مسلمانوں کے لئے بالکل جائز ہے دوسری طرف حربیوں کو سود دینا اس وجہ سے جائز ہے کہ سود کی حیثیت مال حرام کی سی ہے۔ اور چونکہ حربی مسلمانوں کے برساتات، تمام چیزیں کہتے ہیں اس لئے اگر انہیں سود دیا جائے تو اسکی حیثیت اس سے زیادہ کچھ اور نہیں ہوگی کہ انہیں مال حرام کھلایا گیا۔ اور یہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ لیکن یہ کم دارالاسلام میں رہنے والے غیر مسلموں کے لئے نہیں ہے۔ ایسے غیر مسلموں اور مسلمانوں کے درمیان سودی لین دین ناجائز ہے۔ کیوں کہ اس طرح دارالاسلام میں سودی کاروبار ترویج پا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی اضطراری حالت پیدا ہو جائے تو ایک مسلمان دارالاسلام میں بھی حالت مجبوری کسی غیر مسلم سے سودی قرض لے سکتا ہے۔ (۷)

مذکورہ بالا جواب اس بات پر خاصی روشنی ڈالتا ہے کہ ۱۹ ویں صدی کے مسلمان ہندوستان کی ہیئت شرعی کو معلوم کرنے کے لئے بے چین کیوں تھے۔ بایں ہمہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا سوال ایک مسئلہ کی علمی تشریح و تبیین سے متعلق تھا اور اس کا تعلق ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کے عمل سے نہیں تھا۔ مگر یہ مفروضہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے، جب ہم اگلے سوال و جواب پر نظر ڈالتے ہیں۔ اس استغنا میں حسب ذیل سوالات پوچھے گئے تھے

- ۱۔ ہندوستان کے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کے قبضے میں ہیں دار الحرب ہیں یا دارالاسلام؟ اگر یہ علاقے دار الحرب ہیں تو کیا یہاں کے مسلمان عیسائیوں سے سود لے سکتے ہیں؟
- ۲۔ کیا دار الحرب میں جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے ظہر کی رکعت ساقط ہو جاتی ہے؟ (۸)

۳۔ کیا بوقت ضرورت مسلمان غیر مسلموں سے سودی لین دین کر سکتے ہیں؟

ان سوالات کے جواب میں شاہ صاحب نے یہ اصولی بات بتائی کہ کسی ملک کے دارالحرب ہونے کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنا چاہیے، اور دیکھنا چاہیے کہ وہ صورتیں عیسائیوں کے مقبوندہ علاقوں میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر وہ صورتیں پائی جاتی ہیں تو پھر یہ علاقے دارالحرب ہوں گے۔ اور مسلمانوں اور حرمیوں کے درمیان سودی لین دین از روئے شرع جائز ہوگا۔ مہر حال مسلمانوں کو یہ چاہئے کہ وہ غیر مسلموں کو سود دینے میں احتیاط برتیں۔ اور بے ضرورت سود نہ دیں۔

اقامت پندرہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر کسی دارالحرب کے والے اپنی طرف سے کسی شہر میں مسلمان ماکم مقرر کر دیا ہے تو اس مسلمان ماکم کی اجازت سے جمعہ قلم کی مناسبت ہوگی۔ لیکن اگر ایسی صورت موجود نہ ہو تو پھر مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ باہمی مشورہ سے کسی امین اوقفین شخص کو اپنا رئیس (امام) مقرر کر لیں اور اس کی اجازت سے شرعی طور پر اقامت جمعہ وعیدین اور بے والی وارثوں وغیرہ کے نکاح کا انتظام کیا کریں۔ لیکن واضح رہے کہ یہ امام صرف شرعی معاملات پر نظر رکھے گا۔ ملک کی سیاسیات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھر مناسب یہ ہے کہ مسلمان جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد احتیاطاً چار رکعت نماز ظہر کی بھی پڑھ لیا کریں۔ تاکہ اگر جمعہ کی نماز سے فرضیت ادا نہیں ہوئی ہے تو پھر ان چاروں رکعت سے ظہر کی فرضیت ادا ہو جائے۔

سوال کی تیسری شق کے متعلق شاہ صاحب نے دارالحرب کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ سودی لین دین جائز ہے۔ (۹)

ظاہر ہے کہ شاہ صاحب کے یہ جوابات آپ کے ہم عصروں کے علم میں ضرور آئے ہونگے۔ اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی رہے ہوں گے جنہیں یہ اندیشہ رہا ہوگا کہ اگر ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں اور غیر مسلموں میں باہمی سودی لین دین کی کھلی جھڑپ دے دی گئی تو پھر

مسلمانوں میں سود کے خلاف تھوڑی بہت جو جھجک باقی رہ گئی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔  
 حسب ذیل سوال اسی فرضیت کی غمازی کرتا ہے۔ اگرچہ سوال کرنے والے کا نام نہیں معلوم۔  
 لیکن عبارت سے یہ نراہ ہوتا ہے کہ سائل کی نظر مسائل فقہیہ پر اچھی خاصی ہے اور سوال  
 کے پردہ میں وہ شاہ صاحب کے خیالات پر اعتراض کر رہا ہے۔ سوال یہ ہے:

”ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے دار الحرب میں غیر مسلموں سے  
 سود لینا جائز قرار دیا ہے۔ لیکن امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی اس رائے  
 کے خلاف ہیں۔ قرآن و حدیث میں بھی سود کے بارے میں جو احکام مذکور ہیں ان  
 کو دیکھتے ہوئے سود کا جائز دار الحرب میں بھی (متبع العقل معلوم ہوتا ہے  
 — اور ہاں کیا آپ انگریزوں کے علاقوں کو بھی دار الحرب سمجھتے ہیں؟“ (۱۰)

اس سوال کے جواب میں بھی شاہ صاحب نے اپنے موقف میں تبدیلی نہیں  
 کی انہوں نے کہا کہ سود کے مسائل بہت پیچیدہ ہیں، مختصراً یہ سمجھنا چاہیے کہ دار الحرب میں  
 متامن مسلمانوں کے لئے یہ تو جائز نہیں ہے کہ وہ غیر مسلموں کے مال پر زبردستی قبضہ کر لے  
 لیکن اگر کسی غیر مسلم اپنی خوشی سے کچھ دے تو اس کا لینا جائز ہے خواہ یہ ادائیگی کسی شرط  
 قائم رہی کے تحت کیوں نہ ہو رہی ہو۔ رہ گئی یہ بات کہ انگریزی علاقے دار الحرب ہیں یا نہیں  
 اس کا پتہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حالات کی  
 تبدیلی سے ایک دارالاسلام دار الحرب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ تبدیلی لانے والے حالات کے  
 تعین میں اختلاف ملے ہے کچھ فقہاء کا خیال ہے کہ شعائر اسلام میں سے اگر ایک شعار میں بھی  
 تبدیلی آجائے تو دار کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ مثلاً حکماً اذان اور نماز بند کر دی جائے یا حق  
 مسیح قرار دیا جائے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ دار کی تبدیلی صرف شعائر اسلام  
 کے نحو ہو جانے پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اگر تمام شعائر کی اجازت کے باوجود دارالاسلام میں  
 شعائر کفر کھلائے جائیں اور مسلمانوں کو ان کے روکنے پر قہر حاصل نہ ہو تو

پھر ایسا دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے، تیسرے گروہ کا خیال ہے کہ دارالاسلام صرف اس وقت دارالحرب ہو جاتا ہے جب وہاں کوئی مسلمان یا فنی امان اول پر باقی نہ رہ جائے، خواہ شعائر اسلام ترک ہوتے ہوں۔ یا نہ ہوتے ہوں، اور خواہ شعائر کفر کا بیج بوا ہو یا نہ ہو۔ اس تیسرے رائے کو محققین اور اہل علم صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اس کے مطابق انگریزی علاقے بلاشبہ دارالحرب ہیں۔ (۱۲)

حاصل مدد یہ ہے کہ شاہ صاحب کے مجموعہ فتاویٰ میں ہمیں جتنے بھی سوالات دارالحرب سے متعلق ملتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک سوں سی یہ ثابت نہیں کرتا کہ بوجھنے والے کو اس بات کی فکر تھی کہ اگر ہندوستان اس وقت تک کہ از کم نظری طور پر دارالاسلام تھا۔ دارالحرب ہو گیا ہے تو کھ اسے سابقہ حالت پر لانے کے لئے مسلمانوں کو کیا کرنا ہو گا۔ اس کے برعکس ہر سوال اس وقت کے مسلمانوں کی معاشی اور سماجی حالت کی غمازی کرتا ہے۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہو یا نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ سودی لین دین اس زمانہ کے مسلمانوں کی زندگی میں گہری جڑ پکڑ چکا تھا۔ معاہدہ صرف مسلمانوں اور غیر مسلموں کے محدود نہ تھا۔ بلکہ فتاویٰ غازی میں شاہ صاحب کا ایک ایسا بیان بھی ہمیں ملتا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ خود مسلمان باہم ایک دوسرے سے سودی لین دین کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل بیان جو کسی سوال کے جواب میں نہیں، بلکہ ایک مسئلہ کی حیثیت سے مجموعہ فتاویٰ میں مذکور ہے۔ اس مسئلہ پر خاصی روشنی ڈالتا ہے۔ شاہ صاحب کے قول کے مطابق ”احادیث کے رو سے سودی لین دین قطعاً حرام ہے، سوائے اس کے کہ کون پناہ کار باقی نہ رہ جائے،“ ایت مواقع پر قانون استثنائی پر عمل ہو گا، جیسا کہ قرآن نے ارشاد ضرورت کے مواقع پر مردار کا کھالین بھی جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ سودی لین دین عام ہو جائے جس طرح کہ ہندوستان میں ہے، تو وہاں پر اس ناجائز کام کو قانون موم (۱۳) کے تحت جائز قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ موم بلوی کا قانون طہارت و نجاست مسئلہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (۳۱) قانون کی رو

سے حرام کو حلال یا اس کو حرام یا قرار دیا جاسکتا۔ (۱۴)

مذکورہ بالا بیاناں ۱۲، ۱۳، ۱۴ کے طور سے نہیں کہا گئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں باہم سودی لین دین عام نہ کیا تھا۔ لیکن اگر ہم پچھلے دووں کو ذہن میں رکھیں تو پھر اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ عبارت ایسے موقع کے لئے ہے جہاں دونوں پارٹیاں مسلمان ہیں۔ ورنہ جہاں تک مسلمانوں اور غیر مسلموں میں سودی لین دین کا مسئلہ تھا، اسے تو شاہ صاحب نے وضاحت کے ساتھ بتا دیا تھا کہ ہندوستان کے دار الحکومت ہوجانے کے باعث اس میں کوئی قباحت نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن یہاں پہلے جو کہ عام سودی لین دین کو جائز قرار دینا چاہتے ہیں۔ شاہ صاحب اسے غلط قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عام سودی لین دین میں کوئی قباحت نہیں مسائل میں لی گئی ہوگی جہاں دونوں پارٹیاں مسلمان ہوں گی۔ یہ صورت ایک خیال سے نہیں ہے کہ مسلمان باہم بھی سودی لین دین کرتے تھے۔ بلکہ ہمیں چند اور ایسے ہی سوالات مجبوراً بتا دیے ہیں جہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے بعض مسلمانوں کو یہ ڈرتھا کہ اگر دار الحکومت کے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں سودی لین دین کو جائز سمجھا دیا گیا تو ایک ایک مسلمان خود ایک دوسرے سے کشمکش کا سودی لین دین شروع کر دیں گے۔ ان خطوط پر سوچنے والے یہ چاہتے تھے کہ سود کو بالکل حرام سمجھا جائے، لیکن شاہ صاحب نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ۱۲، ۱۳، ۱۴ اندیشہ فردا کے تحت لکھا گیا ہے کہ جہاد کو بھی ممنوع قرار دینا پس گاہ کیوں کہ جہاد میں بظاہر تباہی و بربادی، لوٹ مار، قتل و زانیہ، غارتگری، بربادی، یہ ٹھیک ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ہوتا ہے۔ لیکن اگر مسلمانوں میں جنگ جوئی کی عادت باقی رہی تو اگر وہ کبھی غیر مسلموں کو نہ پائیں گے تو خود باہم ایک دوسرے سے جنگ و جدال شروع کر دیں گے۔ یہ کہنے کے بعد شاہ صاحب پوچھتے ہیں کہ کیا اس اندیشہ کی وجہ سے جہاد کو ناجائز قرار دے دیا جائے؟ (۱۵)

ادیر کے صفحات میں دارالہرب میں سودی لین دین کے جواز کے سلسلے میں جو سوالات و جوابات پیش کئے گئے ہیں ان سے یہ مطلب نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ شاہ صاحب یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح سے سودی لین دین کو حرام کے درجہ سے نکال کر حلال قرار دیں۔ درحقیقت یہ مسئلہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس زمانے کے حالات کی پیداوار تھا۔ ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط سے قبل جب تک مسلمانوں کی منبھوط حکومت قائم رہی اور کم از کم نظری طور حکومت یا اہل حکومت کا مذہب اسلام رہا۔ اس وقت تک عوام یہ سمجھتے رہے کہ ان کی معاشی ذمہ داریاں حکومت کے سر ہیں۔ اور معاش، جاگیرات اور اسی قسم کے دوسرے وظائف سے حکومت لوگوں کی مدد کرتی رہتی تھی۔ لیکن نظام حکومت کے بدل جانے کے بعد ہر شخص کی معاشی ذمہ داری اس کے اپنے سر آئی۔ خرچ کے سلسلے میں بکڑی ہوئی عادتوں کو سنبھالنا آسان نہ تھا۔ آسان صورت یہی رہ جاتی تھی کہ مستقبل کا خیال کئے بغیر مال کی ذمہ داریوں کو سودی قرضوں سے کرایا غیر مسلم حکومت سے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کر کے پورے کی جائیں۔ اور اس سلسلے میں شریعت کی طرف سے اگر کوئی رکاوٹ پڑتی ہو تو اسے شریعت کی روت دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ رویہ بہ ظاہر خواہ کتنا ہی محبوب ہو۔۔۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب کسی بھی مذہب کی شریعت ایک "قانون" کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو پھر ایک نہ ایک دن اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ یہ رجحان ہمیں صرف ۱۹ ویں صدی کے ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ماضی میں بھی نظر آتا ہے فقہ کی ہر اہم کتاب میں "حیلوں" کا ایک باب بھی ہوتا ہے جن میں وہ صورتیں درج ہوتی ہیں جن پر عمل کر کے ایک شخص ظاہر شریعت کی روح کو نظر انداز کرتے ہوئے بھی شریعت کی پابندی کرتا رہتا ہے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لئے مجموعہ فتاویٰ عزیزی سے صرف ایک مثال پیش کر دینی کافی ہوگی۔

ہندی یا آج کل کی اصطلاح میں بینک ڈرافٹ کے ذریعہ روپیہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا جو طریقہ ہے اس سے شاید ہی کوئی پڑھا لکھا شخص ناواقف ہو۔ تاہم عام آدمی

جب اس طریق کار کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اسے ناجائز قرار دیا۔ کیوں کہ شریعت کی روح سے ہم جنس اشیا کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ نہیں ہو سکتا لیکن اگر جنس بدل جائے تو پھر ہر قسم کی کمی بیشی جائز ہے۔ مثلاً ایک سیر چاول کے بدلے سو اسیر چاول نہ تولیے جاسکتے ہیں اور نہ دے جاسکتے ہیں۔ لیکن اسی ایک سیر چاول کا تبادلہ من دو من گیہوں سے ہو سکتا ہے کیوں کہ چول اور گیہوں مختلف الجنس ہیں۔ اس طرح ایک جگہ زائد روپے دے کر دوسری جگہ کم روپے نہیں لئے جاسکتے۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص یا ادارہ ہنڈی کا کام کرتا ہے۔ وہ حق المہنت کے نام سے کچھ زیادہ روپیہ ادا کرتا ہے۔ زبان سے اس طریقہ کو ناجائز قرار دیدینا تو آسان ہے۔ لیکن عملی زندگی میں اس کے بغیر چارہ بھی نہیں بت۔ یا تو پوری قوم کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ گناہ کا ارتکاب کرتی رہے۔ یا پھر کوئی ایسی صورت نکالی جائے جس سے گناہ گناہ نہ رہے۔ اس نکتہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے شہ مناسب نے ہنڈی کو جائز کر لینے کی ترکیب ”طریق حلال کردن این و با...“ بھی بتادی۔ آپ نے کہا کہ ہنڈی کی ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ روپے کی جنس ایک ہے، اس لئے اس کے تبادلہ میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ لیکن روپوں کے ساتھ اگر کچھ ریزگاری بھی دی جائے اور اس کے بدلے صرف روپے لئے جائیں تو چوں کہ روپے اور ریزگاریاں مختلف الجنس ہیں اس لئے ان کے تبادلہ میں کمی بیشی جائز ہو جائیگی۔<sup>(۱)</sup>

یہ خیال ہندو معتمد کے طور پر یہی ہو گیا ہے اور اس کے بیان کرنے کا مقصد اگر ایک طرف یہ دکھانا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ۱۹ ویں صدی کی ابتداء میں ایک نئے نظام سے روشناس ہو رہے تھے اور ایک ایسی رہنمائی کی ضرورت محسوس کر رہے تھے جو ان میں شریعت کے دائرہ میں رہے ہوئے نئے حالات سے مستفید ہوئے کا موقع فراہم کرے۔ تو دوسری طرف یہ سوالات ہیں ان مسائل کے سمجھنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ بت اس وقت کے مسلمان دو چار ہو رہے تھے۔ سودی لین دین کے علاوہ دوسرے اہم مسائل جو اس وقت مسلمانوں کو درپیش تھے وہ بظاہر سیاسی لیکن درحقیقت معاشی تھے۔ قرآن کی آیت ولا تعبدوا علی الاثم والعدوان دگناہوں اور برائیوں

میں تم شریک کار نہ بنو) کی موجودگی میں اکثر مسلمانوں کو . . . . یہ خیال آتا رہے گا کہ وہ انگریزوں سے تعاون نہ کریں کیوں کہ ان کی وجہ سے دارالاسلام کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ لیکن دشواری یہ تھی کہ اگر وہ تعاون نہ کرتے تو کھاتے کہاں سے کہنے کو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ زندہ رہنے کیلئے انگریزوں سے تعاون کرنا کچھ ضروری نہیں تھا کیوں کہ مسلمان آزادانہ طور سے صنعت و حرفت کے پیشے کو اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن اس قسم کی بات درحقیقت وہی شخص کہہ سکتا ہے جس نے مسلم سماج کا گہرا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ ملازمت کو ذریعہ اختیار سمجھا ہے اور زرعت و تجارت وغیرہ کو دوسرے درجہ پر جگہ دی ہے۔ ۱۹ویں صدی کی پہلی دہائی میں بھی یہی ذہنیت ہندوستانی مسلم سماج میں کارفرما تھی۔ ۱۳۲۵ھ یعنی ۱۸۱۳ء میں یوچیپے گئے ۱۳۱۳ء کے جواب میں کہ حلال روزی کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے۔ شاہ صاحب نے ذرائع معاش کو چار درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں ملازمت سب سے اوپر ہے اس کے بعد زراعت اور تجارت ہے۔ اور سب سے نیچے صنعت و حرفت ہے (۱۴)۔ ہر بے کسب سماج کے معاشی ڈھانچہ میں ملازمت اور زراعت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہو وہ سماج حکومت سے ہم تعاون کس طرح کر سکتا ہے۔ اس لئے شاہ صاحب کے ساتھ جب بھی یہ سوال رکھا گیا کہ سدا انگریزوں کی ملازمت کریں یا نہ کریں؟ تو ہر بار آپ نے یہی کہا کہ انگریزوں کی ملازمت بھانکنے سے بشرطیکہ اس ملازمت میں خلافت شرع کوئی کام نہ کرنا پڑے (۱۵)۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط انگریزوں کے ساتھ مخصوص نہیں کی جاسکتی کیوں کہ کسی بھی ملازمت میں اگر خلافت شرع کوئی کام کرنا پڑے تو وہ ملازمت جائز نہ ہوگی۔ خواہ ملازمت دینے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ نہ وہ یہ کہ شاہ صاحب نے ملازمت کے جواز کا فتویٰ دیا بلکہ جب خود آپ کے بھتیجے اور داماد مولانا عبدالحی کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے میرٹھ کے مفتی کا عہدہ پیش کیا گیا تو شاہ صاحب نے انہیں ملازمت قبول کر لینے کی اجازت بخوشی دے دی۔ آپ کے اس فیصلہ کو اس وقت کے مشہور نقشبندی صوفی شاہ غلام علی نے پسند نہیں کیا اور شاہ عبدالعزیز کے نام ایک خط میں لکھا کہ انگریزوں کی ملازمت سے رزق حاصل کرنے

کی بجائے مولانا عبدالحی کو چاہیے کہ وہ فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کریں۔ لیکن شاہ صاحب نے اس خط کے جواب میں اپنے خیالات کو بہت ہی تفصیل سے پیش کرتے ہوئے اپنے اور مولانا عبدالحی کے طرز عمل کو شریعت کی نظروں میں بہتر اور پسندیدہ ثابت کیا۔ (۱۹)

ملازمت پیشہ مسلمانوں کے برخلاف زراعت پیشہ مسلمان دہری مشکلات سے دوچار تھے انگریزوں کے اقتدار کے بعد زراعت کے لئے زمینیں انگریزوں ہی کے ذریعہ مل سکتی تھیں۔ اور یہ زمینیں وہی تھیں جو انگریزوں نے مسلمان بادشاہ یا مسلمان زمین داروں سے چھینی تھیں۔ اب اگر ان چھینی ہوئی زمینوں کو مسلمان انگریزوں سے لے کر کاشت کرتے تو سب سے پہلے انہیں یہ اطمینان دلانے کی ضرورت تھی کہ ان کا یہ فعل "تعاون علی الاثم والعدوان" کے زمرہ میں نہیں آتا اور دوسری طرف اس خدشہ کو بھی دور کرنا تھا کہ اب جن (انگریز) بادشاہوں سے وہ زمین حاصل کر رہے ہیں دارالاسلام پر ان کا قبضہ شرعاً تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کیوں کہ ان کا قبضہ اگر عند الشروع نہ ہو تو اس بات پر پورا امکان تھا کہ انگریزوں کے کسی وقت بھی ملک سے چلے جانے کے بعد سابقہ مالکان از روئے شرع زمینوں کے دعویدار ہو جائیں گے۔ اس اندیشہ کی وجہ یہ تھی کہ بعض نقہا کے خیال میں دارالاسلام ہمیشہ دارالاسلام ہی رہتا ہے اور اگر کبھی اس پر حربیوں کا قبضہ ہو بھی جائے تو اس کی فیت کو عارضی بھاجائے گا۔ اگر اس فتویٰ پر عمل کیا جاتا تو پھر ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ اور ان سے کئے ہوئے ہر قسم کے معاہدات از روئے شرع عارضی ہوتے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایک زراعت پیشہ شخص انگریزوں سے حاصل کی ہوئی زمین پر محنت اور سرمایہ لگانے سے بچکے گا، کیوں کہ اس کو اپنی ملکیت کا اطمینان نہ ہوتا۔ شاہ صاحب نے زمینوں کے مسئلہ کو اسی نقطہ نظر سے دیکھا۔ اسی لئے جب ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ خیال بے بنیاد ہے کہ ایک دارالاسلام دارالحرب نہیں ہو سکتا۔ یہ تبدیلی ممکن ہے، کیونکہ جب کبھی بھی حربی کسی دارالاسلام پر اس طرح قابض ہو جائے۔ مسلمان اپنی سیاسی قوت کھودیں، تو وہ ملک دارالحرب ہو جاتا ہے۔ شریعت حربیوں کے قبضہ کو تسلیم کر لیتی ہے۔ اور انہیں یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی

رعایا سے جس قسم کے معاہدات چاہیں کریں۔ اس نظریہ کے مطابق ہندوستان کی ارضیات پر انگریزوں کا قبضہ عارضی نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے جو لوگ ہندوستانیوں کی ضبط شدہ ارضیات انگریزوں سے قیماً یا تحفہ قبول کر کے اپنے تصرف میں لائیں گے۔ وہی لوگ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد بھی شرعاً مالک شمار ہوں گے۔ پرلے مالکان ان زمینوں کو واپس لینے کے مجاز نہ ہوں گے۔ (۲۰)

یہ صحیح ہے کہ مجموعہ فتاویٰ میں ایسا کوئی سوال نہیں ملتا جس میں یہ پوچھا گیا ہو کہ ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے کے بعد مسلمانوں پر ہجرت یا جہاد کا فریضہ عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن ہمیں ایسے اشارات ضرور ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے کے بعد وہاں سے ہجرت کر جانا ضروری تھا۔ ہمیں اسکا شہادت تو نہیں ملتی کہ شاہ صاحب کی زندگی میں کسی بھی مام نے ہجرت کے مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے اجتماع ہجرت کی کوئی تحریک چلائی ہو لیکن مجموعہ فتاویٰ میں ہمیں کسی شخص کا ایک اعتراض شاہ صاحب کے اس طرز عمل پر ملتا ہے کہ وہ ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے ہوئے بھی وہاں قیام پذیر تھے۔ یہ طرز عمل معترض کی نظروں میں خداوت شریعت تھی۔ شاہ صاحب نے اس اعتراض کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔ آپ کے خیال میں اس دارالحرب سے ہجرت فرض تھی۔ یہاں مسلمانوں کو اپنے شعائر دینی ادا کرنے کی ممانعت ہو۔ ہندوستان میں مسلمان چوں کہ اپنے شعائر دینی مثلاً اذان، نماز، قربانی وغیرہ کی ادائیگی میں آزاد تھے۔ اس لئے ہندوستان دارالحرب ہوتے ہوئے بھی اس زمرہ میں نہیں آتا تھا جہاں سے ہجرت کرنی ضروری ہوتی۔<sup>(۲۱)</sup> یہاں یہ بات ضرور ذہن میں رہنی چاہئے کہ شاہ صاحب دارالحرب سے ہجرت اس وقت تک ضروری قرار نہیں دیتے جب تک کہ شعائر مذہبی کو ادا کرنا حکومت کی طرف سے باقی رہد۔ مجموعہ قرار نہ دے دیا گیا ہو۔ مگر "ممانعت" کا عدم قدرت کے مترادف نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی حکومت اپنی بے قہمی اور سیاسی مسئلوں کے پیش نظر مسلمانوں کے شعائر دینی میں دخل اندازی نہ کرے۔ لیکن اگر مسلمانوں پر سیاسی قوت نہیں ہے

تو پھر ان شعائر پر عمل درآمد "مرحمت خسرانہ" ہے "ہمت مردان" نہیں۔ اس نقطہ نظر سے ہندوستان دارالحرب نہیں تھا۔ کیوں کہ انگریزوں کی بے تعصبی یا ان کی اپنی سیاسی مصلحتوں کے باعث مسلمان اپنے روزمرہ کے فرائض ادا کرنے میں بالکل آزاد تھے۔ اس لئے فریضہ ہجرت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اگر دارالحرب کی ہمیشہ یہی تعریف کی جاتی تو پھر اسی زمانہ میں سودی لین دین یا اسی قسم کے دوسرے مسائل معاشیات پر بھی نظر ثانی کرنی پڑتی کیونکہ جب ہندوستان دارالحرب تھا ہی نہیں، تو پھر سودی لین دین کا جواز کہاں سے پیدا ہوتا۔ غالباً اسی دشواری کو دور کرنے لئے شاہ صاحب نے جہاں پر انگریزوں کی دی ہوئی زمینوں اور دوسرے عطیات کو قبول کرنے کی بحث کی ہے وہاں پر آپ نے "سیاسی قوت" کی شرط کو نظر انداز کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر کسی ملک میں مسلمان اپنی سیاسی قوت کی بناء پر نہیں بلکہ حکومت کی بے تعصبی کی وجہ سے شعائر دینی ادا کرتے ہوں تو ایسے ملک کو دارالحرب کہا جائے گا۔ اور وہاں غیر مسلموں سے سودی لین دین جائز ہوگا۔ نیز غیر مسلم حکومت کی عطا کردہ زمینوں پر حق ملکیت باقی رکھنے کا حق بھی ہوگا۔ (۲۲)

رہ گئی جہاد کی بات تو مجموعہ فتاویٰ میں ہیں اس موضوع پر کوئی سوال نہیں ملتا۔ نہ تو اس سلسلے میں کسی نے آپ سے فتویٰ طلب کیا، نہ کسی نے آپ پر اعتراض کیا کہ ہندوستان کو دارالحرب سمجھنے کے بعد آپ جہاد کیوں نہیں کرتے یا ایک موقع پر قرآنی آیت "وجاہدوا فی سبیل اللہ" کی تشریح کرتے ہوئے شاہ صاحب نے جہاد کی جو تعریف کی ہے وہ بعینہ دی ہے جسے ختم ۱۹ ویں صدی میں سرسید، امیر علی، اور چرلخ علی وغیرہ نے اختیار کیا تھا۔ شاہ صاحب کے خیال میں "جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اول جہاد زبانی ہے۔ اس جہاد کو وعظ و نصیحت، ترغیب و ترہیب اور رفع شبہات منافیہں کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے۔ دوسرے نمبر پر وہ جہاد ہے جس میں مسلمان اس خیال سے جنگی تیاری کرتے ہیں کہ اگر حقیقتاً جنگ کا موقع آگیا تو پھر انہیں شکست نہ ہو۔ تیسرے نمبر پر وہ جہاد ہے جس میں باقاعدہ دست بدست جنگ۔

ہوتی ہے جہاد کی ان تینوں قسموں پر تفصیلی روشنی دلانے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”بلاشبہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو قسموں کے جہاد میں مشغول تھے۔ قسم سوم میں جو درحقیقت سب سے ادنیٰ جہاد ہے، آل حضرت نے شرکت نہیں کی“ (۲۷۷)

مذکورہ بالا بحث کے بعد ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ کم از کم شاہ صاحب یا ان کے ہم عصر مسلمان، دارالحرب کے مسئلہ کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھ رہے تھے جس نقطہ نظر سے ہم چاہتے ہیں کہ وہ دیکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی بدلتی ہوئی صورت حال نے اس وقت کے مسلمانوں کے سامنے چند ہم معاشی مسائل لا کھڑے کئے تھے۔ اور وہ ان مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے بے پھین تھے۔ دارالحرب اور دارالسلام کی بحث میں ایک موقع تو وہ تھا جسے شاہ صاحب نے اختیار کیا۔ اور دوسرا موقع یہ ہو سکتا تھا کہ آپ ہر سوال کرنے والے کو یہ جواب دیتے کہ ہاں ہندوستان دارالحرب تو ہو گیا ہے لیکن تم سود کا جواز معلوم کرنے کے بجائے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ ہندوستان کو پھر سے دارالسلام کس طرح بنایا جاسکتا ہے۔ شاہ صاحب یہ جواب دے سکتے تھے لیکن اگر وہ ایسا کرنے تو درحقیقت ماہر قانون شریعت (مفتی) کے موقع سے ہٹ چکے ہوتے کیوں کہ قانون شریعت کے ماہر ہونے کے باعث اگر ایک طرف ان کا یہ ذریعہ تھا کہ وہ شریعت کی حد میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے مفاد کی حفاظت کریں تو دوسری طرف تاریخ دین پر نگہری نظر ہونے کی وجہ سے انہیں اپنے جوابات سے مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات بھی بٹھانی تھی کہ قانون شریعت جامد نہیں، بلکہ لچکدار اور زمان و مکان کا پابند ہے۔ اس لئے ان قوانین پر زمان و مکان کی تبدیلیوں کا اثر بھی ناگزیر ہے۔

## حوالجات

۱۔ اس فرق کی ایک بہترین مثال ہمیں مولانا ابوالکلام آزاد کے جاری کردہ فتاویٰ کے ہجرت میں نظر آتی ہے جسے انہوں نے کسی استفتاء کے بغیر ۱۹۴۰ء میں دیا تھا۔ اس فتویٰ میں مولانا آزاد

نے مسلمانوں پر ہندوستان سے ہجرت ضروری قرار دی تھی۔ چوں کہ مولانا نے وہ فتویٰ کسی شخص کے سوال کے جواب میں نہیں دیا تھا۔ اس لئے ہم اس فتویٰ کے ظاہری یا معنوی معنی نکالنے میں آزاد ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ہجرت کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ لیکن چوں کہ مولانا اس وقت کی سیاسی صورت حال کے پیش نظر ہندوستان سے ہجرت ضروری سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے ایمان داری کے ساتھ اپنی رائے عوام کے سامنے پیش کر دی تھی۔ لیکن اگر یہی فتویٰ کسی شخص کے استفتاء کے جواب میں جوتا تو پھر یہ کہا جاتا کہ اس زمانے میں مولانا آزاد کے علاوہ بھی کچھ ایسے لوگ موجود تھے جن کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ آیا ہندوستان سے ہجرت کر جانی چاہئے یا نہیں۔ (مولانا آزاد کے فتوئے ہجرت کے متن کے لئے ملاحظہ ہو "برکات آزاد" مرتبہ غلام رسول مہر، کتاب منزل، لاہور۔ ۱۹۵۹ء، صفحات ۲۰۳ مسلسل اس سے قبل یہ فتویٰ ہفت روزہ اہل حدیث امرت سر کی اشاعت ۳۰ جولائی ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تھا۔)

۲۔ ابتدائی ۱۴ ویں صدی ہجری (آخر ۱۹ ویں صدی عیسوی) میں مطبع مجتبائی دہلی کے مالک مولوی عبدالاحد کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاہ صاحب کے جتنے بھی فتاویٰ دستیاب ہو سکیں، انہیں ایک مجموعہ کی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ انہوں نے تمام فتاویٰ کو جمع کرایا اور اپنے زمانہ کے مشہور علماء کی تصحیح کے بعد انہیں دو جلدوں میں اپنے ہی مطبع سے مجموعہ فتاویٰ "عزیزی" (فارسی) کے نام سے شائع کر دیا۔ پہلی جلد ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) اور دوسری جلد ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۶ء) میں شائع ہوئی۔ ان دونوں جلدوں میں شاہ صاحب کی ہر وہ تحریر جو مرتبین کی نظروں میں "فتویٰ" مسموم ہوئی تھی کر دی گئی۔ مثلاً انہیں منکرات میں شاہ صاحب کے بیان کردہ بہت سارے تفسیری نکات اور چند ایک ایسے خطوط بھی ملتے ہیں جو انہوں نے اپنے دوستوں، شاگردوں اور ہم عصرین کو کسی علمی مسئلے پر لکھے تھے۔ دونوں جلدوں کے شروع میں ایک مجلس سی فہرست مضامین بھی ہے۔ لیکن درحقیقت کتاب کی ترتیب میں کسی قسم کا بھی اصول پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے۔ اس ذرا کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اور بازار میں دستیاب ہے۔

۳۔ "امان اول" سے وہ معاہدات مراد ہیں جو دارالاسلام اور اس کے مسلمان اور غیر مسلم شہریوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

۴۔ مضمون نگار نے اپنی سسی پوری کوشش کی لیکن اسے ان دونوں شخصیتوں کے حالات کہیں دستیاب نہ ہو سکے۔

۵۔ ملاحظہ ہو "نبوغ نوری غریزی" (آئندہ صفحہ فتاویٰ لکھا جائے گا) از شاہ حیدر اعزیز دہلوی (فارسی) جلد اول، صفحہ ۸۵۳، صفحات ۱۸۱، ۱۸۲۔

۶۔ ملاحظہ ہو عاشیہ نمبر ۱۲

۷۔ فتاویٰ جلد ۱، ص ۲۸۔

۸۔ بنابر "نیل تلہر کی فرضیت" کے باب میں سوال کر رہا ہے۔ عا مائے حقیقت اس کے برعکس ہے۔ سو کہ پس "نظر" بن کر جبکہ امامت اصلاً خلیفہ کی فہم دہی ہے۔ اگر وہ خور امامت نہ کر سکے اور نہ یہ ہند کہ وہ بیک وقت۔ مختلف سنگیوں پر امامت نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس کا مترکہ کردہ امام اس فرض کو ادا کرے گا۔ دارالارباب میں چونکہ خلیفہ عزل و نصب کا اختیار نہیں رکھتا اس لئے امام جامع مسجد بھی درحقیقت خلیفہ کی نیابت نہیں کرتا، اس دشواری کی وجہ سے اکثر فقہاء نزدیک دارالغرب میں جمع کی نماز ادا نہیں کی ہے۔ مگر عام دونوں کی عادت یہ ہے کہ نماز پر ہی چلے گی۔ اب اگر اس کے باوجود کسی دارالغرب میں مسلمان جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں جو بظاہر اہل بدعت نہیں ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یہ وہ پورے تلہر کی نماز پڑھیں یا منع ہے اس کی مدد تو کافی سمجھیں۔

انہر دیکھا جائے تو اس سوال میں بھی وہی اصول حق کی ذمہ داری کام کر رہی ہے۔ تلہر کی نماز کے مقابلہ میں جمعہ کی نماز نیزہ ہتھام پاتا ہے۔ اگرچہ اس کے بارے میں تو آدمی است تنہا کسی پڑھ سکتا ہے۔ لیکن جمعہ کی جماعت اگر ایک مسجد میں ہو تو وہ بھی کارش کرنا پڑتا ہے۔ بعد کی نماز میں جمعہ کی اور جمعہ کی بات ہے۔ رات سے پہلے مسجد میں آکر جمعہ پڑھتا ہے لیکن اگر جمعہ کی فرضیت شتم ہو تو وہ اس کا و بار کر کے جامع مسجد میں آئے گا۔

مل جاتی ہے اور اپنے پڑوس کی مسجد یا گھر یا دکان ہی پر ظہر کا فریضہ ادا کیا جاسکتا ہے۔

۹۔ فتاویٰ جلد ۱، صفحات ۳۳، ۳۴

۱۰۔ ص ۱۱۵

۱۱۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو گزشتہ حاشیہ نمبر ۳

۱۲۔ فتاویٰ جلد ۱، صفحات ۱۱۵، ۱۱۶، مضمون نگار کا خیال ہے کہ اس سے قبل متن حاشیہ

نمبر ۶ کی جس عبارت کے بارے میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ کسی دوسری جگہ سے تعلق رکھتا ہے وہ مکڑا اس فتویٰ کا ایک حصہ ہے۔ اس سوال میں ناسخ و نسخہ سے انگریزی علاقوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے اور نہ وہ سب نے ان علاقوں کو ان اول کے معدوم ہو جانے کے باعث دارالحرب قرار دیا ہے۔ اگر اس شہر دہلی میں... "وہ نہ لازم اس جواب کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو یہ معلوم ہوگا کہ دہلی سے کہ کلمت تک سب سب حالات کا تجزیہ دراصل "امان اول" کی عدمیت کی تفصیل میں ہے۔

۱۳۔ عموم بلوی اس دنگ انوہ کو بہتے ہیں۔ جس سے ایک بہت بڑا گروہ مستقل طور سے دو چار رہتا ہے، مثلاً تازہ بڑے کے لئے پٹروں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ شبہ ہو جائے کہ کپڑے پر نجاست لگ گئی ہے تو اسے نہایت کرن ضروری ہوگا۔ لیکن ایسے لوگ جن کا کاروبار ہی اس قسم کا، وہ کہ انہیں ذات گور اور منافات سے واسطہ پڑتا ہو تو ان کے لئے یہ اجازت ہے کہ وہ جب تک اپنے گھروں پر نہایت زور دیں، اس وقت تک اپنے کپڑوں کو صاف سمجھیں۔

۱۴۔ فتاویٰ جلد ۱، ص ۱۲۹

۱۵۔ ص ۱۱۶

۱۶۔ اس خیال سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ شاہ صاحب

ایک حرام شے کو حلال بنا دینے کے لئے حلال شے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیوں کہ اس قسم کی کوشش تاہم صاحب کے مزید... اور ایسا شخص جو محض اتباع نفس کی خاطر حلال کو حرام بنا



# سٹہ بازی اسٹاک چینج پر خرید و فروخت

مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲)

چندہ صورتیں جن میں قمار اور احتمال | (۱) دو معاملہ کرنے والے (بغیر حقیقت معلوم کئے) ایک سود کی خصا بیاں پائی جاتی ہیں | دوسرے کے جس کپڑے یا سامان کو چھو دیتے اس کی بیع ہو جاتی تھی اس کو "لامسہ" کہتے ہیں،

(۲) دو معاملہ کرنے والے ایک دوسرے کی جانب جس کپڑے یا سامان کو پھینک دیتے اس کی بیع ہو جاتی تھی اس کو "منابدہ" کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کے نزدیک "لامسہ" میں خریدار جس کپڑے یا سامان کو چھو دیتا اس کی بیع ہو جاتی اور "منابدہ" میں بیچنے والا جس کپڑے یا سامان کو خریدنے والے کی جانب پھینک دیتا اس کی بیع ہو جاتی ہے۔

(۳) خریدار بیچنے والے کے جس کپڑے یا سامان پر کنکری رکھ دیتا اس کی بیع ہو جاتی تھی اس کو "بیع الحصة" یا القاء الحجر کہتے ہیں۔

(۴) درخت پر لگے ہوئے تر پھلوں کو اندازہ سے ٹوٹے ہوئے خشک پھلوں کے عوض بیچا جاتا تھا اس کو "مزانہ" کہتے ہیں۔

(۵) کھڑی کھیتی (فصل) کو اندازہ سے کٹے ہوئے غلہ کے عوض فروخت کیا جاتا تھا اس کو "محاقلہ" کہتے ہیں۔



ایسی شرطوں کا اضافہ پایا جاتا ہے جن کا معاملہ بیع سے کوئی تعلق نہیں ہے اس بنا پر ان سے منع کیا گیا ہے۔

ان صورتوں کی ممانعت سے متعلق حدیثیں | چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا ضرر ولا ضرار  
فی الاسلام۔

اسلام میں نہ نقصان اٹھاتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے۔

نهی عن بیع النحل حتی  
یزھو و عن بیع السبل حتی  
یبیض و یا من الباہة۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی بیچ سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ پک جائے اور بالی کی بیچ سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ سفید ہو جائے اور آفت کا خطرہ نہ رہے۔

بیع ہونے کے بعد پھل اور فصل بر باد ہونے کی صورت میں حضرت عمر بن عبد العزیز سے خریدار کو نقصان کا معاوضہ دلا تا بھی ثابت ہے۔

و دوسری صورت کے بارے میں فرمایا۔

من اتبع عطاء فلا بیعہ  
حتی یسترفیہ۔

جس شخص نے عطا خریدار وہ اس وقت تک نہ بیچے جب تک اس پر تبصرہ نہ کر سکے۔

تبصرہ عطا یا کا ٹوٹا دونوں میں سے کوئی کافی ہے۔

تیسری صورت کے بارے میں ہے۔

نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
عن بیعتین فی صفقة واحدۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معاملہ میں دو بیچے سے منع فرمایا۔

چوتھی صورت کے بارے میں ہے۔

۱۔ ستم ابواب البیوع ۲۔ مؤلفا امام مالک کتاب البیوع

۳۔ بخاری و مسلم ۴۔ شرح السنہ۔

## ولا شرطان فی بیع

بیع میں دو شرط حلال نہیں ہے۔

ایک شرط کا بھی یہی حال ہے رو کی تیسرے واقعی ہے احترازی نہیں ہے

چند وہ صورتیں جن میں جہالت مناعت اور ناجائز استحصال وغیرہ کی خرابیاں پائی جاتی ہیں اور ادھار کی بیع ادھار کے بدلہ کی جاتی تھی یعنی ایک شخص کوئی چیز ادھار خریدتا اور مدت معینہ پر وہ قیمت نہ ادا کر سکتا تو دوبارہ اسی چیز کو ادھار خرید لیتا تھا اس کو بیع الکالی یا بیع النسیہ کہتے ہیں اس صورت میں دونوں طرف صرف باتیں ہی باتیں ہوتی تھیں بیع و ثمن دونوں نہ ہوتے تھے

۱۲) جو چیز پاس موجود نہ ہوتی اس کی بیع ہوتی تھی پھر وہ چیز بازار سے خرید کر خریدنے والے کے حوالہ کی جاتی تھی۔

(۳) ایک شخص کوئی چیز خریدتا اور بیچنے والے کو کچھ رقم اس شرط پر ادا کرتا کہ اگر بیع مکمل ہوگئی تو یہ رقم قیمت میں شمار ہوگی اور اگر مکمل نہ ہوئی تو یہ رقم بیچنے والے کی ہو جائے گی اس کو "بیع عریان" کہتے ہیں۔

(۴) جو چیز اپنے قبضہ اور ضمان میں نہ آتی اس پر نفع یا جاتا تھا جیسے قبضہ سے پہلے بیع پر نفع حاصل کیا جاتا تھا۔

ان صورتوں کی ممانعت ہے متعلق حدیثیں [ ان صورتوں میں چونکہ جہالت مناعت و ناجائز استحصال وغیرہ قسم کی خرابیاں پائی جاتی ہیں اس بناء پر ان سے منع کیا گیا ہے چنانچہ ممانعت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں یہ ہیں۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکالی بالکالی  
ادھار کی بیع سے منع فرمائی۔

دوسری صورت کے بارے میں ہے۔

نہائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ادھار کی بیع سے منع فرمایا کہ میں وہ چیز

راہ ترمذی والیون اور سنن حاشیہ مشکوٰۃ باب نہی عباد من ابیوت اللہ و نسیء مشکوٰۃ

ان ابيع ما ليس عندي

بیچوں جو میرے پاس نہ ہو۔

ابوداؤد و نسائی کی حدیث میں ہے۔

قال قلت يا رسول الله بآيتي

حکیم بن حزم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

الرجل فبر بن مني لبيع و

میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور وہ مجھے سے بیع

ليس عندي فآيتي ع ليعن

کہنا چاہتا ہے حالانکہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

السوق قال لا تبع ما ليس

لیکن بیع کے بعد میں اس کے لیے بازار سے خرید

عندك

لانا ہوں آپ نے فرمایا جو چیز تمہارے پاس

نہ ہو اس کی بیع مست کر دو۔

تیسری صورت کے بارے میں ہے۔

فہو ما لا يملكه الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عطا ہوا ہے

وسلم عن بيع العربان

منع فرمایا۔

چوتھی صورت کے بارے میں ہے۔

وزا ربيع ما لم يرضه

اس چیز کا نفع حلال نہیں جو ضمان میں نہ ہو۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔

یہی حدیث ہے۔



منفعة والاثم القمار۔

اور سودہ کرنا نفع ہے اور اثم دگناہ ہے۔

غرض اس طریقہ سے عرب جاہلیت میں شراب اور جوا بھی نیکی و خدمت خلق کا ذریعہ بن گئے تھے جس کی بنا پر انفاق و جہاد کے ساتھ شراب و جوا کے متعلق سوال کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ آج کل لائٹری فلم شو اور رقص و سرود وغیرہ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے مثلاً لائٹری اس لیے ڈالی جائے کہ اس کی آمدنی مصیبت زدہ و مفلوک الحال لوگوں کے کام آجائے گی۔ فلم اس لیے رکھائی جائے کہ اس کی آمدنی فلاں نیکی کام و خدمت خلق میں صرف کی جائے گی اور رقص و سرود کی محفلیں اس لیے منعقد ہوں کہ اس کی آمدنی سے یتیم و مسکین کی کفالت کی جائے گی وغیرہ۔

نیکی و خدمت خلق کا ذریعہ بننے سے نہ حرام چیز | قرآن حکیم کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اصولی طور پر جو اذن  
حلال فہی ہو نہ ناجائز فعل جائز ہوتا ہے | عدم جواز یا حلال و حرام کے لیے مادی و جسمانی فوائد و نقصان  
کو مدار نہیں بنایا گیا بلکہ اخلاق و روحانی فوائد و نقصان کو مدار بنایا گیا ہے۔

جس کی بنا پر نیکی و خدمت خلق کا ذریعہ بننے اور مادی و جسمانی فائدہ متعلق ہونے سے نہ حرام چیز حلال فہی ہے اور نہ ناجائز فعل جواز میں تبدیل ہوتا ہے اگر اسی طرح قلب جاہلیت ہوتی رہی تو پھر کسی شے کے حرام یا کسی فعل کے ناجائز ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ہر جائز و حرام میں کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہو کسی نہ کسی طرح اس کو نیکی و خدمت خلق کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

معاملات و مبادلات میں | مذکورہ تفصیلات سے ظاہر ہے کہ معاملات و مبادلات میں اسلام نے  
اسلام کا درجہ نہایت بلند ہے | اخلاقی حدود و ایک دوسرے کے حقوق کا کس قدر لحاظ کیا ہے، نیز حلال  
حرام اور جواز و عدم جواز کے فیصلہ میں اس کا معیار کس درجہ بلند ہے؟

سٹہ بازی ناجائز ہے | ان تفصیلات کی روشنی میں سوال نامہ کا جواب دستِ فریل ہے۔

وہ سٹہ بازی ان دو باتوں کی بناء پر ناجائز ہے۔

۱۔ سان العرب لغت قمار

د۱۔ یہ ادھار کی بیع ادھار کے برابر ہے

دب۔ اس چیز کی بیع ہے جس پر عہد یا قاتا تو ثواب تک قبضہ نہیں ہے۔

دج۔ اس پر نفع لینا ہے جو اپنے ضمان میں نہیں ہے۔

دو۔ فصل آنے سے پہلے محض تخمینہ اندازہ کی سودا بازی ہے۔

دس۔ ایک فریق اس میں یہ معمولی خطرات مول لیتا ہے۔

دس، اس میں اجارہ داری، ذخیرہ رند دزی اور ناجائز استحصال کی ذہنیت پائی جاتی ہے

دس، وہ تمام اخلاقی شرایاں پائی جاتی ہیں جو باسیرین معاشیات کی آراء میں گزر چکی ہیں

دط۔ یہ بڑی حد تک مایاتی بحران کا باعث ہوتا جس کا بالواسطہ اثر اخلاق پر پڑتا ہے۔

سوالنامہ میں بحران کی اصل علت شہ بازی کو قرار دیا گیا ہے لیکن یہ "بڑی حد تک" ہے

تمام تر نہیں ہے کیونکہ اس کے علاوہ بحران کے اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

اسٹاک ایکسیجینج پر خرید و فروخت ناجائز ہے | د۱۰، اسٹاک ایکسیجینج پر خرید و فروخت ان وجوہات کی بناء

پر ناجائز ہے۔

د۱، کمپنی کے ڈائریکٹر و نیچے حصہ داروں کے درمیان کے مفاد کے مفاہمت ہوتے ہیں لیکن یہ

لوگ بھی دھوکہ دے کر حصہ داروں سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

دب، کمپنی کی اندرونی حالت سے جن کو زیادہ واقفیت ہوتی ہے وہ فرنی طور پر خرید کر کے یا

اجکار و تخمین کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرتے ہیں جس سے دوسرے حصہ داروں کی

حق تلفی ہوتی ہے۔

دج، حصص کی منتقلی میں چونکہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد شریک ہوتی ہے اس بناء پر حق تلفی دھوکہ

دہی اور ناجائز استحصال و بچہ کو کاروبار کی خدمت میں برا نہیں سمجھا جاتا۔

دو، حصص کی انتقال پذیری کی توقع دباؤ اسطر مستقبل کے تختہ کار کو فروغ دینی اور ملک

کے مراعات کو ختم دیتی ہے جن کے اثرات نہایت دور رس اور عجز گیر ہوتے ہیں۔

دوسرے حصص پر نفع کی مذکورہ تقسیم بعض صورتوں میں جہالت پیدا کرتی اور بعض میں حق تلفی کا باعث بنتی ہے جیسا کہ ترجیحی "کی بعض شکلوں میں ہوتا ہے۔

(اس) بار بار حصص کی منتقلی سے انتظامی دس کو نکھیں پورنچتی اور اجتماعی مفاد مجروح ہوتا ہے۔  
(دس) تمسکات کے مالک صرف نفع میں شریک ہوتے یعنی سود کے مستحق ہوتے ہیں نقصان سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

(ط) تمسکات کی خرید و فروخت کرنے والے ہر وقت ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش میں رہتے اور اس کی قمار بازی میں بہت کچھ غیر پیداوار کی محنت صرف کرتے ہیں جس کو ماہرین معاشیات نے پوری کرنے اور بھیک مانگنے والوں کی محنت سے تشبیہ دی ہے۔

(ع) یہ کاروبار چند پانک وچر بانہ قسم کے دلالوں میں محدود ہو گیا ہے جو کمیشن حاصل کرنے کے لیے بہت سی غلطیوں سے دوچار ہوتا جائزہ دینے نہیں کرتے ہیں

اس کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ مذکورہ چار صورتوں کو نہ سہ باؤی سے علیحدہ کیا جاسکتا اور نہ بعض

صورتوں میں سرمایہ کی کوئی قیمتی کمی وجہ سے اسٹیم کے جوارہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے

سوائے انار میں مذکور وچروں میں سے کسی ایک میں خرید و فروخت کے لیے چاروں کی تفصیل یہ ہے۔

پہلی دوسری صورت میں سمسوں کی نشا و فدا قیادت کے مجبور ہونے کی خام خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

تیسری صورت میں ایک منظم کی جگہ نامزد کی پائی جاتی ہے وہ یہ کہ مطلوبہ قسط کی ادائیگی اور

فروخت سے ٹاہر ہوتا ہے کہ وہ وہی ٹیکسٹ یونی اور وپس سے ٹاہر ہوتا ہے کہ معاہدہ کی تکمیل نہیں

ہوتی۔ چوتھی صورت میں چاروں کے لیے صرف ایک درخواست اور مطلوبہ قسط کی ادائیگی

کافی ہے یا اس کے برعکس ایک درخواست اور درخواست اور مطلوبہ قسط کی ادائیگی سے

معاہدہ کی تکمیل ہوتی ہے خواہ اس کا توڑنا معنی اضافہ قیمت میں کسی کی وجہ سے نا جائز ہے اور اگر

معاہدہ کی تکمیل نہیں ہوتی ہے تو قیمت چڑھتی ہے فروخت کرنا نا جائز نہیں ہے۔

پنجمی صورت میں ایک قسط پر پانچ کا نا جائز نہیں ہے اور تکمیل معاہدہ کے

بعد قسط کی واپسی درست نہیں ہے (غالباً سوائس میں خاص صورتوں کا لحاظ کیا گیا ہے ورنہ تمام صورتوں میں قسط کی واپسی نہیں ہوتی ہے)۔

چوتھی صورت میں زید اکثر ڈاکٹر منیر یا احمد کوئی ماہر شخص ہوتا ہے جو کاروبار کی اندرونی حالت سے واقفیت کی بنا پر اپنی مثال سے خریدنے کے لیے کہتا ہے اگر ایسی بات ہے تو بددیانتی یا دوسروں کی حق تلفی لازم آتی ہے۔

پھر اس صورت میں دلال کی حیثیت اور اس کے اختیارات واضح نہیں ہیں جس سے جہالت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل دلال سے قرض کی ادائیگی کو مزید ۱۵ یوم تک ملتوی کرنے کے لیے کہا تھا جبکہ اس نے "بنک سے سو ہی قرض لے کر واپس لے کر دی اگر دھوکے کے اس تصرف کو جائز تسلیم کیا جائے تو ایک معاملہ میں دو معاملہ کرنا لازم آجائے گا جیسا کہ بعد کی پہلی بات سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور اگر اس تصرف کو ناجائز تسلیم کیا جائے تو فروخت کی صورت میں ایک ایسی شے پر نقد کا نام لازم آئے گا جو اپنے قبضہ اور عنوان میں نہیں ہے "سود" کا معاملہ ان سب کے اسما ہے غرض چند در چند پیچیدہ گیوں اور خرابیوں کی وجہ سے خرید و فروخت کا مذکورہ شلوں کی اسلامی معاملات و معاہدات میں گنجائش نہیں ہے۔

تاجائز چوڑے میں، نفاقی و دھوکے، شراب اور جوئے کی طرح سٹ بازی اور جس کی خرید و فروخت میں بھی نقصان کو مدد نہ ملے گا ہے | کچھ فوائد بیان کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اسلام میں گنجائش رکالنے کی کوشش ہوتی ہے مثلاً۔

۱۔ ماہر سٹ بازوں کی موجودگی سے مارکیٹ میں متاثرہ کی صورت تو کم رہتی ہے جس سے ہوشیار خریدار مارکیٹ کا بھانڈا کم رکھ کر اور کم قیمت پر مال خرید کر، ادا وقف بیچنے والوں کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

۲۔ سٹ بازی سے قیمتوں کے نہیں میں مدد ملتی ہے کیونکہ حاکم بازار کی قیمتیں دعوہ بازار کی قیمتوں سے متاثر ہوتی ہے۔

(۳) سٹہ باز قومی خدمت انجام دیتے ہیں کیونکہ وہ صحیح طور پر بازار کا اندازہ لگاتے اور بھاؤ کے اتار چڑھاؤ میں تناسب قائم رکھتے ہیں وغیرہ

لیکن یہ فوائد مادی و جسمانی ہیں جبکہ جو از و عدم جو از کے بارے میں اخلاقی و روحانی فوائد نقصان کو مٹا دینا یا گنہگار بنانا جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

مادی فوائد کے مقابلہ میں مادی | پھر اسلام میں گنجائش کے لیے جن مادی فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے  
نقصان کا پلہ بھی بھاری ہے | ان کے مقابلہ میں مادی نقصانات کم و جہ کے نہیں ہیں مثلاً،

۱۔ سٹہ بازی کی وجہ سے بھاؤ کے اتار چڑھاؤ کے نقصانات ہر وقت کار فرما رہتے ہیں اور ایکسرجن کو غالب کرنے کے لیے ہر قسم کے صحیح و غلط طریقے استعمال کرنے ناگزیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بھاؤ کا اتار چڑھاؤ کرتے واسطے بڑے بڑے گروہ بنائے جاتے ہیں تھوڑے سرمایے سے زیادہ فائدہ کی امید لاکرتے لوگوں کو اپتے گروہ میں شامس کیا جاتا ہے اور طرح طرح کی غلط فوٹیاں پھیلائی جاتی ہیں۔

(۲) وعدہ بازار کی قیمتیں دلالوں کی خدمت کے معاوضہ اور سٹہ بازوں کے منافع سے متاثر ہو کر متعین ہوتی ہیں اس لیے یا تو مال پیدا کرنے والوں کا نقصان ہوتا ہے کہ ان کو اس قیمت سے کم قیمت ملتی ہے جو سٹہ بازوں اور دلالوں کی غیر موجودگی میں ملتی۔

یا مال کھپت کرنے والوں کو نقصان ہوتا ہے کہ ان کو اس قیمت سے زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے جو وہ سٹہ بازوں اور دلالوں کی غیر موجودگی میں ادا کرتے۔

۳۔ قومی خدمت کی بات اس بناء پر کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ سٹہ باز صحیح و غلط دونوں قسم کے اندازے لگاتے ہیں غلط اندازہ کی صورت میں قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا مسئلہ نہایت سنگین بن جاتا اور محض قریب سے دالوں کو کافی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے یہ نقصانات مارکیٹ کے لیے اس قدر پریشان کن ثابت ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے بے اوقات اسٹاک ایکسچینج کی راہ سے سٹہ بازی کو ختم کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں مثلاً ۱۹۱۹ء اور اس سے کچھ پہلے کے

انگلستان میں حصص کی خریداری کے لیے پوری قیمت کی نقد ادائیگی لازمی کر دی گئی تھی جبکہ پہلے اپنے دلال کو قیمت کا کچھ حصہ کر خریداری کی جاسکتی تھی۔ اسی طرح ۱۹۶۹ء کے ہندوستان میں راشن کارڈ ہولڈرز (میں) وعدہ کی سودا بازی پر پابندی لگا کر کوکھران دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے وغیرہ۔

اسلامی حکومت میں دو متبادل انتظام ہیں [۱۳] اسلامی حکومت میں حصص کی خرید و فروخت کے دو متبادل انتظام ہیں۔

(الف) وہ جس میں مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں باقی رہتی ہیں۔

(ب) وہ جس میں یہ کمپنیاں بڑے کاروبار کے لیے ختم کر دی جاتی ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک کے لیے متبادل انتظام [۱۴] جس انتظام میں منہ کر سرمایہ کی کمپنیاں باقی رہتی ہیں وہ

ترقی یافتہ ممالک کے لیے ہے جنہوں نے انفرادی ملکیت کے باوجود خود کفیل ہو کر اپنے معاشی مسائل بڑی حد تک حل کر لیے ہیں جیسے امریکہ، برطانیہ وغیرہ۔

اس میں پیچیدگیوں اور خرابیوں کے دور کرنے کے بعد حصص کی خرید و فروخت کا سلسلہ

جاری رہتا ہے۔ چنانچہ جن راستوں سے پیچیدگیاں خرابیاں داخل ہوتی ہیں یہ ہیں۔

۱. کمپنی کے نظام کا واسطہ واسطہ ہو!

۲. بار بار حصص کی منتقلی

۳. حصص کی تقسیم میں جہالت

۴. تمسکات کا اجراء

۵. دلالوں کا پیشہ ور درمیانی طبقہ

ان راستوں کے بند کرنے کی تدبیریں یہ ہیں۔

۱. واسطوں کو کم کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ شرکت و منف ربت کی بنیادوں پر شرکت

کمپنیوں کے لیے قواعد و ضوابط مقرر کئے جائیں جس میں کسی ایک مسالک کی پیروی ضروری نہیں

ہے۔ بلکہ ہر فقہی مسلک اور اصول دکیا سے استفادہ کی گنجائش ہے نیز اجتہاد کے ذریعے قوانین وضع کرنے کی اجازت ہے۔

(۲) حصص کی منتقلی کا نظم ختم کیا جائے کہ اس کے بغیر دوسروں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی سے نجات ملنی مشکل ہے۔

یہ منتقلی شرط کہ سرمایہ کی کمپنیوں کے لوازم میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر وہ تشکیل نہ پاسکیں یا ان کا چلنا نامکن ہو جائے، بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کمپنی کے "صدر" اپنے کو مستقل طور پر کمپنی سے وابستہ کر لیں خواہ انہیں فائدہ ہو یا نقصان جیسا کہ شرکت میں ہونا ہے۔

(۳) تقسیم کی جہالت دور کی جائے اس طرح کہ بڑے حصوں کو محدود سے محدود کر دیا جائے اور مختلف قسم کے حصے بند کر کے زیادہ مقدار میں ایک قسم کے چھوٹے حصے جاری کئے جائیں تاکہ عوام کو زیادہ فائدہ پہنچ سکے۔

(۴) تمسکات کا اجراء بند کر دیا جائے کہ اس کے بغیر اجراء و سود کا سلسلہ نہ ختم ہو سکے گا۔ اس کے بجائے کاروباری اغراض کے لیے حکومت سرمایہ خزانہ سے لوگوں کو قرض دے تاکہ وہ کمپنی کے کاروبار میں شرکت کر کے حصے خرید سکیں حکومت مقررہ قواعد و ضوابط کے مطابق اسی قرض کے نفع و نقصان دونوں میں کمی بیشی کے ساتھ تقسیم کر کے شریک ہو سکتی ہے۔

(۵) دکانوں کا پیشہ و زمانی طریقہ ختم کیا جائے اگر کاروبار چلانے کے لیے کچھ مشیرکاروں کی ضرورت ہو تو ان کو قانونی، خدائی و ضابطوں کا زیادہ سے زیادہ پائندہ بنایا جائے۔

ان اصلاحات کے نافذ کرنے میں اجراء و دشواری ہوگی لیکن رفتہ رفتہ دشواری بعد قابو پا کر معاشرتی زندگی کا نقشہ بدلنا جاسکتا ہے جیسا کہ ہر اصلاحی و انقلابی تحریک میں ابتدا و دشواری ہوتی ہے لیکن بعد میں راہیں ہموار ہو جاتی ہیں۔

۱۔ شرکت و مفاد بہت کے شرعی اصول کے نام سے اردو میں محترم ڈاکٹر نجفی، شہسوداتی کی کتاب شائع ہوئی ہے اس سے بھی استفادہ سندہ ہے گا۔ ۲۔ اصول معاشرتی ترقی ۱۱۰۔

غیر ترقی یافتہ ممالک | ۲۱ | جس انتظام میں مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں بڑے کاروبار کے لیے ختم کر دی گئیں۔  
 کے لیے متبادل انتظام | جاتی ہیں وہ غیر ترقی یافتہ ممالک کے لیے ہے جن میں اب تک نہ معاشی مسائل حل ہوئے ہیں اور نہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے میں خود کفیل ہوئے ہیں۔

اس میں کمپنیوں کے ختم ہونے کے بعد اگرچہ اونچے پیمانے پر حصص کی خرید و فروخت کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے لیکن چھوٹے کاروبار کے لیے کمپنیوں کے ساتھ حصص کی خرید و فروخت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اسلامی حکومت میں ملکیت | برہمنی سے ذرائع پیداوار کی تنظیم میں سب سے زیادہ اہمیت مسئلہ ملکیت کو دیدی گئی ہے جس کے غلط تصور نے ہمیشہ انسانیت سوز نتائج پیدا کئے ہیں اور آج بھی اس کی وجہ سے بہت سے ممالک میں ایک طرف بغیر ہاتھ پاؤں ہلانے دولت و سامان عیش کی ناقابل تصور فراوانی ہے تو دوسری طرف محنت و مشقت کے باوجود دولت و نکتب کی موت ہے۔

یا ایک طرف یہ کہ ذرائع پیداوار پر چند افراد کا قبضہ ہے تو دوسری طرف ملک اس قدر تنگ ہے کہ معمولی معمولی چیزیں بھی اس میں نہیں تیار ہوتیں بلکہ باہر سے درآمد ہوتی ہیں۔  
 ایسی حالت میں کم از کم اسلام سے تو اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ مقصد (مقاصد) بد حالی دور کر کے خود کفیل ہونے کو نظر انداز کر کے ملکیت کی بحثوں میں الجھنے لگا یا اپنے انتظام کو کسی ایک تنظیم یا انفرادی یا اجتماعی میں محدود کر کے "تنگی" پیدا کرے گا۔

مقصد کے پیش نظر ذرائع پیداوار چنانچہ مقصد کے پیش نظر اسلامی حکومت جس انفرادی و اجتماعی تین حصوں میں تقسیم ہوں گے۔ ایک وہ لوگوں کی بہبود کے لیے دست و پاؤں کے لحاظ

۱۔ جیسا کہ ہندوستان میں اتالیکی کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک کی ۱۰ بڑی بڑی کمپنیوں پر صرف دس خاندانوں کا قبضہ ہے۔ ۲۔ اسلام میں وسعت اور انفرادی و اجتماعی دونوں کی اوجہ کے لیے راقم کی کتاب "حکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت کا لحاظ مفید رہے گا جو درود و شہادت اسلام جو ک نام رکھی ہو پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔

سے ذرائع پیداوار درج ذیل حصوں میں تقسیم کر دئے جائیں گے۔

(۱) وہ جن پر اجتماعی ملکیت ہوگی یعنی حکومت براہ راست انتظام کرے گی۔

(۲) وہ جن پر بتدریج اجتماعی ملکیت ہوگی

(۳) وہ جن پر انفرادی ملکیت ہوگی۔

ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلے حصہ کی تفصیل | پہلے حصہ میں نامزد کردہ بنیادی صنعتیں اور مثلاً درج ذیل چیزیں شامل ہوں گی۔

(الف) فولاد و لوہا، اس میں کانِ مشینی اوزار اور ڈھانے کے لیے بڑی بڑی مشینیں سب شامل ہوں گی

(ب) اسلحہ جات؛ اس میں دفاع سے متعلق صنعتیں شامل ہیں۔

(ج) برقی پلانٹ؛ اس میں بجلی پیدا کرنے کی طاقت اور اس سے متعلقہ صنعتیں شامل ہیں۔

(د) ٹھانک (نرجی)؛ (ایٹمی طاقت)۔

(ر) کوئلہ کی کان، تار کول، پٹرول اور گیس کی صنعت۔

(س) خام میگزینز

(ص) جواہرات؛ سونا چاندی۔ تانبہ جستہ۔ سیسہ۔

(ط) ہوائی۔ بحری اور ریلوے ٹرانسپورٹ۔

(ع) ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف اور وائرلیس۔

(ف) کپڑوں کے مل۔ بڑے کارخانے اور ڈاکخانے۔

دوسرے حصہ کی تفصیل | دوسرے حصہ میں مثلاً یہ چیزیں شامل ہوں گی۔

(الف) المونیم اور ٹین کی صنعت۔

(ب) کوئلہ سے کاربن بنانے کی صنعت۔

(ج) چھوٹے اوزار کے لیے چھوٹی مشینیں

(د) رنگ سازی و پلاسٹک کی چیزیں۔

دس، انگریزی دوائیں اور جراثیم کش دوائیں۔

دس، روڈ ٹرانسپورٹ۔

دس، سمٹ کے کارخانے۔

دس، کاغذ کے کارخانے۔

دس، بجائے کے باغات اور اس سے متعلق چیزیں

دس، ان کے علاوہ اور جو چیزیں اس میں شامل ہونے کے لائق ہوں۔

تخلیسی تبدیلی سے مراد تو یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں انفرادی و اجتماعی بچتوں کے بجائے ملکیت کا صحیح تصور پیدا کیا جائے گا اور تعلیم و تربیت پر زیادہ زور دیا جائے گا۔

صحیح تصور یہ کہ ہر شے کا حقیقی مالک اللہ ہے اور انسان بحیثیت "امین" اس پر قابض ہے یعنی ذرائع پیداوار افراد کے سپرد ہوں یا جماعتوں کے ہوں ان سب کی حیثیت محض "امین" کی ہے جس کو مالک کے مقررہ قانون کے مطابق استعمال و انتفاع کا حق حاصل ہو اور اسی وقت تک یہ حق حاصل رہے گا جب تک وہ حصول مقصد و خلق خدا کی خوشحالی و فائز الہی میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں یا ایسی فضا پیدا کرنے میں مددگار نہیں جو عام مخلوق کی خوشحالی و ترقی کی ضامن ہو۔ اسلام میں اسی حق استعمال و انتفاع کو حق ملکیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آراضی کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کہتے ہیں۔

و حق الملك في الاوحي كونه احق بالانتفاع من غير ما عليه حق الملك كما مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنا حق استعمال و انتفاع کا حق حاصل ہو۔

تعلیم و تربیت کے ذریعہ اخلاقی فضا اور قانون و اخلاق میں باہمی ربط پیدا کیا جائے گا کہ

لہ آراضی کے بارے میں راقم کی کتاب "اسلام کا زرعی نظام" کا مطالعہ مفید رہے گا جو مدوۃ المصنفین دہلی انڈیا سے شائع ہوئی ہے۔

اس کے بغیر مذکور تنظیمی تبدیلیوں کو نہ اسلامی قرار دیا جاسکتا اور نہ ان سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ اگر محض تنظیمی تبدیلی کے ذریعہ معاشی مسائل حل بھی ہو گئے تو اخلاقی اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے بہت سے نفسیاتی و سماجی مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے جن پر قابو پانا سخت مشکل ہوگا جیسا کہ بعض مسلم ممالک (مصر وغیرہ) میں یہی صورتحال درپیش ہے۔

یہ اچھی ظہن سمجھ لینا چاہئے کہ مذکورہ تنظیمی تبدیلی سے میری مراد تو یہاں نہیں بلکہ اسلامیانہ ہے جس میں اللہ کے سامنے جواب دہی کا تصور ابھرے گا اور حقوق سے زیادہ فرائض پر زور ہوگا۔

تبدیل اجتماعی ملکیت کا یہ مطلب ہے کہ حکومت ان کے لیے لائسنس جاری کرے گی ان پر عمومی گرانٹی قائم رکھے گی اور متعین مدت کے بعد پیداوار اور انتظام کی جانچ کرتی رہے گی اگر پیداوار میں کمی یا انتظام میں خرابی ہوگی تو اپنے قبضہ میں لینے کی مجاز ہوگی۔ اسی طرح حکومت بھی اختیار ہوگا کہ ان چیزوں کے برائے کام دوبارہ انفرادی ملکیت میں رہنے والے ہوں۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اشیاء کی مذکورہ فہرست نہ آخری ہے اور نہ کوئی دوسری فہرست کسی وقت آخری ہو سکتی ہے حالات کے لحاظ سے حکومت نئی فہرست بنائے اور پرانی فہرست تیار و بدل کرے گا پورا اختیار رکھتی ہے اسی طرح چند معدنیات کو چھوڑ کر انفرادی کو اجتماعی اور اجتماع کو انفرادی میں تبدیل کرنے کا بھی اختیار رکھتی ہے۔

پیرے کے تعمیراتی منصوبہ ۱۱ اور ۱۲ کے تحت میں چھوٹے پیمانے کی صنعتیں اور گھریلو صنعتیں شامل ہیں (الف) چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے لیے نجی و عوامی کمپنیاں قائم ہوں گی یا وہ انفرادی طور پر انجام پائیں گی ان سے متعلق قواعد و ضوابط شریعت کے موافق بنائے جائیں گے۔ اور حکومت دینی و منہجی امور کی ایک حد تک دیکھ دیکھ میں لاکھ وغیرہ مقرر کرنے کی مجاز ہوگی اور ان کے بعد یہ عوامی و اجتماعی میں آسکتی ہیں۔

دب، گھریلو صنعتوں کے لیے سرمایہ کی حد بندی نہ ہوگی۔ ان میں چونکہ گھر کے اکثر لوگ کام کرتے ہیں باہر کے مزدوروں سے کم کام لیا جاتا ہے۔ اس بنا پر نہ اوقات کار کا تعین ہو پاتا ہے اور نہ کام کی باقاعدہ تنظیم ہوتی ہے حکومت چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کے فرض دے گی اور ہر طرح سے ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہے گی۔

اسی طرح دوسرے اور تیسرے حصے سے دالہ میں حصص کی خرید و فروخت اور سابقہ کا سلسلہ بھی جاری رہے گا غرض اس طرح ایک طرف اجتماعیت کا تجربہ ہوگا تو دوسری طرف انفرادیت کو موقع ملتا رہے گا ان میں نہ کوئی آخری شکل ہوگی اور نہ کسی کو ذاتی وقار و اقتدار بٹھانے کے لیے باقی رکھے گا کہ وہ نہ یا اجتماعی حیثیت سے سرچشمہ رزق پر قابض ہو کر اللہ کی مخلوق کو غلامی پر مجبور کر سکے۔

## مصباح اللغات

معتمل عربی اردو لغت  
فوٹو آفٹ

پچاس ہزار سے زیادہ عربی لفظوں کا جامع و مستند ذخیرہ

یہ شامی عربی اردو لغت اپنی غیر معمولی خصوصیتوں کی وجہ سے جوابدہرین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آج تک اس درجہ کی کوئی دیکھنی نہیں ہوئی جس میں عربی الفاظ اور لغت کے اتنے بڑے ذخیرے کو ایسے نفیس ترجمے اور ترجمے ہوئے مطلب کے ساتھ اردو میں منتقل کیا گیا ہو۔ "المصباح" جو عربی لغت کی جدید کتابوں میں سب سے زیادہ نفیس و دلپذیر سمجھی جاتی ہے "مصباح اللغات" نہ صرف اس کا ترجمہ ہے بلکہ اس کی تیاری میں بہت سی بلند پایہ کتابوں سے اخذ و استنباط کی تمام صلاحیتوں سے کام لے کر مدد لی گئی ہے جیسے قاموس تاج العروس، لسان العرب، مقرب الموائد، نہایہ، مجمع البحار، مفردات، امام راغب، منہی الارب وغیرہ۔ صفحات ۱۰۲۸ سائز بہت ہی عمدہ۔ جدید چرمی خوبصورت اور مضبوط قیمت میں روپیہ ۱۰۰۔ اتر چھپن پریس

مکتب برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

# نوادرات و مخطوطات دارالمصنفین عظم گڑھ

جناب عبد المجید صاحب ندوی اسسٹنٹ ٹیچر

نیشنل ہائر سکولری اسکول، محمد پور۔ اعظم گڑھ

پچھلے دنوں۔ اقم الخوف کو ایم اس۔ عربی نے امتحان کی تیاری اور دارالمصنفین، اعظم گڑھ میں ملازمت سے اس شانہ رنو ادوات و مخطوطات سے استفادہ کا موقع ملا جو کتب خانہ دارالمصنفین، اعظم گڑھ کے نام سے متعارف ہے۔ ان نوادرات و مخطوطات میں بعض قدیمت، بعض تاریخی اہمیت، بعض خطاطی اور بعض فن کے اعتبار سے نہایت اہم اور قیمتی ہیں، انہیں دیکھ کر خیال ہوا کہ ان کا تعارف اصحاب علم و اہل ذوق حضرات کی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا، اس لئے ذیل میں ان کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

## (عربی مخطوطات)

۱۔ کتاب الجمل۔ اس کتاب کا پورا نام "کتاب الجمل فی اصول النحو" ہے جو اقسامہ زبانی

نوی کی مصنف ہے۔ مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر مصنف نے اسے اس اہتمام کے ساتھ لکھا ہے کہ ہر باب کے اختتام پر خانہ کعبہ کے سات طواف کرتے تھے۔

پیش نظر قلمی نسخہ دارالمصنفین کے شانہ، مخطوطات کا قدیم ترین نسخہ ہے تاریخ کتابت مشہور ہے۔ اس نسخہ کو ایک مرتب نے مشہور میں دیکھا ہے۔ اس کے

اوراق نہایت درجہ منتفخ اور جو سیدہ ہو گئے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے انہیں جمع و ترتیب دے کر مشعلہ میں اس کی ایک نقل تیار کرائی ہے یہ

نسخہ چھوٹی تقطیع کے ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۶ اسطر ہیں، خط پاکیزہ  
عربی نسخہ ہے۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ "نہج البلاغہ" حضرت رضی اللہ عنہ کے خطیبوں کا ہدایت قیمتی منتخبہ  
مجموعہ ہے۔ اس کے مرتب سید رضی اندین محمد بن زبیر بن علقمہ اس کی شرح ہے۔ شارح  
کا نام غزالدین عبدالمجید دکنی المتوفی ۱۱۵۷ھ ہے۔ یہ شرح کئی اجزاء پر مشتمل ہے  
وزیر نوید الدین محمد بن علقمی کے کتب خانہ خاص کے لئے لکھی گئی تھی، شروع کتاب میں  
شارح کے مختصر حالات زندگی ہیں۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حسب و نسب و  
فضائل و مناقب بھی مختصر طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔

پیش نظر قلمی نسخہ بہت قدیم ہے، اس پر شاہان گوکنڈہ کی پانچ سو بیس ثبت ہیں، تاریخ  
کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ صفحات کے درمیان خاص خاص فقرہ کو  
سرخ روشنائی سے ... نمایاں کیا گیا ہے۔ یہ متن کے بعد "اشرح" کے سرخ لفظ  
سے تشریح کا آغاز ہوا ہے۔ حاشیوں پر جا بجا نوٹ تاحی نوٹ بھی مندرج ہیں، یہ نسخہ  
کتابت کے کئی اجزاء کو شامل ہے۔ آخری عبارت یہ ہے۔

"هَذَا مَا انْقَهَى فِي هَذَا الْكِتَابِ مِنَ الْجُزْءِ الثَّالِثِ مِنْ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدًا وَمَعَ اللَّهِ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ"

۳۔ کتاب المیزان امام عبدالحوہاب بن احمد بن علی شہابی المتوفی ۸۵۷ھ کی مصنفہ  
ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں ائمہ مجتہدین کے مختلف مذاہب اور ان کے دلائل و اسان  
کے درمیان جمع و تطبیق کی سعی کی ہے انھیں مضامین و مسائل پر مشتمل مصنف کی ایک  
اور کتاب "المہجۃ البین فی ادلۃ المجتہدین" نامی بھی ہے۔

پیش نظر قلمی نسخہ ۴/ رمضان المبارک ۱۲۸۵ھ کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام  
محمد بن محمد المعروف بہ جلعولی ہے۔ ہر ورق پر پانچ سو بیس ہیں۔ متن میں "محمد عبدالحوہاب"

کندہ ہے۔ اور دو خوشدہ ہیں۔ کاغذ دبیز بادانی، خط عربی نسخ باریک، سات عدد تصویریں بھی اس کی زینت ہیں۔ ان تصویروں میں۔ شجرہ احکام شریعت، شجرہ مذاہب ائمہ مجتہدین وغیرہ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ پل صراط و میزان وغیرہ کے نقشے بھی ہیں تقطیع کلاں کے ۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۲۸ سطریں ہیں۔

۴۔ عمدة الطالب فی نسب ابی طالب کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ جمال الدین احمد المعروف بہ ابن عقبہ المتوفی ۷۲۸ھ کی مصنف ہے پیش نظر نسخہ تقطیع کلاں کے ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ میں ۷۷ سطریں ہیں۔ کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ تاریخ کتابت ۱۰۷۹ھ۔ کاغذ نہایت عمدہ دبیز بادامی ہے۔ خط عربی نسخ پختہ و جلی ہے۔

۵۔ نظام الغریب علی بن عیسیٰ بن ابراہیم رجبی کی مصنف ہے پیش نظر قلمی نسخہ عربی خط نسخ کا شاہکار ہے۔ کاتب کا نام محدثون الدین اور تاریخ کتابت شعبان ۹۹۸ھ ہے مرقا پریمین ہر جی ثبت ہیں۔ گلابی، دلا بوردی نگکاری کی گئی ہے۔ نسخہ مکمل ہے، متوسط تقطیع کے ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں۔ کتابت کا موضوع لغت ہے، مصنف نے بعض لغات کے استنوال کی بڑی نادر تحقیقات پیش کی ہیں۔

۶۔ رسائل اخوان الصفا چوتھی صدی ہجری میں بعض اہل علم کے ایک بورڈ نے جو اپنے آپ کو "اخوان الصفا" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اپنی متفقہ کوششوں سے مختلف فلسفیانہ موضوعات پر ۵۱ رسائل لکھے تھے۔ یہ رسائل "رسائل اخوان الصفا" کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ تفصیلی "اخبار الکمار" میں ان رسائل کے مؤلفین کے جو نام دئے ہیں، وہ ورنہ ابوسلیمان محمد بن سہروردی (متقدسی) ابو الحسن بن ہارون زنجانی، ابو احمد المہمبائی اور عوفی کے ہیں۔ یہ لوگ فرقہ باہنہ سے تعلق رکھتے تھے یہ رسائل فلسفہ کی ایک انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ اس میں افلاطون، فیثاغورث اور ارسطو سب کا فلسفہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی فلسفہ پر مذہب، اخلاق، اور تصوف کے جو اثرات پڑے ہیں ان کی تفصیل بھی

ہیں۔ لیکن بالیں ہمہ ان سے فلسفہ کی تعلیم نہیں بلکہ ایک خاص سیاق و سباق میں رکھنے والی ایک خاص جماعت تیار کرنا مقصود تھا۔

پیش نظر مخطوط ابتدائی چند رسائل پر مشتمل ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے انھیں ۱۹۴۱ء میں خرید لیا تھا، یہ نسخہ تقطیع کلاں کے ۵۲۸ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں کاغذ دبیر بادائی، خط عربی نسخ، کاتب کا نام اور نسخہ نمائیت درج نہیں ہے، نسخہ نہایت خوشنما و قدیم ہے۔

۷۔ وقایہ الاعیان احمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خفان المتوفی ۱۱۸۶ھ کی مشہور و معروف تصنیف ہے، اس کا مخطوط نامہ بی سے واضح ہے کہ دو قیادت ہے۔ پیش نظر قلمی نسخہ کیا گیا ہے، یہ نامہ بی بی بی کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام محمد بن محمد بن شرف الدین ہے، کاغذ دبیر بادائی، تقطیع کلاں نمائیت ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں خط عربی نسخ۔

۸۔ شرح اشارات ابو عبد اللہ محمد زبیر الدین عقیلی موسیٰ کی فلسفہ۔ بی مشہور کتاب ہے۔ پیش نظر قلمی نسخہ خط فارسی نستعلیق کا بہت عین نمونہ ہے۔ متوسط تقطیع کے ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں ہیں، کاغذ دبیر بادائی، کاتب کا نام اور سن کتاب درج نہیں ہے۔

۹۔ ایہواقیت و الجواب علم عقائد کی مشہور و معروف کتاب ہے، امام عبد الوہاب بن احمد بن علی شہرانی نے اسے بمقام مد ۹۵۵ھ میں تصنیف کیا۔ پیش نظر قلمی نسخہ محمد علی خان وشنش بن سلطان حسین کا مکتوبہ ہے، تاریخ کتب بہت درج نہیں متوسط تقطیع کے ۵۶۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں۔ خط عربی نسخہ ہے، کاغذ دبیر بادائی۔

۱۰۔ دلائل البیانات در روز طائف کا ایک مختصر رسالہ ہے اس کا پیرا نامہ "دلائل بیانات و شوارق الانوار" ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان سلمانی محسنی کا مرتبہ ہے، یہ قلمی نسخہ

بارھویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے کاتب کا نام درج نہیں، ابتدائی صفحات میں حرمین شریفین کی نہایت پاکیزہ تصویریں ہیں، یہ تصویریں اب تک تازہ و تازہ ہیں اور نہایت دلکش ہیں کتاب کی تاثیر میں ان سے اضافہ ہو گیا ہے۔

۱۱۔ مطالع الانوار عقیق نور کاشانی کی مصنفہ ہے، تواریخ و سیر کے معانی پر مشتمل ہے صفحہ اول سے صفحہ ۲۶۵ تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت سے وفات تک کے مختصر حالات ہیں، ۲۶۶ سے ۲۷۱ تک خلفائے راشدین کا تذکرہ ہے اور پھر علامات قیامت و احوال آخرت کے بیان پر کتاب تمام ہو گئی ہے۔

پیش نظر قلمی نسخہ ۶ ربیع الاول ۱۲۱۱ء کا مکتوبہ ہے کاتب کا نام محمد رضا بن محمد شفیع ہے۔ خط فارسی نستعلیق۔ کاغذ دبید، یاد دہانی سے توسط تقطیع کے ۴۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ بہ گیارہ سطریں ہیں۔

۱۲۔ تفسیر بیضاوی قاضی امام الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی کی شاہ آفاق تفسیر ہے پیش نظر قلمی نسخہ محمد ہاشم بن عبد الرزاق مشہدی نے رفعت المبارک شکرہ میں بمقام شہداء رفعا لکھا ہے۔ توسط تقطیع کے ۶۹۲ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ میں ۲۳ سطریں ہیں۔

۱۳۔ صحیح بخاری اپیش نظر قلمی نسخہ نہایت خوش خاد و خوش خط ہے، خط عربی نسخ، کاغذ دبید چمکا، تقطیع کدر فتاح بن ۶۱۱ صفحات پر ۳۳ سطریں ہیں، تاریخ کتابت ۱۵ ربیع الاول ۱۲۱۱ء اور ۱۲۱۲ء کا نام مصنف بن یحییٰ بن یحییٰ ثانی ہے۔

۱۴۔ اشرف فی تعریف توفیق المصطفیٰ مولفہ عیاض بن موسیٰ المعروف بہ قاضی عیاض المتوفی ۳۹۹ھ قاضی صاحب سند ہیں پیدا ہوئے، قلمیہ میں قاضی بن موسیٰ اور سرکش کے ہنر کنس میں وفات ہوئی۔ کتاب ۲۷۱ صفحات پر مشتمل ہے، ۲۷۱ سطریں ہیں، سبب طبع میں بہت مشہور کتاب ہے۔ پیش نظر فطوطہ ۲۷۱ ربیع الثانی ۱۲۱۱ء کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام احمد بن محمد ہے۔ کاغذ دبید، خط عربی نسخ، تقطیع نوروز ۲۳۸ صفحات پر مشتمل ہے



ہے۔ متوسط تقطیع کے ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ خط عربی نسخ، کاغذ عمدہ چمکنا۔ اول آخر کے چند صفحات کرم خوردہ اور قدرے بوسیدہ ہیں۔ آخری صفحہ پر ایک ہر میں "صدر جہاں" کندہ ہے۔

۱۹- المغنی فی اسرار الرجال مشہور محدث و محقق عالم مولانا محمد بن طاہر طینی المتوفی ۷۸۹ھ کی مشہور تصنیف ہے پیش نظر قلمی نسخہ شاہ رنگیلے کی ملک میں رہ چکا ہے۔ سرورق پر انھیں کی ایک بہ ثبت ہے۔ صفحات ۲۷۲ صفحات۔ کاغذ عمدہ دبیز۔ خط عربی نسخ، ہر صفحہ میں ۲۳ سطریں ہیں۔ سند کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں۔

۲۰- مہج الرجال فی سنن الاقوال حدیث کے مشہور عالم مولانا علی بن حاتم الدین المتوفی البغدادی کی مشہور کتاب ہے پیش نظر نسخہ ہدایت خوشنما و خوشخط ہے۔ ہر صفحہ پر حواشی و فٹ نوٹ بھی مندرج ہیں۔ خاص خاص فقروں کو سرخ روشنائی سے نمایاں کیا گیا ہے، تاریخ کتابت: ۹۸۳ھ ہے کاتب کا نام طاہر بن یوسف ہے۔ نسخہ مکمل ہے، متوسط تقطیع کے ۴۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۷۷ سطریں ہیں، کاغذ دبیز بادانی، خط عربی نسخ۔ اسی نسخہ کے ساتھ ایک دوسرے نسخہ سارہ بھی شامل ہے جو آداب و اسرار تصوف کے رہنما ہیں پر مشتمل ہے، یہ رسالہ بھی انھیں مصنف موصوف کا مولفہ ہے، اس کا نام "نعم التوصل لتحصیل الیقین والوکل" ہے اس نسخہ پر سند کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ قیاس سے کہ یہ بھی "مہج الرجال" کے زمانہ ہی کا مکتوبہ ہے۔

۲۱- اجیار العلوم پیش نظر نسخہ بنایت خوش خط عربی نسخ میں ہے، نسخہ ناقص الطریقین ہے کاغذ عمدہ، تقطیع متوسط، تاریخ کتابت اور کاتب کے نام کا پتہ نہ مل سکا۔

۲۲- تفسیرات الاحمدیہ ملا جیوں امینوی المتوفی ۸۳۷ھ کی مشہور تصنیف ہے۔ پیش نظر نسخہ مصنف کے قریب ہی تھا، کاکتوبہ ہے سرورق پر ایک شادی بہر ثبت ہے، کاتب کا نام احمد المودن بہمن بن محمد بن عبید اللہ ہے، تقطیع کڑاں کے ۴۴ صفحات اس کی حفاظت

ہے ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں۔

۲۳۔ انوار التشریح حسین بن محمد نیشاپوری کی مشہور تصنیف ہے۔ پیش نظر قلمی نسخہ سورہ "روم" سے سورہ "ق" تک مشتمل ہے۔ شاندار کا مکتوبہ ہے کاتب کا نام نصیر الدین بن سید صالح ہے۔ تقطیع کلاں کے ۶۱۴ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ میں ۳۲ سطریں ہیں۔  
۲۴۔ تحریر اقبال نظام الملک لوسنی کی تصنیف ہے۔ جامیڈی کے موضوع پر اچھی کتاب ہے یہ قلمی نسخہ خود حکیم رضوان شیرازی کا مکتوبہ ہے اس پر غلیغری کی مہر ثبت ہے۔ تاریخ کتابت ۱۰۸۵ھ ہے، کاتب کا نام ورجہ نہیں۔ تقطیع خود ۱۰۸۵ھ میں ہر صفحہ میں ۳۱ سطریں ہیں، کاغذ عمدہ دبیر اداوی، خط فارسی نستعلیق۔

۲۵۔ عمدة الجراحین ابن زبیر بن طب کے موضوع پر ابو الفتح بن موفق الدین استوفی کی مشہور تصنیف ہے۔ پیش نظر نسخہ ۴۰۰ رزیع الاول کا مکتوبہ ہے کاتب کا نام محمد ہے۔ خط عربی نسخہ، کاغذ دبیر اداوی، تقطیع متوسط، صفحات ۳۹۰ ہر صفحہ میں ۱۵ سطر ہیں شروع کے چند صفحات غائب ہیں۔

ماہنامہ شاعر بمبئی نومبر ۱۹۶۹ء

گاندھی نمبر

گاندھی صدی کی یادگار ترقیات کے موقع پر ایک عظیم و جلیل قومی پیشکش

گاندھی جی کی زندگی کے ارشادات، ان کی خدمات، ان کی سیاسی و سماجی بصیرت، ان کے دور کا ہم معروں پر مشاہیر اہل قلم کے نازہ صفائیں، ڈرامے، فیچر، فلمیں، گاندھی جی پر مشہور مصنفین کی لکھی ہوئی کتابوں کی تلخیص بڑے سیاست دانوں کے پیغامات و خیالات۔ ۶۱ صفحات پر فوٹو آفسٹ کی یادگار فنکارانہ تصاویر، صفحات ۳۳ قیمت: صرف چار روپے۔ ۵ پانچ رنگ کا نظر فریب شدہ ورق۔ ایجنٹ اپنے آرڈر جلد از جلد روانہ کریں۔ مستقل خریداروں کو ۹ روپے سالانہ چندہ ہی میں "گاندھی بڑے" پیش کیا جائے گا۔

پیش کیا جائے گا۔  
پیشکش کنندہ: پوسٹ بکس نمبر ۵۲۰، بمبئی عروج جی سی



جب کسی عورت کا شوہر چلتا تو اس کے رشتہ دار اسے عقد ثانی سے منہ کرتے ہیں کہ عقد ثانی ان کی نظر میں معیوب تھا اور ساگران کی مٹی کے غلط کوئی عورت عقد ثانی کو بیتی تو لوگ اس پر عین وطن کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالعموم بیوہ عورت اپنی چوری زندگی رنڈاپے میں کاٹی تھی۔

فوقہ کنبوہ کے بارے میں لکھتے ہوئے ذرا تین رقمہ لکھتا ہے:

” آج سے پہلے اس وقت کے مسلمانوں میں یہ بھی رسم تھی کہ اگر ان میں سے کسی کا داماد نکاح کے بعد اور رخصتی ہونے سے پہلے ہی گیا یا کسی عورت میں گزند ہو کر گندہ گیا تو لڑکی بیوہ عورتوں کا لباس پہن یعنی عقی سید

اس سلسلے میں ذرا تین نے ایک بہت ہی دلچسپ رقمہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک ہندوستانی حج اور زیارت کے لئے گیا ہو تھا۔ وہاں کے کسی بیوہ کو اس سے آٹھ ماہ تک حلقہ نا پڑا۔ وہ بارے کہ ایک شہر میں اس کی دوستی ہوئی اور یہ دوستی بہت بڑھ گئی تھی۔ دونوں بچے و شامہ ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ دونوں میں بہت دوستی کا ٹٹنی۔ اتفاق یہ ہوا کہ وہ ایک جوان کچھ دنوں تک اس ہندوستانی کے گھر نہیں آیا اور ہندوستانی نے اس کی جدائی کو بہت ریاہٹس کیا۔ ہفتہ دس دن کے بعد وہ ملا ہندوستانی نے اس کے گلا کرنا شروع کیا۔ عرب نے جواب دیا۔ یہ بھائی کیا کر رہا ہے میری ریا کا فلاں عرب سے ریا کی بات، وہ یہ کہ وہاں کوئی بیوہ نہیں تھی جو فیس کا انتہا کرنا اس وجہ سے عقد کی رات کو اس فیس کو شہر میں ملنے لگا اور پہلے تین چار دن

سہ ملاحظہ ہو۔ و با مستقر ص ۱۰۰۔ نقویۃ الامم ص ۱۰۰۔

نامہ شاہ ولی اللہ ص ۷۷

سہ ہفت نماشا۔ ص ۱۵۱۔

ضروری سامان بھیہا کرنے میں لگا رہا تھا۔ ہندوستانی مرد نے یہ بات سن کر لا حول پڑھی  
اس کا دوست اس بات سے بہت شرمندہ ہوا۔ اس نے دوستی کو بالائے طاق رکھا اور  
قاضی کے سامنے جا کر حقیقت حال بیان کیا اور قاضی کے حکم سے اس ہندوستانی کو گرفتار  
کر لیا گیا۔ قاضی نے کہا: اے شخص! خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہو کہ کیا یہ سچ ہے کہ  
اس کی ماں کے نکاح کی خبر سن کر تو نے لا حول پڑھ لی تھی۔ ہندوستانی نے جواب دیا۔  
بالکل سچ ہے اور میں نے ٹھیک ہی پڑھ لی تھی کہ میں پینتالیس سال کا ہونے کو ہوں، اس مدت  
میں کبھی بھی ہندوستان میں ایسا واقعہ میرے سننے میں نہیں آیا تھا۔

حالانکہ آپ اتنی سمجھتی تو نہیں رہی تھی کہ اٹھا رہی ہیں اور انیسویں صدی میں تھی  
کہ شاہ اسماعیل شہید کی بیوہ ہیں کا عقد ثانی نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی یہ رسم جاری ہے۔ احمد علی  
سے اپنا تعینہ زلی و شام؟ یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں لکھی گئی تھی، یہ واقعہ بیان کیا ہے جس سے  
انا۔ از۔ ۱۹۰۱ء کے عام سس نوں میں بیوہ کے عقد ثانی کو کتنا مذموم سمجھا جاتا تھا۔

”دیہیہ“ یا ”پیم“ اصل کی سب سے بڑی بہن تھیں۔ کم سنی ہی میں ان کی شادی بھوپال میں  
سید وحید الحق سے ہو گئی تھی جو بالکل غیر تھے۔ ابھی دوسرا بچہ گود دہی میں تھا کہ عین ماتم شباب  
میں باکتوں کی چوڑیاں ٹھنڈی ہو گئیں۔ حالانکہ اسلام نے نکاح ثانی کی اہمیت دی ہے مگر  
بنوں نے اپنے اوپر سنگہ اور ریشم تھام کر لیا۔ اس کی وجہ غالباً یہی تھی کہ ہندوؤں کے  
ہاں بیوہ کی شادی مذہباً مستحب ہے اور ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں پر بھی  
اس کے رسم و رواج کا اثر ہو نا لازمی تھا۔

۱۳۸-۱۳۹ء

دہلی کی شام از احمد علی (ترجمہ بقیس جہاں) ناشر جامعہ مکتبہ لمیٹید دہلی ۱۹۶۸ء

ص ۷۴

## توہم پرستی

قدیم ہندوستان میں علم نجوم کا عام رواج تھا۔ جب مسلمان ہندوستان آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی اور یہاں کے باشندوں سے ان کے تعلقات بڑھے تو انھیں بھی اس علم سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ علامہ الدین غلامی علیہ السلام کے دور حکومت میں عوام و خواص دونوں کو اہل بنجیم سے بڑی دلچسپی تھی اور فیاض الدین برفی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں علم نجوم کا عام رواج ہو گیا تھا۔ دہلی کا کوئی محلہ ایسا نہ تھا جس میں تجوی سکونت پذیر نہ ہوں۔ لوگ اور امرا و اپنے بچوں کے رائے تیار کروایا کرتے تھے اور اس کام کے صلے میں ان کو بڑے بڑے انعامات سے نوازتے تھے۔ ہندو اور مسلم سیکڑوں بنجیم اپنی دکانیں لگاتے اس کام میں معروف نظر آتے تھے۔ بنجیم کے مشورہ کے بغیر کوئی اہم کام شروع نہیں کیا جاتا تھا۔ برفی کا بیان ہے۔

”ابیرونی رقمطراز ہے ”ہمارے بنجیم اور ہندو بنجیم کے درمیان صرف ایک بات میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے ہمارے بنجیم اس حساب میں متوجہ مساعفات کو استعمال کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اس رات کارب جو اس دن کے بعد ہے، وہ ستارہ جو کارب یوم سے میرا پڑتا ہے اور برعکس (یعنی نیچے سے اوپر کی طرف) مشہور کرنے میں دن کے رب سے تیسرا پڑتا ہے ہندوؤں کے رب کو پورے یوم کارب قرار دیتے ہیں۔ رات کی تیسرا پڑتا ہے۔ اس کے لئے علیحدہ کوئی خاص رسم نہیں ہے۔ جمہور ہندوؤں کا یہی طریقہ ہے۔“

برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ کتاب ابہند (۱) - جلد اول - ص ۲۸۴-۲۸۹  
 ۳۷۳ ۳۷۳ ۱۹۹۳ء متوفی جنوری ۱۹۹۳ء - مصنف تاج فیروز شاہی علیہ الرحمہ فیروز شاہی

” اشرف شہر راسخے بودہ است کہ بے اختیار بنجم در بیچ ہے دست نہ زدند  
 و بیچ تطہیرے و کار خیرے و خواستگاری بے اختیار بنجم در دہلی نشدے “ ۱  
 ” اشرف شہر کی یہ سورتی رسم ہے کہ بغیر بنجم سے دریافت کئے کوئی کار خیر اور کوئی سالا  
 خواستگاری بغیر بنجم کی استعواب رائے کے نہیں ہوتا تھا۔  
 ایک ریسے ماحول میں رہتے ہوئے سلطان علاء الدین خلجی متاثر ہوئے بنانہ رہ سکا  
 اور بالخصوص اس کے حرم کی مستورات پر بخومیوں کا بہت اثر تھا ۲  
 اس عہد میں بخومیوں کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے برنی لکھتا ہے ۳

” منجمان عمر ملائی کہ ہم در استخراج احکام نجوم و ہم در رصد نبیدی ماہر و کامل بودند و از  
 بسیاری اکابر و اشرف و بزرگان و بزرگ زادگان کہ شہر دہلی بدایشاں مملو بود و علم نجوم  
 و رواجی تمام داشت و ہر محلہ از بنجم خالی نبود و بنجن از بادشاہ و ملوک و امرا و اکابر  
 و اشرف و خواجگان و خواجہ زادگان انعام و صدقات بسیار یافتندی و شاید کہ منجمان  
 چہار رصد و پانصد تقویم در دست کسی صد سو نو دنامہ فرزند ان ملوک و امرا و وزراء  
 و اکابر در خدمت بزرگان بہ سانیداری و بہدایا و انعام یافتندی کہ از ان روزگار منجمان بقاءیت  
 را اسستہ گذشتی و اشرف شہر راسخے سورت بودہ است کہ بی اختیار بنجم در بیچ ہمی دست  
 نزدندی و بیچ تطہیری و کار خیری و خواستگاری بے اختیار بنجم در دہلی نشدی و بنیانیاں و فتنیان  
 و صلاحیان و مولانا شرف الدین مظفر و فردکن عجب کہ از منجمان استاد بودند۔ از سلطان  
 علاء الدین دیہا و در ارصا داشتند و بنیانیاں کہ از ہم درین علم بیشتر بودند چندان  
 صدقات از سلطان علاء الدین و از حرم اوئی یافتند کہ ایشاں را انان اسباب عالی شد و در

۱۔ تاریخ فیروز شاہی ص ۳۶۳

۲۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۳۶۳-۳۶۴

مشہور مسلمانان و ہندوان بنجم بسیار بودند، نجمہ سعادت و مشاہیر اور ستارہ سخن ذکر کردن و جہ نیست و ہم در عہد علانی سہ سال معروف و چندین خوانندگان مشہور بودند۔

انہیں سے مولانا صدر الدین لوتی اور غزلی رماں کول (علی گڑھ) کے باشندے تھے تیسرے حسین الملک زبیری جو در اظہار علم ضمیر و کشف احکام مغیبات دیہوں اور دن گم شدہ ساحرہائی کردند۔

سلطان فیروز شاہ تغلق (متوفی ۱۳۸۸ء) کو علم نجوم و بیات سے بڑی گہری چسپی تھی وہ اکثر و بیشتر ”منہان دانا اور“ کا ہنار یا ایک بین سے ستاروں کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتا تھا اسے اس علم کا اس نے وسیع مطالعہ بھی کیا تھا اور بس فن میں کئی کتابیں بھی تصنیف کروائی تھیں۔ سیرت فیروز شاہی میں لکھا ہے:

”چندین معنفات و مولفات و قواعد آں بتالیف و تصنیف خاص مخصوص گشتہ و بالاد ارشاد حضرت مسطور مذکور است۔“

اس نے اسطراب سے ایجاد کیا تھا جو ”سطراب فیروز شاہی“ کہلاتا تھا اور اس کو منارہ فیروز آباد پر نصب کیا گیا تھا۔

جولانگھی کے مندرشہ میں فیروز شاہ کو نجوم پر ایک سنگسرت کی تصنیف دستیاب

۱۔ تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۶۳۔ ۳۶۴

۲۔ تاریخ فیروز شاہی (عقیقہ) ص ۲۱۱

۳۔ سیرت فیروز شاہی ص ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔

ہوئی تھی جس کا اس نے عز الدین خالد خانی سے نظم میں ترجمہ کر لیا تھا اور اس کا نام دلائل فیروز شاہی رکھا گیا۔ نظام الدین بخشی نے اس کا سطرانہ کیا تھا اور کتاب کے بارے میں اس نے اپنی رائے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

”الحق کتابیت متضمن اقسام حکمت علمی و عملی لہ

یہاں تک کہ عہد انقاد پر ایوتی نے بھی اس کتاب کی تعریف کی ہے لہ سبحان رائے  
بھٹارہ کی کا بیان ہے کہ فیروز شاہ کو یہ کتاب بہت پسند آئی تھی اور اس نے :  
”در صلہ آن بسیاری نقود از طلا و نقرہ و جامہ و جاگیر مرحمت کرد و مضمون آن کتاب اکثر اوقات مذکور فضل قدسی فی شرح لہ

ملاوہ ازین علم نجوم پر بار امیر کی مشہور تصنیف بار اہی سنگھ کے کا بھی فیروز شاہ نے ترجمہ کروایا تھا اور اس زمانے میں یہ کتاب علم نجوم کی اعلیٰ ترین کتابوں میں شمار کی جاتی تھی اور ابیرونی نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا لہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذخیرہ سر شاہ سلیمان میں اس کا ترجمہ ”کتاب النجوم“ کے نام سے موجود ہے۔ اس کتاب کے شروع میں لکھا ہے۔

لہ طبقات اکبری۔ ۱/ ص ۲۳۲

لہ منتخب التواریخ ۱/ ص ۲۴۹

لہ خلاصۃ التواریخ ۲/ ص ۲۴۴

لہ KERN (کرن) نے لکھا ہے اس کتاب کو کلکتہ سے شایع کیا تھا اور مشلا میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی رشیانک سوسائٹی آف بنگال کے رسالہ میں چھپا تھا۔

لہ ابیرونی نے اس کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ کتاب المعتمد (۱- ت) ۱/ ص ۲۰

لہ کتاب النجوم دسمبر ۱۵۲۶ء

” اس کتاب ترجمہ کردہ ازہندوی دستکرت، بقاری امام ائمہ عہد سحرینہ بخاری مؤلف  
تاریخ فیروز شاہی اصلع اللہ شانہ بر حکم و فرمان بادشاہ دین دار... ابوالمظفر فیروز شاہ...  
اس کتاب بارہا اپنی از نو اور کتب اہل جہد است“

فیروز شاہ تعلق قال پر کئی بہت اعتقاد رکھتا تھا اسلئے ہر کام اور مہم پر جانے سے قبل قرآن  
سے قال لکھتا تھا۔ اور حدیث کی کہ گورنروں کا تفریق قال دیکھ کر کرتا تھا اسلئے مزید برآں  
سلطان جادو، ٹوٹے، توید اور گنڈوں کا بھی معتقد تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ غالب سلطان کے  
اس دلچسپی کے سبب سے عبد القوی المعروف بہ ضیاء کے اپنی کتاب راحت الانسان اس کے  
نام مخون کی کئی۔ اس کتاب میں تین باب اور چوبہ فصلیں ہیں۔ اس کا پیشہ جہد توید گنڈوں  
اور عملیات مزیدہ پر مشتمل ہے۔

قرون وسطی کے مصنفین نے اس عہد کے بارے میں کافی تفصیلی نصاب دست نہیں کیا ہے بلکہ  
وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ علم نجوم بھی نصاب میں شامل تھا مگر پر فیض بن احمد نظامی  
نے خیال ظاہر کیا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ علم نجوم بھی طلبہ کو پیش کیا جاتا ہو۔  
عہد مغلیہ میں بھی علم نجوم سے گہری دلچسپی کا سلسلہ برآ۔ برچیتا رہا۔ اکبر بادشاہ کو اس  
فن سے بے حد ذوق پسند تھا۔ علم فنکیات میں ناچک نانی مشہور کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرایا گیا

۱۔ کتاب النجوم - ص ۱

۲۔ مفید - تاریخ فیروز شاہی / ۲۲۵

۳۔ ایضاً / ۲۲۵

۴۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات - ص ۳۴

STUDIES IN MEDIEVAL INDIAN HISTORY AND CULTURE - P-76

۔۔ یہ ترجمہ مکمل خاں گجراتی نے کیا تھا۔ لہٰذا اس مہدی سید میر شہرہ آفاق منجم تھا۔ اس کو دربار میں بڑی عزت حاصل تھی اور اس کی کئی پیشین گوئیاں صادق ثابت ہوئی تھیں۔ بعد القادری بدایونی اس منجم سے بہت متاثر ہوا تھا اور اس سے اس علم کے سیکھنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی۔ اس کا بیان ہے:-

” میری اس ماہر نجوم سے انہی دنوں شناسائی ہوئی تھی۔ میں نے اس علم کے سکھانے کی درخواست کی تو اس نے قبول کر لیا اور کہنا یہ اہل بیت کا خاص علم ہے اور اس کے لئے مجند شرائط کی پابجائی لازمی ہے۔ آخر میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ شیطانی شیعوں کے بعض مسائل کی تقلید سے متعلق ہیں اور یہ فال بھی دوسرے فالوں کی طرح جعلی اور انتزاعی ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنی قوت ارادی سے کام لے کر ایسے فال برآمد کر سکتا ہے۔ اس کا مجھے مشاہدہ بھی ہوا بلکہ میں نے خود بھی تجربہ کر کے دیکھ لیا اور انہی دنوں سید کی تعلیم کا احسان اٹھائے بغیر ہی میں نے فال کے اس طریقے کو سیکھ لیا۔“

اکبر بادشاہ نے مد آس کے لئے نصاب نجوم و تجویز کیا تھا۔ اور اس میں بادشاہ نے نجوم اور رمل کے مضامین کو بطور لازمی مضامین کے شامل کئے تھے۔

جہانگیر نے اور شاہ جہاں بادشاہ کے دربار سے اہل نجوم منسلک تھے۔ اور وہ بھی ان کے مشورے پر بڑی پابندی سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ ایک موقع پر جب شاہ جہاں بادشاہ نے دیکھا کہ اس کے امراء و حبیبت رائے بندیلہ سے متاثرہ کرنے میں پلوتی کر رہے ہیں تو اس نے

لہ آئین اکبری (۱-ت) ج ۱ حصہ ۱۷۲-۱۷۳ م ۱۹۲۰ء (ت) ص ۱۸۵ (فٹ نوٹ ۱)

۱۷۲۰-۱۷۱۹ م (ت) ص ۱۸۵-۱۸۶

۱۷۲۰ م (ت) ص ۱۸۵-۱۸۶ آئین اکبری (۱-ت) ج ۱، ص ۱۸۵-۱۸۶

۱۷۲۰ م (ت) ص ۱۸۵-۱۸۶

جہانگیر کو جو کچھ رائے منجم سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ یہ منجم کئی مرتبہ سونے میں تلوایا تھا۔  
تہذیب جہانگیری در فارسی، ص ۲۵۹-۲۶۰

درباری ہندو نجومی سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا اور اس کے مشورہ پر وہ ہذات  
خود اس مہم پر روانہ ہوا۔

ستر صفویں اور اٹھارہویں صدی میں علم نجوم کا عام چرچا اور خواص و عوام دونوں  
نجومیوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور ان کے مشورہ کے بنا کوئی اہم کام شروع نہیں  
کرتے تھے یہاں تک کہ جنگ کا وقت اور بچے کی ولادت کا وقت تک ان سے پوچھا جاتا تھا  
اور لالہ بادشاہ امرار اور دیگر اشخاص اولاد کے ہونے اور نہ ہونے تک کی بات  
تک ان سے معلوم کرتے تھے۔ بریتسر کا بیان ہے:-

”ایشانی لوگ اکثر احکام نجوم کے ایسے معتقد ہیں کہ ان کے نزدیک دنیا کا کوئی معاملہ  
ایسا نہیں ہے جو کوکب اور افذک کی گردش پر منحصر نہ ہو۔ اور اس لئے وہ ہر ایک کام میں  
نجومیوں سے مشورہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ عین جنگ کے وقت جب کہ دونوں طرف صفت بندی  
بھی ہو چکی ہو کوئی سپہ سالار اپنی منہم ست ساعت نکلو اے بنا ایشانی شروع نہیں کرتا تاکہ  
کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی نامبارک گھڑی میں ایشانی شروع ہو کر دی جائے بلکہ جنموں سے دریافت  
کے بغیر کوئی شخص سپہ سالاری کے عہدے پر یا مور بھی نہیں کیا جاتا۔ علی بن القیاس بدلا  
ان کی اجازت کے نہ شادی بیاہ جاسکتا ہے اور نہ کہیں کا سفر کیا جاتا ہے بلکہ ذرا اسی باتیں  
بھی ان سے پوچھ لینے نہیں کی جاتیں مثلاً لونڈی غلام کا خریدنا یا نیا کپڑا زیب تن کرنا اور  
اس احمقانہ توہم نے خلائی کوٹھواں ایسی وقت میں ڈاں رکھا ہے اور اس سے ایسے اہم  
اور نام فریب نتیجے پیدا ہوتے ہیں کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ اس قدر مدت سے ہر اقتدار  
کیوں کر قائم چلا آتا ہے۔ کیوں کہ ہر ایک تجویز سے خواہ وہ کسی سرکاری کام کے متعلق ہو  
یا نجی کے۔ اور ہر ایک معاملہ سے خواہ وہ معمولی ہو یا غیر معمولی نجومی کو واقف کرنا

ضروری ہے۔

دہلی اور سگرہ کے بازاروں میں نجومی اور رتاں اپنی پوتھیاں اور تختیاں لے کے اپنی اپنی دکانیں سر بازار لگاتے تھے اور ان کے ارد گرد لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ ان میں ہر قسم کے لوگ اور طرح طرح کی ضرورتیں لے کر حاضر ہوتے تھے۔ اور اپنے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کرتے تھے۔

برہنہ ستر منظر ہے۔

”اور ہندو اور مسلمان نجومیوں اور رتاؤں کا سرخ ہے اور یہ فیاض نجومی دھوپ میں ایک میلہ سا قابیل کا ٹھکانہ سمجھے رہتے ہیں جن کے پاس علم ریاضی کے کچھ پڑانے آلات ہوتے ہیں اور سامنے ایک بڑی سی کتاب کھلی رکھی ہوتی ہے جس میں بارہ برجوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں اور اس بارے میں وہ لوگ راہ چلتے لوگوں کو پھسلاتے اور فریب دیتے ہیں اور عوام بناس غیب دان سمجھ کر ان سے رجوع کرتے ہیں اور یہ ایک پیسہ لے کر ان کو ہتلاتے ہیں کہ ان کی قسمت میں آئندہ کیا ہونا ہے اور ان کے ہاتھ اور سر چہرہ کو خوب دیکھ بھال کر اور کتاب کے ورق پلٹ کر یقین دلاتے ہیں کہ گویا واقعی کچھ حساب لگا رہے ہیں اور یہ لوگ جس کام کی بات ان سے سوال کرتے ہیں اس کے لئے ”وقت“ اور ”ساعت“ یعنی بہورت بتاتے ہیں ورنہ ان کو نہیں سر سے پاؤں تک ایک سفید چادر اوڑھ کر ان کے

۱۔ برہنہ۔ فوجانچہ و سیاحت (مراد آباد ۱۸۸۸ء) ج ۱/ ص ۲۸۲

نیز ملاحظہ ہو۔

TERRY-AV. YAGE TO THE EAST INDIES. (L. 1655) PP.

220-223 THE EVENING AND CAVERI: INDIAN TRAVELS

(DELHI 1999) PP. 194-196 PETER NUNY TRAVELS ETC. II. PP. 195-196

پاس جتے ہوتی ہیں اور اپنی تمام عور کے امور ات کی نسبت ان سے پوچھ کر تھی اور اپنے تمام دلی بھید ان سے کہہ دیتی ہیں۔ سلسلہ

مابعد بریسر نے ایک پرنس کا حال یہ کیا ہے جو گواہ ہے کہ اس نے اس وقت بڑا بڑا تھا۔ سلسلہ  
ان غویوں کے ساتھ بازاریں بیٹھتا ہوں جو گورنر کو سب وقتوں پر ہاتھ لگتا۔ سلسلہ

بعد ازیں مصنف نے لکھتا ہے کہ جن غویوں کا ذکر اس نے کیا ہے وہ اس وقت تک زندہ تھے کہ وہ سمجھے جاتے تھے اور حکومتی قیادت میں دوستوں پر چڑھتے تھے۔ وہ اسے لکھتا ہے۔

”تمام ایشیا میں یہ سب اصل و ہم پھیلنے والے تھے اور خود کشانہ اور بڑے بڑے امیران  
فریبی غیب گویوں کو بڑی بڑی تہذیبیں۔ سلسلہ ہم لکھتے ہیں اور یہی سلسلے کے کوئی  
ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی شروع نہیں کرتے۔ یہ سلسلے گویا انسان میں کئی باتیں جانتے ہیں۔ سلسلہ  
کام کرنے کے لئے مبارک گڈی جو بڑھ کر تھے اور پراپک شہر کو فزائن سے زل سے زکات  
حل کرتے ہیں۔“ سلسلہ

منوچی کے بیانات سے بریسر کے بیان، مصدقہ ہوتی ہیں۔ سلسلہ غریب بچی میں سال اس نے  
ہندوستان میں قیام کیا تھا، اور اس سے بدلتے ہوئے ان تمام باتوں کا منہ بندہ کیا تھا۔ وہ  
لکھتا ہے۔

”کوئی بھی بڑا آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے گوس ایک غوی سلسلہ نہ لکھتا ہو۔ سلسلہ  
کسی کام کے لئے یہ جانتے کے لئے ہیں اس سے مشورہ کرتا ہے کہ یہ سلسلہ کہ وہ کس  
وقت اور ساعت نیا لباس زیب تن کرے۔“ سلسلہ

سلسلہ بریسر وقائع سیر و سیاحت ج ۲ ص ۲۵۶-۲۵۷

سلسلہ وقائع سیر و سیاحت ج ۲ ص ۲۵۷ جلد دوم

سلسلہ ایضاً ص ۲۵۷-۲۵۸ جلد دوم

کرنا ہے، منزل اور ہندو دونوں اتنے سرسبز الاعتقاد ہیں کہ وہ لوگ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ اس پر یقین کرتے ہیں۔ ۱۷

مآثر عالمگیری اور منتخب اللباب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے جلوس کے باہو میں سال تمام ان نجومیوں کو جو دربار شاہ زادوں اور صوبہ داروں کے منسلک تھے، برطرف کر دیا تھا۔ بلکہ اس حکم کی تعمیل اپنی سختی سے کی گئی تھی کہ بختا و صفاء نے ان لوگوں سے چھلکے لکھوائے تھے کہ سال نو کے آغاز پر جنم پڑیاں نہ بتائیں اور نیز اس مضمون کے احکام دیکر صوبہ جات کو بھی روانہ کئے گئے۔ ۱۸

اورنگ زیب کی وفات کے بعد پھر پہلے سی صورت حال پیدا ہو گئی۔ اور نجومیوں اور سائون کا ستارہ بلند ہو گیا۔ بادشاہ سے لے کر عوام تک ہر طبقہ کے لوگوں میں ان کی آؤ بھاگت مٹی اور ہر شخص ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہر کام کے بارے میں مشورہ طلب کرنا لگا۔ اس عہد کے ادب میں نجومیوں کے اثرات کی مثالوں کی کمی نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ افواج سب نے احمد شاہ ابدالی کا پہلے دن اس سے مقابلہ نہیں کیا تھا کہ نجومیوں کے حساب کے مطابق وہ دن جنگ کے لئے مبارک نہیں تھا۔

---

۱۷۔ غوجی (انگریزی) ج ۱ ص ۲۱۳-۲۱۳ دارالاشکوہ کو نجومیوں سے بے حد عقیدت

تھی ایضاً ج ۱ ص ۲۲۲-۲۴۸-۲۴۸، ۲۴۸، ۲۴۸، ۲۴۸

۱۸۔ ذاقی خان ج ۲ ص ۲۱۴-۲۱۵۔ حوالہ کہ بادشاہ ہونے سے پہلے اورنگ زیب بھی نجومیوں

سے مشورہ طلب کرنا تھا۔ غوجی ج ۱ ص ۶۶

۱۹۔ محمد سائق مستوفی۔ مآثر عالمگیری (۱۔ ت ۱ ص ۱۶۱) برائے تفصیل میر المتاخرین

(انگریزی ترجمہ) ج ۳ ص ۲۵۸

# وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

فَآتِیْ مَرَادِ اَبَلٰی



قابلِ صد آفریں ہیں دورِ حاضر کے دماغ  
 ذہن کو حاصل ہوا ہے ارتقائے لامکاں  
 وہ زمین ہو، آسماں ہو، آب یا کوہ و دمن  
 سب کے سب زیرِ نیکیں، زیرِ اثرِ انسان کے  
 ہر نفسِ ایجادِ نو ہے، باعثِ آرامِ جاں  
 جوہری طاقت سے ہر بریز ہر ذرہ یہاں  
 فاصلے برسوں کے طے ہوتے گئے لمحات میں  
 ساکنانِ فرش کی اب آشنائی ہو گئی  
 ٹیلیوژن ریڈیو اور سامانِ لاسکی نظام  
 صوفشاں ہے فرش سے تلویشِ قندیلِ خرد  
 کاوشِ میہم سے جن کی ہو گئے روشن چراغ  
 علم اور ایجاد کی مشعل سے تاباں ہر جہاں  
 وہ ہوا ہو، برق ہو، یا کہ بھول نہرو و سمن  
 طاقتِ ادراک سے رُخِ پھر گئے طوفان کے  
 منزلِ عظمت کی جانب ہر رواں یہ کارواں  
 مدبرِ روشن کی طرح ظاہر ہر ہر ستر نہاں  
 ہے خلدوں کی حکومت آدمی کے ہاتھ میں  
 چاند تاروں پر بھی انساں کی رسائی ہو گئی  
 کہہ رہے آدمی کے ذہنِ عالی کو سلام  
 سو گئی ہے نور کی آغوش میں سبِ خرد

ناز کرتی ہے مشیتِ عقلِ انسانی پہ آج

ہو گیا ہر طاقتِ دنیا پر انسانوں کا راج

# تبصرے

## مجلات و رسائل

اسلام اور عصر جدید ایڈیٹر ڈاکٹر مسید عابد حسین تقی طبع متوسط صفحات ۱۱۲۔

نوابت و طباعت بہتہ سالانہ قیمت - ۱۵۰ پتہ: جات نگر نئی دہلی - ۲۵۔

اسلام کو اپنی تاریخ میں دنیا کی بڑی بڑی تہذیبوں سے سابقہ پڑا ہے اور کہیں اس کی کمر نہ نہیں ہوئی لیکن آج اس کا مقابلہ عصر جدید کی اس تہذیب سے ہے جس کے جلو میں علوم و فنون، سائنس اور ٹیکنالوجی صنعت و حرفت ایجادات و اختراعات سوشلزم اور جمہوریت میرٹ فکر و آزادی عمل کے انبوه در انبوه شکر اور ساز و سامان ہیں اور دوسری جانب پسماندگی اور مرعہ بیت۔ دل شکنگی، ہوش گستگی خود کی کا احساس ہے اس بنا پر کوئی شبہ نہیں کہ آج اسلام کا سابقہ ایک نہایت قوی اور ناقور حریف ہے اور اس لیے ضروری ہے کہ اسلام میں ترقی اور ترقی طور پر وہ توانائی پیدا کی جائے جس کے باعث وہ تاریخ کے اس دور میں بھی اپنی انفرادیت، اور وجود کو قائم رکھ سکے اور اگر ممکن ہو تو دوسروں کو متاثر بھی کر سکے۔ یہی وہ ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لیے چند اصحاب علم و فضل اور ارباب فکر و نظر نے جامعہ نگر میں ۱۰ اسلام اور عصر جدید سوسائٹی کے نام سے ایک ادارہ بڑی امنگوں کے ساتھ قائم کیا۔ یہ ادارہ اسلام اور عصر جدید "آئی ادارہ" کا سامانی چاہیے، ہمیں اب تک اس کے نمبر موصول ہوئے ہیں اور زبرد ویر و زور ہند کے اباب علم و قلم کے مقالات پر مشتمل ہیں۔

اصحاب ان سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے ادارہ کے اساسی مقصد سے تعلق رکھتے ہیں

اور معیاری ہونے کے باعث معلومات افزا اور لائق مطالعو ہیں۔ اس موقع پر یہ عرض کرنا  
 بے عمل نہ ہوگا کہ بعینہ یہی کام ڈاکٹر اقبال مرحوم کے ذہن میں تھا اور وہ خود اس کو  
 کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ سیدہ میں دارالعلوم دیوبند میں اختلافات کے باعث جب  
 حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے دیوبند کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا  
 اور راقم الحروف اس کے بعد ڈاکٹر صاحب سے لاہور میں ملا تو ڈاکٹر صاحب نے استعفیٰ پر  
 بڑی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اب میں مولانا انور شاہ کو لاہور بلاؤں گا اور ہم دونوں  
 مل کر وہ کام کریں گے جو میری زندگی کی آخری تمنا اور آرزو ہے پھر فرمایا "تین عرصہ جدید" کو خوب  
 جانتا ہوں لیکن "اسلام" کو ایسا نہیں جانتا اور دوسری طرف مولوی انور شاہ اسلام کو  
 خوب جانتے ہیں مگر عرصہ جدید سے ایسے واقف نہیں ہیں اس لیے ہم دونوں مل جل کر اس  
 کام کو انجام دیں گے اور یہ کام اس زمانہ میں وقت کی عظیم ترین خدمت ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب  
 سے جو لوگ قریب تھے انہیں معلوم ہے کہ مرحوم کے دن میں اس کام کی بڑی لگن تھی لیکن  
 انہوں نے کہ ادھر ڈاکٹر صاحب کی صحت اچھی نہیں رہی اور ادھر حضرت شاہ صاحب  
 لاہور میں قیام نہ فرمائے اور اس کام کا آغاز بھی نہ ہو سکا اس واقعہ کو بیان کرتے کا مقصد  
 یہ ہے کہ آج دنیا میں نہ اقبال موجود ہیں اور نہ شاہ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ادارہ کا پیش نظر  
 مقصد باحسن و بجا اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب کہ ادارہ کو دروزں قسم کے حضرات کا  
 پورا تعاون اور اشنہ اک حاصل ہو لیکن بجل کے شروع میں مجلس ادارت کے چودہ ممبروں  
 کی جو طویل فہرست چھپی ہوئی ہے اس پر ایک نظر ڈالنے سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً ادارہ  
 کے نزدیک عرصہ جدید کے ماہرین کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اسلام کے ماہرین کو نہیں ہے  
 اگر خدا نخواستہ ہمارے اندیشہ صحیح ہے تو اسلام کا مرینز ناتواں کہہ سکتا ہے۔

تمہارے دشمنوں کو کیا پڑی تھی میرے ماتم کی

لیکن ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کی ذات سے توقع رکھنی چاہئے کہ وہ اس کی نوبت

نہیں آئے دیں گے۔

**عزائم** ایڈیٹر ڈاکٹر محمد آصف قدوائی۔ ہفتہ وار۔ سائز اہلال کتابت و طباعت اعلیٰ صفحات سولہ۔ سالانہ قیمت۔ 6/-۔ پتہ باغ گونگے نواب لکھنؤ۔

ہفتہ وار ندائے ملت "لکھنؤ کا مشہور اخبار ہے اور مسلمانوں میں بڑا مقبول بھی ہے پچھلے دنوں اس کے علم میں اختلافات پیدا ہوئے اور اختلافات بذات خود کتنے ہی برے ہوں لیکن ان کا ایک اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ جن حضرات کے دم سے ندائے ملت کا وقار قائم ہوا تھا انہوں نے وہاں سے الگ ہو کر عزائم کے نام سے اپنا ایک الگ ہفتہ وار شائع کرنا شروع کر دیا ہے یہ پرچہ کئی ماہ سے بڑی باضابطگی اور پابندی سے نکل رہا ہے اور اس کا طے طعنہ اور طعراق وہی ہے جو ان حضرات کی موجودگی میں ندائے ملت کا تھا۔ وہی لب و لہجہ وہی سنجیدگی فکر کے ساتھ زور قلم مختلف قسم کے معلومات افزا مضامین اور تراجم۔ سیاسی تبصرے اور مسلمانوں کے معاملات و مسائل کی جرأت مندانہ مگر بصیرت اور ہوشمندی کے ساتھ ترجمانی۔ اور باب ذوق کو غموں اور مسلمانوں کو خصوصاً اس کی قدر کرنی چاہئے۔

**نقیب** ایڈیٹر جناب شاہد صاحب، ام گری اہلال سائز ہفتہ وار ضخامت سولہ صفحات کتابت و طباعت بہتر۔ سالانہ قیمت۔ 15/-۔ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔ امارت شرعیہ بہار کا پرانہ ترجمان ہے لیکن اب ایک ڈیڑھ برس سے نئی آب و تاب اور بڑے اہتمام و انتظام سے نکل رہا ہے۔ مسلمانوں کے معاملات و مسائل پر خصوصاً اور ملک کے حالات پر عموماً اس کے ادارے اور شذرات بھی فکر انگیز ہوتے ہیں۔ قادی امارت شرعیہ کی خبریں اور دو ایک مذہبی یا۔ سیاسی مضامین اس کی ہر اشاعت میں لازمی طور پر ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ملک کی اسلامی صحافت میں اس کا بھی ایک نمایاں مقام ہے۔

ہفت روزہ ندائے ملت لکھنؤ کا تعلیمی نمبر مرتبہ محمد عثمان صاحب مدتی ضخامت 4 صفحات کتابت و طباعت اعلیٰ قیمت 2/50۔ پتہ 99 گونگے روڈ۔ لکھنؤ۔

آج کل مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا اہم مسئلہ تعلیم کا ہے۔ کیونکہ آئندہ نسلوں کا بگڑنا اور دنیا کی پر موقوف ہے لیکن سخت افسوس اور بڑے دکھ کی بات ہے کہ مسلمان عوام میں عام طور پر تعلیمی مسائل کا شعور ہی نہیں پایا جاتا اور اس لیے ان کی اولاد اسی ڈگر پر چل رہی ہے جس پر دوسرے لوگ چل رہے ہیں۔ عام مسلمانوں میں بھی شعور پیدا کرنے کی غرض سے ندائے ملت کا یہ خاص نمبر شائع کیا گیا ہے۔ اس میں اس کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم کا باہمی حال اور مستقبل ان تینوں کی تصویر کچا طور پر سامنے آجائے۔ چنانچہ اس میں دیوبند علی گڑھ ندوۃ جامعوں اور اترپردیش میں دینی تعلیم کے مکاتب پر مقالات کے علاوہ آج کل مختلف ریاستوں میں مسلمانوں کے جو تعلیمی حالات اور اس کا نظام ہیں ان پر بھی انگ انگ مستقل مضامین ہیں اور سکولرزم کے پردہ میں آج کل ملک میں کس طرت کی تعلیم کا پلن ہے اس کی پردہ دری بھی کی گئی ہے۔ مضامین سب کے سب محنت و توجہ سے لکھے گئے ہیں اس لئے معلومات افزا بھی ہیں اور بصیرت افروز بھی یہ نمبر مسلمانوں کے تعلیمی مسائل پر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اسی بنا پر مسلمانوں کے علاوہ جو حضرات تعلیم کے منعمون سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کو بھی اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ البتہ اس نمبر کا ختمہ نظم بہت کچھ چھسا اور میاں سے گرا ہوا ہے

ماہنامہ الفاروق رامپور کا سیرت نمبر مرتبہ مسرت حسین صاحبہ۔ آزاد تنظیم کلاں  
صفحات قیمت۔ ۱۹۶ ۳/ پتہ نبرنگہ آزاد خاں۔ رامپور یو۔ پی۔

الفاروق کم و بیش دو برس سے شائع ہو رہا ہے۔ اس میں مذہبی اصلاحی، علمی و ادبی قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ یہ خاص نمبر سیرت مبارک پر ہے۔ اس میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کی کوئی قید نہیں ایسے مقالات تیار کر کے گئے ہیں جو مستند ہیں اور جن سے آغختہ طے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے کسی نہ کسی پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ ختمہ کے علاوہ نظم کا حصہ بھی خوب ہے۔

پیشہ پیش بھاری پن اور پیسے میں ملن سے  
جلد آرام کے لیے

پیشہ پیش

پیشہ

پیشہ پیش کے درد، کھٹا کھٹا، اچھا برا، ملن میں ملن کے  
کمی اور کھٹا کے بعد طبیعت کی شہادت و شہادت میں  
نہایت مفید ہے۔

۱۱۱



اُردو زبان میں  
ایک عظیم الشان تربیتی و تعلیمی ذریعہ  
حصہ العشرون

فصل میں لکھا ہے کہ ایک نیا ہیتم ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں سے، جب یہ سب شروع  
ہو گیا۔ اور اس کے بعد ہی درمیان میں عینیت پر اس دیکھنے کوئی تا کہ کسی اور میں سے  
نہیں ہونی پوری کتاب چار فیصد میں لکھیں ہوں یہ اس کے مجموعی فصلات ہیں۔  
چھتہ واپس اس فصلت میں اس کے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا نام  
پیغمبروں کے مکمل ہیتم و توقعات۔

[illegible]

قیمت صد روپے، روپے صد روپے، پنج روپے چھ سو ساٹھ روپے، چھ سو ساٹھ روپے نو روپے  
قیمت مکمل ساٹھ اکتیس روپے، ہجرت فی صد فعل، ارحم، روصہ، غمہ، فی صد دو روپے

پیشہ نگاہ گتیبہ جربان اردو بازار جاتی مجددی :

سالانہ قیمت دس روپے  
فی پرچہ ایک روپیہ



عظیم ہادی محقق احمدی نے اردو بشر نے اجماع پر دہلی میں طبع کیا کہ خیراں دہلی سے خارج کیا

ندوة ائین دہلی کا علمی و دینی ماہنامہ

# برپاک

مرتب  
سعید احمد بک آبادی



# برمکان دہلی

جلد ۶۳	رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ مطابق نومبر ۱۹۶۹ء	شمارہ ۵
--------	---------------------------------------	---------

۲۹۰	سعید احمد اکبر آبادی مولا تاج محمد قی امینی	نظرات ریڈیو پرویت ہلال کی خبر
۲۹۶	ذات النہد دینیات سلمہ یونیورسٹی میٹھہ پروفیسر شیخ فرید بہمان پوری	کتبہ ہار گلہ
۳۱۴	(مدرسہ شعبہ اردو ذریعہ جیپسیر یونیورسٹی) ڈاکٹر نعمت محمد سب	ہندو تہذیب اور مسلمان
۳۳۹	دات از تارخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	
۳۵۰	سعید احمد اکبر آبادی	باب التقریظ والانتقاد
۳۵۵	جناب الہ مظفر نگری	ادبیات غزل
۳۵۵	جناب سعادت نظیر	”
۳۵۶	س۔ ع	تبصرے

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نظرات

### النِّبَاۃُ الْعَظِیْمُ

ان لوگوں سے قطع نظر جو کسی جارحیت پسندانہ ذہن یا عقیدہ کے باعث بڑے سے بڑے جرم اور گناہ کو بھی درست اور صحیح سمجھتے ہیں۔ ایک عام نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کسی خاص جذبہ کے ماتحت جب کوئی بُرا کام کرتا ہے تو یہ سمجھتے ہوئے کرتا ہے کہ وہ برا ہے لیکن جب وہ اس کام کو دوبارہ کرتا ہے۔ تو اس کی برائی کا احساس بھی کم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کئی مرتبہ کی تکرار کے بعد اس کام کی برائی کا احساس ہی باقی نہیں رہتا۔ اب وہ اپنے فعل پر درست نہیں بلکہ فخر محسوس کرتا ہے۔ اور اگر کوئی اسے ملامت کرتا اور برا بھلا بتاتا ہے تو وہ تاویل و تویہہ کرنے لگتا ہے۔ انسانی عمل و کردار کا وہ مقام ہے جسے مذہب کی بنیاد میں تسویٰ شیطان کہتے ہیں۔ یہ نفسیاتی حقیقت جس طرح افراد و اشخاص پر صادق آتی ہے۔ اسی طرح جماعتوں اور قوموں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ گجرات کے فسادات کے سلسلہ میں متعدد انگریزی اخبارات نے اس پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ اس مذہب ہونا کتنا ہی ویربادی کے بعد بھی وہاں کی اکثریت میں

بحیثیت مجموعی ندامت اور پشیمانی (Repentance) کے آثار نہیں پائے جاتے۔  
 — یہ اگر صحیح ہے تو سمجھنا چاہیے کہ بد قسمتی سے ہمارا سماج اور معاشرہ جو بائیس برس سے مسلسل  
 آگ اور خون کی بولی کے مناظر دیکھتا چلا آ رہا ہے۔ اور جس کے نوجوان اسی ماحول اور  
 فضا میں پیدا ہوئے اور پل بڑھ کر بٹے ہوئے ہیں اب وہ عمل و کردار اور ذہن و  
 تخیل کے اسی مقام پر پہنچ گیا ہے۔ جہاں مذکورہ بالا نفسیاتی حقیقت کا ظہور ہوتا ہے۔



اس کی مزید تائید و توثیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ اکثریت میں ایک طبقہ کا یہ دھرم  
 ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں فساد ہوا تو بجائے اس کے کہ بحیثیت انسان کے مظلومین  
 اور بلاکشاں رنج و مصیبت کے لئے اس کی زبان سے ایک دو لفظ ہمدردی کے ادا کرنا  
 کے فعل پر اظہارِ مذمت کے نکلیں یہ فوراً انہیں غریبوں کو جلا کئی باتیں سنائی شروع کر  
 دیتا ہے۔ جس کے معنی بالواسطہ یہ ہوئے کہ کشت و خون اور سلب و نہب کا ہنگامہ کرنے  
 والوں نے جو کچھ کیا اس میں وہ معذور تھے اور اس لئے کسی سزا کے مستحق نہیں ہیں۔ یہ طبقہ  
 اپنے دل کا کپٹ اس قسم کی باتیں کہہ کر نا پر کرتا ہے کہ (۱) ہمارے پہلے مسلمانوں نے کی  
 تھی۔ (۲) مسلمان پاکستان دوست ہیں۔ (۳) مسلمان قوی دھارے سے الگ ہیں۔ اور  
 کسی کی دلیل یہ ہے کہ ان کا پرسنل الگ ہے۔ (۴) جب تک وہ ہندو کلیجہ اور تہذیب  
 اختیار نہیں کریں گے وہ ملک کے شہری نہیں ہو سکتے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ وہ عام باتیں ہیں جن کو اس طبقہ کے افراد ہر رٹے فوڈ کے بعد تحریروں اور  
 تقریروں میں بر ملا کہہ کے مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑکتے اور اس طرح خود اپنی شرافت کا  
 ثبوت ہیا کرتے ہیں احمد آباد اور کجرا ..... جس نے گزشتہ تمام فسادوں کا  
 ریکارڈ توڑ دیا۔ اس کے بعد دنیا نے بڑی حسرت اور تعجب سے دیکھا کہ اس مرتبہ اس  
 ننگ انسانیت طبقہ کی ہم نوائی کا ثروت بھودان تحریک کے ایک عظیم لیڈر کو بھی حاصل

تھا۔ جس کو پاکستان تک میں انصاف پسند کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ غور کیجئے تو اس کا سبب بجز اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ فسادات کے تسلسل اور ان کی یکسانیت نے ہندوستانی سماج کے ضمیر کو بے حس اور بے جان اس حد تک کر دیا ہے کہ ایک خاص اقلیت کے ساتھ اب ظلم ظلم نہیں رہا۔ بلکہ لڑکوں کا کھیل بن گیا ہے۔

آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ وہی چھوٹے چھوٹے واقعات جن کی بہ قول شیخنے ابتدا مسلمانوں کی طرف سے ہوتی ہے اور جو فساد کا باعث بنتے ہیں۔ یہ بلکہ "تکڑے بڑے بڑے واقعات ہندوؤں میں آپس میں یا ہندوؤں اور دوسرے غیر مسلموں میں آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ واقعات افراد و اشخاص تک محدود رہتے ہیں اور فساد برپا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس کسی مسلمان کی طرف سے پتہ بھی کھڑا ہے تو فرتہ درانہ سادہ کا ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ مختلف تاریخی اور سیاسی عوامل کے باعث ملک کی تقسیم کے وقت مسلمانوں کے متعلق ہندو سماج کا جو عام ذہن تھا۔ آزادی کے بعد اس کی اصلاح کی کوئی قدر سی کوشش بھی نہیں کی گئی۔ اور نہ صرف یہ کہ کوشش نہیں کی گئی، بلکہ ایک طبقہ کی طرف سے جو مذہبی اور سیاسی دونوں حیثیتوں سے نسطانی رجحانات رکھتا تھا۔ ہندو سماج کے اس عام ذہن کو مسوم سے مسوم تر کرنے کی باقاعدہ اور مثبت ہم چلائی گئی۔ اس سلسلہ میں انصاف تعباد کے ذریعہ بچوں کے ذہن کو متاثر کیا گیا۔ نیم فوجی تنظیمات کے ذریعہ نوجوانوں کے دماغ میں اسلام اور مسلمانوں کی تہذیب کے خلاف نفرت اور عناد کے زہر پلے جراثیم پیدا کئے گئے۔ اور اخبارات و رسائل میں غلط سلط تاریخی واقعات کا حوالہ دیکر عام لوگوں میں ملک کی اس عظیم اقلیت کے خلاف بددلی، بیزاری اور استغناء کے جذبات ابھارے گئے۔ ظاہر ہے ہندوؤں میں ایک عظیم اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے

جو اس جارحیت پسند طبقہ کے ہم نوا اور ہم خیال نہیں ہیں۔ لیکن جب کسی ایک خاص فرقہ کے متعلق ایک طبقہ کی طرف سے مسلسل بائیس برس تک نہایت منظم طریقہ سے اور اشاعت و تبلیغ کے تمام جدید وسائل و ذرائع کی مدد سے ایک بات جو خواہ فی نفسہ کتنی غلط اور بے بنیاد ہو، یکسانیت اور پوری طاقت و قوت سے کہی جاتی رہی ہو تو انسان بہر حال انسان ہے اچھے اچھے سنجیدہ فکر لوگوں کا بھی کسی نہ کسی حد تک اس سے متاثر ہو جانا لازمی ہے۔ اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ملک کی سیاسی جماعتوں کے باہمی فکری و نظری اختلافات کے باوجود جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ہندو سماج کا عام ذہن ان کی طرف سے صاف نہیں ہے۔ اور وہ نیم شعوری یا نیم شعوری طور پر مسلمانوں کو ہندوستانی قومیت کا جز تسلیم نہیں کرتا۔



اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے مولانا محمد حفظ الرحمن کو۔ ایک مرتبہ بریلی کے ایک منظرِ شانِ مجمع میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے بڑی سنائی اور قوت سے کہا تھا کہ لوگ متحدہ قومیت کی بات کرتے ہیں۔ یہ بے کہاں؟ میں تو متحدہ قومیت اس دن سمجھوں گا جب کہ ایک مسلمان بھرے بازار میں ایک ہندو کے چپت مارے اور پھر ہندو مسلمان نہ ہو۔



بہر حال یہ بے سمانوں کے متعلق ایک عام ہندو سماعت کا مشتبہ اور نا صاف ذہن اور ذہنیت جس کی آڑ میں فتنہ پرور اور نفاق پسند لوگوں کو جہاں کوئی جھوٹا یا سچا بہانہ ملا اپنی من مانی کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہی وہ ذہن ہے جس کے باعث کثرت کے امن پسند حضرات اور پولیس اور سام اپنے وہ ذرائع انجمن نہیں دیتے جو اس قسم کے موقع پر انہیں انجام دینے چاہیے۔ بازار میں چند آدمی ”چور چور“ کا شور مچا کر کسی ایک شخص کو پکڑ کر زد و کوب کرنے لگیں تو کوئی اس کی مدد کو نہیں پہنچتا۔ اور جو لوگ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ کسی شخص کو قتل کرنے اپنے ہاتھ میں لینے کا حق نہیں ہے۔ وہ بھی ایک نگاہ غلط انداز سے ”چور“ کے پٹنے کا تماشہ

دیکھتے ہوئے صرف اتنا کہہ کر اپنی دکانوں پر بیٹھے رہ جاتے ہیں کہ ”اسے مارومت اسے تھانے لے جا کر پٹنوں کے حوالے کر دو“ کہتے ہوئے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی ملک کے سمار میں آج مسلمانوں کی مثال اسی ”چوڑ کی سی“ ہے۔



ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے متعلق ہندو سماج کے اس عام ذہن اور ذہنیت کی تعمیر میں کچھ تھوڑا بہت دخل خود مسلمانوں کا بھی ہے۔ تقسیم کے بعد ان پر خوف و ہراس اور ایسی دنیا کاری کے احساس کا غلبہ ہوا، تو انہوں نے آنکھیں بند کر کے ملک کی سب سے بڑی اور قدرتی جماعت سے اپنی تمام امیدیں اور تمناؤں وابستہ کر لیں، اور اس کے سہارے بننے کی شہنائی کر رہے رہے۔ خود کو پتہ نہ تھا کہ خود اعتمادی کے ساتھ انہوں نے کبھی یہ سوچنے کی ضرورت ہی گوارا نہیں کی کہ اب جب کہ ملک کے زمین و آسمان بدل گئے ہیں اور ملک جمہوریت اور سیکولرزم کے اس دور میں آزادی کی فضا میں سانس لے رہا ہے۔ انہیں اپنی تعمیر نو کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ اور کس طرح کرنا ہے، ملک کو آزاد ہوئے ایک ریلج صدی ہوئے کو آئی بکان بہریت فوس اور بڑے دکھ کی بات ہے کہ آج تک مسلمانوں نے کل بند سطح پر کوئی کام ایسا نہیں کیا جس کو دیکھ کر یہ کہا جاسکے کہ اس ملک کی ایک عظیم اقلیت نے وقت کی آواز کو سن لیا ہے اور وہ ایک انقلابی فکر و ذہن کے ساتھ مثبت جدوجہد در عمل کے بدلے یہ کامزن ہوئے ہیں۔ ذآھائٹم آھائٹم آھا۔



مسلمانوں نے کبھی اس حقیقت کو محسوس نہیں کیا کہ جس قوم کو اپنے پرانے کھنڈروں پر تعمیر نو کا ہتمام کرنا ہوتا ہے اس کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور مقدم شرط تین چیزیں ہیں۔ ایک اجتماعی یکتہ اور یکجا نگاہ۔ دوسری صبر، مگر وہ صبر نہیں جو اضطرابی ہو۔ بلکہ انتہائی صبر و مایوسی کے ساتھ نہیں۔ بلکہ عزم و ہمت اور حوصلہ کے ساتھ اور قیصری چیزیں

ضبط نفس (Self Control) جن لوگوں کو اپنی تعمیر کرنی ہوتی ہے۔ وہ کسی کے لعن طعن اور حرف گیری کی پروا بالکل نہیں کرتے۔ اور قیامت ہوتی ہے۔ بد ہمت و اسف ظالم کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ آخر ایک وقت آتا ہے کہ جب ان کو اپنے تعمیراتی منصوبہ میں کامیابی ہوتی ہے اور اب ان کے بڑے سے بڑے مخالفین اور رکنہ چین بھی ان کے دربار اور قدردان بن جاتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق پارینہ کو کھنگالنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے زمانہ میں جرمنی اور جاپان اسرائیل اور خود اس ملک کے عیسائیوں اور سکھوں کی مثال سبق آموزی کے لئے کافی ہے۔



اجکل ہر شخص پوچھتا اور غور کر رہا ہے کہ ان فسادات کا راز کد ہے؟ ہم نے ابھی بتایا کہ ان کی جڑ مسلمانوں کے متعلق ہندو سماج کا یہ ذہن اور ذہنیت ہے۔ درحقیقت یہ غرض کیا گیا یہ ذہنیت جس مادہ سے بنی ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی دو ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق حکومت اور اکثریت کے ساتھ ہے اور دوسری کا خود مسلمانوں کے ساتھ۔ یہ شک حکومت اور اکثریت کا تعلق ہے ابھی ان میں نئی تبدیلیاں قومی یکتہ جہت کو جس قائمہ کی جو میٹنگ ہوئی تھی اور اس میں جن سنگھ سے قطع نظر وزیر اعظم وزیر داخلہ و دوسری جماعتوں کے نمائندوں کا جو رول رہا۔ وہ پھر جو تجویز منظور ہوئی۔ اس کو دیکھ کر توقع ہوتی ہے کہ شاید حد سے گزر کر درد کے دوا ہو جسے کا وقت آپہنچا ہے بہرحال وقت نے اپنی سمت صحیح متعین کر لی ہے۔ اب یہ مغرب شروع ہوتا ہے وہ کیوں کر اس کی تکمیل ہوگی؟ اس کا جواب مستقبل ہی دے سکتا ہے۔ اب رہا دوسرا جز جس کا تعلق مسلمانوں کی قوت سے ہے تو اس کے لئے اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا جب کہ ان میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور سر سید جیسی کوئی صحیح یڈر مشپ اور قیادت پیدا ہو۔

## ریڈیو پر رویت ہلال کی خبر

مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

عرصہ سے ریڈیو پر رویت ہلال کی خبر کا مسئلہ اہل علم کے سامنے پیش ہے۔ لیکن اب تک نہ کوئی بتائی فیصد ہر سکا اور نہ عوامی خلفشار سے بچنے کی کوئی صورت نکل سکی۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ شاید وہ کچھ مفید ثابت ہوں۔

خبر کی صحیح حیثیت متعین کرنیکا حکم : قرآن حکیم کی بعض آیتوں سے خبر کی صحیح حیثیت متعین کرنیکا ثبوت ملتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ  
فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوهُ  
اے ایمان والو! اگر فاسق (غیر ثقہ) تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

آیت میں : سق (غیر ثقہ) اور نبأ (خبر) دونوں عام ہیں۔

اے فاسق جہاں کہہ بای نبأ سے یعنی جو فاسق جس قسم کی خبر لائے (اسکی تحقیق کر دیا کرو)

۱ سورہ حجرات رکوع ۱

۲ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۹

دوسری آیت ہے :

وَإِذَا حُيِّئَ لَهُمُ امْرُؤٌ مِّنَ الْأُمَمِ  
أَوْ الْخَوَافِ أَذَاعُوا بِهٖ دُخْرَهُ وَنُورَهُ  
إِلَى الرُّسُلِ وَالْأُولَى الْأُمَرُ  
مِنْهُمْ لَعَامَهُ الَّذِينَ  
يَسْتَطِئُونَهُ مِنْهُمْ سَلَمٌ  
اور جب ان کے پاس کوئی بات امن یا خوف  
کی پہنچتی ہے تو وہ اس کو پھیلا دیتے ہیں اگر  
یہ لوگ اس کو اللہ کے رسول اور اہل علم کے  
حوالہ کر دیتے تو ان میں جو تحقیق کرنے والے  
ہیں وہ اس کی تحقیق کر لیتے۔

”اولی الامر“ سے مراد اہل علم و صاحب فقہ ہیں۔ ”اہل العلم والفقہ“ سہ اور ”جادہم  
اسی میں لفظ امر (بات) ہر حادثہ و شرعی واقعہ کو شامل ہے۔

لَا يَكُنْ الْأَمْرُ وَالْخَوَافُ صَاحِبِ  
فِي كُلِّ مَا يَتَعَلَّقُ بِبَابِ التَّكْلِيفِ  
مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم اور اہل علم  
دونوں خبر کی تحقیق اور اس کی تشیہ و تمعین کرنے پر مامور ہیں۔

ان الرُّسُلِ وَالْأُولَى الْأُمَرُ  
كُلُّهُمْ مَكْلُفُونَ بِالْأَسْتِنَابِ  
صحیح حیثیت کے تعین کیا غلبہ ظن کا فی ہے : کسی خبر کی صحیح حیثیت کا تعین اس وقت ہوتا ہے  
جبکہ تحقیق کے بعد اس سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے جیسا کہ فقہاء کی درج ذیل تصریحات سے ظاہر ہوتا  
و غالب الظن عندہم ملحق  
باليقين وهو الذي يبنى عليه . اسی پر شرعی احکام کا مدار ہے۔  
الاحکام ۴۰۷

سہ سورہ نبا رکوع ۱۱۔ سہ قمری۔ سہ تفسیر کبیر ج ۴ سہ ایضاً

سہ الاشباہ والنظائر ص ۳

دوسری جگہ ہے۔

يعرف ذلك من تفحص كلامهم  
في الابواب سۃ

ابن عابدين کہتے ہیں:

يقع العلم الشرعي وهو غلبة  
الظن بخبرهم س۷

پھر اسکے بعد ہے:

لانه العلم الموجب للعمل  
لا العلم به عنى اليقين س۸

یہ تہ مختلف ابواب میں تلاش و جستجو سے ملتا  
ہوتا ہے۔

غلبة ظن وہی معتبر ہے جس سے  
الظن ان قلب حاصل ہو جائے۔

اما أكبر السرائي وغلبة الظن

الطرف السرائي اذا اخذ

به وهو المعتبر عند

الفقهاء س۹

چند فقہی جزئیات جن سے ریڈیو پر  
خبر کی صحیح حیثیت متعین کرنے میں مدد ملتی ہے

اکبر رائے اور غلبہ ظن کسی ایک جانب رجحان کو کہتے  
ہیں جب کہ اس کو دلی قبول کرے۔ فقہاء کے  
نزدیک یہی معتبر ہے۔

ذیل میں چند فقہی جزئیات ذکر کی جاتی ہیں جن سے  
ریڈیو پر خبر کی صحیح حیثیت متعین کرنے میں مدد

ملتی ہے۔

(۱) سرکاری طور پر جس خبر کے پہنچانے کا انتظام ہو اس کے منادی کی خبر مستند ہے۔  
خواہ دھوکہ ہو یا غیر ثقہ ہو۔

خبر منادی السلطان مقبول بادشاہ (حکومت) کے منادی کی خبر  
عدلاً کان او فاسقاً سہ معتبر ہے، خواہ وہ ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔

(۲) شہادت کے ذریعہ جس بات کا فیصلہ ہو چکا ہو اس میں فرد واحد کی خبر  
معتبر ہے۔

ولا اختلاف فی ان المحکمہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کا فیصلہ  
الثابت بالشہادۃ مجزی شہادت سے ہو چکا ہے۔ اس کے اعتبار کے  
فیہ خبر الواحد سہ لئے خبر واحد کافی ہے۔

(۳) سرکاری و غیر سرکاری طور پر خبرن قاضی کے لئے عادتہ کچھ علامتیں لئے کرتی گئی  
ہوں تو ان کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

یلزم اهل القرى الصوم یوزپ کی آواز یا سرشاری دیکھنے سے گاؤں والوں  
بسماع المدافع اور ریت پر روزه رکھنا ضروری ہے کیوں کہ یہ ظاہری علامتیں  
القنادیل من المسرکازہ عینین کا فائدہ دیتی ہیں اور غلبہ ظن ایسی  
علامۃ ظاہرۃ لتید غلبۃ حجت ہے جس سے غم کا وجود ثابت ہوتا ہے  
الظن وغلبۃ الظن حجة موجبة للممل سہ

۱۔ فقہ عالمگیری ج ۲ کتاب الکراہیۃ ص ۲۰۲ احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۲۱۰  
۲۔ رد المحتار ج ۲ کتاب الصوم

(۴) جس خبر کی مستند ثبوت نہ کر افواہوں کی بنا پر عام شہرت ہو جائے۔ تو دوسرے شہر والوں کو اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

ان الخبر اذا استفاض و  
تحقق فيما بين اهل البلدة  
الاخرى ببلن مهم حكم  
هذه البلدة له

خبر جب شہر کے لوگوں میں مشہور اور ثابت ہو جائے  
— تو اس شہر کا حکم دوسرے شہر کے  
لوگوں پر لازم ہوگا۔

(۵) آسمان صاف ہونے کی صورت میں بھی ایک روایت کے مطابق دو آدمیوں کی شہادت کافی ہے۔ جب کہ ایسی حالت میں دوسری روایت کے مطابق شہادت کے لئے ایک عمت یا ایسی تعداد ضروری ہے کہ اس کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے۔  
جیسا کہ خرسمیٰ لکھتے ہیں۔

اما اذا لم يكن بالسما علة  
فلا تقبل شهادة الواحد  
والمثنى حتى يكون امراً مشهوراً  
ظاهراً في هلال رمضان  
وهكذا في علال الفطر في  
رواية هذا الكتاب وفي  
رواية الحسن عن ابى حنيفة  
رحمهما الله تعالى قال  
تقبل فيه شهادة رجلين

جب آسمان میں ابرو نہ ہو  
نہ ہو تو ایک دو آدمیوں کی شہادت  
قبول نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ بات  
مشہور ہو جائے۔ رمضان و عید  
دونوں کے لئے یکساں حکم ہے۔ امام  
ابو حنیفہ سے محمد کی یہی روایت  
ہے۔ لیکن حسن کی روایت امام ابو حنیفہ  
سے یہ ہے کہ ایسی صورت  
میں بھی دو مردوں یا ایک مرد اور

اور رجل وامرأتین بمنزلة دو عورتوں کی شہادت قبول ہوگی جیسے  
حقوق العباد سلمہ  
در مختار میں ہے۔

وبلا علیہ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبۃ  
الظن بخیرہم.....  
وعن الامام اتھ یکتفی  
بشاہدین سلمہ  
ابرو غیرہ نہ ہونے کی صورت میں شہادت  
کے لئے ایک بڑی جماعت درکار ہے۔  
جس کی خبر سے علم شرعی یعنی فقہیت  
ظن حاصل ہو جائے۔ اور امام ابو حنیفہ  
سے ایک روایت ہے کہ ایسی حالت  
میں بھی دو گواہوں کی شہادت کافی ہے۔

ابن نجیم نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے۔  
وینبغي العمل علیٰ عذمۃ الروایۃ  
فی زماننا لان الناس  
تکاسات عن شران الاہلۃ سلمہ  
ابن عابدین نے کہا ہے۔

انت خیر بیان کثیراً من  
الاحکام تغیرت لغير  
الازمار ولو اشترط فی  
زماننا الجمع العظیم نسلم  
تم جانتے ہو کہ بہت سے احکام زمانہ  
کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔ اگر  
ہمارے زمانہ میں شہادت کے لئے  
بڑی جماعت شرط ہو تو لوگ دو دو

سلمہ المبسوط للسخی ج کتاب

لوا در الصوم ۱۴۰ سلمہ در مختار کتاب الصوم ۱۴۸ سلمہ دار التہارج کتاب الصوم ۹۷

۱۱) لَا يَصُومُ النَّاسُ إِلَّا  
بعد، لیلتین او ثلاثہ  
یا ہوہ شاہد من نکاسل  
تین تین دن بعد تک روزہ نہ  
رہیں گے۔ کیوں کہ اس سلسلہ میں  
لوگوں کی سستی عام طور سے دیکھی  
التاس ۱۱

(۶) اسی باب آسمان صاف ہونے کی سورت میں شہر سے باہر رہنے والے یا شہر میں  
سے، ریختی جگہ سے چارہ دیکھنے والے ایک شخص کی شہادت معتبر ہوگی چنانچہ امام طحاویؒ کا یہ قول  
تقریباً فقہ کی تمام بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ مثلاً ہدایہ میں ہے۔

وذكر الطحاوی انہ تقبل  
شهادة الواحد اذا جاء  
من خارجة المصر لقلعة  
الموانع والیہ الاشارة  
فی کتاب الاستدسان وكذا  
اذا كان علی مكان مرتفع  
فی المصر ۱۲

طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ ایک کی شہادت  
قبول ہوگی جب کہ وہ شہر کے باہر سے  
آیا ہو۔ کیونکہ وہاں رکاوٹیں گھم پائی جاتی  
ہیں۔ کتاب الاستحسان میں اسی کی  
عرف اشارہ ہے ایسے ہی ایک شہادت  
قبول ہوگی جبکہ شہر میں کسی اونچی جگہ کا  
رہنے والا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں یہ عبارت نقل کرنے کے بعد ہے۔

وہی قول الطحاوی استمدان الامام  
الموہبانی وصاحب الاقضية  
والفتاویٰ الصغری ۱۳

طحاوی کے قول پر امام مرغینانیؒ  
اور صاحب اقصیۃ و فتاویٰ صغریٰ  
نے اعتماد کیا ہے۔

۱۴ رد المحتار کتاب الصوم ۱۵ ہدایہ کتاب الصوم ۱۶ فتاویٰ عالمگیری ج ۱  
کتاب الصوم فی رویتہ البطلان

اس قول کی المبسوط میں یہ دلیل منقول ہے۔

لَا تَرَىٰ تَتَّفِقُ مِنَ الرَّأْيَةِ  
فِي السَّحَابِ مَا لَا يَتَّفِقُ فِي  
الْأَصْحَابِ مِنْهَا مِنْ كَثَرَةِ  
الْغُبَارِ وَلِذَا لَكَ أَنَّ  
كَانَ فِي الْمَصِی عَلَى مَوْضِعٍ  
مَرَّقِعٍ فَقَدْ يَتَّفِقُ لَهُ  
مِنَ الرَّأْيَةِ مَا لَا يَتَّفِقُ  
لَهُنَّ هُوَ دُونَ ذَلِكَ وَقَفَّ سُدَّ

سطح زمین سے آنکھ کی اونچائی کا تناسب افقِ حسی (جہاں آسمان و زمین دونوں ملتے نظر

آتے ہیں) سے یہ ہے۔

فاصلہ افقِ حسی

آنکھ کی اونچائی

۴ میل

۶ فٹ

۶ میل

۲۴ فٹ

۱۲ میل

۹۶ فٹ

۲۴ میل

۳۸۴ فٹ

یعنی آنکھ کی اونچائی میں جب چار گنا فاصلہ ہوگا تو افقِ حسی میں دو گنا ہوتا رہے گا۔

اس کا دارمولا یہ ہے۔

جتنے میں اونچا دیکھتا ہو اس عدد کو ۲ سے تقسیم کیا جائے۔ پھر حاصل تقسیم کو ۱۶ تقسیم  
میں ضرب دیا جائے۔

پھر حاس ضرب کو ۶ میں ضرب دیا جائے اب جو حاصل ضرب ہوگا،  
اتنی روزہ فطور میں آنکھ کی اونچائی ہوگی۔

مثلاً کون شخص دس میل تک دیکھنا چاہے تو دس کو ۲ سے تقسیم کرنے کے بعد  $\frac{10}{2}$   
آیا پھر  $\frac{10}{2}$  کا مربع کیا تو  $\frac{10}{2} \times \frac{10}{2} = \frac{100}{4}$  ہوا۔ پھر  $\frac{100}{4}$  سے ۶ کو ضرب دیا تو  $\frac{600}{4}$  آیا۔  
جو ۶ فٹ کے برابر ہے۔ یعنی دس میل تک دیکھنے کے لئے آنکھ کی اونچائی ۶ فٹ ہوتی  
چاہئے۔

(۷) ایک شخص کی شہادت پر رمضان کے روزے رکھے گئے تھے لیکن کسی وجہ سے  
۲۸ تاریخ کو عید پانچواں نہ نظر آیا، تو دوسرے دن چاند دیکھے بنسیر عید کرنے کی اجازت  
ہے۔ اس صورت میں یہ ظاہر چاند کا ثبوت ایک شخص کی شہادت کی بنا پر ہو رہا ہے جبکہ  
عید میں ایک شخص کی شہادت پر فیصلہ کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ امام محمد سے جب یہ سوال  
کیا گیا تو انہوں نے درج ذیل توجیہ پیش کی۔

کیف یفطر ورن بشہادۃ	سوال کیا گیا کہ لوگ ایک شخص کی شہاد
الواحد قال لا یفطر ورن	سے پھر کیسے اٹھار کریں گے تو امام محمد
بشہادۃ الواحد بل بحکم الحاکم	نے جواب دیا کہ انکار ایک شخص کی شہاد
لانہ لما حکم بد خول رمضان	سے نہیں بلکہ حاکم کے حکم سے کریں گے
وامر الناس بالصوم فمن	کیوں کہ جب حاکم نے روزہ کا حکم دیا
ضرورۃ حکمہ بانسلاخ	تو لازمی طور سے تیس دن گزرنے
رمضان بعد سنی ثلاثین	کے بعد اس کے ختم کرنے کا بھی حکم
یومنا	نکل آئے گا۔

ریڈیو کی خبر پر غور کرنے کے لئے چند پہلو  
چند نیشیتوں سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱) ریڈیو ایک نئی ایجاد اور خبر رسائی کا آلہ ہے۔ قدیم زمانہ میں خبر رسائی کا عام ذریعہ  
ذرائع (منادی سلطان وغیرہ) سے انجام پاتا تھا۔ اور اب ترقی یافتہ دور میں اونچے پیمانہ  
پر اس کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔

(۲) ”ریڈیو“ رو بہ ترقی کی جس خبر کو نشر کرتا ہے۔ (۳) نیشیت شہادت دہلی نہیں  
بلکہ اطلاع کی ہوتی ہے جس طرح اور بہت سی باتوں کی وہ عوام کو اطلاع دیتا ہے۔  
طرح چاند ہونے یا نہ ہونے کی اطلاع دیتا ہے۔

(۳) ”ریڈیو“ پر چاند کی جو اطلاع آتی ہے اس کے بارے میں اب تک یہ عمل درآمد  
آ رہا ہے کہ پہلے ایک معتبر عام یا خاص مسند کے پیش نامہ۔ پھر پانچ پانچ ہونے سے متعلق معلوم  
کیا جاتا ہے۔ پھر یہ سارا کہتے ہیں اس کے مطابق خبر نشر کی جاتی ہے۔  
عام و پیش نامہ پانچ ہونے کے بارے میں جو بات کہتے ہیں اس کا مدار عام روایت ہوتا  
ہے یا وہ فیصلہ ہوتا ہے جو رشتہ داروں کے گزرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے ریڈیو کی اطلاع گویا عام روایت یا فیصلہ کی حالت ہوتی ہے۔  
(۴) ”ریڈیو“ کی خبروں کے اعتبار ان کے اعتبار (دعوت) ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا  
سکتا۔ البتہ بن خبر کا تعلق حکومت کی خواہش یا کسی اور ادارہ کی خواہش سے ہو سکتا ہے۔  
نہ سمجھتی ہو۔ وہ عموم سے مستثنیٰ ہیں۔

(۵) ”ریڈیو“ پر دیہی خبروں کی شریعت کے مطابق اہتمام نہ ہونے کے وجود ان خبروں سے غلط فہمی  
حاصل ہو جاتا ہے۔ اور غلط فہمی کے بارے میں یہ حجت ہے کہ اگر لوگوں کی خبروں سے کسی  
حاصل ہو جائے جو ان کی شہادت عام حالات میں معتبر نہیں ہے تو دیہی امور میں اس پر عمل  
کرنے سے متعلق ہے جس کا رد الہامی ہے۔

واما غیر مقبول الشہادۃ  
کالکافر والفاسق والصبی  
فلعدم الاعتداد بانخبارہ  
فیما هو من امور الدیانات  
مالہ یغلب علی الظن  
صدقہ ۱۷

جن لوگوں کی شہادت غیر معتبر ہے جیسے  
کافر فاسق، بچہ ان کی خبر پر دینی معاملات  
میں اس وقت تک اعتبار نہ لیا جائیگا۔  
جب تک ان کی سچائی پر غلبہ ظن  
نہ حاصل ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یجب ان یعلم بان العمل  
بغالب السرائر جائز فی  
باب الدیانات و فی باب  
المعاملات و کذا العمل  
بغالب السرائر فی الدماء  
جائز ۱۸

یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ دیانات  
معاملات اور خون سب میں غالب  
رائے پر عمل کرنا جائز ہے۔

غلبہ ظن در آئین خبروں سے حاصل ہو جاتا ہے۔ غلبہ ظن (امینان قلب) ایک وجدانی  
امر ہے۔ جو خیر یا شر والوں کی کثرت اور غیر دینے کی خاص طرز پر موقوف نہیں ہے چنانچہ باب  
اوقات جمعہ کی خبر اور متفع و سب سے عبرت ناک ہیں اعتبار ہوتی ہے۔ لیکن ٹوٹ پھوٹے الفاظ  
لئے سانچہ دیا گیا کہ مذہب کی خبر قابل اعتبار نہ جاتی ہے۔

ایسی حالت میں "ریڈیو" کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہونے کے لئے خبر کی تعداد اور اس کے

سہ ۱۹، المختار ج ۱ باب شروط العلوة ص ۴۲ ۲۰ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ کتاب الذرائع

باب الثانی فی العمل بہ غالب الراۃ۔

الفاظ کی حد بندی نہایت مشکل امر ہے۔ پھر بھی عموماً اہل کی صورت میں دو اور آسمان و ارض ہونے کی صورت میں تین خبروں سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے۔ خواہ یہ شرعی منشا سے ہو یا ایشیئن کی ہوں یا ایک ایشیئن سے کئی جگہ کی ہوں۔ بہتہ اس صورت میں چنانچہ ہوشیار محسن ان خبروں سے نہیں بلکہ اس فیصلہ سے بھکا جائیگا جو علماء ان خبروں سے غلبہ ظن حاصل ہونے کے بعد کریں گے۔

امام محمدؒ نے مذکورہ مقام میں سوال کو جواب دیتے ہوئے حاکم کے علم کو فیصلہ کی بنیاد قرار دیا تھا۔ اب چونکہ حاکم شرعی موجود نہیں ہیں اس بنا پر دینی معاملات میں علماء ان کے قائم مقام ہوں گے۔ اور اگر علماء فیصلہ نہ کریں تو عوام کو قائلوں ہتھ میں لینے کا حق نہ ہوگا۔

اذا خلا الزمان من سلطان جب کسی زمانہ میں ایسی صورت -

ذی کفایۃ والا مود موکمة نہ رہے۔ جو دینی معاملات کی ذمہ داری

الی العلماء ویلزا الا مسند لیتی ہو۔ تو یہ معاملات ان کے سپرد

الرموض البہم - ہوئے اور امت کو ان کیلئے حرج و مرہ نہ ہوگی ہے

اختلاف مطالع کی بحث بڑی پُر چٹ ہے

رویت ہاں کے سلسلہ میں اختلاف مطالع کی بحث کو نظر انداز کیا جاسکتا۔ لیکن یہ

بحث اس قدر پُر چٹ ہے کہ اس سے کسی قطعی نتیجہ پر پہنچنا۔ درجہ مشکل ہے۔ چنانچہ ابوریون بیرونی دفعہ بیہیت کا نام ہر نے کہا ہے۔

ان علماء العنۃ مجمعون ہمد بیہیت میں بات پر متفق ہیں کہ

علی ان المقادیر امضوضہ رویت ہوں۔ میں میں آنے کے

فی اواخر اعمال دروبہ لئے جو مقدار میں فرض کی جاتی ہیں وہ

الہلال من ابعاد لم یوقت      سب محض تجرباتی ہیں اور مناظر کے  
 علیہا الا بالبحر بة للمناظر      کچھ حسابی حالات ہیں جن کی وجہ سے  
 احوال ہند سید یتذات      نظر آنے والی چیز چھوٹی بڑی دکھائی  
 لاجلہا المحسوس بالبصر      دیتی ہے۔  
 فی العظم والصغر فی الاحوال      فلکی حالات کچھ اس قسم کے ہیں  
 الفاکبہ ما اذا ناملہا متائل      کہ جو بھی منصف مزاج ان میں غور  
 منصف لم یستطع بتس الحکم      کہے گا وہ رویت ہلال کے ہونے  
 علی وجوب رویت الہلال      اور نہ ہونے کے بارے میں کوئی قطعی  
 اوامتناعہا سہ      فیصلہ نہ کر سکے گا۔

شمس الدین محمد بن علی خواجہ کا چالیس سالہ تجربہ اور دوسرے ماہرین کا فیصلہ۔  
 یہ ہے۔

فلا سبیل الی التحقیق سوی      سوائے تخمین اور اندازہ کے کوئی یقینی  
 التخمین والتقریب سہ      بات نہیں کہی جاسکتی۔

چنانچہ پاکستان ۱۹۶۱ء میں کراچی کے محکمہ موسمیات نے ایک ہفتہ پہلے اعلان کیا کہ ۲۹  
 رمضان جمعہ کے روز غروب آفتاب کے بعد چاند تقریباً اکیس منٹ افق پر دیکھا جاسکے گا۔  
 لیکن پنجاب یونیورسٹی کی رصد گاہ نے ۲۹ کو اعلان کیا کہ آج (جمعہ کے دن) ہلال کی روشنی  
 اس قدر کم ہوگی کہ معمول نگاہیں اس کو نہ دیکھ سکیں گی۔ سہ  
 اختلاف مطالع اعتبار کرنے اور نہ کرنے کی صورتیں۔ اختلاف مطالع کے سلسلے میں محققین

سہ الاثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ ص ۱۹۸ سہ کشف الظنون ج ۲ ص ۹۶۹

سہ یونگ اسٹار ص ۱۹۶ سہ از رویت ہلال

فقہا اس بات سے متفق ہیں کہ قریب کے شہروں میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے اور دور کے شہروں میں اعتبار کیا جائے۔ عین قریب و بعید کے تعین میں فقہاء کے درمیان شدید اختلاف ہے چنانچہ اس مسئلے کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) جس مسافت میں قمر کی جاتی ہے (۳۸ میل) وہ بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے۔

(۲) جس جگہ تک غلطی میں اتحاد ہے وہ قریب ہے اور جس جگہ سے مطلع بدل جائے وہ بعید ہے۔

(۳) ایک ماہ یا اس سے زیادہ کی پیدائش کے لحاظ سے، مسافت اندرون ۸۰ میل شرعی، بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے۔

(۴) چوبیس گھنٹے کی مسافت تقریباً ۸۲ میل انگریزی اور ۵۲ میل شرعی، قریب ہے اور اس سے زیادہ بعید ہے۔

(۵) خراسان و اندلس کے درمیان کا فاصلہ (تقریباً ۳ ہزار میل) بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے۔

(۶) مدینہ اور شام کے درمیان کا فاصلہ (تقریباً ۴ سو میل) بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے۔

(۷) مبتلیہ جس کو قریب سمجھے نہ قریب ہے اور جس کو بعید سمجھے وہ بعید ہے۔

(۸) ایک ملک کے تمام شہر آپس میں قریب ہیں اور دوسرا نہ قریب ہے۔

۱۔ نووی شرح مسلم کتاب الصوم باب لكل بلد رويته ۲۔ تحفة الاخوذی شرح ترمذی باب ما جاء لكل اهل بلد رويته ۳۔ رد المحتار ج ۱ کتاب الصوم مطلب فی اختلاف مطاع۔

۴۔ ایضاً ۵۔ تحفة الاخوذی ۶۔ ترمذی کتاب الصوم حدیث قریب۔ ۷۔ احرف

۸۔ ترمذی شرح ترمذی باب ما جاء ان الصوم رويته اهل البلد ۹۔ تحفة الاخوذی

(۹) اسلامی حکومت کے تمام شہر ایک شہر کے حکم میں ہیں۔ یعنی اگر خیفۃ المسلمین شہادت کی بناء پر چاند تسلیم کر لے۔ تو اس کی مملکت کے تمام شہروں میں چاند تسلیم کرنا ضروری ہے۔ سہ

ایک دن فرق سے کم میں اختلاف کا اعتبار نہ ہوگا۔ (۱۰) کسی جگہ کی رویت دوسری جگہ تسلیم کرنے میں اگر ایک دن کا فرق لازم آئے تو اختلاف مطلق کا اعتبار ہوگا۔ اور اس سے کچھ اختلاف کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیوں کہ اس صورت میں ۲۹ کے بجائے ۲۸ اور ۳۰ کے بجائے ۳۱ دن کا مہینہ ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ سہ

یہ فرق اختلاف رویت کے لحاظ سے ہے ہیئت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ ایک دن کا فرق ہوا تیار، مہاجر، اہل بیت، انکس، انکلتن اور امریکہ وغیرہ ممالک میں پیش آتا ہے۔ یہ فرق اختلاف رویت کے لحاظ سے بنی ہیئت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ یعنی رویت ہلال میں مختلف مقامات پر ایک دن کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ اس کا تعلق بلاد کے طول و عرض سے ہے۔ جب کہ ہیئت کا طول و عرض سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ ہیئت کے لحاظ سے القمر الجدید "New Moon" ہو گیا تو وہ پوری دنیا کے لئے ہوا۔ اس کے متعین ہونے میں کسی جگہ کوئی منسرق نہ ہوگا۔ البتہ اس لمحہ میں دنیا کی گھڑیوں کے اوقات ضرور مختلف ہوں گے۔

ہیئت کے لحاظ سے، القمر الجدید اس وقت ہوتا ہے جب کہ سورج اور چاند (نیزین) کی تقویوں میں صرف صفرہ فرق ہو۔ مزید تحقیق و تفصیل کے لئے فن ہیئت کا مطالعہ ضروری ہے۔

سہ شہادتہ از خودی سہ فتح الملہم شرح مسلم باب بیان ان لکل بلد رویتہم۔

ایک دن سے کم فرق والے ممالک میں ایک دن عید کرنے کی گنجائش۔ رویت کے لحاظ سے ریڈیو کی خبر سے فیصلہ کی صورت میں ان سب ممالک میں ایک دن عید کرنے کی گنجائش نکاتی جن میں ایک دن کا فرق نہیں رزم آتا۔ چنانچہ ہندوستان و پاکستان میں چونکہ ایک دن کا فرق نہیں ہے اس بنا پر دونوں جگہ عید ایک دن کی جاسکتی ہے۔

ہندو پاک کے اوقات میں فرق کا نقشہ ہندو پاک کے مختلف شہروں کے اوقات میں فرق کی تفصیل یہ ہے:

چٹاگانگ میں نصف النہار (زوال) کے وقت ۱۲ بجے ہیں تو مندرجہ ذیل شہروں میں زوال کے وقت چٹاگانگ کی گھڑی میں درجہ ذیل اوقات ہوں گے

ٹھاکہ میں زوال	۱۲ بجکر ۶ منٹ	۶ منٹ بعد
کلکتہ	۱۲ بجکر ۱۳	۱۳
پٹنہ	۱۲ بجکر ۲۷	۲۷
بنارس	۱۲ بجکر ۳۵	۳۵
الہ آباد	۱۲ بجکر ۴۰	۴۰
لکھنؤ	۱۲ بجکر ۴۳	۴۳
کانپور	۱۲ بجکر ۴۶	۴۶
مدراں	۱۲ بجکر ۴۶	۴۶
حیدرآباد	۱۲ بجکر ۵۳	۵۳
دہلی	۱۲ بجکر ۵۸	۵۸
لاہور	۱ بجکر ۱	۱
ممبئی	۱ بجکر ۱۶	۱۶
کراچی	۱ بجکر ۲۹	۲۹

جس وقت کراچی میں زوال کا وقت ہوگا۔ اس وقت چٹاگانگ کی گھڑی میں ۱ بجکر ۱۰ منٹ ہوں گے یعنی کراچی میں چٹاگانگ سے ۹۹ منٹ بعد زوال ہوگا۔ اس طرح دھاکہ ر کراچی میں ایک گھنٹہ ۳۴ منٹ کا فرق ہوتا ہے۔

چاند کے ثبوت میں عام فقہاء کے نزدیک ہیئت کا اعتبار نہیں ہے۔ اگر ایک ہی عرض البلد میں کوئی دو شہر ہیں۔ تو مذکورہ فرق طلوع و غروب میں بھی ہوگا۔ ورنہ جیسا عرض البلد میں فرق ہوگا۔ اس کے لحاظ سے اختلاف ہوگا۔

ہیئت کے لحاظ سے اگرچہ ساری دنیا میں ایک دن عید منائی جاسکتی ہے۔ لیکن عام فقہاء اس کو درست تسلیم نہیں کرتے۔

وَاتَّفَقَ الْأُئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ  
عَلَى أَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ بِمَعْرِفَةِ  
الْحَسَابِ الْمَنَازِلِ  
دوسری جگہ ہے:

وَلَا عِبْرَةَ بِقَوْلِ الْمُوقَّتِينَ  
چاند کا وقت بتانے والوں کے قول  
کا اعتبار نہیں ہے۔

البتہ امام سبکی شافعی کے بارے میں ہے۔

وَلِلَّامِ السَّبْكِ الشَّافِعِيِّ تَأْلِيفٌ  
مَالٌ فِيهِ إِلَى اعْتِمَادِ قَوْلِهِمْ  
اسی طرح ابن شریح کے بارے میں ہے۔

امام سبکی شافعی کی ایک تصنیف ہے جس  
میں ان پانچ موقعتین کے قول پر اعتماد  
کی جانب ہے۔

سہ کتاب میزان السنن للجز الاول کتاب ایضام سہ رد المحتار ج مطلب دلائل  
بقول الموقعتین۔ سہ رد المحتار۔

الافی وجہ عن ابن شریح  
 بالنسبة الى العادة بالحجاب  
 ماہرین فن کی بات ماننے کے لئے ابن  
 شریح کی جانب منسوب (عام فقہاء کے  
 خلافت) ایک دوسرے۔

لیکن فقہین فقہانہ ان لوگوں کے خیالات کی تدبیر کی ہے۔  
 امام ابو حنیفہ کے مسلک کی توجہ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جوں کہ اختلاف مطاع کا اعتبار نہیں ہے اس بنا پر کسی نہ  
 میں بھی رویت ہونے سے ساری دنیا پر، درہ شرط شرعی ثبوت، عید منانی ہو سکتی ہے۔  
 ولا عبرة باختلاف المطامع  
 فی ظاہر الساریۃ  
 در سری جگہ ہے۔  
 اعتبار نہیں ہے۔

حتی لو روي في المشرق ليلة  
 الجمعة وفي المغرب ليلة السبت  
 وجب على اهل المغرب العمل  
 بما راوا من المشرق  
 یہاں تک کہ اگر چارم ترقی میں جمعہ  
 کی رات اور مغرب سے پہنچ کر رات  
 کو دیکھا گیا تو مغرب والوں پر مشرقی لوگوں  
 کے مطابق عمل واجب ہے۔

امام صاحب یہ مسلک رویت کے لحاظ سے بھی نہیں ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ امت بیئت کے لحاظ  
 سے صحیح ہے جیسا کہ نزدیک۔ اعتبار ثابت نہیں ہے۔ ظاہر حالت میں اس مسلک کا صرف ایک توجہ  
 ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ خلیفہ المسلمین کسی جگہ کی رویت کی بنا پر چاند ہونے کا فیصلہ کرے۔ اور پھر اختلاف مطاع  
 کی بحث ختم ہو کر یہ فیصلہ ساری دنیا کے لئے قابل عمل قرار پائے۔

۱۔ کتاب المیزان ۲۔ رد المحتار ۳۔ فتاویٰ عالمگیری۔ ج ۱، کتاب الصوم الباب الثانی  
 فی ردیۃ الہلال۔  
 ۴۔ رد المحتار ج ۱ باب اختلاف المطامع۔ ۵۔ مطالع کی بحث  
 میں محرم حاجی احسان الحق صاحب ایم ایس سی ریٹائرڈ پیمبر ضعیات مسٹر یونیورسٹی میٹر سے بہت مدد ملی ہے۔ وہ  
 فی ہیئت پر کافی عبور رکھتے ہیں۔ استدلال نہیں جڑا غیر عطا فرمائے۔ آمین۔

## کتبہ مارگلہ

از پروفیسر شیخ فرید برہان پوری

(صدر شعبہ ادب و وفاداری جبلمپور یونیورسٹی)

عرصہ ہوا "کتبہ مارگلہ" کے عنوان سے جناب لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب  
اہم پاکستان کا ایک مقالہ برہان اپریل ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا۔  
جو مدیر برہان کے قول کے مطابق ایک مخصوص دماغی کادش کے اعتبار سے لائق  
قد اور مستحقِ داد ہے۔

جناب ڈاکٹر زہرا مناصب ————— سابق صدر شعبہ عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی  
نے مدیر برہان کے نام اپنے نامہ سالی میں اس "ولچپ" مضمون کی ایک "اہم  
فردگذاشت" کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کا اقتباس نظرات برہان میں دیا گیا ہے۔  
سطور ذیل میں اس کتبہ اور مضمون پر ایک متعلمانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ ان "چند اہم  
پہلوؤں" کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اودان کی صحت پر غور کیا گیا ہے۔ جو کرنل صاحب مضمون کے  
قوال کے مطابق پہلے منظر عام پر نہ تھے۔

۱۔ برہان مئی ۱۹۵۶ء نظرات ۲۵۵ ۲۔ ایضاً نظرات ۲۵۶

۳۔ برہان اپریل ۱۹۵۷ء ۴۔ اپنی تحقیق کو مکمل نہیں کہہ سکتے۔ تاہم اس میں کچھ اہم پہلو  
انکار ہوئے ہیں جو پہلے منظر عام پر نہ تھے۔ (کرنل صاحب) باقی ماسشیہ ص ۲۷ پر

ناظرین کرام کی دل چسپی کے لئے مقالہ کے چند اجزاء کا خلاصہ پیش کرنا ضروری ہے۔  
 نکلسن یادگار (Nelson Monument) کے عقب میں ٹیکسیڈا سے تھوہ میں  
 کے فاصلے پر درہ مارگلہ پر ملکیت سے پشاور تک چلنے والی "شاہراہ سوری" کی اصل  
 ساخت دیکھی جاسکتی ہے۔

"نکلسن یادگار کے عقب میں جنوب مغرب کی طرف پرانی سڑک کا ایک ٹکڑا پہاڑوں  
 کے دامن کی طرف نکل جاتا ہے۔ یہ ٹکڑا کچھ بلندی سے ہوتا ہوا، پہاڑ کا چکر کاٹتا ہوا،  
 موجودہ سڑک کی طرف جاتا ہے۔" ۱

..... سڑک پہاڑ کو کاٹتی ہوئی قدم بلندی سے گزرتی ہے سڑک  
 کی سطح پختہ اور ہموار ہے۔ سڑک کے اس حصہ کے دونوں طرف چار چار فٹ اونچی دیواریں  
 ہیں جن پر مزید مضبوطی کے لئے پتھر لگائے گئے ہیں۔ ۲  
 چار فٹ اونچی دیواریں اس لئے بنائی گئی تھیں کہ اوپر سے دشمن کی گولیوں سے  
 محفوظ رکھ سکیں۔ اور پتھر ڈھلک کر گرنے نہ پائیں۔

سڑک کے اس حصہ کے وسط میں جہاں یہ بلندی پر ہے، دائیں جانب سے سڑک  
 کے کوئی پندرہ فٹ اوپر ایک چٹان میں ذر سی زبان میں ایک کتبہ ہے کتبہ کے الفاظ  
 ابھرے ہوئے ہیں۔ ۳

کرنل صاحب کا خیال ہے کہ

"یہ پتھر اس وقت لگایا گیا تھا جبکہ شاہ راہ سوری کی مرمت ....."

بقیہ حاشیہ ص ۲۶۔ ان پہلوؤں کے بعض حصے کرنل صاحب موصوف کی توجہ اور لفظ ثانی کے  
 محتاج ہو گئے ہیں۔ اس مضمون میں ان کی وضاحت کی کوشش کی گئی ہے۔ فرید

۱۔ برہان اپریل ص ۲۴ / ۲۵ / ۲۶ / ۲۷

۲۔ برہان اپریل ص ۲۵

آخری مرتبہ مغلوں نے کی تھی۔“

اس بحالِ مرمت سنہ ۱۸۸۳ء (۹۱ ہجری) لکھا ہوا ہے۔ سہ  
یہاں ”مرمت“ اور ”سالِ مرمت“ بھی کرنل صاحب موصوف کی نظر ثانی اور توجہ کے  
محتاج رہ گئے۔

ذیل کے ماہرین نے کاغذی عکس کی مدد سے اس کتبہ کو حل کیا تھا۔

۱۔ بلوخمین ————— سنہ ۱۸۷۱ء

۲۔ ریہال شک ————— سنہ ۱۸۷۴ء

۳۔ ڈاکٹر یزدانی ————— سنہ ۱۹۲۳ء

۴۔ اور کرنل صاحب نے اس کتبہ کو سنہ ۱۹۵۲ء میں لے لے گئے ایک فولڈ کی مدد سے حل  
کیا ہے۔ موصوف نے بلوخمین، ریہال شک اور یزدانی صاحب کی خواندگیوں کے ذکر کے بعد  
تاریخی پس منظر میں اپنی خواندگی اور اس کے نتائج کو پیش کیا ہے۔

کاغذی عکس کی چند غامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کرنل صاحب موصوف  
نے لکھا ہے کہ

”ایسے عکس میں یہ نقص ہوتا ہے کہ بعینہ وہی چیز کاغذ پر منتقل ہو جاتی ہے، جو

پتھر پر نظر آتی ہے اگر کوئی چیز جو بخوبی پتھر پر پڑھی نہیں جاسکتی۔ وہ اس عکس

پر بھی ظاہر نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات متعدد حروف اور ان کی ساخت خاں

طور پر ایسے حروف جو مکمل نہ ہوں اور ٹوٹے ہوں وہ ظاہر نہیں ہوتے۔ سہ

یہاں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کرنل صاحب موصوف سنہ ۱۸۷۱ء سے سنہ ۱۹۳۳ء

تک اور سنہ ۱۹۳۳ء سے سنہ ۱۹۵۲ء تک کے طویل عرصہ میں کتبہ کے پتھر پر موسم کے اثرات اور ان

اثرات کی وجہ سے الفاظ کی شکست و ریخت کے اہم نکتہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔

سہ برہان اپریل سنہ ۱۹۵۶ء ص ۲۱۰ سہ برہان ص ۲۱۱

۱۹۵۴ء میں کرنل صاحب موصوف نے کتبہ کا ایک نوٹ لیا۔ اور اس کی مدد سے اپنا عمل پیش کیا۔ ۱۷

مذکورہ بالا ماہرین کے حل موصوف کو مکمل آثار قدیمہ پاکستان کے افسر اعلیٰ جناب فضل قادر صاحب کی مدد سے کے توسط سے دستیاب ہوئے۔ ۱۸

گویا کرنل صاحب کے پیش نظر مستشرقین کے مضامین اور یزدانی صاحب کے عکس کا فوٹو نہ تھا بلکہ فضل قادر صاحب کی فراہم کردہ نقیصہ تھیں۔ ۱۹

مذکورہ بالا ماہرین کے حل نقل کرنے کے بعد موصوف نے کتبہ کے اشعار کا تجزیہ اور تاریخی پس منظر پیش کیا ہے۔ متاثر عالمگیری کے حوالہ سے ۲۰ پس منظر میں مزید کی مرمت کی تاریخ ۱۹۸۳ء کو صحیح تسلیم کرنے میں موصوف کو تردد ہوا ہے۔ ۲۱

متاثر عالمگیری کے حوالہ سے کرنل صاحب نے اورنگ زیب عالمگیر کے حسن ابدان میں ۲۲ بیچ الاول ۱۶۹۲ء کو پہنچے اور شاہی کیمپ میں مہابت خان، لطف اللہ، داروغہ شیخ عبدالعزیز اور شہل داس (۹) کی موجودگی ذکر کیا ہے۔ ۲۳

لطف اللہ بن احمد معمار کے تذکرہ کے بعد کرنل صاحب کا اصل منہ بول ہے کتبہ کے تینوں سطروں کے تقابلی مطالعہ کے بعد کرنل صاحب کی سمجھ میں ذیل کی چیز باتیں آتی ہیں۔

اولاً — پہلے شعر سے پتہ چلتا ہے کہ مہابت خان کو اس کام پر مامور کیا

گیا تھا کہ یہ مرمت کا کام اسکی زیر نگرانی میں پائے۔

۱۷ برہان ص ۲۱۸ / شد ایضاً ص ۲۱۱ /

۱۸ عاجز راقم کو یہ بالمشک کا مضمون نہ مل سکا۔ جناب ضیاء الدین صاحب ڈیپٹی افسر محکمہ آثار قدیمہ ناگ پور نے اس کی نقل فراہم کر دی۔

۱۹ برہان ص ۲۱۸ - ص ۲۱۵ برہان ص ۲۱۵

ثانیاً \_\_\_\_\_ دوسرے شعر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام مارگلہ میں مکمل ہوا۔  
 ثالثاً \_\_\_\_\_ تیسرا شعر بتاتا ہے کہ یہ مرمت کا کام حسن و خوبی سے انجام پایا۔  
 رابعاً \_\_\_\_\_ چہرے شعر میں کام کی تکمیل کی تاریخ سنہ ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۱ء) نکالی گئی ہے جو کتبہ میں صاف نہیں ہے۔“ سہ

اور خامساً \_\_\_\_\_ قطعہ تاریخ کے نیچے تفصیلات میں چند لوگوں کے نام دے گئے ہیں ان میں احمد معمار، مرزا محمد داروغہ، جوگی داس اور دیال داس قابل ذکر ہیں۔“ سہ  
 اس کے بعد کرنل صاحب موصوف نے ذیل کے امور پر روشنی ڈالی ہے۔

- ۱۔ حسن ابدال میں اورنگ زیب کے ورد کی تاریخ اور مقصد۔ (برہان ص ۲۱۴)
- ۲۔ شجاعت کا کادرہ خیبر میں شکست کھا کر پنجاب کے میدانوں کی طرف وھیل دیا جانا۔<sup>۵۳</sup>
- ۳۔ اورنگ زیب کا افغانوں کی تہنید کے لئے شمال کی طرف بڑھنا۔
- ۴۔ حسن ابدال میں کیمپ۔
- ۵۔ شہی کیمپ میں ۲۷ رجب ۱۰۸۳ھ کو بہات خاں کا آنا۔

سہ برہان ص ۲۱۴ \_\_\_\_\_ کرنل صاحب نے مرمت کا لفظ پڑھا ہے۔ ”مرتب“ صاف ہے اس سے تمام تاریخی پس منظر بدل جاتا ہے۔ سنہ ۱۰۸۳ھ پر جابجا سوالیہ نشان لگا کر ”ہوش“ کو ”ماہوش“ بنا کر سنہ ۱۰۸۳ھ حاصل کیا اور مدعہ کو بے وزن بنا دیا ہے۔ (فرید)  
 سہ برہان ص ۲۱۴ \_\_\_\_\_ کرنل صاحب نے جوگی داس اور دیال داس کو تھویدار لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ تھویدار درحقیقت خزانچی کو کہتے ہیں۔ پہلے زمانہ میں ٹھیکہ داری کا کام یہی لوگ کیا کرتے تھے۔ اور اپنی جیب سے خرچ کر کے سرکاری خزانے سے بعد میں اخراجات کا بل پیش کر کے وصول کرتے تھے۔ (کرنل صاحب)

”دولت مغلیہ کی ہیئت مرکزی“ میں مرقوم ہے کہ داروغہ کی طرح ہر کارخانہ میں ایک تھویدار ہوتا تھا۔ اس کی تھوید میں وہ نقد رقم اور سامان ہوتا تھا جس کی ضرورت اس شعبہ کے لئے ہوتی تھی۔“ ص ۲۵۴ (فرید) سہ (برہان ص ۱۱۵)

اور ٹیبل داس داروغہ شیخ عبدالعزیز اور لطف اللہ کی اورنگ زیب کے ساتھ ہماری  
۶۔ قطعہ تاریخ پر بحث، ۱۸۸۳ء کو تسلیم کرنے میں تردد۔

۷۔ قطعہ کے نیچے تفصیلات میں ”پورا استاد“ کے اضافہ کے وجوہ، احمد  
معمار کا سن وفات، لطف اللہ خاں کی موجودگی سے تطابق۔

۸۔ مذکورہ بالا تمام امور کرنل صاحب مونسوف کی توجہ اور نظر ثانی کے محتاج رہ گئے  
ہیں۔

۹۔ سطور ذیل میں اس عہد کے سیاسی حالات کی روشنی میں مندرجہ بالا احوال  
کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۰۔ سرحدی قبائل کی نورش ہندوستان کی حکومت کے لئے ہمیشہ سر درد  
بنی رہی ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں سرحد کے آفریدی پٹھانوں کی سرکوبی کے لئے  
اکبر کے عہد میں جو سخت جہم گئی تھی۔ اس کا انجام فروری ۱۵۵۶ء کی خطرناک تباہی پر ہوا۔  
جس میں آٹھ ہزار فوجی اور راجہ بیربل سوات کی جنگ میں کام آئے۔  
افغانوں کی طاقت کا رعب اور پہاڑیوں میں رخنہ کا خوف، پندری سلطنت مغلیہ پر  
غالب آگیا تھا۔ قبائلی سرداروں کو روپیہ دے کر ان سے صلح کرنی پڑی۔

جہانگیر اور شاہ جہاں کے زمانے میں یہی حالت رہی۔ بلخ اور قندھار میں مغل فوج  
کی کوچ نے قبائلی سرداروں اور عوام کو ہمیشہ خوفزدہ رکھا۔ ان کا خوف ایک خاموش شورش  
کی شکل اختیار کرتا رہا۔

شاہ جہاں کے آخری ایام میں افغانوں کی شورش اور فتنہ ایک دم بڑھ گیا۔ اورنگ زیب  
کی تخت نشینی کے بعد اس فتنہ نے شدید شکل اختیار کر لی۔

۱۱۔ تاریخ اورنگ زیب دجاو ناتھ سرکار ۱۹۱۶ء ص ۲۵۳  
History of Aurangzeb (A.D. 1658-1707) P. 253

۱۶۶۷ء میں یوسف زئی پٹھانوں کی تحریک شروع ہوئی۔ ان کے ایک سردار بھاگوآنے کسی کو محمد شاہ کے نام سے بادشاہ بنا کر دریائے سندھ کو عبور کر کے پچھلی پر حملہ کر دیا۔ جہاں ایک مقامی سردار شادمان اور مغل افسر اس مقام کی حفاظت کے لئے مامور تھے۔ یوسف زئی پٹھانوں نے ————— چھاچھل ————— شادمان کے قلعہ پر ————— قبضہ کر لیا۔ ۱۷

اس فتح نے دیگر قبائلی سرداروں کا رخ اس کی طرف پھیر دیا۔ مغربی پشاور اور اٹک میں ان قبیلوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ پشاور اور دہلی سے مدد طلب کی گئی۔ اورنگ زیب نے ان کی سرکوبی کے لئے سخت اقدامات کئے۔ کامل خاں داک کے فوج دار کو حکم ہوا کہ مضافات سے کوچ کر کے ان پر حملہ کرے ۱۸۔ پایہ تخت سے محمد امین دس ہزار چسپیدہ سواروں کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ کامل خاں نے دریائے سندھ کو عبور کر کے کثیر التعداد یوسف زئی فوج کو شکست دی اور دریائے سندھ کے جنوبی سرخ کا علاقہ ان سرکشوں سے خالی ہو گیا۔ ۱۹۔ دریائے سندھ کے شمالی رخ پر مغل فوج میں آفریدیوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ کامل خاں ہارون نامی ایک مقام پر ٹھہرا رہا۔ اپریل تک کمک آتی رہی۔ ۲۰ مئی کو شمشیر خاں افغانستان سے اٹک پہنچا اور فوج کی کمک اپنے ہاتھ میں لے کر۔ یوسف زئی علاقہ میں داخل ہو گیا۔

۱۷ مختصر تاریخ مغل ۳ تاریخ اورنگ زیب ۲۵۵ History of Aurangzeb (1916) ۱۸  
۱۹ Short History of Aurangzeb ۲۰

۲۱ تاریخ اورنگ زیب (۱۹۱۶ء) ۲۵۵

(History of Aurangzeb, 1916)

۲۲ ایضاً ۲۵۶

انک سے سولہ میل دور ————— ادھند ————— (ohnd) مقام  
پر وہ مقابلہ کے لئے صف آرا ہوا۔

یہاں ان سے کئی جنگیں ہوئیں۔ مائدور کے یوسف زئی میرانی علاقہ پر قبضہ کر کے  
ان کی فصیلیں تباہ کر دیں۔ ۱۷۶۲ء  
شمشیر خان ادھند سے بھاگواپہر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ کئی گاؤں فتح کر  
لئے گئے مکانات جلادئے گئے، املاک لوٹ لی گئیں اور کھیتاں تباہ کر دی گئیں۔ ۱۷۶۲ء  
اس تباہی کے بعد یوسف زئی قبیلہ کی مدد کے لئے سوات اوتیراہ کے افریدی بڑھے۔  
مگر ان کو شکست ہوئی۔

پایہ تخت سے بادشاہ کے حکم سے محمد امین خاں کی سرداری میں ۹ ہزار افراد کی ایک  
فوج روانہ کی گئی۔  
محمد امین خاں دریائے کابل کو پار کر کے لاہکی (نہاٹکھڑہ) پہنچا۔ یہاں اس نے شمشیر خان  
سے فوج کی کمان لے لی۔ اور شہباز گڑھی کی طرف روانہ ہوا اور فوجی زیہات کو لوٹا  
دیا آگے بڑھتا رہا۔

یوسف زئی دب گئے اور ۱۷۶۲ء تک کوئی شورش نہیں ہوئی۔ ۱۷۶۲ء  
۱۷۶۲ء میں جلال آباد کے باکم کی کسی ناشائستہ حرکت نے خیبر کے قبیلوں میں شورش  
پھیلا دی۔ افریدی اٹھل خاں کی سرداری میں اٹھ کھڑے ہوئے۔  
وہ بادشاہ بن بیٹھا۔ اس نے اپنا سکہ رائج کیا۔ اور مغلوں کے خلافت قومی تحریک میں  
تمام پٹھانوں کو شریک ہونے کی دعوت دی اور درہ خیبر بند کر دیا۔ ۱۷۶۲ء

۱۷۶۲ء تاریخ اوزنگ ۱۹۱۶ء ۲۵۵ (۱۹۱۶ء) جامع جہانگیر علی خان  
۱۷۶۲ء تاریخ اوزنگ زیب ۲۵۶ ۱۷۶۲ء ایضاً ۲۵۹ مختصر تاریخ اوزنگ زیب ۱۳۳  
۱۷۶۲ء مختصر تاریخ اوزنگ زیب ۱۳۳

۱۶۷۳ء میں بہار کے موسم میں محمد امین خاں پشاور سے کابل کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ دس کاخاندان، فوج اور بے شمار اسباب تھا۔ جامرود (Jamarud) کے مقام پر اسے معلوم ہوا کہ افغانوں نے راستہ بند کر دیا ہے۔

عالی مسجد کی طرف آگے بڑھتے ہی وہ موت کے منہ میں چلا گیا۔ وہ چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔

رات کے وقت افریدیوں نے پہاڑیوں سے اتر کر چشمہ کا پانی اس پر بند کر دیا۔ گرمی کی وجہ سے آدمی اور جانور سیاس کی وجہ سے گھبرانے اور مرنے لگے۔ افغانوں نے تیرو تیرکی بوجھاڑ شروع کر دی۔ لشکر پر اگندہ ہونے لگا۔ اور گھوڑے ہاتھی ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

ہزاروں لوگ پہاڑ کی بلندی سے گر کر غاروں میں ہلاک ہو گئے۔ تقریباً دس ہزار آدمی مارے گئے۔ دو کروڑ روپیہ اور اسباب لوٹ لیا گیا۔ بیس ہزار مرد اور عورت گرفتار ہوئے۔ محمد امین خاں کی ماں، بیوی اور لڑکی بھی قید ہو گئے۔ گراں بہا معاوضہ دے کر ان کو چھڑایا گیا۔

محمد امین خاں کے ملازم معرکہ کارزار سے اس کو سلامت لے آئے۔ رشید خاں، فرزند عبداللہ خاں اسی معرکہ میں قتل ہوا۔ اور امین خاں تمام مال و اسباب سے دست بردار ہو کر بحال تباہ لاہور واپس آیا۔

صاحب آثار عالمگیری نے لکھا ہے کہ ”اکبر بادشاہ کے عہد میں زین خاں کو کہ حکیم عبدالفتح اور راجہ بیر کو جو حادثہ پیش آیا تھا وہی سلنے آیا۔“

۱۔ مختصر تاریخ اورنگ زیب ۱۳۳ / آثار عالمگیری (اردو ترجمہ) ص ۱۱۱

۲۔ ایضاً ص ۱۳۳

۳۔ آثار عالمگیری ص ۱۱۱

۴۔ ایضاً ص ۱۱۱

مختصر تاریخ اورنگ زیب میں مرقوم ہے کہ محمد امین خاں پشاور کی طرف نکل گیا۔ ۱۳۳

اس فتح نے آفریدیوں کی ہمت بڑھادی اور مالِ غنیمت کی فراوانی اور افراط کے قصے سن سن کر بہت سے لوگ اس کے جھنڈے گے نیچے چھ ہونے لگے۔

خٹک قبیلہ بڑا جنگ جو تھا۔ پشاور کے جنوب میں اور کوہاٹ جنوں کے علاقہ میں کثرت سے آباد تھا۔ اور یہ قبیلہ یوسف زئی پٹھانوں کا سخت دشمن تھا۔ ان دونوں قبیلوں کی سرحد پشاور میں ملتی تھی۔

خوش حال خان خٹک ————— ”افغان بغاوت کا رہنما“ ”پشتو شعراء کا سرتاج“ اور ”صاحبِ سیف و قلم تھا۔ ۱۷

سالہا سال تک اس نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا۔ اب وہ اکمل خاں سے مل گیا اور بغاوت کا قومی رہنما اور سردار بن گیا۔

حکومت کے لئے خطرہ بڑھ گیا۔ قندھار سے اٹک تک ساری افغان دنیا اس تحریک سے متاثر ہو گئی۔ اس تحریک کے سردار وہ فوجی تھے۔ جنہوں نے دکن اور ہندوستان میں مغل فوج کیساتھ میدانِ جنگ میں زیرِ دست معرکے سر کئے تھے۔ اور اختتامی امور اور سرکاری تدبیروں سے بخوبی واقف تھے۔

دونوں طرف ایک ہی قسم کا سامان جنگ تھا۔ مگر ان کے پاس ایک بھاری توپ خانہ نہ تھا۔ چوں کہ وہ پہاڑوں میں لڑنے کے عادی اور جفاکش تھے۔ ان کو مغل فوج پر برتری حاصل تھی۔ ۱۷ مغل فوج پہاڑیوں میں لڑنے سے خوف زدہ تھی۔

بادشاہ نے افغانوں کے حملہ سے پشاور کی مدافعت اور حفاظت کے لئے سخت اقدامات کئے۔ محمد امین خاں کو معزول کر کے ہبابت خاں کو چوتھی مرتبہ کابل کا عامل بنا کر بھیجا۔ ہبابت خاں تین مرتبہ اس سے پہلے افغانستان کا عامل رہ چکا تھا۔ اس نے کامیابی

۱۷ رود کوثر ص ۲۲۹ / مختصر تاریخ اورنگ زیب ص ۱۳۴

۱۸ مختصر تاریخ اورنگ زیب ص ۱۲۴

کے ساتھ آفریدیوں کے ساتھ خوش گوار تعلقات قائم رکھے تھے۔ بادشاہ نے اسے دکن سے طلب کر کے کابل جلنے کا حکم دیا۔

ہابیت خاں اپنے پیشرووں کا انجام دیکھ چکا تھا۔ اس نے افغانوں کی قرار واقعی تنبیہ سے چشم پوشی کی۔ اس باغی گروہ کو پامال کئے بغیر ”ماخیر و شما بہ سلامت“ کہہ کر کابل چلا گیا۔

”بادشاہ کو خان مذکور کی یہ اداسندہ آئی“، اشجان / مطابق، ۱ نومبر ۱۹۷۳ء کو شجاعت خاں کو افغانوں کی سرفش اور تنبیہ کے لئے کثیر فوج اور سازد سامان کیساتھ رخصت کیا گیا۔

شجاعت خاں کی مدد کے لئے جسوت سنگھ بھی اس کے ساتھ تھا۔

شجاعت خاں معمولی نامدان کافر تھا۔ ست نامیوں سے جنگ اور ان کی بغاوت کو نہ کرنے میں میدان کارزار میں جو ہر مردانگی دکھائے تھے، اوڑھتا دازخاں سے شجاعت خاں ہو گیا تھا اس کے منصب میں اضافہ ہوا۔ وہ سہ ہزاری پانصدی دو ہزار سو اس کے مرتبہ پر فائز کیا گیا۔

ہمارا آج بہ جسوت سنگھ اور ہابیت خاں جیسے عالی نسب لوگ اس سے متنفر ہو گئے اور حسد کرنے لگے۔

شجاعت خاں نے ہمارا جہ کی صلاح کو نہ مانا۔ ۱۹۷۳ء کی تباہی کا سبب مغل افسروں میں عدم تعاون تھا۔

شجاعت خاں نے کابل کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ ۱۰ اذیعقدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۷۳ء کنرا ب سے گزر کر کوتل کو پہنچ کر پور کرنے کا خواہاں تھا لشکر آراستہ

۱۷ مائٹر عالمگیری ۱۳۸۴ھ / ۱۶ نوم کو بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ہابیت خاں حوالی پشاور یعنی بلخ ظفر سے کوچ کر کے کابل روانہ ہوا۔ (۱۷ مائٹر عالمگیری ۱۳۸۴ھ) (۱۷ مائٹر عالمگیری ۱۳۸۴ھ) (۱۷ مائٹر عالمگیری ۱۳۸۴ھ)

ہو کر آگے بٹھ رہا تھا۔ افغانوں کا گروہ کمین گاہ میں مقیم تھا۔ ایک تنگ پہاڑی راہ پر شجاعت خاں کے مقابلہ کے لئے آیا۔

اس رات سخت برف باری ہوئی۔ سردی اور نمی کی وجہ سے سپاہی موت کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اس مصیبت زدہ فوج کو افغان پہاڑوں کے دونوں طرف سے ستانے لگے۔ سردی سے اکثری ہوئی فوج پمیں صبح کے وقت افغانوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کر دیا۔ شجاعت خاں اور سپاہیوں کی ایک معقول تعداد میدانِ جاں نشاری میں کام آئی۔ شاہی رعب و اب کو زبردست رکھنے کے لئے اورنگ زیب خود حسن ابدال پہنچا۔ ۷۱ کے ہمراہ کثرتِ فوج اور بھاری توپ خانہ تھی۔ مضبوط اور مسلح فوج اور جنگی سامان دشمن کے علاقہ میں بھیجا گیا۔ ۷۲

اغرخاں رکن سے طلب کیا گیا۔ اور خیبر علاقہ میں راستہ صاف کرنے کے لئے

مقرر کیا گیا۔

شیخ عبدالعزیز فوجدار سرحد و دلاور خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ دو ہزار پانچ سو سواروں اور توپ خانہ کی جمعیت کے ساتھ دامن کوہ سے راستہ طے کرنے پر اسے مامور کیا گیا۔ ۷۳ ۱۸ ربیع الاول کو ریلوے خاں، بدیع السلطان اور ناصر خاں وغیرہ کے ہمراہ پشاور سے

روانہ کیا گیا۔ ۷۴

۲ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ کو بادشاہ حسن ابدال پہنچ گئے۔ ۷۵

۱۱ رجب ۱۲۸۴ھ کو فدائی خاں ————— ہایت خاں کا بھائی —————

بقیہ حاشیہ ص ۳۶۔ ۷۶ ————— مائٹرائیگری کے اردو اور انگریزی ترجموں میں تاریخ میں روایک

روز کا فرق ہے۔ ۷۷ مائٹرائیگری (اردو ترجمہ) ص ۸۹ ————— ترک امیر جو افغانوں سے

لڑنے میں ممتاز ہو چکا تھا ————— مختصر تاریخ اورنگ زیب ۱۳۱

۷۸ مائٹرائیگری (اردو) ص ۹ / ۷۹ ایضاً ص ۹ / ۸۰ ایضاً ص ۹

کابل کا صوبیدار مقرر کیا گیا۔

بادشاہ زارہ محمد اکبر اور اسعد خاں کو کوہاٹ کی راہ سے کابل روانہ ہونے کا حکم ہوا۔  
شہامت خاں اور غیرت خاں وغیرہ امیران دربار شاہزادہ کے ہمراہ ہوئے۔ ۱۷  
تقریباً ڈیڑھ سال تک اورنگ زیب اس علاقہ میں رہا۔

جمادی الاول (۱۰۸۵ھ) میں مکرم خاں اپنے بھائی شمشیر خاں کے ہمراہ ایک  
شائستہ فوج لے کر کتل غابوش کے افغانوں پر حملہ آور ہوا۔

۲۷ ربیع الاول کو بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مکرم خاں نے غنیم پر حملہ کیا اور ان کے اکثر  
گھروں کو تاراج اور بے شمار افراد کو نظر بند کر دیا۔

”ایک روز فتنہ پردازوں کی ایک قلیل جماعت نمودار ہوئی۔ مکرم خاں نے اس پر حملہ کیا۔  
مکر کوہ کے ہر دو جانب سے حریف کے دو دستے نکل کر شاہی فوج پر حملہ آور ہوئے۔  
شمشیر خاں اور میر عزیز اللہ خاں نے غیرت مردانگی سے کام لیا۔ اور مردانہ وار میدان جنگ  
میں کام اس کے سپاہیوں کی کثیر تعداد قتل ہوئی۔ اکثر سوار اور پیادے، بے آبی اور برگشتہ  
طاہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

مکرم خاں چند زندہ سواروں کے ساتھ باجوہ کے تھانہ دار عزت خاں کے پاس پناہ گزی  
ہوا۔ ۱۸

۳۰ ربیع الاول کو بخش الملک سردار بلند خاں ایک جرار فوج اور ساز و سامان کے ساتھ  
شورہ پشت افغانوں کی تنبیہ کے لئے روانہ ہوا۔

اغزاق حلال آباد کی تھانہ داری پر مقرر ہوا۔

ہزار خاں جلد لک کا تھانہ دار مقرر کیا گیا۔ ۱۹

۱۷ مارچ انگیری دارود، ۲۰

۱۸ ایضاً ۲۱ ایضاً ۲۲

نذائی خاں نے اپنے بہادر سپاہیوں کی مدد سے افغانوں کو بے حد پامال کیا۔ ان کے مکانات اور املاک سب تاخت و تاراج کر دیئے۔

۱۴ جمادی الاول کو معلوم ہوا کہ ہزیر خاں (تھانہ دار جگد لک) اور افغانوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ اپنے فرزند اور دیگر سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا

مختصر عرصہ میں غورائی، شرانی، یوسف زئی قبیلوں کو شکست دے کر ان کے علاقوں سے باہر کر دیا گیا۔ بہت سے قبیلوں کو جاگیر اور انعام و منصب دے کر ان کے لیا گیا۔

۱۵ اشوال (۱۰۸۶ھ) کو بادشاہ نے حسن ابدال سے تخت گاہ کی طرف کوچ کیا۔

مذکورہ بالا تاریخی حقائق کی روشنی میں عاجز راقم کی ناقص رائے یہ ہے کہ مذکورہ سڑک

ہبابت خاں نے اپنے لئے بنوائی۔ اس کو اس کام پر بنوایا نہیں گیا تھا۔ سڑک مرتب کی گئی۔ ساخت کا لفظ بھی اس کی وضاحت کر رہا ہے۔

اورنگ زیب کے حسن ابدال پہنچنے سے پہلے ہبابت خاں اس راہ سے گزر کر کابل پہنچ

چکا تھا۔ بادشاہ کے لئے سڑک تعمیر کروائی جاتی تو کتبہ کے کسی مصرعہ میں اس کا اشارہ ہوتا۔

کتبہ کی مختلف خواندگیوں کو ملاحظہ کیجئے:

بلوچین (Blackmann) ۲

۱۸۷۱ء

دارکلمہ

خان قوی پنجہ مہابت شکوہ شیرز سر پنجہ او ناتواں

۱۔ اثر عالمگیری ص ۱۱۱

۲۔ سانت پناں شاہ زہے باثرن

۳۔ عربی و فارسی کتبات پر اشارات — ریل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل

۱۸۷۱ء ص ۲۵۹

گفت مغل رومی تاریخ شان ناصیہ ہوش ہندوستان

۱۰۸۳ھ

باہتمام مرزا محمد داروغہ و احمد معمار استاد و جوگیداس و دیسی داس تولیدار

ریہا لشک (Kehatsek) ۵

۱۸۷۳ء

ہوالقاویہ

خان قوی پنچہ مہابت شکوہ شیرز سر پنچہ او نالوان

در کتل مارگلہ آں کہ بود باکرہ چرخ بریں تو امان

ساخت چنان را روئے شرف یومیہ دیند چرخ ز در زمان

گفت مثل از پے تاریخ سال ناصیہ ہوش ہندوستان

باہتمام مرزا محمد داروغہ و احمد معمار استاد و جوگیداس و دیسی داس تولیدار

۵۔ کرنل رشید صاحب نے "داروغہ" کے بعد چند نقطے لگا کر خالی جگہ چھوڑ دی ہے اور

۱۰۸۳ھ "تولیدار" کے بعد لکھا ہے۔ برہان اپریل ۱۵۶ھ ص ۲۱۲

کرنل صاحب نے "۱۰۸۳ھ" صحیح مقام پر نقل کیا ہے۔ مگر اصل کتبہ میں "بحری" لفظ کی تحریر کی گنجائش نہیں ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ ہندو مسلم کتبات۔ عکس مارگلہ مقابل ضلع

Epigraphica - Indo-Moslemica - P. 20

۵۔ برہان اپریل ۱۵۶ھ ص ۲۱۳-۲۱۲

Indian Antiquary vol: II P. 205

جناب میاں الدین صاحب دیوانی نے رقم السطور کو جو نقل فراہم کیا ہے اس میں آخری مندرجہ یوں

نقل ہے۔ "ناصریہ ہوش شدہ داستان" (کرم: اردو دیوانی صاحب ۶ ستمبر ۱۹۶۶ھ)

حمد معمار و جوگیداس و شرف دیال داس

تخلی دار ۱۰۸۱ھ مرتب شد

یزدانی ۱۹۳۳ھ

ہوا نقاد

خان قوی پنجہ ہابت شکوہ شیر ز سر پنجہ او نالواں

در کتل مار گدہ آنکہ بود باکرہ چرخ بریں تو اماں

ساخت چنل شاہراہی شرف ..... چرخ ..... بوزمان

گفت مغل در پئے تاریخ سال ناصیہ ہوش ہندوستان

باہتمام میرزا محمد ..... داروغہ .....

احمد معمار و جوگیداس ..... شرف دیال داس

تخلی دار ۱۰۸۳ھ مرتب شد

رشید ۱۹۵۶ھ

خان قوی پنجہ ہابت شکوہ شیر ز سر پنجہ او نالواں

در کتل مار گدہ آن کہ بود باکرہ چرخ بریں تو اماں

۱۰ برہان اپریل ۱۹۵۶ء ۲۱۲ ص

Epigraphica Indo-Moslemica p. 20

دیسائی صاحب کا کرم نامہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء

۱۰ برہان اپریل ۱۹۵۶ء ۲۱۸ خط کشیدہ الفاظ کرنل صاحب کے انمائے ہیں۔

جو گزشتہ مت شریفین نے بیان نہیں کئے۔

ساخت چنان راہ بروی شرف کہ سر برو چرخ بر صدناں  
گشتے مغل در پئے تاریخ ماں ناصیہ ماہ و شہ ہندوستان

.....

(خالی سطر جہاں سے الفاظ گر گئے ہیں).....

باہتمام مولانا محمد میاں و داروغہ شیخ عبدالعزیز

دہلی (پور استاد) احمدی معمار و جوگی داس.....

و دیال داس نقوی دار ۱۰۸۳ھ

### مرمت شد

عائزہ راقم کی رائے میں کتبہ مارگھہ کی مذکورہ بالا چار خواندگیاں ٹاکس ہیں۔ اور مزید غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔

موجودہ کتبہ کا تازہ ترین عکس یا چرچہ حاصل کرنے کی مسلسل سعی میں ناکامی کے بعد <sup>۱</sup>یہ المیہ صاحب کے فوٹو کی روشنی میں اس بیچ میر نے اپنا حل پیش کرنے کی جرات کی ہے۔

### ہو القادر

یزدانی صاحب ————— ”ہو القادر“ میں آ اور نہ جھڑ گئے ہیں۔

بلوچمیں نے مارگھہ لکھا —————

مصرعہ اول —————

”پنچہ“ کا پتا نہیں ہے۔

۱۔ یزدانی مکتبہ Epigraphica Indica Madras ۱۹۳۳ P. ۲۵

مردانِ دہلی اپریل ۱۹۵۶ء

”مہابت“ ————— کا بے ہوش (ہر) کا شوشہ نہیں ہے۔

”شکوہ“ ————— کی دے نصف خمرہ گئی ہے۔

مصرعہ دوم —————

”شیر“ کے ش کا ایک ذمہ اور نقطے غائب ہیں۔

رے نصف رہ گئی ہے۔

”پنجہ“ ————— پہ اور ق کے گھر نہیں ہیں۔ نقطے غائب ہیں۔

ہ ————— دس کا آخری حصہ جھڑ گیا ہے۔

اور ————— کا داؤد (و) دال جیسے سوم ہوتا ہے۔

”تاتواں“ ————— میں یا کا اللہ (ا) بیچ میں سے کٹ گیا ہے۔

”تواں“ میں تے کے نقطے غائب ہیں۔

پہلے شعر سب نے یکساں پڑھا ہے۔

دوسرے شعر کو ہونیہ نے چھوڑا ہے۔ یہ ہنساک یزدانی اور کئی صاحبان کا

یکساں ہے۔

در کشت مار گاہ آل کہ بود باکرہ چرخ بریں تو امان

مصرعہ سوم —————

”کُتل“ ————— کا تے بیچ میں سے نوٹ گیا ہے۔

”مار گاہ“ کی رے نصف رہ گئی ہے۔

”آں کہ میں“ دونوں کا نقطہ نہیں ہے۔

الف (ا) کا مد غائب ہے۔

کاف (ک) کا مکڑ جھڑ گیا ہے۔

مصرعہ چہارم —————

”پکرہ“ — اور ر کے نچلے حصے ٹوٹ گئے ہیں۔  
 ”چرخ“ — رخ کے دائرہ کا بالائی حصہ کٹ گیا ہے۔  
 ”برین“ — ر نصف رہ گئی ہے۔  
 سی (ی) کا گھر غائب ہے۔  
 صرف نقطے رہ گئے ہیں۔

تیسرا شعر بلوخمین نے نہیں پڑھا۔ باقی فضاء خنہ حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ساخت چنان را روی شرت یومیہ دید چرخ ز در زمان

(ریہا لشک)

ساخت چنان شاہراہی شرت ..... چرخ ..... بوزمان

(میزدانی)

ساخت چنان راہ بروی شرت کہ سر برد چرخ بر صد زمان

(دکتر نل رشید صاحب)

ساخت چنان راہ روی شرت بوسہ دہ چرخ براں ہر زمان

(ضیاء الدین صاحب دیپال)

مصرعہ پنجم —

مصرعہ پنجم کے دونوں الفاظ — ”ساخت“ اور ”چنان“ برابر حل ہو گئے ہیں

”ساخت کے لفظ پر غور کیجئے۔ بتلا رہا ہے کہ مٹرک بتائی گئی ”مرتب“ ہوئی۔ نہ کہ

”مرمت“ کی گئی۔

۱۵ راقم السطور کے نام اپنے کرم نامہ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۶۶ء میں دیپالی صاحب نے اس شعر کو بول حل کیا ہے۔

ریہا لشک اور کرنل صاحب نے "مرمت" لکھا ہے۔ غالباً لفظ "ساخت" کو  
نظر انداز کر دیا ہے۔ یزدانی صاحب نے مرتب لکھا ہے۔  
"ساخت" — اس کے دندانے جھڑ گئے ہیں۔  
اور ت کے نقطے غائب ہیں۔

"چناں" — سچ کا بالائی حصہ نصف رہ گیا ہے۔

"شاہ رہی" — کا حل مختلف ہے سہ

"ش" گر گیا ہے۔

"الف" (و) رہ گیا ہے۔

شکستہ ش کا صرف ایک نقطہ نظر آتا ہے۔

"شا" کے "الف" (ا) کے اوپر آ کا بائیں جانب کا حصہ رہ گیا ہے۔

"رہی" — میں رہا، کانگر جھڑ گیا ہے۔ در نیچے کا شوشہ رہ گیا ہے۔

"آ" — خط سنگ نے کتبہ میں ہر مبداء الف (ا) ترچہ لکھا ہے

"آ" کا ترچھا الف (ا) جھڑ گیا ہے۔

صرف پ کا نقطہ رہ گیا ہے۔ جو شاہ رہی کے بعد صاف نظر

آتا ہے۔

سہ "شاہ راہی" — یزدانی صاحب نے "شاہ راہی" پڑھا ہے۔ مگر غلطی سے

خارج ہو جاتا ہے۔

بلوخمین نے یہ شعر چھوڑ دیا ہے۔

"ریہا لشک" نے "راہوے" پڑھا ہے۔

کرنل رشید صاحب نے "راہ بروے" پڑھا ہے۔

یزدانی صاحب نے یا کی جگہ حل میں سواویہ نشان ( ۹ ) بنا دیا ہے سہ یزدانی صاحب  
کا حل نقل کرتے وقت کرنل صاحب نے سواویہ نشان کو چھوڑ دیا ہے سہ ممکن ہے کہ بنا  
فضل قادر صاحب نے کرنل کو ویسی ہی نقل بھیجی ہو سہ

”شرف“

شرف یزدانی صاحب اور کرنل صاحب نے ”شرف“ پڑھا ہے  
”شرف“ کے شش کے دندانے، آدھا نصف حصہ اور ”ف“ شکستہ ہو گئے ہیں۔  
مصرعہ ششم کو نہایت عجیب طریقہ سے حل کیا گیا ہے اس کا کوئی وزن نہیں  
اس مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔

یزدانی صاحب کے عکس کی روشنی میں عاجز راقم نے مصرعہ ششم کو یوں پڑھنے کی  
کوشش کی ہے۔

رشک بد چرخ بر او ہر زماں

”رشک“ — توٹ گیا ہے نیچے کا ۳ مصرعہ گیا ہے۔

”ش“ — ( ش ) کے کچھ مٹے ہوئے دندانے باقی ہیں۔

توڑ کے بقیہ حصے کے ساتھ ملے ہوئے۔ نثر آتے ہیں۔

”ک“ — باقی ہے کاف آخری حصہ جھڑ گیا ہے۔

شکست و رعیت کے بعد ”رشک“ سے جو کچھ بچا اس کو کرنل صاحب نے ”کہ سر ٹپھا۔

”بر“ — ”د“ میں سے ”بر“ گر گیا ہے۔

۱ Epigraphica Indo-Moslemica P. 21

۲ برہن اپریل ۱۹۵۶ء ص ۲۱۳

۳ ایضاً ص ۲۱۱

”ب“ کی نوک جھڑ گئی ہے۔ صرف موڑ ”ر“ کے اوپری حصہ سے ملا ہوا ہے۔  
 ”ر“ کا نچلا حصہ جھڑ گیا ہے۔

”د“ ————— وال کے دونوں مڑے ہوئے سرے جھڑ گئے ہیں باہمی یوزیریں  
 جھکے ہوئے سروں کے جھڑ جانے کے بعد صرف درمیانی حصہ رہ گیا ہے۔

”چرخ“ ————— چرخ بالکل صاف پڑھا جاتا ہے۔

”چ“ کے نقطے جھڑ گئے ہیں۔

”ر“ ہلکا سا شکستہ معلوم ہوتا ہے۔

”خ“ کا نقطہ ٹوٹ گیا ہے کچھ نشان سا باقی ہے۔

”بر“ ————— بے اب موجود ہے۔ ”ب“ کا نقطہ ”ر“ کی سی کے پاس ہے  
 نصف رہ گیا ہے۔

”ر“ جھڑ گئی ہے۔

”و“ صاف پڑھا جاتا ہے۔

”بر“ کرنل صاحب کے فوٹو میں صاف آیا ہوگا۔ کرنل صاحب

موصوف نے اسے بر پڑھا ہے۔

”ہر“ ————— ”ہر“ کے شوٹ کا موڑ ————— ”ہ“ کا ابتدائی

سرا جھڑ گیا ہے۔ صرف نچلا حصہ نقطے کی شکل میں موجود ہے۔ جس کو پڑھنے میں ”ہر“ کا  
 دھوکا ہوتا ہے۔

کرنل صاحب کے فوٹو میں ”ہر“ بھی برابر صاف آیا ہوگا۔ کرنل صاحب نے ”و“  
 کے ایک حصے کو ”ھ“ اور بائے ہونڈ (ہ) کے ایک حصے کو ”د“ بنا کر ”صد“ بنایا۔  
 موصوف نے اسے ”صدناں“ پڑھا ہے۔ مصرع بے معنی اور غیر موزوں ہو جاتا ہے  
 اس کو کسی بھی صورت میں صد نہیں پڑھا جاسکتا۔

”زماں“ صاف پڑھا جاتا ہے۔

کتبہ کے آخری شعر کی خواندگی بھی کافی دلچسپ ہے۔

مصرعہ ہفتم —

”گفت“ کا ”گ“ کا مرکز اور ”ف“ کا نقطہ رہ گیا ہے۔

”ت“ باقی ہے۔

”گفت“ کو کرنل صاحب نے گشت“ بنا دیا۔ اور اس کے نیچے خط کھینچ کر اسے

افادہ قرار دیا۔ اس لفظ کو ”بلوخمین“ ”ریہا لشک“ اور ”یزدانی“ صاحب نے  
”گفت“ پڑھا ہے۔

”ف“ اور ”ت“ کے درمیان ”ش“ کے لئے کوئی گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔

اور بقول ڈاکٹر منیر احمد صاحب ”یہاں گفت ہی صحیح معلوم ہوتا ہے“۔

”مغل“ — ”ریہا لشک“ نے اسے مثل پڑھا ہے۔

”غ“ کا کچھ بالائی حصہ پریدہ ہو گیا ہے۔

”از“ — ”ریہا لشک“ نے ”از“ پڑھا ہے۔

یزدانی اور کرنل صاحب نے ”در“ پڑھا ہے۔

بلوخمین نے ”د“ پڑھا۔

”ز“ — ”نقطہ“ کا نصف حصہ رہ گیا ہے۔

”ز“ کا ”نقطہ“ غائب ہو گیا ہے اور وہ خود بھی نصف رہ گیا ہے۔

الف (۱) کے نصف حصہ کو بلوخمین نے ”ر“ پڑھا۔ اور بغیر نقطہ کے ”ر“ واو

(و) پڑھا۔ قریب ہی پتھر ٹوٹ کر پھول گیا ہوگا۔

”از“ کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اسے در نہیں پڑھا جاسکتا۔ مگر یزدانی اور کرنل صاحب نے ”در“ پڑھا ہے۔

چونکہ ”گفت“ کو کرنل صاحب نے ”گشت“ بنا دیا۔ اس لئے ”درپے“ کر دیا۔  
”پی“ — پ کے نقطے غائب ہیں۔

”تاریخ“ — نصف رہ گئی ہے۔

”سال“ — الف (۱) تقریباً نصف رہ گیا ہے۔

مصرعہ ہشتم —

یہ مصرعہ مادہ تاریخ ہے۔ تمام خواندگیوں میں یہ مصرعہ صاف پڑھا

گیا ہے۔

یہاں لٹک نے اس مصرعہ پر غور نہ کرتے ہوئے تاریخ ۱۰۸۱ھ لکھ دی ہے۔  
کرنل صاحب نے ”ہوش“ کو ”ماہوش“ بنا دیا۔ ”اس مصرعہ میں سکتہ پڑ جاتا ہے۔“  
اور سال میں ایک کا اضافہ ہوتا ہے۔

”ناصبہ“ — ”ی“ اور ”ہ“ (یہ) جھڑ گئے ہیں۔ (صارا ص) پر ”ع“  
کا دھوکہ ہوتا ہے۔

”ہوشش“ — یزدانی صاحب کے عکس میں ”ہوشش“ صاف نظر آتا ہے۔  
”ہ“ (ہر) کا شوشہ نہیں ہے۔

”مشش“ کا نصف حصہ جھڑ گیا ہے۔ جس پر ”رہ“ کا دھوکہ

ہوتا ہے۔

۱۔ برہان ص ۲۱۳ Indian Antiquary Vol III P. 205

۲۔ برہان نظرات ۱۰ اپریل ۱۹۵۶ء





درگاہ قلی خاں چشم دید منظر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

”آگے بڑھے تو آپ کو رمتالوں، بنجیوں اور جوتشیوں کی جماعت کا جال بچھا ہوا نظر آئے گا۔ جن کے پھندے سے نکل جانا مشکل بات ہے۔ یہاں خلقت اپنی تقدیر کے فوٹے کو معلوم کرنے کے لئے بیٹھی ہے۔ کوئی ہے جو خوش آئند واقعات سن کر مسرور ہو رہا ہے۔ اور کوئی ہے جو آئندہ کی پریشانیوں کو سن کر متفکر ہے۔ بنجیوں کی آمدنی اس بلڈا میں بہت کافی ہوتی ہے۔“

میر حسن دہلوی نے اپنی منظوم شہنوی سحر البیان میں ایک بادشاہ کا حال بیان کیا ہے۔ جو اولاد تھا جب اس نے ہرجتن کر لئے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس نے مجدد مایوسی کے عالم میں تخت و تاج کو خیر باد کہنے کا ارادہ کر لیا۔ جب اس بات کا علم اس کے وزراء کو ہوا تو انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ مایوس نہ ہوں اور ہم بنجیوں کو بلا کر اس سلسلے میں دریافت کرتے ہیں۔ ان بنجیوں اور رمتالوں نے بادشاہ کے ہاں اولاد زریہ ہونے ہونے کی بشارت دی۔ میر حسن دہلوی کا بیان ملاحظہ ہو۔

بلا تے ہیں ہم اہل تجسیم کو	نصیبوں کو اپنے زرا دیکھ لو
تسلی تو دی شاہ کو اس منط	ولے اہل تجسیم کو بھیجے خط
بنجی و رمتال اور بر حسن	غرض یاد تھا جن کو اس ڈب کا فن

جب یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان سے کہا۔

کالو ذرا اپنی اپنی کتاب	مرا ہے سوال اس کا لکھو جواب
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں	کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں
یہ سن کر وہ رمتال طالع شناس	لگے کھینچنے زاپٹے بے قیاس

دھری تختی آگے لیا ترے ہاتھ لگا دھیان اولاد کا اس کے ساتھ  
 جو پھینکیں تو شکس گئی بیٹھیں بل کئی شکل سے دل گیا اُن کا کھل  
 جماعت نے رمال کی عرض کی کہ بے گھر میں امید کی کچھ خوشی

میدان جنگ کے لئے روانگی سے پہلے پنجویں کو طلب کیا جاتا تھا۔ اور ان کی بتائی  
 ہوئی مبارک گھڑی میں کوچ کا نقارہ بجتا تھا۔ تخت نشینی کو سال بہادر شاہ نے راجپوتوں کی سرکوبی  
 کے لئے کوچ کیا اس نے ۱۷ شعبان ۱۱۱۹ء کو پنجویں کی ہدایت کے مطابق اس ہم کے لئے قدم  
 اٹھایا۔ اور درباری پنجویں کے مشورہ کے مطابق اس نے خیرات تقسیم کی۔

اسی طرح سرفراز خاں (دولت بنگال) نے اپنے درباری پنجویں کے مشورہ پر ایک مبارک  
 گھڑی میں اپنے دشمنوں سے مقابلہ کیا۔ سید حیدر بیگ سک پنجویں کا بڑا مقتدہ تھا۔ ان کے  
 مشورہ کے مطابق بے حد خیرات کیا کرتا تھا۔ اور اس موقع پر لوٹ لاث میں لوگوں کا ہاتھ پیر  
 زخمی اندر مروج ہو جاتے تھے۔ بعض مرتبہ وہ لوگ حیدر بیگ کو چاندی، تانبا اور کپڑوں میں تولہ  
 کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی تانبا غریبوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ مزید برآں جب کبھی  
 اس کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا تھا تو اس موقع پر بھی وہ ایسی ہی باتیں کرتا تھا۔ محمد فرخ سیر  
 جب پٹنہ پہنچا تو اس نے وہاں پڑاؤ کیا۔ کیوں کہ کئی پنجویں اور بالخصوص محمد رفیع نائی کی کم نے  
 جو از ملہ تجسیم بہرہ وافر داشت "اسے یہ مژدہ سنایا تھا کہ وہ ہندوستان کے تحت پر جلوہ  
 افروز ہوگا۔"

۱۷ مجموعہ منشورات میرسن دہلی ص ۱۷-۲۰ ۱۷ اردن لیٹر مغلس (انگریزی) ۱/ ص ۱۷، نیز ۱۳۶-۱۳۷  
 FRANCIS GALDWINI NAVARINE IN THE TRANSACTION OF ۱۷  
 BENGAL (1788) N. 162

۱۷ عکس لواب آصف الدولہ کا درباری امیر۔ ۱۷ ابوطالب، تاریخ آصف الدولہ (انگریزی ترجمہ)  
 ص ۷۹-۸۰ ۱۷ غازی خاں ۲/ ص ۷۸،

میر قاسم (والی بنگال) بھی ان پر پورا اعتقاد رکھتا تھا۔ اور ایک بار معزول ہونے کے بعد نجومیوں کی بٹ رت کے مطابق تمام عمر دوبارہ مسند حاصل کرنے کا انتظار کرتا رہا۔ سہ  
 مرزوں کے علاوہ عورتیں بھی اس فن میں بہارت کلی رکھتی تھیں اور شمالی ہندوستان  
 کے تمام بڑے شہروں میں موجود تھیں۔ جو ان عاشق مزاج ان سے دریافت کرتے تھے کہ ان کو  
 اپنی محبوبہ مل جائے گی یا نہیں۔ سہ

اکھارہویں صدی میں بہت سے لوگوں کو اس فن میں دستگاہ حاصل تھی۔ مثلاً نیر شاہ  
 ناجی، قلندر بخش جرات (در غلام نجوم ہندیان...) بہارتے دار (مرزا ذوالحسین خاں قندار  
 اور حکیم محمد مومن خاں مومن۔ نجوم میں ان کو وہ بہارت حاصل تھی کہ بڑے بٹ منجم ان کا منہ  
 دیکھا کرتے تھے۔ ایسے سینکڑوں ناموں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

خاں دیکھنے کا عام رواج تھا۔ اورنگ زیب بھی اس پر عقیدہ رکھتا تھا۔ اور دیوان حافظ سے  
 فال دیکھا کرتا تھا۔ سہ

شاہ عالم ثانی نے ایک موقع پر یہ کہادت بیان کی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں

۱ POLIA: SHAH ALAM II AND HIS COURT. P. 102-103

۲ JAMES FORBES ORIENPAL HEWOIRS (1734) I, P. 261

262-264

۳ تذکرہ شہزادے اردو (میر حسن دہلوی) ص ۱۲۳

۴ تذکرہ ہندی (مصطفیٰ) ص ۶۳

۵ ایتنا ص ۱۰۲

۶ مختصر تاریخ ادب اردو (انسید اعجاز حسین اعجاز) اردو اکاڈمی ۱۹۳۵ء ص ۱۱۸

۷ منوچی جلد دوم ص ۱۲۸

تعالوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اور ان کی آمدن بہت تھی۔ اس نے کہا  
 ”نفل شہر راست کہ آنچہ بود زرد برد و آنچہ از وزر باقی ماند و مال گرفت“

### سحر افسوں پر اعتقاد

سحر اور افسوں گری کے فن کی ابتداء کب اور کس ملک میں ہوئی۔ اس موضوع پر بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ لیکن اتنا جان لینا کافی ہوگا کہ اسلام سے ما قبل و ما بعد ایشیائی ممالک میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص جادوگری کا عام رواج پایا جاتا تھا۔ سلطان علاء الدین خلجی ہندوستان کا پہلا مسلم سلطان تھا جس نے جادوگری کے فن کے قلع قمع کرنے کے لئے ”اقدام کیا۔ بہ قول امیر خسرو“ سلطان نے ”سحر، خون آشام“ کو گردن تک زمین کر دیا کہ سنگ سار کر دیا تھا۔ جادو گروں کا یہ گروہ بچوں کو زندہ کھا جاتا تھا۔ سہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ان مسلمانوں نے جو ہندی اصل تھے۔ اور اس فن میں مہارت رکھتے تھے۔ اس فن سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ اور اس پر عمل کرتے رہے۔ باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں نے بھی رفتہ رفتہ اس فن میں دسترس کر لی اس کا برا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمان جادوگری پر اعتقاد رکھنے لگے۔ کیوں کہ قرون وسطیٰ میں افسوں گری کے کچھ ایسے واقعات شہر عام پر آئے کہ جاہل عوام ان سے متاثر ہوئے نہ رہ سکے۔ سہ

۱۔ روزنامہ شاہ عالم رٹلی، جداول ص ۱۱۸ ب

۲۔ خزائن الفتوح، ص ۲۰

۳۔ منوچی کا بیان ہے ”میں وضاحت اور تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا کہ کس حد تک ہندوستان کے ہندو اور مسلمان جادوگری کے مائل ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ لوگ ایک ایسے آری کے پیٹ میں مرغ کی بانگ کر دیتے ہیں جس نے مرغ کھا یا تھا۔ تو کول بھی اس بات پر یقین نہیں کرے گا۔ پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ میں نے بارہا پیٹ میں مرغ کو بانگ دیتے ہوئے سنا ہے۔“  
 (باقی حاشیہ ص ۵۵)

بہارستان غیبی کے مصنف (مرزا ناتھن) نے ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ جب میر شمس نے جو فن سحر گری میں کمالیت کا مرتبہ رکھتا تھا، اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے شاہ کمال پرائسٹو کی شروع کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ کمال کے منہ سے خون بہنے لگا اور اسی ہفتے اس کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازیں میر شمس نے مرزا ناتھن کو اپنا شکار بنانا چاہا، بدیں وجہ مرزا ناتھن سخت اذیت میں مبتلا ہو گیا۔ اس زیوں حال میں اس نے ڈھاکہ کے ایک درویش میاں عقیل محمد کو اس بار میں لکھا۔ انہوں نے ڈھاکہ سے مرزا ناتھن کی صحت کی دعا کی۔ اور انہوں نے میر شمس پر جادو کیا۔ آخر میں مرزا ناتھن صحت یاب ہوا اور میر شمس موت کے منہ میں چلا گیا۔ ۱۷

محمد فرخ میر بادشاہ کے دور میں تقی نامی بھگتہ سحر سامری کا ایک کہنہ مشق اور کامل جادو تھا۔ شیو داس لکھنوی اس کے متعلق لکھتا ہے۔

"تقی نام بھگتہ در علم موسیقی و فنون رقاصی و جادو گری و سحر سامری بکار بردہ، دلی شاہ و حاضرین مجلس را غارت نموده نقدی نایاب بطریق انعام بدست آوردہ در باب رفاه ساکتان محلہ خود معرض داشتہ است۔"

محمد امین خاں (دور محمد شاہ بادشاہ) کا انتقال جادو کے اثر سے ہوا تھا۔ طباطبائی نے

بقیہ حاشیہ ص ۵۵: اس طرح کی مثالیں مجھے بارہا سنی گئی ہیں۔ "جلد دوم ص ۱۳۴

پھر وہ لکھتا ہے کہ مسلمان جادو کے اثر سے گر چھ کو مسح کر لیتے ہیں۔ اور بڑی آسانی سے اس کو مائلیتے ہیں۔ جلد دوم ص ۹۴

۱۷ بہارستان غیبی (انگریزی) جلد دوم ص ۶۷۱-۶۷۲

۱۸ نام ایک شخص کا جو سامرہ نامی مقام کا باشندہ تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو گنو سالہ بنا کر گمراہ کیا تھا۔

۱۹ تاریخ فرخ میر بادشاہ (قلی) ص ۲۶۶

۲۰ برائے سوانحی "لاحظہ ہو مائرا (فارسی) جلد اول ص ۳۴۶-۳۵۰

اس واقعہ کی تفصیلات یوں بیان کی ہے۔ نمود و انمود نے اپنی شجہہ بازیوں اور سرکاریوں سے اتنی مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ محمد فرخ سیر بادشاہ تک ایک عقیدت مند سائل کی طرح اس کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کا لوگوں پر اور زیادہ اثر غالب آ گیا اور اس سبب سے اپنے مقاصد کی برآری میں اسے بڑی تقویت ملی۔ جب محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں محمد امین خاں سپاہی وزارت حاصل کیا تو اس نے اس ملعون کو قید اور قتل کرنے کا حکم جاری کیا۔ جب سرکاری سپاہی نمود و انمود کے تکیہ میں پہنچے تو اس خبر سے وہ حیران اور متفکر ہو گیا۔ مگر صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس نے اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کا نام دید تھا مع چند نان کے جو جو اور گندم کی پکی ہوئی تھیں۔ باہر بھیجا اور پیغام دیا ”آپ لوگوں نے تکلیف کی ہے۔ لہذا کچھ تنہا دل فرمائیے۔ فقیر بھی ابھی آتا ہے۔“ ابھی وزیر کے بھیجے ہوئے سپاہی نمود و انمود کے دروازے پر ہی تھے کہ انہوں نے یہ خبر سنی کہ وزیر کی حالت نازک ہو گئی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ اٹھے پاؤں وزیر کے دروازے پر آئے۔ جب وزیر کو بے ہوشی سے کچھ افاقہ

۱۷۰ نام محمد حسین اور وطن مستبد تھا جس زمانے میں عمدة الملک امیر خاں کابل کا گورنر تھا محمد حسین اپنے وطن سے کابل آیا۔ اور عمدة الملک کی سرپرستی حاصل کی۔ اور اس نے اپنی بقیہ رشک کا اس سے عہدہ کر دیا۔ ہذا اس نسبت کی وجہ سے شاہی خوشبو خانہ کی داروغگی کے عہدہ پر اسے مامور کیا گیا۔ عمدة الملک کی وفات کے بعد محمد حسین لاہور وارد ہوا اور وہاں اس نے اورنگ زیب کی رحلت کی خبر سنی۔ حوٹاں و اسباب پشاور سے اپنے ساتھ لیا تھا، اس کو سب ٹھہر ہزار میں فروخت کر کے قیدی کا لباس زیب تن کیا۔ اور مکہ و فرب کے ذریعہ اپنا اقتدار بڑھانے لگا۔ ملاحظہ ہو۔ سیر الملتا حشرین۔ (راست) ج ۲/ص ۷۰۔ ۷۱ برائے اولاد

ایضاً ج ۲/ص ۷۳-۷۴

آخر میں اس کی اولاد مرشد آباد چلی گئی۔ اور عبد القادر خانی تھے ’ذید فر‘ نامی کا ذکر کیا ہے۔

غلام و علی روقی عبد القادر خانی، جمعہ اول۔ ص ۱۵۵

ہوا تو اس نے حکم کی تعمیل کا حکم صادر کیا۔ مگر بھو اس کو موت سے مفر نہ تھا۔ وزیر کے لڑکے نے نوردوانہ کی خدمت میں نذر بھیجی اور تعویذ کی دعا کی اس نے جواب دیا: ”تیرا ششت جسد و آب و رجوی رفتہ باز نہی آید“ آخر میں محمد امین خاں نے اس جادو کے اثر سے حلیت فرمائی۔ ۱۰

مرزا منظر ہریان جہانان نے خاص طور پر عورتوں میں افسوں گرمی کے عقائد کے قلع قمع کرنے کی بے حد کوشش کی۔ اور ان کو بیعت کرنے کی دیگر شرطوں کے علاوہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ سرد افسوں گرمی پر عقیدہ نہ رکھیں گی۔ ۱۱

انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں اہلیہ میر حسن علی لکھا تھا: ”مجھے شکل سے کوئی شخص ایسا ملا ہو گا جو اس بات کا عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ افسوں اور وساں نبیہ کسی نہ کسی کے قبضے میں ہیں۔ اکثر یہ پندھیوں پر اس کی مشق کی جاتی تھی“ ۱۲

دیوالی کے ہمارے زمانے میں عام طور پر جادو و دروٹوں نے ٹوکوں پر عمل کیا جاتا تھا۔ بقول مرزا قاسم اس زمانے میں لیو بھی بچوں کے کھلے میں ڈالتے تھے۔ یہ عمل اسوجہ سے کیا جاتا تھا کہ ان دنوں اور راتوں کو اکثر جادو گر اپنے دشمنوں کے لئے جادو ٹوتا کرتے تھے۔ اور مختلف قسم کی چیزیں مثلاً گھڑا یا مسور کی دال، زیرہ اور زرد چوب یا اسی قبیل کی کچھ چیزیں یا آٹے کا ایک پتلا بناتے تھے۔ جسے بزم خود اپنا دشمن تصور کرتے تھے۔ پھر اسے رات کی تاریکی میں کسی گلی کے کونے میں یا سر بازار کاڑھیتے تھے تاکہ دشمن وہاں سے گزرے تو بلا میں مبتلا ہو جائے۔ یا کسی مرض میں

۱۰ میراتہ ترین (۱-ت) جلد دوم ص ۷۲-۷۳

۱۱ معمولات مظہری ص ۲۳

۱۲ نیز مرآۃ المصالح ص ۴۵ ب ۳۵۷-۳۵۸



لگن دھرنے، برات کی روانگی اور نکاح کے لئے ساعت معید کا بڑا دھیان رکھا جاتا تھا۔ اگر شادی کے بعد یا اسی زمانے میں کوئی حادثہ پیش آجاتا تو اس کی وجہ ساعت بد میں رشتہ کرنے کی وجہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت امام قاسم کی شادی کے موقع پر جو عادات پیش آئے اس کی وجہ سودا نے بدشگونئی بتایا ہے۔

یاد ستم تو یہ سنو سپر خ کہن کا      ٹھانا ہے عجب طرح سے بیاہ ابن جن کا  
بنوگ یہ کچھ ہاندھا ہے دلہائے دلہن کا      جو تار جن کا ہے سودا را ہے لگن کا

اسی طرح بابا فرید کے پوڑہ کا بالخصوص بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔ بقول مرزا قتیل "اگر کوئی چاہے کہ شادی میں بابا فرید کا پوڑا نہ ہو تو ممکن نہیں کہ اس کی بات اثر کر جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہندوستان میں شادی عورتوں کے اختیار میں ہوتی ہے۔ اور عورتیں اگر وہ چیزیں جو شادی بیاہ کے لوازم میں ہیں، شادی میں نہ لائیں تو مول و کبیدہ خاطر ہو جاتی ہیں۔ اور شادی کو مبارک نہیں سمجھتی ہیں۔۔۔۔۔۔ اب یہ رسم ہر گھر میں رائج ہو گئی ہے۔ اگر کوئی شخص اسے توڑتا ہے تو عورتوں کو بدشگونئی کے خیال سے ساری رات نیند نہیں آتی اور اس قسم کی شادی کو بہت بُرا اور منہوس خیال کرتی ہیں۔ اور شادی کے بعد جو کچھ مثلاً دردِ سر، دردِ شکم، داماد کی قوت باہ میں فساد اور اولاد کی موت یا دو لہا دلہن کی موت سامنے آتی ہے۔ اس کو اس رسم کے توڑنے کے سبب سے سمجھتی ہیں۔ عورتوں کے نزدیک جو کچھ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ رسومات کا ترک کرنا ہوتا ہے۔" ۳

نشااتارنایا پنچھا اور کرنا | نظربہ اور غیر متوقع مصائب اور بلاؤں سے محفوظ۔۔۔۔۔

۳۔ کلیات سودا۔ جلد دوم ص ۱۴۳-۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷

رکھنے کی غرض سے نثار اتارنے کا رواج تھا۔ مثلاً جب نئے بادشاہ کی تخت نشینی کے مراسم ادا ہوتے تھے۔ یا وہ کسی جہم کو فتح کر کے بغیر و عافیت واپس آتا تھا تو اس موقع پر نثار اتار کر وہ رقم غربا اور مسکین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔

افذنگ زرب کی تخت نشینی کے جشن کے موقع پر یہ رسم عمل میں آتی تھی۔ محمد سالی مستعد خاں کا بیان ہے۔ ”بے شمار روپے اور اشرفیوں بادشاہ پر نیچے در کی گئیں۔ اہل استحقاق کو انعام و اکرام عطا ہوا۔ سید عبداللہ خان شہ کے مت بد میں فتح مند ہو کر جب محمد شاہ بادشاہ شاہی محل میں داخل ہوا تو مستورات نے دروازہ پر اس کا خیر مقدم کیا، مبارکباد دی اور روپوں سے بھری تھالیں اس کے سر پر دار کڑوہ روپیہ غربا میں بانٹ دیا گیا۔“

شاہ عالم ثانی نے اپنے مخصوص شاعرانہ انداز میں اپنے بارہویں تخت نشینی کے جشن کے موقع پر ذیل کے شعر میں اس رسم کا ذکر کیا ہے

حضرت رسول مقبول کی نیابت کیجئے اور دیکھئے داردار ہیراموتی لال  
شاہ عالم بادشاہ تم کو مبارک مومن بٹل بڑا دن ایسے جیسے بارہاں سال  
اسی طرح دیگر موقعوں پر بھی یہ رسم ادا ہوتی تھی۔ مثلاً جب رہن کو ڈولی میں سوار کر دیا جاتا تھا اور کھار ڈولی اٹھا کر سوار ہوتے تھے تو اس موقع پر دوہا کے گھر والے پاکلی یا ڈولی پر زرتار کھتے چلتے تھے۔

چلے کے چنہ ڈول جس دم کبار کیا دو طرف سے زرتار سپرٹ رہے

و باقی آئندہ

۱۔ مآثر عالمگیری۔ (۱۰۱ ت) ص ۴۱۔ ۲۔ ہائے سو، مخمزی، ج ۱، صفحہ ۱۰۲۔ ۳۔ ہندوستان ۱۳۵۔ ۱۳۶۔

۴۔ سیر المتاخرین ۱۱ ت، ج ۱، صفحہ ۱۰۲۔ ۵۔ ہندوستان ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۶۔ ہندوستان ۱۳۵۔ ۱۳۶۔

کرے ہے رخ پہ ترے مد طباق ز کیشا۔ دکانی، سمک، ج ۱، صفحہ ۱۰۲۔

دیوان جہاندار (مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی)۔ ہندوستان ۱۳۳۔ ۱۳۴۔

# باب التقریظ والانتقاد

## براعظم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ

سعید احمد اکبر آبادی

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا شمار برصغیر پاک و ہند کے نامور مورخین میں ہوتا ہے موصوف آج سے تیس برس پہلے اس وقت تاریخ و ادب کے میدان میں اترے جب اس میدان میں خاں خاں شہسوار نظر آتے سیتے۔ سلطنتِ دہلی کے نظم مملکت پر آپ کی پہلی کاغذ بازار میں آتے ہی آپ کی شہرت برصغیر پاک و ہند کے سلاو یورپ اور امریکہ تک جا پہنچی۔ اور آپ عہدِ سلطنت کے ایک بڑی سند سمجھے جانے لگے۔ علمی اور ادبی مشغلے کے ساتھ آپ نے تحریک آزادی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آپ کی خدمات کو خود بانی پاکستان نے سراہا ہے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ کا تقرر پنجاب یونیورسٹی میں بحیثیت صدر شعبہ تاریخ ہوا لیکن جلد ہی لیاقت علی خاں مرحوم نے آپ کو اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ جب وزارت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کو آپ امریکہ چلے گئے۔ اور وہاں کی بلندیایہ درسگاہوں میں علمی تاریخ پر بحثات کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے اپنی قابل قدر تصنیف

THE MUSLIM COMMUNITY OF THE INDO-PAKISTAN SUB CONTINENT. کے لیے مواد جمع کیا

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔ مترجم ہلال احمد میری۔ صفحات ۳۹۶ صفحات، رقم

اسناد محوری، تاریخ جمعیت ثانیہ، جلد اول، پیش قیمت ۲۰ روپے۔ تہذیب، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کلاسیک یونیورسٹی، شریلی۔

جسے آپ نے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا۔ زیر تبصرہ کتاب اسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے جسے جناب ہلال احمد زبیری نے کراچی یونیورسٹی کی طرف سے شائع کیا ہے۔

برصغیر کے علمی و ادبی حلقوں میں ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی کا جو مقام ہے، وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نہ صرف تاریخِ داں بلکہ ایک ماہرِ تعلیم اور مفکر کی حیثیت سے بھی ممتاز ہیں۔ آپ نے برہانِ برہان کے غور و فکر کے بعد زیر تبصرہ کتاب تحریر فرمائی ہے اور اس میں آپ کے خیالات میں جو پختگی آئی ہے اس کی نمایاں جھلک زیر تبصرہ کتاب میں نظر آتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ تاریخ کے طلباء کے لیے نہ صرف ضروری بلکہ ناگزیر ہے۔ فاضل مصنف نے حسرتِ مجددِ اعجازی، "اونگ زیب عالم گہ شاہ ولی اللہ"، سید احمد شہید اور سید احمد خاں پر جو ابواب لکھے ہیں وہ اس کتاب کی جان ہیں۔ ان ابواب میں آپ نے ایک نیا انداز، ایک نئی فکر اور تحقیق کا ایک نیا میدان اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ زیر تبصرہ کتاب کا نصف آخر نصفِ اول کی نسبت بہتر ہے۔

بائیں ہمہ اس کتاب میں کچھ خامیاں بھی نہ گئی ہیں جن کی ذمہ داری فاضل مصنف کی بجائے مترجم پر عائد ہوتی ہے۔ اکثر جگہ ایسا ہوا ہے کہ ایک ہی صفحہ پر ایک نام مختلف جہول میں لکھا گیا ہے مثلاً جیتور اور جیتور، شیدھی اور شواجی، مہا مانا پتناپ اور مہا رانا پتناپ، ڈی گونجے اور ڈی گونجے، ویشورا اور ویشورا، وغیرہ۔ ایک ملاحظہ کی اس سے یہی تاثر لیتا ہے کہ مترجم کو خود یہ معلوم نہیں کہ ان لفظوں کے اصلی معنی کیا ہیں۔ اسی طرح مترجم نے بعض لفظوں کے معنی اس طرح اپنائے ہیں کہ پڑھنے والے کی طبیعت پر گراں گذرتے ہیں مثلاً ستمہ کی بجائے سار، بلہرا کی بجائے بلہار، چمبہ کی بجائے چمبا، سومرہ کی بجائے سمر، ویتل کی بجائے دابل، بھڑوچ کی بجائے بڑوچ اور کارو منڈل کی بجائے کرو منڈل۔ وغیرہ۔

ملاں ازہیں کچھ ٹائپ کی غلطیاں بھی کتاب میں رہ گئی ہیں مثلاً صفحہ ۴۰ پر

A.G. ARBERRY کی جگہ A.J. ARBERRY ہونا چاہئے۔ اسی طرح الکامل

فی تاریخ کی جگہ الکامل فی التاریخ، آثار صنادید کی جگہ آثار العنادید۔ قلعة الموت

کی جگہ قلعة الموت، حضرت عتدالت ثانی کی کتاب کا نام رد فاض کی جگہ رد نقص،

اور ان کا سال وفات ۱۰۲۴ کی جگہ ۱۰۳۴ اور بحر المواج کی جگہ بحر مواج ہونا چاہئے تھا۔

اسی طرح اکثر جگہ محاورات کا استعمال اور انداز بیان بھی قابل اعتراض ہے۔ مثلاً ایک

جگہ یہ خبر دربار میں آئی، (ص ۱۰۵) تخریر ہے اور خبر آنا کا مساورہ ہم نے اس سے پہلے

کبھی نہیں سنا۔ بعض جگہ مترجم نے انگریزی زبان کو اردو میں ڈھالنے میں بڑی لاپرواہی

سے کام لیا ہے۔ مثلاً ص ۵ پر یہ عبارت پڑھنے والے کی طبیعت پر گراں گذرتی ہے:

"سینوں کے اسلحہ خانہ میں صرف ایک ہتھیار۔" (یہاں اسلحہ جو مذہبی تبلیغ کے

ماہر اسماعیلی مبلغین کے نمائندے استعمال کیا جائے گا) اس کی کامیابی کا کوئی

امکان نہ تھا۔ - - - - - اس طرح کے ترجمہ سے گریز

ہی بہتر ہے۔ اسی طرح ص ۲۱۳ پر یہ عبارت: "اگر اکبر کو ارد سے پور کے ہمارا ناپرتاب سے

بھگتنا پڑے" اس کا تو دار شکوہ کو شیواجی سے بھگتنا پڑتا ہے بالکل بھل اور بے معنی ہے۔ اسی

طرح ص ۱۰۱ پر "ہو اسلوانی اصول کی جگہ مسلمہ اسلوانی اصول ہوتا تو مناسب معلوم ہوتا۔ اسی

طرح مترجم نے اکثر واقع پر تصورات کی بجائے صوفیت کی نئی اصطلاح استعمال کر کے عبارت

کا "وہ کر کر کر دیا ہے۔"

جہاں تک فاضل مصنف کا تعلق ہے وہ بھی معصوم عن الخطا نہیں ہیں اور ان سے

بھی کئی قابل گرفت لغزشیں ہوئی ہیں۔ مثلاً ص ۵ پر انھوں نے سید جلال الدین (سرخپوش)

بخاری اور سید جلال الدین (مخدوم جہانیاں) جہانگشت کو ایک ہی بتی ظاہر کیا ہے حالانکہ

مواثر ذکر اول الذکر کے پورے ہیں۔ اسی طرح ص ۵ پر انھوں نے سلطان محمد سرور (متوفی ۱۱۸۱ھ)

کوسید علی بھویری (متوفی ۱۰۷۵) کا مرید بتایا ہے۔ جو حقیقت سے بعید ہے۔ کی طرح ملا کے مطالعہ سے قاری یہ تاثر لیتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی اکبر کی بجائے داتا گنج بخش برہم پیکار رہے اور یہ کہ یہ دونوں ہم عصر تھے۔ فاضل مصنف نے سنت پر یہ بیانیہ کہ ملا شیر نے سورج کی مدح میں ایک ہزار اشعار لکھ کر اکبر کو دیئے تھے حارکہ ان جگہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ ملا شیر نے سلکرت زبان میں سورج کے ہر نام اکبر کو منظوم کر کے دیئے تھے۔ اسی طرح ص ۲۳۱ پر نظام الملک آصف جاہ اور کچھ مغل حاکم لکھا ہے جو حقیقت سے بعید ہے۔ سٹاک پر ڈاکٹر صاحب نے بیرم خاں اور شیخ گدائی کے شیعہ ہونے پر شبہ ظاہر فرمایا ہے جو مزید ثبوت کا محتاج ہے، اسی طرح ص ۲۳۱ پر آپ کو عبد الباقی کوئی ظاہر کرتے وقت یہ فراموش کر گئے ہیں کہ وہ امام ابو حنیفہ کی نسل سے تھے۔ اور ان سے غلام ان کے خلاف تھے کہ وہ امام صاحب کی اولاد دہانے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی قتل مرتد کے مسئلہ میں امام صاحب کے مسلک کے پابند نہ تھے۔ آپ نے ص ۲۳۱ پر جو بہ تحریر فرمایا ہے کہ سکھوں نے معرکہ بالاکوٹ کے بعد سید احمد شہید کی میت کو ہلا کر اس کی لاش کو دریا میں بہا دی تھی، ابھی مزید ثبوت کا محتاج ہے۔

یوں کہنے کو تو یہ برصغیر پاک و ہند کی ملت، اسلامیہ کی تاریخ ہے لیکن اس میں ایک کے علاوہ دوسری سیاسی تحریکوں کا ذکر تک نہیں آیا۔ جنہیں سر۔ رانا کمار تحریک کے نام سے یہ کتاب بکیر خالی ہے۔ اسی طرح ملت اسلامیہ کی تاریخ کی تاریخ کے وقت و معلوم دیوبند کی ایک صدی کی دینی خدمات سے چشم پوشی کی گئی ہے۔ مولانا محمد نعیم، مولانا شہید گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر، مولانا محمد انیس کی خدمات کا ذکر سررا ہے سبھی نہیں آیا۔ مولانا ظفر علی خاں تو تحریک آزادی کے علمبردار تھے اور ان کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اس صدی کے آغاز میں ملت اسلامیہ کو بے غفلت سے بیدار کیا۔ اگر مولانا ابوالکلام آزاد کا ذکر اس کتاب میں آسکتا ہے تو مولانا ظفر علی خاں سے

کیا قصور سزا ہوا جو ان کا ذکر تک اس کتاب میں نہیں آیا۔ اس سے بھی زیادہ اچھے کی بات یہ ہے کہ سر سید احمد خاں اور علی گڑھ تحریک پر فاضل مسند نے بڑا لمبا چوڑا باب باندھا لیکن اس میں نواب وقار الملک کا نام تک نظر نہیں آتا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی تحریک کا ذکر بھی اس کتاب میں مفقود ہے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی خدمات اور سابق صوبہ سرحد میں صاحبزادہ عبدالقیوم کی اشاعتِ علم کی سرگرمیوں کے ذکر سے بھی یہ کتاب یکسر خالی ہے۔ حالانکہ انجمن اور صاحبزادہ نے وہی کام کیا جس کے لیے سر سید احمد خاں عمر بھر کوشاں رہے۔ ان وجوہات کی بنا پر ایک عامی یہ کتاب پڑھ کر یہ تاثر لیتا ہے کہ یہ کتاب ایک خاص نقطہ نظر اور ایک خاص سیاسی نظریہ کے تحت لکھی گئی ہے حالانکہ اگر یہ ملت اسلامیہ کی تاریخ تھی تو اس میں ان تحریکوں کا بھی ذکر کرنا چاہئے تھا جن کے نظریات سے فاضل مسند کو اتفاق نہیں۔ ان باتوں کے باوجود اس کتاب کا مطالعہ تاریخ کے طلباء اور اہل علم کے لیے سودمند ہو گا۔

## اردو کتابوں پر انعام میر ایوارڈ

آل انڈیا میر اکادمی لکھنؤ نے ۱۹۶۷ء کی سب ذیل کتابوں پر میر ایوارڈ دیا تھا۔

- ۱۔ ڈاکٹر نیر مسعود لکھنؤ یونیورسٹی کی کتاب — رجب علی بیگ سرور پر چھ سو روپے
  - ۲۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی کی کتاب مذوق و جستجو چار سو روپے
  - ۳۔ ڈاکٹر مختار الدین آرزو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی کتاب — گلشنِ بند — پر دو سو پچاس روپے
  - ۴۔ ہندت بال مکندیش ملیا کے شعری مجموعہ — شرار و سنگ پر دو سو پچاس روپے
- آل انڈیا میر اکادمی کی طرف سے ہر سال اردو کی بہترین علمی، ادبی، تاریخی، تنقیدی، تخلیقی اور شعری مبلوعات پر میر ایوارڈ بدرجہ سو روپے کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔
- ۱۹۶۸ء کی مبلوعات جو ایوارڈ میں شامل کرنے کے لئے بھیجی جائیں۔ ان کی پانچ پانچ جلدیں جنس: سر احمد علی صاحب جبر، سلیزری آل انڈیا میر اکادمی، اقبال منزل، فزیر گنج، لکھنؤ کے پتے پر ۱۰ دسمبر ۱۹۶۹ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

اکادمی کی طرف سے ہر سال سارے تین تین سو روپے کے بھ ادبی وظیفے بھی دئے جاتے ہیں۔

۱۹۶۸ء کے لئے دہلیئے گاڑی نے اصحاب ذیل کو پیش کئے جانے کا اعلان کیا ہے۔

- ۱۔ خدایہ ازمنہ تی ایڈیشن، ممبئی ۲۰ دفا ملک پوری ایڈیشن، ممبئی ۳۰ سب ستر، کراچی، مرزا پور
- ۲۔ سید حیات دہلی ۳۰ دفا ملک پوری ایڈیشن، ممبئی ۴۰ مائل بیچ باری علی آباد

## ادبیات

## معارف .. .. . الم منظر نگری

صبح آتی ہے لئے خندہ شوخ و بیباک  
خاموشی رات کی ہے ایک سکوتِ ماز <sup>(۱)</sup>  
وہ خیالاتِ حو لفظوں سے جیا کرتے ہیں  
ہنس طرح باغ میں بادِ سحر کے جھونکے <sup>(۲)</sup>  
اوس نے جب کششِ ذوقِ تمہیں دیکھی  
پھول بن کر ہوں مرے خواب بھی نازیتِ باغ <sup>(۳)</sup>  
قطرہ شبنم تر پھول پہ جو رقصاں ہے  
چشمِ تحقیق سے دیکھا تو ہوا یہ معلوم <sup>(۴)</sup>  
لئے گل رنگ سے لبریز ہیں پھولوں کے اناج  
کعبہ عشق کی ہر شام اسی فکر میں ہے <sup>(۵)</sup>  
صبح دمِ ہنس کے یہ سوچ سے گل ترے کہا  
سن کے سورج نے کہا اس سے کہ اے جانِ چین <sup>(۶)</sup>  
اور ہے شام کے چہرے پہ نقابِ صداک  
اور دن کی ہے یہ شورشِ کوئی طفلِ چالاک  
دل کے نغمات میں یوں قص کی کرتے ہیں  
ہمراہِ ساکھنِ نازِ سیا کرتے ہیں <sup>(۷)</sup>  
وقتِ پر رازِ گلستانِ جہاں سے برون  
اس لئے کرتی ہوں سوچ سے محبتیں بھی <sup>(۸)</sup>  
دُور خوش آب ہے یا بنجھ سحرِ تاباں ہے  
انقلابوں کا جو خالق ہے یہ دہ توفان ہے <sup>(۹)</sup>  
بوئے گل مرکزِ خوشبو کا نکاتی ہے سراغ  
مرد مومن کوئی لے آئے یہاں اپنا چراغ <sup>(۱۰)</sup>  
کون سا میں ترے جہود کوٹوں نغما  
تیری خاموشی ہی نغمہ ہے اسے گائے جا <sup>(۱۱)</sup>

## غزل .. .. . سعادتِ نظیر

کس سے دیکھا جائیگا ایسا قیامت کا سماں  
نغمہ دل رفتہ رفتہ نالہ دل میں گسیا  
ہے جنوں شوق سے حیرت میں دنیائے خود  
نالہ یہ ساختہ ہو ترجمانِ دل تو ہو <sup>(۱)</sup>  
آتشِ غم نے جلا کر کر دیا ہے گرچہ خاک  
دل کی دل ہی میں مرے لئے کاشِ بوجاقِ نظیر <sup>(۲)</sup>  
درمیں نہ ہے اور نہ بھی ادھر ہے آشاں  
واہ، نظریاتِ افسانہ، سدِ ظلم جہاں  
آج راہِ کارواں بننے لگی ہے کہکشاں  
اضطرابِ غم کہاں پابندِ الفاظِ بسیاں؟ <sup>(۳)</sup>  
پھر بھی رو رہ کے دلِ غمگین سے اٹھتا ہے دھواں  
سننے والوں نے کہاں سے بات پہنچائی کہاں <sup>(۴)</sup>

## تبصرے

انگریزی ترجمہ قرآن مجید، ڈاکٹر سید عبداللطیف، تقطیع متوسط، ضخامت

۵۸ صفحات، ٹائپ، روشن، قیمت مجلد -/۳۰ - پتہ :-

اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز، حیدرآباد دکن

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت برصغیر ہندو پاک کے علمی اور اسلامی حلقوں میں کسی

تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ موصوف ایک عرصہ تک عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں

انگریزی زبان و ادبیات کے پروفیسر اور صدر شعبہ رہے ہیں۔ اس خدمت سے سکدوش

ہوئے۔ ان کے بعد آپ اسلامیات کی طرف مہم تن متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں متعدد

قابل قدر کتابیں لپکا کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ اب یہ آخری کارنامہ قرآن مجید کا انگریزی

ترجمہ ہے جو دوسری مشغولیوں کے ساتھ بیس برس کی مدت میں تکمیل کو پہنچا ہے۔ اس کا

آئندہ دور میں مولانا ابوالکلام آزاد کی فرمائش اور خواہش پر ان کے ترجمان القرآن کے ترجمہ

سے ہو تھا۔ چپ کرانگ سے شائع بھی ہو چکا ہے۔ لیکن ترجمان صرف اکٹھا پاروں

پشتل تھا۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے مزید بارہ پاروں کا ترجمہ کر کے قرآن مکمل کر دیا۔

اور اسے ایک ہی جلد میں شائع کر دیا ہے۔ آغا خان محمد مولانا کی فرمائش اور خواہش سے ہوا

تھا اس بنا پر انگریزی میں اس ترجمہ کا اندازہ عجیب دی ہے جو اردو میں ترجمان القرآن کا ہے

(اور یہ انداز مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کے ترجمہ کا بھی ہے) یعنی ترجمہ لفظ بلفظ یا

بہلہ سمجھا نہیں ہے۔ بلکہ اسے مطلب اور مراد کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ بلکہ قرآن

مجید کی ایک یا زیادہ آیتوں میں جو ایک بات کہی گئی ہے اس کو محاورہ اور زبان کی رعایت

کے ساتھ انگریزی میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ زبان کی شگفتگی اور اس کی فصاحت و بلاغت

کا کیا کہنا! پروفیسر آر۔ بی۔ کے بعد اس معیار کا ہم نے یہ دوسرا ترجمہ دیکھا ہے۔ اور اس

لیے امید ہے کہ انگریزی دانوں میں یہ کافی مقبول ہوگا۔ شروع میں ۳۶ صفحات کا ایک طویل مقدمہ بھی ہے جس میں قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات اور علم کلام کے بعض مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ لیکن غالباً ڈاکٹر صاحب کے پیش نظر آج کل کے اعلیٰ تعلیمی انتہ غیر مسلموں کو قرآن اور اسلام سے قرآیب لانا رہا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان پر تصوف کا غلبہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس بنا پر انھوں نے اولاً عبادات کا ذکر بہت سرسری کیا ہے۔ اور ثانیاً بعض مسائل کی تشریح اس انداز میں کی ہے کہ علماء کا ایک بڑا طبقہ اس سے اتفاق نہیں کر سکتا، یا کم از کم اس پر مطمئن نہیں ہو سکتا۔ مثلاً وحدتِ ادیان کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے گویا ترجمان القرآن کے اس حصہ کو ہی انگریزی کا جامہ پہنا دیا ہے۔ اور خود مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے بعض خطوط میں جو چھپ بھی گئے ہیں اس سلسلہ میں بطور تشریح و توضیح جو کچھ لکھا تھا اسے نظر انداز کر گئے ہیں۔ اسی طرح شرک اور مشرک کے بارے میں (ص ۱۳) جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شرک سیاسی بغاوت کا ہی نام ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے اس خیال سے زیادہ لائق توجہ تو وہ ہے جو علامہ شبیر رشید رضائی نے تفسیر المنار میں آیت وَلَا تَتَّبِعُوا الْمُشْرِكِينَ کے ماتحت لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ علیہ وسلم کی بعثت چونکہ تمام دنیا کی طرف ہے اس لیے سب انسان آپ کی امت ہیں۔ البتہ امت کی دو قسمیں ہیں ایک امتِ حجابت اور دوسری امتِ دعوتِ میلان پہلی قسم میں داخل ہیں اور خیرِ مسلم دوسری قسم میں۔ اس بنا پر اب دنیا میں کوئی مشرک ہی نہیں ہے۔ اور قرآن میں جن کو مشرکین کہا گیا ہے ان سے مراد صرف مکہ کے لوگ ہیں۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اس نوع کے چند مباحث سے قلیل نظر ترجمہ کا یہ مقدمہ بھی مفید اور لائق مطالعہ ہے۔

## قرآن مجید کا ہندی ترجمہ

از جناب مندرکار صاحب اوستھی۔ تقطیع کلاں  
غناست ایک ہزار تیس صفحات، کتابت

طباعت بہتر قیمت :- ۳۶/- پتہ : نیپالی پریس، رانی کسرہ، لکھنؤ ۳۔

اوستھی جی جو ہندی زبان کے مشہور مصنف اور مقالہ نگار ہیں لائق مبارکباد ہیں  
کہ انھوں نے ساہائے دراز کی سلسل محنت و کاوش کے بعد آخر قرآن مجید کا ہندی ترجمہ  
کامل کر کے شائع کر دیا۔ ترجمہ کی زبان اس قدر سہل ہے کہ گویا اگرچہ رسم الخط دیوناگری ہے  
لیکن زبان ہندوستانی ہے۔ ترجمہ کے ساتھ تشریحی نوٹ بھی ہیں۔ مسلمانوں کے نقطہ  
نظر سے ترجمہ و تشریح کے معتبر و مستند ہونے کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ایک ذمہ دار  
عالم اور ہندی کے فاضل مولانا مفتی محمد صدیق صاحب دارالمبلغین لکھنؤ نے ترجمہ و  
تشریح کا ایک ایک لفظ بڑی احتیاط اور توجہ سے پڑھا ہے۔ اور اس کے بعد انھوں نے  
لکھا ہے کہ : ”مجھ کو پورا اطمینان ہے کہ یہ ترجمہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ مستند مفسرین  
کے ترجموں اور تفسیر کے مضامین ہی ہندی میں ترجمہ اور تفسیری نوٹ لکھے گئے ہیں۔ مولانا  
کی یہ تحریر اور مولانا سید ابوالحسن علی میاں کا پیش لفظ دونوں شروع میں درج ہیں۔ پھر لائق  
مترجم نے صرف ترجمہ اور تشریح و تفسیر پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ قرآن مجید کے اصل عربی  
متن کے ساتھ اس متن کو ہندی رسم الخط میں بھی لکھا ہے اس سلسلہ میں ان کا بڑا کامنا  
یہ ہے کہ چونکہ عربی میں وہ حروف جو اکی زبان کے ساتھ مخصوص ہیں ان کو صحیح فحارج  
کے ساتھ ادا کرنے کے لیے ہندی میں پہلے نہ حروف موجود تھے اور نہ اصطلاحات، اسی  
بنا پر فاضل مترجم نے ہندی رسم خط میں کچھ ایسے اضافے کیے اور انہی اصطلاحات مقرر  
کیں جن سے عربی حروف کو ان کے صحیح فحارج کے ساتھ ہندی میں ادا کرنے کی دشواری  
حل ہو سکے۔ ظاہر ہے یہ کام انتہائی صبر آزما اور محنت طلب ہے لیکن فاضل مترجم اس  
منزل سے بھی بڑی ہمت اور استقلال کے ساتھ گذر گئے ہیں۔ امید ہے کہ مناسب ذوق

اس ترجمہ اور حاشی سے قائمہ اسٹاکر فائنل مترجم کی محنت و مشقت اور ان کے جذبہ شوق کی داد دیں گے۔

**تفہیم المسلم** | جزو اول، مرتبہ: ہلال صاحب عثمانی۔ تقطیع کلاں ضخامت ۱۱۸ صفحات۔ کتابت و طباعت بہتر۔ قیمت ۳/۵۰۔  
پتہ:- دار المعارف، دیوبند ضلع سہارن پور۔

کتب حدیث میں مسلم کا جو مرتبہ ہے محتاج بیان نہیں۔ بخاری اور مسلم دونوں کو ملا کر ہی صحیحین بولتے ہیں۔ اس اہمیت کے باعث ہر دور میں علماء نے اس کتاب کی کبھی شرح لکھ کر کبھی اس کا اختصار کر کے اور کبھی اس پر تخریج کر کے، مختلف صورتوں میں اس کی خدمت کی ہے۔ اردو میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ جو ان نالائق و رتب مولوی فضل الرحمن ہلال جو دیوبند کے عثمانی خالوادہ علم و فضل کے چشم چراغ ہیں اور بنیاد و ذوق مطالعہ و تالیف ان کا خاندانی ورثہ ہے۔ انھوں نے صحیح مسلم کی شرح اس انداز میں لکھنے کا ہدف بنایا ہے کہ کتاب کے درس یا اس کی شرح کی تالیف کے سلسلہ میں متعدد اکابر علماء و اساتذہ دیوبند نے جو کچھ فرمایا یا لکھا ہے اس سب کو اپنی سلیس اور سگفتہ زبان میں یکجا کر دیا ہے اور اس طرح یہ کتاب ایک نہیں متعدد شروح کا مجموعہ اور نہ بنیاد پر اس کی افادیت بھی دو چند ہو گئی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے جو عام مسلم کے حالات، مختصر اصول حدیث، کتب حدیث میں صحیح مسلم کا مقام اور صحیح مسلم کے مقدمہ اور کتاب الایمان پر مشتمل ہے۔ اگر یہ سلسلہ مکمل ہو گیا تو اس میں شبہ نہیں کہ اردو میں حدیث کی بڑی اہم خدمت ہوگی جس سے عام اردو زبان محضرات کے علاوہ مذہب و مہذب سائنسدان اور علماء بھی

استفادہ کر سکیں گے۔

## نفسِ مناظرہ

جلد دوم۔ از جناب سید نہال احمد صاحب نقوی مرحوم  
تقطیع تحفہ ضخامت ۳۶۸ صفحات، کتابت و طباعت

بہتر، قیمت مجلد - ۴/- پتہ :- سید شفیق الرحمن صاحب نقوی - ۱۹۲۹ء حویلی میرزا  
لال کنواں، دہلی ۴

اس کتاب کی پہلی جلد پر چند ماہ ہوئے ان صفحات میں تبصرہ ہو چکا ہے یہ دوسری  
جلد ہے جس میں فکر، متعہ، حضرت غوث اعظمؒ کا نسب (بعض شیعہ ان کی سیادت  
کا انکار کرتے ہیں)، ان تین مباحث پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ مدلل گفتگو کی  
گئی ہے۔ مصنف مرحوم کی محنت اور شوق بیکار قابلِ داد ہے کہ ایک نیشن یا نئے سرکاری  
افسر ہوتے ہوئے شیعہ اور سنیوں کی تمام کتابیں کھنکال ڈالیں اور پھر اپنے حاصلِ مطالعہ  
کو بڑے سلیقہ اور خوش اسلوبی سے مرتب کر دیا۔ مناظرہ کی نفسیات یہ ہے کہ فریقِ ثانی پر تو اس  
کا اثر ہوتا نہیں ہے بلکہ بات کی پیچ اور بڑھ جاتی ہے البتہ سنیوں کو اس کتاب کا مطالعہ  
فائدہ دینا چاہئے اس سے ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے اور شیعہ حضرات کے درمیان مختلف فیہا  
مسائل کون کون سے ہیں اور ان کے دلائل کیا ہیں ؟

## قرنِ اول کا ایک مدبر

ایک جو صد مدبرِ مدرّک زندگی کا تحقیقی جائزہ جس نے بلِ بیعت کی حمایت کی اور ان  
کی شہادت کے اتمام کی ہم چلا کر مڑائی اور انہوں کو عربوں کے سیاسی و معاشی استبداد  
سے نکالنے کی تحریک اٹھا کر اور مذہبی بہرہ پر بھرپور کھڑی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے  
ریحِ ثالثہ میں حکومت قائم کی تھی عرب جذباتی ماحول اور فترتِ انگیز رجحانات کی متعدد  
کی مدد سے ضخامت ۱۲۴ صفحات، سائز ۸×۱۲ طبعات کاغذ عمدہ متعدد نقوش کے ساتھ آخر میں  
اندکس بھی دیا گیا ہے قیمت فی جلد سین روپے۔

مکتبہ برہانِ اردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶

اُردو زبان میں  
ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ  
قصص القرآن

میں قرآن مجید کی ہر کہانیت اور ہر واقعہ کی تفصیل اور اس کے  
مذہبی اور علمی اہمیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کتاب کی مدد سے  
مذہبی اور علمی دونوں لحاظ سے فائدہ حاصل ہوگا۔

اس کتاب کی مدد سے قرآن مجید کی ہر کہانیت اور ہر واقعہ کی  
تفصیل اور اس کے مذہبی اور علمی اہمیت کی وضاحت کی گئی ہے۔  
اس کتاب کی مدد سے قرآن مجید کی ہر کہانیت اور ہر واقعہ کی  
تفصیل اور اس کے مذہبی اور علمی اہمیت کی وضاحت کی گئی ہے۔

اس کتاب کی مدد سے قرآن مجید کی ہر کہانیت اور ہر واقعہ کی  
تفصیل اور اس کے مذہبی اور علمی اہمیت کی وضاحت کی گئی ہے۔

پیشکش: مستنبط پربان اردو بازار راجستھان پبلیکیشنز

مُصَنَّفِینِ دینی علمی و دینی ماہنامہ

19 DEC 1969

برکات

مُرَاتِبِ  
سعید احمد کسبر آبادی

# مکتبہ اہل بیت

## مذہب اہل بیت

### چھ جلدوں میں

نہایت شگفتہ و دلکش

جلد اول	صفحہ ۳۳۳	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹
---------	----------	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---

نوری کتب کے مجموعی صفحات ۲۲۱۲

نوری کتب کے مجموعی صفحات ۲۲۱۲

# مُرہان

جلد ۶۳ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۵ء شمارہ نمبر ۱

## فہرست مضامین

۳۶۳	سید احمد اکبر آبادی	طرات
۳۶۴	مولوی محمد شباب احمد بن صاحب ندوی لکھنؤی	۱۰۰۰ کی تفسیر قرآن کی نظر میں
	(اسلامیہ) بریلی - چک باناؤر - بنگلور نارندھم	چند آفاقی دلائل کا جائزہ
۳۶۵	سید محمود حسین صاحب لکھنؤی فارسی شعبہ تحقیق	فرح القلوب
	جامعہ میور	سلطان پشپو کے دور کی ایک اہم تصنیف
	پروفیسر شیخ فرید مہربان پوری (سندھ شعبہ فارسی اہم)	مکتبہ دارالعلوم
	(اردو سہیل پور یونیورسٹی)	
	ڈاکٹر محمد عیوب صاحب استاذ تاریخ جامعہ اسلامیہ	ہندو تہذیب اور مسلمان
۳۶۶	نئی دہلی	
۴۲۸	جناب ام منظر نگری	غزل
۴۲۹	جناب سعادت لہر	غزل
۴۲۹	جناب خانی مراد آبادی	غزل
۴۳۰	مس - ع	تبصرے

(۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

النبأ العظیم

## نظرات

ششہ میں ہندوستان غلام ہوا اور دس کم یکسو برس بعد ششہ میں آزاد و بیکین جہاں  
 ایک عملی حقائق کا تعلق ہے۔ ان دونوں مواقع پر مسلمانوں کے لیے صورت حال یکساں ہی رہی ہندوستان  
 پر انگریزوں کا قبضہ مسلم ہو گیا تو ان کے فیض و غضب اور جذبہ انتقام کا سب سے بڑا نشانہ مسلمان  
 بنے۔ یہ تختہ دار پر چڑھے جہاں وطن کئے گئے۔ ان کی جائیدادیں اور جاگیریں ضبط ہوئیں۔ قید و بند کی  
 صورتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اور چونہ ہوا تھا وہ ہو کر رہا سوچئے، آزادی کے صدقہ میں مسلمانوں  
 کو جو حالات و واقعات پیش آئے اور جن کا سلسلہ اب بھی ختم نہیں ہو گیا وہ کسی درجہ میں ان سے  
 کم تھے، ہرگز نہیں۔ بلکہ زیادہ ہی تھے۔ حالانکہ دونوں صورتوں میں جو فرق تھا وہ ظاہر ہے پہلی صورت  
 استعمار کی تھی اور اس میں سابقہ ایک ایسی قوم تھی جو اپنی اور پرڈی تھی اور جو: بان۔ کلچر  
 نہ ہر شکل و صورت اور تمدن و تہذیب میں مسلمانوں سے مختلف تھی، اس کے علاوہ وہ حاکم تھی اور  
 یہ محکوم۔ دو ذات تھی اور یہ مفتوت۔ اس کے برخلاف ششہ میں مسلمانوں کا واسطہ ایسی قوم سے تھا  
 جس کے ساتھ مسلمانوں کے ٹکی اور دینی روابط و غرضہ دراز سے تھے اور جس کے ساتھ میل جول سے  
 اس ملک میں ایک نئی زبان اور ایک نئی تہذیب پیدا ہوئی تھی۔ پھر یہاں سوال حاکم و محکوم اور ذات  
 و مفتوت کا نہیں تھا بلکہ ہندو اور مسلمان سب باہم برادران وطن تھے۔ اسی بنا پر انگریز کی غلامی  
 سے نجات پاتے ہیں دونوں برابر کے شریک: اب سوال یہ ہے کہ جب معاملہ یہ تھا تو پھر یہاں  
 کے مسلمانوں کو ششہ اور ششہ دونوں میں ایک ہی قسم کے حالات و واقعات سے کیوں دوچار  
 ہونا پڑا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غلامی اور آزادی۔ یعنی اور ملکی کے فرق و امتیاز کے باوجود

سلسلہ میں ملک کی حکومت اس قوم کے ہاتھ میں آئی تھی جس کے دل پر ملیٹی جگہوں کی ہیبت کا ریاں۔  
اب تک نقش ہیں اور اسی طرح سلسلہ میں اقتدار ان لوگوں کو ملا تھا۔

جنہیں لے دے کے ساری داستان میں یاد تھا کہ عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا  
اور جن کو اورنگ زیب اور شیواجی کی معرکہ آرائیاں فراموش نہ ہوئی تھیں۔ انگریزی کہاوت  
TIME IS THE BEST HEALER کے مطابق امتداد زمانہ سے پرستے زخم بھرے گئے ہیں  
چنانچہ مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں دونوں فرقوں کے تعلقات خوشگوار ہو گئے اور پرانی داستانیں  
بھولی لمبری یادیں لیکن ملک پر انگریزوں کے اقتدار کے بعد حکومت وقت کی ایک خاص پالیسی اور  
اس پر خاموشی کے باعث دونوں فرقوں کے تعلق میں کچھ خراب ہوئے شروعات سے ملنے  
کے فسادات تک کی آگئی۔ اس دوئیں تحریک فطرت اور چھ تحریک آزادی کے شروعات میں ایک مرتبہ پھر  
ایسا زمانہ آیا جسے ہم عہد اتفاق و دوستی کہہ سکتے ہیں لیکن تحریک پاکستان سنہ ۱۹۴۷ء کی پوری تاریخ  
پر پانی پھیر دیا۔ پرانے زخم ایک ایک کر کے سب ہرے ہو گئے اور پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ  
ہندو اور مسلمان دونوں کے باہمی تعلقات کی یہ فضا تھی جس میں ملک تسمیر ہوا۔ اس تقسیم کے نتیجے میں پاکستان  
کے نام سے جو ایک اسلامی ملک بنا تھا جو اس کی بنیاد پر ہی دینی فطرت پر تھا اس بنا پر ہندوؤں  
میں شعوری یا نیم شعوری طور پر اس حساس کو پیدا ہوا۔ گزیرنے والے جس طرح پاکستان ایک  
اسلامی ملک ہے اسی طرح رت بھی ایک ہندو۔ تاہم یہ احساس صرف مسلمانوں  
کے مقابلہ میں ہی ہو سکتا تھا کیونکہ اُسے عادیہ ملک کی کسی اور نسبت سے وہ قومی نظریہ کا پرچار کیا اور نہ  
اس کی اساس پر ملک کی تقسیم کا مہیا کیا تھا۔ کھارٹ کے سرووں کے حق میں تقسیم کے اور جو بھی ثمرات  
ہوں ایک سہ سے برآیہ ہو جائے یہاں کے ہندو فسادات پر اثر اندازی کرنے والا ایک  
مستقل ملک عالم وجود میں آگیا، اگر ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات خوشگوار و دوستانہ  
ہوتے تو یقیناً اس کا اثر ہندو مسلمانوں کے درمیان ہوتا۔ اور خوشگوار ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا  
ہو نہیں سکا اور دونوں ملک کے درمیان سے ہمیشہ بدگمانی اور حریفی رہی۔ اس بنا پر جب بھی پاکستان

کی طرف سے ایٹمی اٹھ یا کوئی حکومت ہوگی ہندو ذہن پر مسلمانوں کے خلاف اس کا مدعمل ہونا ناگزیر ہوگا۔  
 فرض کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے یہ ملک غلامی سے آزاد تو ضرور ہوا لیکن ان ہونہا کیوں  
 تباہ کاریوں اور قسم قسم کے خطرات اور دساوس کے ساتھ اس صورت حال کے پس منظر میں دیکھا جائے  
 تو اس میں شبہ نہیں کانگرس کا یہ کارنامہ بہت زیادہ قابل تعریف اور لائق داد ہے کلاس نہ ہر آلود اور  
 مستحق فضا میں بھی ملک کے لیے ایک سکولر اور ہر محلی عام سے جمہوری دستور منظور کر لیا گیا۔ لیکن  
 فسادات اس کے بعد بھی نہیں رکے۔ بلکہ ان میں شدت اور زیادتی ہی پیدا ہوتی چلی گئی اور صرف  
 فسادات کا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ ابھی حال میں یہ راز بھی کھلا ہے کہ سرکار شیل سے اپنی وزارت داخلہ  
 کے زمانہ میں حکومتوں اور قوتوں کے نام ایک سرکلر اس مضمون کا بھیجا تھا کہ فلاں فلاں طائفہ متوں میں  
 مسلمانوں کو نہ لیا جائے۔ سنا ہے کہ اس سرکلر کو حال میں ہی منسوخ کیا گیا ہے۔ بہر حال سرکلر کا اسی  
 سبب بدلتا تھا۔ نافذ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ملک کی آزادی اور تقسیم کے سلسلہ میں جو سخت  
 بھیانک قسم کے واقعات پیش آئے ان کے باعث عوام و عوام خود بخود خدانہ دان حکومت کا ذہن مسلمانوں  
 کی طرف سے سمجھ گیا۔ اب سوال جو سکتا ہے کہ شہنشاہ کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد چند سال تک  
 رعایا کیستے تھے۔ آزاد ماہ ہے لیکن جہاں ملک و کٹورہ کی طرف سے اعلان ہوا تو یا مطلق سائن ہوتا ہے۔  
 ملک میں اس زمانہ کا نام ہوا اور نہ ملے گی کا کامد بار نام مل ہو گیا۔ یہ ملے کے جلاوطنی و واقعات  
 ٹھہر کر پڑے ہوئے تھے۔ ان سے عرصہ کے بعد بھی ان کا انسداد نہیں ہوا۔ لاکھ لاکھ افراد ستورہ کی سہ۔  
 حکومت کے احکامات درودہ وغیرہ بھی اور قومی یک جہتی کونسل کی مساعی کو ششہ بھی کیا یہ کیوں؟  
 اس کی ایک وجہ تو انگریز اور ہندوین ہمیشہ قوم کے جو فرق ہے وہ ہے انگریز ہندو کی تباہیت  
 ترقی یافتہ مہذب اور شائستہ قوم ہے۔ ان کے نظام حکومت طریق حکمرانی کی عمارت سب کے  
 نزدیک مسلم ہے۔ یہ جس ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ اپنے مسائل و معاملات پر غور و فکر کرتی اور  
 پھر جو ماسک تیار کیا جس سے اس پر اجتماعی ہم آہنگی اور یکجہت عزم و ارادہ کے ساتھ عمل کرتی ہے۔ اس نے  
 اعتراف و دست دشمن سب کو ہے۔ اس قوم کے کیر کڑ کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ یہ کہ اس کے

جذبات ہمیشہ عقل کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس شمس میں مسلمانوں کو جن لوگوں سے وسط حق و تعلیم و تربیت، تہذیب و شائستگی، علم و فن اخلاق اور کیر کڑ کے اعتبار سے مقابلتہ جس درجہ اور معیار کے تھے، ان میں وہی ہری ہے۔ سادہ انہیں شمس میں مسلمانوں کا واسطہ۔ صرف حکومت سے تھا اس بنا پر حکومت نے جب تک چاہا ظلم کیا اور جب اس نے ظلم کو خدائے مسیحیت سمجھ کر اپنا سرخ بدلا اور ایک نئی پالیسی کا اعلان کیا تو ظلم ختم بھی ہو گیا اور اعدان میں ہمدردی پیدا ہوئی۔ اس پر عمل بھی ہونے لگا اس کے برخلاف یہاں معاملہ یہ تھا کہ حکومت جمہوری تھی یعنی طاقت دراصل عوام کے ہاتھ میں تھی اور ان کے لیے جمہوریت کی نعمت میں عوام کے معنی ہمیشہ کثرت کے ہوتے ہیں۔ اور اکثریت جیتا ہوا ہے۔ اس لیے وہ دنیا کو معاوم ہے اور اکثریت ہی کو کیجئے! جیسا کہ سردار بٹیل کے مذکورہ بالا سرکردہ سے ہے۔ یہ سکوہیزم اور جمہوریت کے درمیان کے باورداشتوں کا جو دورانیہ مسلمانوں کی طرف سے صرف کتب و تفاسیر پر مبنی تھا اور ان جیسے چند آدمی کیجئے اور صفات زہد کے سرحد تھے۔ لیکن ان کو اپنی قوم کے ساتھ یا تو غیر معمولی حسن صفت تھا اور یا نہیں اپنی سیدر نسپ پر ضرورت سے زیادہ استقامت تھی جس کے باعث وہ یہی سمجھتے رہے کہ قوم ان کے بنائے ہوئے دستور و رواج کے بار بار کے اعلان و ترمیم پر عمل کرے گی اور ان کا ہر ایک قول کو گوش ہوش سے سنیں گی۔ انہیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ زمانہ ندرت و کمبود کی حد تک عورت قوم کی رنگ رنگ میں رہتا نہیں گیا ہے اور وہ کس طرح رہا نہ بہا نہ سے پھاٹ پڑنے کے لیے رہا ہے۔

ہم سنہ ۱۹۶۱ء کی ہجرت میں شمس اور شمس کے حالات و واقعات کا مسلمانوں کی سبب سے ایک تقابلی جائزہ سے کر اس کے اسباب و وجوہ کا محتمل اندازہ کیا ہے۔ اب آئندہ قسط میں ہم اس پر گفتگو کریں گے کہ شمس کے بعد جو مسلم قیادت ابھری وہ ان حالات سے کس طرح عہد و ہوا ہوئی اور اگر اس طرح کی کوئی قیادت شمس کے بعد یہاں ملتی تو اسے یا نہ پاتے تھا۔

# چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں

## چند آفاقی دلائل کا جائزہ

مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی بنگلوری

(اسلامیہ لائبریری، جاک - ۱۱۱ - بنگلور، بھارت)

۱۔ ان کی خلا بازدوں نے چاند فتح کر کے بعض مذہبی حلقوں میں ایک کھال پی پیدا کر دی ہے۔  
 ایک تاریخی سادہ | خصوصیت کے ساتھ ہندو فرقے کے عقائد متزلزل ہو چکے ہیں۔ بلکہ زیادہ صحیح الفاظ  
 میں ان کے مذہبی ایلانوں میں صفت ماتم کچھ بھی ہے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق چاند یوتاؤں  
 کا دیں ہے۔ اور نشان کا چاند کو مسخر کر لینے سے ان دیوتاؤں کی برتری ختم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ مجھ سے ایک ہندو دوست نے دو کچھ روشن خیال تھے، کہا کہ اب خدا بڑی شکلوں میں  
 پڑ گیا ہے۔ معاذ اللہ! میں نے جواباً عرض کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا بھگوان ضرور شکلوں میں پڑ گیا ہو  
 جس کی کیفیت آپ لوگوں کی سر میں تینیس کر ڈر نام ہندو دیوتاؤں میں ایک ہے دست و پا بندی سے  
 زیادہ نہیں ہے۔ مگر خدا نام سے خدا ہیہ بات معادق نہیں آتی جو وحدہ لا شریک قادر مطلق اور  
 خدا کے جل جلالہ کہلاتا ہے اور ہماری کتاب بڑی کی تصریحات کے مطابق تسخیر قرآن سے ہمارے ایمان  
 میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

۲۔ ہمارے ہندو لوگوں نے ہر مذہب شروع کر دیا ہے کہ ام کی باشندوں نے جس چاند پر  
 تسخیر کے بعد سے کہتے ہیں وہ ہماری زیر ذہن نہیں بند کوئی اور چاند ہو گا۔ اسی کو کہتے ہیں کھسیانی  
 ملی کھمبا تو چھ مغربوں کو ... کی کامیاب رہا۔ ایک ایسا تاریخی حادثہ ہے جس نے بعض خسروہ  
 مذاہب کی چوٹیں بڑھادی ہیں۔

یہ تو ایک غیر اسلامی فرقہ کا حال تھا جس کا معاملہ وہ خود جاننے لگا۔ کچھ میں  
 چاند کی تصویر اور وہ مسلمان نہیں آتا کہ ان لوگوں کی فہم و دانش کو کیا ہو گیا ہے جو اپنے آپ کو اسلام  
 کا نام نہوا سکتے ہیں۔ ایک ایسی حیرت انگیز کتاب کے حامل ہیں جو اس عالم آب و گل میں اپنی نوعیت کی  
 ایک ہی کتاب سے سب سے زیادہ قیامت تک دینی معاملات کے ساتھ ساتھ برونیوی معاملے میں بھی ان کی بصیرت  
 و رہنمائی کے لیے کافی ہے، پھر ایسی یکتا و بے مثال کتاب کی تصریحات سے آنکھیں بند کر کے وہ بھی  
 ہندو فرقے کی ہمنوائی یا کم از کم صریح توہمات کا منہ پر کس طرح کر سکتے ہیں؟ چنانچہ بعض مسلمان  
 حلقوں تک میں بعض ایسے منحوسانہ خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے جن کو سن کر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً بعض  
 لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی امریکی باشندے چاند پر ہوا آتے ہیں؟ خالی خولی ڈھونگ چارہ ہے ہیں؟ یا  
 مثلاً انسان آسمانی حدود میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟ فرشتوں نے ان لوگوں کو چاند پر کیسے پہنچنے  
 و سے دیا؟ اور تیشیں گرزوں سے ان کی تیر کیوں نہیں لی؟ کیا یہ بات خدائی امور میں مداخلت کے  
 مترادف نہیں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ غرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہیں۔ اور اس قسم کے تمام سوالات کا اللہ  
 سے ناواقفیت کی دلیل ہیں۔

اب سب سے پہلے بنیادی سوال یہ ہے کہ اگر چاند کو تھکرے تو اس سے آخر  
 اسلام کے کون سے عقیدے پر ضرب پڑتی ہے اور اس کے کن کن تصورات کو دھکا  
 پہنچتا ہے؟ کیا قرآن و حدیث میں کہیں یہ لکھا ہوا ہے کہ انسان چاند یا دیگر سیاروں پر نہیں پہنچ  
 سکتا؟ یا معاملہ اس کے برعکس ہے؟

ظاہر ہے کہ اسلام کیسے دھوکا دینے کی قسم کا کوئی مذہب نہیں ہے جس نے دینی و دنیوی معاملات  
 میں فرق نہ کر کے بڑی زبردست حنقت کا ثبوت دے دیا اور ہر نئی تحقیق کو خلاف مذہب قرار دیکر  
 فقہوں کے دروازے کھول دئے جس کے باعث ہر سے تین سو سال پہلے اور انیسویں صدی کے برپا ہو سکے۔ اور  
 کلیسا کی اس مجرمانہ ناعاقبت اندیشی ہی کی بنا پر مادیت (MATERIALISM) نے جنم لیا۔ جس کے  
 عواقب و نتائج ہی کی بدولت آج تلہ بیتا پورا عالم، فانی خدا فراموشی کا عالمگیر مقلد، ہر راہ پر چارہ کرتے

ہر کے طریق تہذیب کا نگہ ناچ مافی ریاست ہے۔

یہ تھا عیسائی مذہب کا حال۔ اب اسلام کی طرف آئیے تو ہمیں اس کے سامنے میں سکون و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے دامن میں افراط و تفریط کے درمیان ایک عدیم المثال توازن نظر آتا ہے۔ چنانچہ اسلام جس طرح دینی معاملات میں رہبری کرتا ہے۔ اسی طرح دنیوی امور میں بھی بڑی انوکھی اور کامیاب رہنمائی کرتا ہے جس کا تصور بھی ہمارے کسی دوسرے مذہب یا صحیفے میں نہیں مل سکتا۔ یہ بات خوب سمجھنی چاہئے کہ قرآن حکیم میں جتنے بھی مضامین مذکور ہیں اصولی حیثیت سے قرآنی علم پنجگانہ ان کو پانچ اہل اب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ علم احکام دینی، انفرادی و اجتماعی تمام معاملات زندگی میں انسان کی رہنمائی۔

۲۔ علم مخاصمہ یعنی وہ علمی مناکرات و مباحثات جو گمراہ فرقوں یعنی یہود و نصاریٰ اور منافقین و مشرکین کے ساتھ کئے گئے ہیں۔ ان میں مباحثات سے تمام عقائد ملی متقیع ہو جاتی ہے اور ایمانیات کا ایک ایک باب کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

۳۔ صحیفہ تاریخ کے ذریعہ عبرت و بصیرت؛ چنانچہ گزشتہ پینچروں اور اقوام عالم کے حالات و واقعات قرآن اسی نقطہ نظر سے بیان کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس علم کو قرآنی فلسفہ تاریخ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

۴۔ نظریہ کائنات کے ذریعہ تذکیر و انتباہ؛ یعنی مظاہر کائنات کے بیان سے خدا کے احسانات و فوائد کائنات کے ذریعہ انسان کے جذبہ احسان شناسی کو جنجھوڑتے ہوئے خدا پرستی کی دعوت دینا اور مظاہر کائنات کے حیرت انگیز نظام سے خدا کے وجود اس کی قدرت اور بے ہمت اور اس کی بے نظیر حکمت و معنیت پر استدلال کرنا۔

۵۔ علم آخرت۔ یعنی اخروی زندگی کے حالات و تفصیلات۔

(ملاحظہ ہو الفوز الکبیر۔ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

شاہ صاحب کا نامہ ۱۔ یہ بڑی نفسیانہ تقسیم ہے۔ اور قرآن کا کوئی بھی بیان ان پانچ قسم کے مضامین





اَلْكِتَابُ يَنْتَلٰی عَلَيْهِمْ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَفَرْحَةً لِّرَحْمَةٍ جَآءَتْ بِهَا رَحْمَةُ رَبِّكَ لَعَلَّ اُولٰٓئِكَ يَرْجِعُوْنَ -  
وَذِكْرُ اٰی لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ -

ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی اس خصوصیت کو اجاگر کرنے کے لیے ٹوٹا ذکر ذکر کر لی اور تذکرہ کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ مثلاً:-

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ۔ یہ قرآن سارے جہاں کے لیے ایک یاد دہانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (قلم: ۵۲)

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَا أَنزَلْنَا  
عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ  
إِنَّا فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةٌ وَذِكْرٌ  
لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔  
کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر  
ایسی کتاب اتاری ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؛  
یقیناً اس میں ایمان لانے والوں کے لیے رحمت و  
بصیرت موجود ہے (مکبوت: ۵۱)

إِن هَذِهِ قَدْ كُرُوا فَمَنْ شَاءَ  
اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَسِيلًا۔  
بہ شبہ: ایک سبق ہے 'پس جو چاہے اپنے رب  
کی طرف راہ اختیار کرے' (مزل: ۱۹)

یعنی اس میں ہر قسم کے ذہن و دماغ کو مطمئن کرنے کے لیے اسباق و معارف پوری طرح  
رکھ دیے گئے ہیں۔ پس اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ چاہے ماہ و ایت اختیار کرے یا ابدی  
فہرستان کا مستحق بن جائے۔

ذکر اور ذکر کی ایک حیثیت سے مصادر میں جن کے معنی ہیں 'یاد کرنا' یاد آ جانا اور چھ نکنا  
و غیرہ اور اسم و حاصل مصدر، ہونے کی صورت میں اتنیوں کے معنی ہیں 'یاد دہانی'، معرفت  
بیان، چوکھانے والی چیز یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کوئی بھولی بھری حقیقت یاد آجائے یا تنبیہ  
حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بیسیوں مرتبہ بکثرت استعمال کئے گئے ہیں۔  
تاکہ نوع انسانی کو دتتا فرتتا چوکا یا اور متنبہ کیا جاسکے۔

قرآن مجید ایک انوکھا کام ہے جس میں اختصار کے ساتھ ہر قسم کے اسباق و معارف اظہار  
جمع کر دیئے گئے ہیں کہ کوئی ضروری چیز چھوٹنے نہیں پاتی ہے۔ اور ربانی اسکیم کے مطابق اس کے  
وہ اسباق و معارف جو نظام کائنات سے متعلق ہیں صرف اسی وقت منظر عام پر آ سکتے ہیں جبکہ

خود علم انسانی کسی کی منزل سے آشنا ہو۔ بالفاظ دیگر انسانی کوششوں سے جیسے ہی کائنات کا کوئی سرسبزہ راز دریافت ہوتا ہے اس راز سرسبزہ کا انکشاف کتاب اللہ میں ایک بالکل اچھوٹے اور سبق آموز انداز میں مل جاتا ہے جو دلائل آفاق یا تذکیہ و انتباہ کا رد پ دھار کر فروع انسانی کو چوکا بند کرتا ہے۔

اس لحاظ سے زمانہ خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے انسان چاند اور دیگر سیاروں پر کمندیوں کیوں نہ ڈال لے اور ہمارے نظام شمسی کو پار کر کے دیگر ستاروں اور کہکشائوں کو کیوں نہ فتح کرے کتاب اللہ کے روشن چہرے پر کہنگی کی پرچھائیاں کبھی اور کسی صورت میں نہیں پڑ سکیں گی۔ اور اس کے حیرت انگیز کلمات کسی بھی دور کے انکشافات و تحقیقات سے پیچھے نہیں رہ سکیں گے۔ بلکہ قیامت تک کے تمام احوال و کوائف اور علمی خبروں کا تذکرہ اس ”سدا بہا خبرنامہ“ میں ایک اعجازی انداز کے ساتھ مل جائے گا۔ بالفاظ دیگر اگر انسان زہرہ یا مریخ پر بھی پہنچ جائے تو قرآن عظیم اس کا پیچھا نہیں بھوڑے گا بلکہ سائے کی طرح اس کے ساتھ رہ کر ہمیشہ اس کو درس انسانیت دیتا رہے گا۔

بہر حال قرآن حکیم میں تازہ و تازہ حالات اور علمی خبریں کچھ اس انداز میں بیان ہوئی ہیں اور اجتماعی حالات و نفسیات کا نقشہ ایک ایسے معجزانہ اسلوب (معجزۂ حق) میں کھینچا گیا ہے کہ اس میں تمام زمانوں کی مشترکہ روح یا مشترکہ عناصر سمٹ آئے ہیں گویا کہ ہر دور کی نمائندگی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری جس علم کا بھی ماہر اور جس دور کا بھی نمائندہ ہو قرآن حکیم میں اس کو اپنی اور اپنے ہی دور کی داستان نظر آئے گی گویا کہ ہر دور والوں کو قرآن کریم کے آئینے میں اپنی ہی صورت شکل عکاسی دیتی رہے گی جیسا کہ فرمایا:

مَنْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا  
فِيهِ ذِكْرُكُمْ، أَفَلَا  
عَقِلْتُمْ۔  
ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے جس میں  
تمہارا تذکرہ و داستان، موجود ہے۔ کیا تم اپنی  
ہی داستان، نہیں سمجھو گے؟ (انبیاء - ۱۰)

یہ قرآن حکیم کا اتنا عجیب و غریب اور حیرت ناک پہلو ہے جس کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ اور

مہوت و شہد ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں ہر مضمون الگ الگ باب کے تحت مذکور نہیں ہے بلکہ تمام مضامین ایک جگہ نامہ ربط کے ساتھ باہم خلط ملط اور گڈ بڈ کر دئے گئے ہیں تاکہ ہر دوں میں غور و فکر کے ذریعہ اس سے نئے نئے نکات اور اسرار و معارف نکالے جاسکیں۔ بہر حال ایک دوسرے موقع پر اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ قرآن حکیم میں اس قسم کے تازہ بہ تازہ حالات (نوع انسانی کا اجتماعی تذکرہ) بیان کرنے کی اصل غرض و نیت کیا ہے؟

وَلَوْ اَتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّۚۚۚ بَلَّ اَتَيْنٰهُمْۙۙۙ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔

اگر (ذہنی) حق ان لوگوں کی خواہشات کا تابع ہو جاتا تو ارض و سموات اور ان میں موجود شدہ مخلوقات (کا نظام ہی) جاتا نہیں بلکہ ہم تو ان کے پاس ان ہی کی داستان لے آئے ہیں مگر وہ اپنی ہی داستان سے منہ موڑ رہے ہیں و مومن۔

مطلب یہ کہ اگر وقتاً فوقتاً اس طرح تنبیہ و انتباہ سے کام نہ لیا جائے تو پھر نئے حالات اور نامہ کی نئی کروٹوں کے باعث نظام عالم درہم برہم اور کائنات روحانی متاثر ہو جائے گا جیسا کہ آج تسخیر کے باعث مذہبی حلقوں میں ایک کھل بلی پیدا ہو گئی ہے اور بعض علماء و تکفیری انتشار کا شکار ہو کر ہٹھکاتے ہیں، اور انہیں کچھ سمجھائی نہیں دے رہا ہے۔ حالانکہ قرآن عظیم میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور اس پر اور اتنی پارینہ ہونے کی چھاپ کبھی نہیں لگ سکتی جیسا کہ روشن خیال طبقوں کا خیال خام ہے۔

اس بنا پر کتاب الہی میں تمام جدید مباحث سے متعلق کافی روشانی بیانات بھی موجود ہیں اور تذکیری حیثیت سے ان پر مختصر و جامع تبصرے بھی۔ تاکہ عصری علوم میں کتاب الہی کا مرتبہ ہمیشہ بالکامتاز و نمایاں رہے۔ اور دوسری حیثیت سے ایک طرف اس کے پیروؤں کی تسکینِ قلب کا سامان بھی مہیا ہوتا ہے تو دوسری طرف منکرین و معاندین پر حجت بھی پوری ہوتی رہے غرض یہی ہے کہ تمام وجوہات میں جن کی بنا پر اس کتاب حکمت کو گلہائے رنگ رنگ سے آراستہ کر کے ایک سدا گلدستہ حیات بنا دیا گیا ہے جس کی عطر میزبوں سے مشام جاں ہمیشہ معطر رہتا ہے۔ اس موضوع

منزل تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "قرآن مجید اور سائنس" یا "کلوروفیل اور قرآن"۔

حاصل یہ کہ اسے ارفطرت کا بیان قرآن مجید میں ایک ایسے انوکھے طریقے پر کیا گیا ہے کہ علم انسانی و نظام کائنات متعلق، جب کسی نئی منزل میں اصل ہوگا تو "ربانی کشافات" و دلائل آفاق، اچانک ذکر و کفری اور تنہ کرہ بن کر نمودار ہو جائیگے۔ شاہ صاحب کی زبان میں، التذکیر باللائعہ کاروپ و صا رہیں گے تفصیل اگلے صفحات میں یہی ہے۔

یوں تو قرآن مجید کے معانی و مطالب کسی بھی دور میں مہمل و بے معنی نہیں ہوتے، اگر بعض آیات کا جب اصل مفہوم واضح ہوتا ہے تو سط دو بالا ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک واضح مثال نزوح کریم ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہ قرآن حکیم کا اتنا نوکھاروپ اور اس کی نیرنگی و مہم کا ایسا تیز خیز معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے پورا انسانی لٹیر عاجز و بے بس ہے۔ قرآن مجید چونکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی پیام ہدایت ہے، اس لیے اس میں ہر قسم کے انہی و عقلی اور آفاقی و انفسی دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور نظام کائنات سے تعارض کرنے کی اصل غرض و حمایت قرآن مجید کے کلام الہی ہونے پر آفاقی و انفسی دلائل فراہم کرنا ہے تاکہ وہ ایک درخشاں ستارے کی طرح آسمان ہدایت پہ چمکنا اور کائنات روحانی کو منور کرنا ہے۔ جیسا کہ

سرمایا:

وَاِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ۔ وَ  
یہ قرآن تو سارے جہاں کے لیے موعظت ہے۔ اور تم اس  
کی (سچائی) کی خبر ایک مدت کے بعد ضرور معلوم کرو گے۔  
مُعَلِّمِينَ نَبَاہُ بَعْدَ حِينٍ۔

(ص: ۸۷-۸۸)

طَسْم۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ۔ ہا۔ سین میم۔ یہ کتاب روشن کی آیات ہیں۔ شاید تم اس  
مَعْلَاكَ بِأَخْمُ نَفْسِكَ إِلَّا يَكُونُوا۔ بات پر اپنی جان گنوا بیٹھو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اگر  
مُؤْمِنِينَ۔ اِنْ لَّمْ نُنْزِلْ عَلَيْهِمْ۔ ہم چاہیں تو آسمان سے ایک ایسا نشان اتار دیں جس کے

مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ  
 اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَضِيعِينَ ۝ وَمَا  
 يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ  
 مُخَدَّيْثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ  
 فَقَدْ كَذَّبُوْا فَاَسْيَافُيْهِمْ اَنْزَلُوْا  
 مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝  
 اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ مِنْكُمْ  
 اَنْبَثْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَرِيْحٍ  
 صَرِيْحٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً  
 وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ  
 رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (شعراء ۱-۹)

آگے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ اور جب کبھی ان کے پاس  
 خدائے رحمن کی جانب سے کوئی نیا تذکرہ آتا ہے تو وہ منہ  
 موڑ دیتے ہیں پس یہ لوگ و خدا کی تذکرہ کو جھٹلا چکے ہیں۔ لہذا  
 عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبر یہ پہنچ جائے گی جس کی  
 یہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے دوسرے زمین کا  
 مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کے کتنے ہی شریف  
 معزز نر و مادہ (نباتات)، لگا دیئے ہیں؛ یقیناً دنیا نباتات  
 کے اس قانونِ زوجیت میں ایک بہت بڑی واضح نشانی  
 موجود ہے۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے  
 اور بلاشبہ تو ہر ایسی رب غالب اور ذوال سہ دجوان منکرین

سورہ ص اور سورہ شعراء کی آیات کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی حقانیت  
 واضح کر رہے اور منکرین پر جنت پوری کرنے کے لیے قطعی و فیصلہ کن آفاقی و انفسی دلائل فراہم کر رہے گا  
 جن کے انکار کے بعد سنت الہی کے مطابق ان منکرین و معاندین کو سزا دی جائے گی۔

پھر سورہ شعراء کی ان ہی آیات میں معجزہ اور دلائل آفاقی کی حقیقت پر کچھ  
 دلائل آفاقی کی ایک مثال

معجزہ: ”مردینے کے ہر سنے زمین ہی میں ہر قسم کی عبرت و بصیرت کا سامان پیدا کر دیا ہے جو درحقیقت  
 معجزہ ہی کے قائم مقام ہے۔ یعنی ہر ایک پٹر پودہ اپنی جگہ پر ایک حیرت انگیز تخلیقی معجزہ کی حیثیت  
 رکھتا ہے جو ہے تو نظائر منہدات یا سلسلہ اسباب و علل ہی کے روپ میں مگر اپنے سبب مثلاً  
 نظم و ضبط کے باعث ایک خارق عادت چیز سے کسی بھی طرح کم نہیں۔“

اسلام کے آغاز کے ساتھ ہی جو مکہ شملت و تاریکی کا زمانہ لگ گیا اور علم و تحقیق کی صبح نمود

ہو نے لگی اس لیے اب بجائے فوق العادت معجزات کے آفاقی و انفسی دلائل کو جگہ دی گئی۔ جو خلائی عالم کی مزاج شناسی کی بھی ایک تین دلیل ہے۔ یعنی زمانے کی نبض اور رفتار کو دیکھتے ہوئے چند نئے قسم کے تیر بہدف نئے تجویز کئے گئے جو آج کی بیماری اور جان بلب انسانیت کے لیے اکیسہ حکم رکھتے ہیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آیات زیر بحث میں بجائے ایک "آسمانی نشان" کے ایک زمینی نشان کو اہمیت دی گئی۔ جیسا کہ فرمایا: "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً" یہ نباتات کو تذکرہ ہے اور اسی تذکرہ میں نباتات کی سیرتوں کے ایک عجیب و غریب پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس میں نوع انسانی اور خصوصیت کے ساتھ موجودہ عریاں تہذیب کے مٹناؤں کے لیے ایک آفاقی سبق موجود ہے۔ یوں تو نباتات کی زندگی کے سارے ہی منطابق معجزانہ حیثیت رکھتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ ان کے نظام ازدواج۔ جس کو علم نباتات کی اصطلاحات میں عمل زیرگی (POLLINATION) کہا جاتا ہے۔ میں اتنے شریفانہ و گریبانہ اور منظم قوانین کی پابندی پر حیران ہوں کہ ایک خدا کا وجود تسلیم کے بغیر ان منظم و منضبط قوانین کی کوئی صحیح توجہ دہن و تعمیل ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ نباتات میں بھی حیوانات کی طرح نر و مادہ پائے جاتے ہیں اور ان کی بار آوری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں، حشرات پرندوں اور پیداواریہ کے ذریعہ نر پھول کا زیرہ (POLLEN GRAINS) پھول تک پہنچا جاتا ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک نوع کا زیرہ دوسری نوع کا پھول قبول کر لیتا ہو۔ بلکہ ہر نوع صرف اپنی ہی نوع کا زیرہ لیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کا رخائے حیات کے رند ہر خود بخود رواں دواں ہیں تو آخر ایک نوع کا دوسری نوع سے زیرہ ملے لینے میں کون سی چیز مانع ہے؟ اب یہ کون مہتی ہے جو ان نباتات کی سیرتوں کی نگرانی کر رہی ہے؟ آخر ان پتہ پودوں میں حرامی نسل کیوں نہیں جا رہی ہوتی؟ ان کے درخت میں سنتہ کیوں نہیں اگ جاتا؟ یا گلاب کے پودے میں، زنی کیوں نہیں نمودار ہو جاتی

وَقَسَّ عَلَىٰ ذَٰلِكَ -

نقاشِ فطرت نے نباتات کو ”زوجِ کریم“ کے معزز خطاب سے نواز کر ان کے سسروں پر کریمیت کا تاج رکھ دیا ہے۔ یہ نباتات کی سیرتوں میں نظم و ضبط اور ڈسپلن یا اطاعتِ الہی کا اتنا زبردست ترین مظاہرہ ہے کہ خلاقِ فطرت کی حکیمانہ تخلیق کی بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے اور ”کل رہقائون“ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب ”نباتات سے انسانیت تک“۔

”زوجِ کریم“ کا یہ حیرت ناک اور عبرت انگیز مظاہرہ علمِ نباتات (BOTANY) کی حرقی کے باعث روشنی میں آسکا ہے۔ مگر آج کی سائنس نباتات کی سیرتوں کے اس پہلو سے بالکل آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔ اب یہ قرآنِ عظیم کا کمال ہے کہ جدید سائنس اپنے ہی علم و فن کے جس پہلو سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے قرآنِ عظیم ہاتھ پکڑ کر اس کو اس عبرتناک پہلو کی طرف متوجہ کر کے مادیت (MATERIALISM) کے بتوں میں آخری کیل ٹھونک رہا ہے۔ کیا یہ قرآنِ عظیم کی بے مثال استادی اور اس کی معجزانہ رہنمائی نہیں ہے؟ زوجِ کریم کا یہ مظاہرہ دراصل موجودہ انسانگی انسانیت کے کمال پر ایک ٹھیسڑ کی حیثیت رکھتا ہے اور ان دو الفاظ میں اسباق و بصائر کا ایک پورا باب سمودیا گیا ہے تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب مذکور۔

واضح رہے کہ زوجِ کریم ذو معنی الفاظ ہیں اور یہ قرآن میں بطورِ توریہ مذکور ہوئے ہیں یعنی ”من کل زوجِ کریم“ کا مطلب اب تک ہر قسم کی عمدہ چیزیں ”یا“ ہر قسم کے اچھے اچھے نباتات ”بیا جاتا رہا۔ مگر علمِ نباتات (BOTANY) کی ترقی کی بدولت اس کا اصل مفہوم اب واضح ہو سکا ہے۔ یعنی ”ہر قسم کے معزز و زرمادہ“۔ یہ زوجِ کریم کا حقیقی مفہوم ہے اور پہلا مفہوم مجازی یا ثانوی۔ ظاہر ہے کہ مجازی یا ثانوی مفہوم صرف اسی وقت بیا جاسکتا ہے جبکہ حقیقی مفہوم بن نہ سکے۔ اور نباتات کی سیرتوں سے نادانیت کے باعث کوئی مفسر و مترجم حقیقی مفہوم کیسے لے سکتا تھا؟ اس لیے دیا ”إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً“ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے:-

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ

اور ہم نے ہر چیز میں ایک جوڑا بنادیا ہے تاکہ

تَذَكَّرُونَ هَ خَفِضَ وَ  
إِلَى اللَّهِ، إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ  
نَذِيرٌ مُبِينٌ۔

تم چو تک سکو، پس: ورنہ اللہ کی طرف میں تو تنہا ہے  
یہ خدا کی طرف سے کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔

(ذاریات: ۴۹-۵۰)

اور حقیقت یہ ہے کہ زونہ کریم کے مطالعہ کے بعد خدا کی طرف رجوع و انابت کے سوا کوئی  
چارہ نظر نہیں آتا سوائے کسی عذر رنگ کا سہارا لینے کے۔ کیونکہ یہ وجود خداوندی اور اس کی بیشال  
ربوبیت ہر ایک قطعی و فیصلہ کن اور مشاہدہ دلیل ہے جس کے لائحہ سے مادیت (MATERIALISM)  
کی چوبیس مل جاتی ہیں اور نظریہ ارتقاء (EVOLUTION) کا منسوعی شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے۔ اور  
اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ جیسا دیس دیا بھیس کے مصداق (اللہ تعالیٰ ہر ذر کے حالات و  
مقتضیات کے مطابق موزوں و مناسب دلائل فراہم کرتا رہتا ہے) تاکہ ہمیشہ خدا پرستی کا جی رہتا  
ہے اور باطل کی شکست و ریخت ہوتی رہی۔

یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ قرآن حکیم میں اس قسم کے بے شمار اسباق و بعداثر موجود ہیں  
مظاہر کائنات کے مطالعہ سے دراصل خدا کے وجود اس کی وحدت، قدرت، ربوبیت اور حکمت و  
مصلحت کے قطعی دلائل فراہم ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے قرآن شہ یوں میں جگہ جگہ کلام کائنات میں  
غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ مثلاً:

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ  
وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔

رات اور دن کے ہمہ پھیر میں اور اللہ نے زمین اور  
آسمانوں میں جو جو چیزیں پیدا کر رکھی ہیں ان میں  
موجودات میں بلاشبہ اشارے و نشانے درخشاں ہیں کہ

یہ بہت سے واضح نشانات (ہیں) موجود ہیں

(یونس: ۶)

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ  
وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفْئِلًا  
تَبْصُرُونَ۔

اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں درخشندہ نشانیاں  
موجود ہیں۔ اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی کیا تم نہیں  
دیکھتے؟ (ذاریات: ۲۰-۲۱)

اس قسم کی بہت سی آیتیں موجود ہیں۔ اور ان تمام آیات کا منشا و مقصد یہ ہے کہ نظام کائنات سے متعلق علوم یعنی سائنس کی ترقی ہو۔ اور اس ترقی کی بدولت قرآنی بیانات کی صداقت ظاہر و باہر ہو جائے۔ لہذا تحقیقات جدیدہ کے باعث قرآنی بیانات متاثر نہیں ہوتے بلکہ ان کا چہرہ مزید روشن ہو جاتا ہے اور اگلے منکرین و معاندین پر حجت پوری ہو جاتی ہے۔ گویا کہ نظام کائنات میں تحقیق و تفتیش سے اسی آیتیں گلے پڑ جاتی ہیں۔ بہر حال قرآن کی صداقت انسان خود اپنی ہی کوششوں سے ظاہر کر دے گا۔ گویا کہ وہ کارخانہ فطرت میں سر کیا ماسے گا قرآن کی صداقت ہی کی خبریں لائے گا خواہ وہ چاند پر پہنچ جائے یا نہرہ اور مرتخ پر۔ یہ خداوند جل و علا کی بڑی عجیب و غریب حکمت ہے۔ اس لیے فرمایا:

سَمَرْنَاهُمْ اٰیٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ  
وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی يَتَّبِعُوْنَ  
لَهُمْ اَنْتَ الْحَقُّ ۚ اَوْ لَمْ  
يَكُنْ بِرَبِّكَ اَنْتَ عَلٰی كُلِّ  
شَيْءٍ شَهِيدٌ ۚ اَلَا اِنَّهُمْ فِيْ  
مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ اَلَا اِنَّ  
بِكُلِّ شَيْءٍ مَُّحِيطٌ ۚ (دھرم لکچر ۵۲/۵۳)  
وَيُرِيْكُمْ اٰیٰتِهِ فَاَتَىٰ اٰیٰتِ اللّٰهِ  
تُكْرٰوْنَ۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهِ .....  
وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُنِیْبُ۔

(مؤمن - ۱۳)

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ اٰیٰتِ

باتوں پر بچ نک نہیں سکتا (اور عبرت حاصل نہیں کر سکتا)  
اور ہم تمہارے پاس یقیناً ایسے واضح و روشن دلائل بھیجے

بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا  
الْفَاسِقُونَ ۝

چکے ہیں جن کا انکے رسوائے بد کردار لوگوں کے اور کوئی نہیں  
کر سکتا (بقرہ: ۹۹)

اب بات کچھ طویل ہو گئی مگر ان اصولی مباحث کا ذکر کئے بغیر اصل بات چھیڑ دینا  
چاند کی تسخیر اور آیات الہی کچھ زیادہ مفید نہیں تھا اور بعض غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا ہو سکتی  
تھیں کیونکہ آج کل ذرا ذرا بات پر جدت اور توجہ دکا بیس لگ جاتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ  
ہر بات و دلائل کی روشنی میں سمجھائی جائے۔

غرض یہ تھی دوئل آفاق کی حقیقت و نوعیت۔ اور دلائل آفاق (و انفس) ہی کا دوسرا نام  
”آیات الہی“ ہے۔ مذکورہ بالا مباحث سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ قرآن عظیم کیا ہے اور کس  
پایہ کی کتاب ہے؛ اور انسانی و بین الاقوامی لٹریچر میں اس کی قدر و منزلت کا اصل مقام کیا ہے؛  
نیز ان مباحث سے یہ حقیقت بھی بخوبی ظاہر ہو گئی کہ یہ کتاب عظیم عصری علوم سے کبھی شکست و  
ریخت قبول نہیں کر سکتی۔ بلکہ عصری علوم پر اس کا پلہ ہمیشہ جاری رہے گا خواہ یہ علوم کتنی ہی ترقی کیوں  
نہ کر جائیں۔ اور اس کی عظمت کا پھر یہ ہمیشہ آفاق عالم پر لہر اتار رہے گا اور کسی انسان کی یہ مجال نہ  
ہو گی کہ اس کے علم کو سہ ٹکوں کر سکے۔ اس موضوع پر یہ حاصل تبصرہ اور جدید سائنس کی شکست و  
ریخت کے چند عجیب و غریب مناظر کے لیے ملاحظہ ہو ”کلمہ فیل اور قرآن“۔

حاصل یہ کہ جس طرح ”زوج کریہ“ کی اصل حقیقت اس وقت تک واضح نہیں ہو سکی جب تک  
کہ عام نباتات (BOTANY) کی ترقی نہ ہو گئی، بالکل یہی حال تسخیر کا بھی ہے چنانچہ جب تک  
راکٹ سازی کی ابتدا نہ ہوئی اور چاند مسخر نہ ہو گیا اس وقت تک اس سلسلے میں قرآنی آیات بھی  
خاموش رہیں اور ان کا اصل مفہوم واضح نہیں ہو سکا۔ مگر جیسے ہی یہ حادثہ ہو گیا قرآن حکیم کے ان  
بیانات میں بھی جان پڑ گئی جو اس موضوع سے متعلق تھیں۔ اور یہی حال دیگر تمام عصری اکتشافات  
کا بھی ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ایک عجیب و غریب اعجازی انداز میں مل جاتا ہے۔ گویا کہ وہ  
ہر دور کے لیے ایک ”تازہ ترین خبر نامہ“ ہے جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور اسکے

رموزِ واسرار کبھی ختم نہ ہو سکیں گے۔

روحِ کریم کی مثال سے یہ غلاف بھی نہ رہے کہ قرآن مجید میں اسرارِ کائنات کا بیان "تورہ" کی شکل ہی میں ہوا بلکہ اس قسم کے بیانات عموماً اشاروں کنایوں (اشارۃ النص، دلالت النص، اور اقتضا و السبب) جو اصول فقہ کی اصطلاحیں ہیں، کے روپ میں اور کہیں صراحتاً بھی مذکور نہیں، کہیں اصول و کلیات کی شکل میں اور تشبیہ و استعارہ کے قالب میں ملاحظہ ہو "قرآن مجید اور سائنس" یہی وجہ ہے کہ جس طرح نظام کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے بالکل اسی طرح قرآنی آیات میں بھی تفکر و تدبر کی تاکید کی گئی ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ (یہ) ایک مبارک کتاب ہے جو ہم نے تیرے پاس بھیجی  
لِيَذْكُرُوا اٰيٰتِيْهِمْ وَلِيَتَذَكَّرُوْا (تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور اپل دانش  
اُولٰٓئِكَ اِلَّا لِبٰبٍ ۝ (چونکہ سبکیں دس: ۲۹)

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (ہم نے اس کو تمہاری سمجھ بوجھ کے لیے فصیح و دامن قرآن  
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (بنایا ہے (ذخرف: ۳۱)

اَفَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ اِنَّ اَنْفُسًا اَمْرًا عَلٰی (میا: لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں  
قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ (پرتائے لگ گئے ہیں) (محمد: ۲۴)

اس غور و فکر اور قرآن عزیز و نظام کائنات کے تقابل کے باعث علمِ الہی کی ازیت کا حال  
اشکارا ہو جاتا ہے۔ در بسا اوقات علمِ انسانی کی خامیاں بھی واضح ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید  
اس حیثیت سے بھی انسان کی بہت بڑی حد تک رہنمائی کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدائی علمِ قطعی و  
یقینی اور انسانی علمِ خام و ناچختہ ہے جس میں بعض اوقات چوک ہو جاتی ہے۔ اس حیثیت سے بھی  
تم ان مجید انسانی فکر و نظر سے متعلق غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ اکثر سوچ بچار کی نئی نئی راہیں بھی  
کھولتا ہے اور نئے نئے زاویہ بائے فکر بھی عطا کرتا ہے۔ اور جہاں کہیں اس کے بھٹکے مساندیشہ  
ہو وہاں ہر ایک نشانِ ماہِ یاسنگ میں نصب کر کے صحیح راہ کی طرف اشارہ کر دیتا ہے جیسا

کہ انکے صفحات میں ”قرآنی نظریہ سمادات“ کے مسئلے میں بحث کی جائے گی۔

خاصہ بحث یہ کہ چاند کا فتح ہو جانا کسی بھی حیثیت سے اسلام یا اس کے کسی بھی عقیدے کو شرب نہیں پہنچا سکتا۔ اور تسخیر قر کوئی اتفاقی یا غیر متوقع حادثہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ خدا کے علیم وخبیر کے منشا اور اسکیم ہی کے مطابق ہو رہا ہے اور قرآن مجید میں اس موضوع پر واضح نصوص موجود ہیں جن کے ملاحظہ کے بعد مزید کسی رد و قدح کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اس لحاظ سے ”قرآنی نقطہ نظر سے“ انسان کا چاند کو مسخر کر لینا خود اس کے لیے حجت اور گتے کا پھندہ بن جاتا ہے کیونکہ اس سلسلے کے قرآنی بیانات ہر تصدیق ثابت ہو جاتی ہے جس کا انکار نوع انسانی سے بن نہیں پڑتا۔ اور ”وَلْيَعْلَمَنَّ نَبَأُ الْبَاقِيْنَ“ اور تم ایک عرصہ کے بعد اس کی خبر ضرور جانو گے، ایک صداقت بن کر نازل ہو جاتی ہے۔

غرض انسان چاند پر کیا گیا قرآن عظیم کی تصدیق و تائید کا کافی سامان ساتھ لایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے دیگر فرسودہ اور آؤٹ آف ڈیٹ مذاہب کا جن زلزلے لگے ہیں۔ اس توضیح و تمہید کے بعد اب میں اپنے ناقص علم کے مطابق بعض اسباق و بصائر قرآنی درج ذیل آیات الہی کی طرف توجہ مبذول کرا دیا چاہتا ہوں جو تسخیر قر کے باعث خدائی تازیانے بن کر بہرہ گر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ  
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، وَالنُّجُومَ  
مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِ إِيَّاكَ فِي ذَٰلِكَ  
لَا يَتَّبِعُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ  
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔

(قدرت) میں سے ہیں (تم تہید: ۱۳۰)

آیات کے چار نسخے آتے ہیں: ۱۔ قرآنی آیات ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳

دلائل۔ اور یہاں پر آخری معنی مراد ہیں۔ لہذا آئیے اب مذکورہ بالا دونوں آیتوں کے مطابق غور کریں کہ کمرہ قمر اور اس کی تسخیر میں ہمارے لیے کون سے اسباق و دلائل اور آیات و نشانات موجود ہیں؟

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ چاند ہمارے نظام کائنات میں چاند کی حیثیت | شمسی یا سورج کے خاندان (SOLAR SYSTEM) کا ایک معمولی سا فرد ہے۔ کائنات میں ایسی کڑوڑوں بلکہ اربوں کہکشاؤں موجود ہیں جن میں سے ہر کہکشاں (GALAXY) تقریباً دس کھرب ستاروں کا مجموعہ ہے اور ہر ستارہ ہمارے نظام شمسی کی طرح ایک مکمل نظام کا حامل ہے۔ یہ کوئی شاعری نہیں بلکہ امریکی رصد گاہ کے صدر ڈاکٹر ہارلو شپلے کا بیان ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے نظام شمسی (ہماری زمین کی طرح کے نو سیاروں کا خاندان) کی حیثیت اس کائنات میں ایک رات کے دانے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اور چاند کی حیثیت تو اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ بہر حال یہ تمام ستارے، سیارے اور کہکشاؤں (GALAXIES) آسمان اول یا سماء و ہوا کہلاتے ہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے:-

آسمانوں کا ذاتی | وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ  
دہرے بابرکت | الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ ۝  
وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ ۝  
وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ كَيْدٌ مِّنَّا لِّلْعَٰثِرِينَ ۝  
الْعَٰثِرِينَ ۝

اور ہم نے آسمان کو تیریلوں سے مزین و محفوظ  
کر دیا ہے۔ یہ ہے ایک زبردست اور چمکانہ کئی  
کا منصوبہ (تم سجدہ : ۱۲)

تبارک الذی فی السَّمَاءِ  
یَرْزُقُ جَاوِہِرًا ۖ فِیہَا رَاجِحَا  
وَقَمَرًا مُّیْتِرًا ۝  
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝

بڑا ہی بابرکت ہے وہ خدا جس نے آسمان میں  
برکت بنائے اور اس میں ایک چراغ اور روشنی  
دیتے والا چاند بنا یا و قمر قمران (۶۱۱)  
اور قسم ہے برجوں والے آسمان کی (بروج : ۱)

مذکورہ بالا آیات میں مصابیح سے مراد ستارے اور سیارے ہیں اور بروج سے مراد  
ہمیشائیں ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ”القرآن یفسر بعضہ بعضا“ کے اصول کے مطابق ہمیں دوسرے  
لفظیات پر اس کی تشریح یوں ملتی ہے،

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ  
وَالْكَوَاكِبِ۔  
کیا (صافات ۶۱)

اور ہم نے آسمان میں برج بنا دیئے ہیں اور غور سے  
دیکھنے والوں کے لیے انہیں مزین کر دیا ہے

(حجر: ۱۶)

لفظ کوکب ٹھیک مصابیح کی تشریح ہے۔ یعنی کوکب کو مصابیح سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور  
ان کا اطلاق ہر قسم کے ستاروں اور سیاروں پر ہو سکتا ہے۔ اور برج سے مراد جس طرح مشہور  
حروف بارہ ہفت لگتے جاتے ہیں اسی طرح ان کے وسعت مفہوم میں کہتے ہیں بھی داخل ہیں۔ کیونکہ  
قرآن حکیم یہاں ”وزینا بالنظرین“ کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ ناظرین نہ سے مشتق ہے جس  
سے معنی غور سے دیکھنے کے ہیں اور غور سے دیکھنے کے اس مفہوم میں دو درجے سے دیکھنا بھی شامل  
ہو جاتا ہے۔ اور کہکشاؤں کا ہر ایک طبقہ دور بین سے بالکل صاف نظر آ جاتا ہے۔ ان تمام طبقات  
کی تصویریں اتاری جا چکی ہیں۔ اور ہر طبقہ کہکشاں، ایک مخصوص شکل و صورت کا حامل ہوتا ہے  
اور ان گنت ولہ تعداد ستاروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ بروج سے مراد  
کہکشاں نہ لی جائیں۔

پھر سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام مواقع پر قرآن حکیم ”فالسما  
السما الدنیا کے الفاظ لاتا ہے یعنی جمع کے الفاظ (سموات) استعمال نہیں کرتا۔ اور سما  
دنیا کے معنی ہیں نزدیکی آسمان دیا آسمان اول، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس قسم کے مزید چھ آسمان  
درجہ ہیں جو اس سما دنیا کے پرے موجود ہیں کیونکہ قرآن تو صاف صاف سات آسمانوں

کی تصریح کرتا ہے:

وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ الَّذِي خَلَقَ  
سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا۔

ساتھ آسمان پیدا کئے (ملک: ۳۱)

پھر آسمان اول کی مزید توضیح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ زیادہ بلند اور اونچا ہے:

أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ  
بَنَاهَا۔ رَفَعَ سَمُكَهَا فَسَوَّاهَا۔

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ جس کو اس نے  
بنایا، اس کی چھت (خوب، اونچی کی) پھر اس کو ٹھیک

ٹھاک کیا۔ (نازعات: ۲۴-۲۸)

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ۔  
أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ۔

اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور اس میں میزان  
رکھ دی (ہر ایک کو حکم دیا کہ) کوئی (اپنی) میزان

سے تجاوز نہ کرے (رحمن: ۷-۸)

یعنی یہ حکم تمام اجرام سماوی کو نہ یا جارہا ہے کہ کوئی بھی اپنے حدود اور اصول و ضوابط سے ذرا

بھی تجاوز نہ کرے۔ میزان کی اس پابندی میں عالمگیر قانون تجاذب (UNIVERSAL LAW OF GRAVITATION) وغیرہ سب کچھ آجاتا ہے۔ یہ ہے حسب ذیل آیات کا ایمان افروز نظارہ:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ۔

ارض و سما کا کوئی ایسا سرسبزہ راز نہیں ہے جو  
اس (کتاب روشن میں موجود نہ ہو) (نحل: ۷۵)

وَأَنزَلْنَاكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ...  
... بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ۔

یہ قرآن رب الغلین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے  
ایک واضح اور غیر پیچیدہ زبان میں۔

(شعرا: ۱۹۲ اور ۱۹۵)

اور — وَأَنَّ اللَّهَ وَدَّ أَحَاطَ  
بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔

اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔  
(طلاق: ۱۲)

پھر سورہ نازعات کی مذکورہ بالا آیات ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس آسمان اول

کی کوئی چھت بھی ہے۔ پھر ایک دوسرے موقع پر اس چھت کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ہے (انبیاء: ۳۲)

اب سوال یہ ہے کہ یہ چھت ہے کہاں؟ تو مذکورہ بالا تمام آیات پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ

کرنا پڑتا ہے کہ یہ وہیں پر ہوگی جہاں پر دو دربینوں سے نعر آتے والی ان اربوں عظیم الشان کہکشاؤں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام کہکشاؤں محض سماء انیا کا حصہ ہیں (جیسا کہ تفصیل گزر چکی) اور آسمان چونکہ بہت بلند ہے لہذا اس کی بلندی میں تمام کہکشاؤں سما جائیں گی۔ پھر اس چھت کو محفوظ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ وہ کوئی ٹھوس اور قابل روک (opaque) چیز ہوگی جس کو نہ تو جنات و شیاطین ہی پار کر سکتے ہیں (جیسا کہ فرمایا: وحفظاً من کل شیطن مارد) اور نہ کوئی طاقتور سے طاقتور دربین ہی اس یا رجھانک سکتی ہے اس موضوع پر مزید تفصیلات اور قطعی دلائل کے لیے ملاحظہ ہو میرا مضمون ”قرآنی نظریہ سموات“۔

اس توجہیہ و تعلیل سے اس سلسلے کے تمام اشکالات رفع ہو جاتے ہیں اور کوئی جھجکی

قرآن کا کارنامہ | باقی نہیں رہتی اور قرآن وحدیث میں بھی تطبیق ہو جاتی ہے۔ پھر مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ قرآن عظیم نظام کائنات کے سلسلے میں نہ یوں علم و تحقیق سے آراستہ جدید انسان کی بھی بخوبی رہبری کر سکتا ہے جس طرح کہ وہ علم احکام کے سلسلے میں رہنمائی کرتا ہے اور یہ قرآن عظیم کا ضمنی موضوع ہے و نظام کائنات کے سلسلے میں رہبری کرتا ہے۔ اور قرآن کا کمال یہ ہے کہ جب انسان انہیں ترقی و تحقیق کے باعث ایک دور آگے پہنچتا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ اس کی منزل کہاں اور کس طرف ہے؛ تو اس وقت قرآن عظیم اس کا ہاتھ پکڑ کر منزل کا نام و نشان اور اتنا پتا بتا دیتا ہے جیسا کہ زوج کریم اور سماء کے مذکورہ بالا مباحث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بہر حال آسمانوں کا ذاتی وجود اور سمائے اول کے چھت ہونے کا نظریہ ایک حقیقت ہے۔ جس کو جھٹلاتا اور داستان مہنی قرار دینا بے سند و بے دلیل بات ہے۔

(باقی)

# مفرح القلوب

## سلطان ٹیپو کے دور کی ایک ہم تصنیف

ستید محمود حسین صاحب - کلچر و فارسی شعبہ تحقیق جامعہ میسور۔

عہد سلطنت خداداد تاریخ میسور کا روشن ترین باب ہے، مخالفت اور دشمن قوتوں نے گو اس کے آثار بڑی حد تک مٹا دیئے لیکن انہیں پوری طرح نہست و نابود نہ کر سکے، سر پرنگ پن کے کھنڈر اس سلطنت کی شان و عظمت اور جاہ و سطوت کی یاد دلاتے ہیں تو اس دور کے بچے کچھے مخطوطات اس کی علمی اور فنی فتوحات کا پتہ دیتے ہیں، اگرچہ یہ اڑتیس سال کا دور حکومت نہایت مختصر رہا اور غالب حیدر علی خاں بہادر اور ٹیپو سلطان شہید کے اکثر شب و روز میدان جنگ میں گزرتے تاہم انھوں نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت اور اہل علم و فضل کی قدر شناسی اور ہمت افزائی سے کوئی غفلت نہ برتی، علما فضلا شہر اور اطراف و اکناف سے کھینچ کر ان کے دربار میں جمع ہو گئے تھے، مری رنگ پن یا نظریہ علم و ہنر کا مرکز بنا رہا تو سلطنت کے دوسرے مقامات پر بھی اہل علم اور اہل قلم مصروف عمل رہے، دونوں بادشاہوں نے دور دراز مقامات سے علما اور شعرا کو دعوت دے کر بلایا، ان کو وظیفے دئے اور انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور دارالحکومت میں ان کی اقامت کا انتظام کیا، کہا جاتا ہے کہ شمالی ہند کے علاوہ ایران اور عرب سے بھی اہل علم و ہنر یہاں آکر جمع ہو گئے تھے، دہلی اور اودھ کے درباروں کے علاوہ ایران، افغانستان، روم اور حجاز کے بادشاہوں سے بھی ان دونوں بادشاہوں کے علمی تعلقات تھے، حیدر علی خاں نے شیراز سے ایک ہزار سوار اپنی فوج میں بھرتی کئے تھے اور ایران کا ایک

شہزادہ ٹیپو سلطان کے دربار میں دو سال مہمان رہا، حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان دونوں کو کتابیں جمع کرنے کا اتنا شوق تھا کہ مفتوحہ مقامات سے جو کتابیں حاصل ہوتیں ان کو اپنے شاہی کتب خانے بھجوا دیتے تھے، چنانچہ سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے ان کا کتب خانہ بھی مال غنیمت میں شامل کر لیا، اس کی وضاحتی فہرست سٹورٹس نے مرتب کر کے شائع کرائی تھی، اس نے سلطانی کتب خانے کی کتابوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ بتائی ہے، ان میں طب، تاریخ، شعر و ادب، لغات، فلسفہ، ریاضی، نجوم، انشا، قصص، موسیقی وغیرہ پر عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں مختلف اور متعدد مستند کتابیں شامل ہیں شاہی کتب خانے کی بعض کتابیں مذہب اور مظلما بھی تھیں اور اکثر بڑی اچھی لستعلیق کتابت میں مرقوم تھیں، ان کو بڑے اہتمام سے رکھا گیا تھا، سب کی چوبی ہلدی تھیں جن پر چاروں طرف خلفاء راشدین کے اسماء گرامی، پیشانی پر سرکار خدا وادی بیچ میں سُبْحًا کَلَّ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ اور اس کے اوپر اور نیچے اللہ کافی، کے نقش نہایت دیدہ زیب خط میں بنے ہوئے تھے، اور جابجا شیر کی ببری کا نقش بنا ہوا ہوتا تھا جو ویٹیمپو سلطان کا شاہی نشان تھا، کچھ کتابوں میں جو دربار سلطانی میں لکھی گئی تھیں سریرہ نگ پٹن کے کارخانے کا کاغذ بھی استعمال ہوا تھا جس کا دائرہ مارک یا آبی نشان نمک شیر کی ببری کا تھا، ایسے کاغذ اور ایسی جلدوں والے دو چار مخطوطات جامع میسور کے اور میٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں محفوظ ہیں، سلطان کی یہ بھی عادت تھی کہ اہم کتابوں کے متعدد نسخے تیار کراتے اور انہیں افسروں اور دوستوں میں تقسیم کراتے تھے اور بطور تحفہ بھیجتے تھے۔

حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان دونوں کے درباروں میں ملک الشعراء کا تقرر ہوتا تھا اور دوسرے شاعر بھی موجود رہتے تھے جو خاص موقعوں پر قصیدے کہہ کر پیش کرتے تھے، حیدر علی خاں پڑھے لکھے آدمی تو نہیں تھے لیکن مختلف زبانیں جانتے تھے، ٹیپو سلطان کی باقاعدہ تعلیم ہوئی تھی، مختلف علوم و فنون سے واقف تھے، متعدد زبانیں جانتے تھے، فارسی میں کافی مہارت حاصل تھی، اکثر فارسی لوگ اور فارسی ہی لکھتے تھے، مطالعہ باقاعدگی کے ساتھ کرتے تھے۔

تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا، زمانہ مہلت دیتا اور جنگ و جدل سے فرصت ملتی تو شاید اس میدان کے بھی شہسوار نکلتے، اسٹورٹ نے لکھا ہے کہ مختلف موضوعات پر سلطان نے پتیا لیس کتابیں خود لکھیں یا اپنے درباری علما سے لکھوائی تھیں، بعض اوقات اٹلا کر ادیتے یا آپ کے حکم پر کوئی چیز لکھی جاتی تو اسے ملاحظہ فرما کر صادر کر دیتے تھے، چنانچہ ایسی کتابوں سے آئینِ حرب و ضرب پر فتح المجاہدین، نجوم پر زبرجد، فقہ میں فقہ محمدی، تاریخ سلطنتِ خدا داد پر سلطان التواریخ موسیقی پر مفرح القلوب اور خطباتِ جمعہ کا مجموعہ مؤید المجاہدین مشہور و معروف ہیں، لیکن افسوس صد ہزار افسوس کہ سلطنتِ خدا داد کی علمی پیداوار اکثر و بیشتر تباہ و برباد اور ناپید ہو گئی، شاہی کتب خانہ انگریز لوٹ لے گئے، مسلمان ایسے پریشان و ہراساں ہو گئے کہ اپنے علمی سرمائے کی خاطر خواہ حفاظت نہ کر سکے، سلطان کے فرامین، خواب نامہ، ڈائریاں وغیرہ تک مالِ غنیمت میں گئے، جو سندیں وغیرہ افراد اور اداروں میں موجود تھے ان کو انگریزوں نے اپنے فرامین اور اسناد سے بدل ڈالا، اس طرح اس سلطنت کے آثار کو مٹانے کی مہم چلائی گئی۔ لیکن گذشتہ ڈیڑھ صدی میں کچھ چیزیں بازیافت ہو گئیں اور ہاتھ آ ہی گئیں، تحقیق اور ریسرچ کرنے والوں نے اپنی سعی و کوشش سے بعض اہم چیزوں کو منظرِ عام پر لایا۔ بہر طور ایک دھندلا سا نقشہ اس دور کی علمی اور فنی فتوحات کا ہمارے سامنے آچکا ہے، تاہم یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے مکمل تصویر نہیں۔

دربارِ سلطانی میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں ان میں سے صرف فتح المجاہدین شائع ہوئی ہے۔ باقی سب مخطوطات کی شکل میں انگلستان، پاکستان اور ہندوستان کی مختصر مخطوطہ لائبریریوں میں بکھری ہوئی ہیں، دورِ حاضر میں مائکرو فلم کی جو سہولت ہو گئی ہے اس کی بدولت ان سب سے گھر بیٹھے استفادہ کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر شیخ علی صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (علیگ، پی ایچ ڈی لندن) صدر شعبہ تاریخ جامعہ میسور نے سلطان کے سارے مکاتیب و فرامین کا مائکرو فلم انگلستان سے منگایا ہے جن میں سے صرف چند منتخب مخطوطات کا ترجمہ کرکے پیٹرک نے شائع کیا تھا اسی طرح ڈاکٹر خضر علی خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (کنش، وظیفہ یاب پرنسپل

مہاراجہ کالج دہلی سابق ریفورمر اور فارسی عربی جامعہ میسور کے پاس ٹیپو سلطان کے دست خاص سے لکھے ہوئے خواب نامے کا مکمل عکس موجود ہے جو آپ انگلستان سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ مفرح القلوب بھی دوبار سلطانی کی ایک نہایت ہی اہم تصنیف ہے جو توجہ کی مستحق ہے اس کے نسخے مختلف مخطوطہ لائبریریوں میں بھی موجود ہیں اور ریاست میسور کے بعض ذاتی کتب خانوں میں بھی مل جاتے ہیں، ایک مکمل نسخہ جامعہ میسور کے اور نیٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بھی موجود ہے، جہاں کئی فارسی اور عربی کے نگ بجنگ ہزار قسمی مخطوطات کا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے خود ٹیپو سلطان نے اس کے متعدد نسخے تیار کرائے اور تقیم کئے تھے چنانچہ کرک پیٹرک کے "منتخب مکاتیب سلطانی" کے ایک کتب سے بھی اس کا پتا چلتا ہے جس میں ٹیپو سلطان نے سری رنگ پن کے داروغہ تو شک خانہ شاہی کے نام حکم بھیجا ہے کہ مفرح القلوب کی دس نقلیں تیار کر کے روانہ کی جائیں جن میں سے پانچ مکمل اور تقریباً جلدوں سے مزین ہوں اور پانچ فقط لمحض اور مختصر ہوں، نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے اپنی تصنیف یورپ میں دکھنی مخطوطات میں رقم کیا ہے کہ انڈیا آفس لندن میں اس کتاب کے نو نسخے موجود ہیں جن میں سے بعض پر خود سلطانی کے دستخط ثبت ہیں اور جو شاہی کتب خانے کے معلوم ہوتے ہیں، اپنے ایک تازہ مقالے میں جو رسالہ اردو کراچی کے جولائی ۱۹۶۶ء نمبر میں شائع ہوا ہے آپ نے اس کے ایک اور نسخے کی نشاندہی کی ہے جو انجمن قمری اردو کراچی کے ذخیرہ مخطوطات میں شامل ہے، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے جس کا ذکر ہاشمی صاحب نے اپنی مرتبہ فہرست میں کیا ہے۔

مفرح القلوب بھی فتح المجاہدین کی طرح دوبار سلطانی کا ایک علمی ادبی اور فنی شاہکار ہے اور ایک ثقافتی یادگار، عہد سلطنت خداداد کی بڑی گراں پایہ اور بلند پایہ پیداوار ہے، اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کے کئی مختلف پہلو ہیں، یہ اس زمانے کی درباری تصنیف ہے جب سلطنت خداداد کا عروج نقطہ کمال کو پہنچ چکا تھا، ٹیپو سلطان کی ایجاد کی اور اختراعی صلاحیت اور رجحان کی آئینہ دار ہے، دوبار سلطانی کی علمی اور ادبی فضا کا عکس اس میں دکھائی دیتا ہے، حسن

علی عزت کا شاہ کار ہے، ان کا فارسی اور دکنی نظم و نثر کا گویا کلیات ہے جس میں انھوں نے انشا پر دازی اور سخنوری کے جوہر دکھائے ہیں، سلطنت خداداد کی ادبی دکنی زبان سب سے زیادہ اسی کتاب میں محفوظ ہے، فنی حیثیت سے موسیقی کے ادب میں ایک ممتاز اور دلچسپ اضافہ ہے، غرض یہ کتاب بہت سی خوبیوں کی مالک ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس پر اب تک بہت کم توجہ دی گئی ہے مورخوں نے تو اس کا ذکر کیا نہیں کیا، دو چار تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے بھی تو اس کا صحیح تعارف نہیں کرایا بلکہ بعض مقامات پر تو کچھ عجیب غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ مثلاً نصیر الدین ہاشمی یوروپ میں دکنی مخطوطات میں رقم طراز ہیں کہ کتاب کی ابتدا میں ایک طویل دیباچہ فارسی میں درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف عباد اللہ ہے نہ کہ حسن علی عزت، آخر پر تاریخ تصنیف ۱۱۹۹ھ مرقوم ہے، دیباچے کی اس عبارت سے دراصل ہاشمی صاحب کو مغالطہ ہو گیا۔ ہر چند اس کم ترین عباد اللہ استعداد و قابلیت و طاقت حاصل بارگراں میں امر خطیر نہ داشت، در نہ اس سے چار سطر پہلے ہی مصنف کا نام واضح طور پر یوں مرقوم ہے، ”حکم جہاں مطاع و عالم مطیع و یر یلغ محکم و امر تضاً توام یا ضعوف و احقر تہامی خلقت حسن علی المتخلص بغزت کہ کی از خادمان حضور و بساط بوسان محفل نور علی نور است شرف صدور یافت“ آپ نے بلوم بارت کی عبادت کا خلاصہ بھی رقم کیا ہے جس کا اختتام اس بیان پر ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۹۷ھ میں شروع کی گئی اور دو سال میں ختم ہوئی، یہ بھی غلط ہے، کتاب کے آخر میں جو سال تاریخ ۱۱۹۹ھ مرقوم ہے دراصل شاہزادہ حیدر کی رسم ختنہ کے جشن کی تاریخ ہے اس موقع پر کہے ہوئے نین فارسی قلم ہے اسے تاریخ کتاب کے آخر میں موجود ہیں، اس کتاب میں کہیں سال تصنیف یا سال تکمیل مذکور نہیں ہوا، دیباچے میں ٹیپو سلطان کا سال جلوس ۱۱۹۷ھ مذکور ہے، دیباچہ کی عبارتوں سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ اسی سال فتح المجاہدین تصنیف ہوئی، اور اس کے بعد مفت القلوب کی باری آئی، بہر طور یہ یقینی امر ہے کہ ۱۲۰۱ھ تک یہ کتاب مکمل ہو چکی تھی کیونکہ اس سال سلطان نے اپنے مذکور فرمان میں اس کی نقلیں بھیجنے کا

حکم دیا تھا، محمد سعید عبدالحی نے میسوریں اردو میں اس کے متعلق صرف دو جہے لکھے ہیں، سٹیوارٹ نے ٹیپو سلطان کے کتب خانے کی وضاحت فہرست میں اسے غزلیات اور دوسری نظموں کا مجموعہ بتایا ہے جو فارسی اور دکنی میں ہیں اور اسے درباری شاعر حسن علی نے لکھا اور سلطان کے نام سے منسوب کیا، ڈاکٹر حبیب النساء بیگم (پروفیسر اردو جامعہ میسور) نے اپنے تحقیقی مقالے میں جو ریاست میسوریں اردو کی نشوونما کے نام سے شائع ہوا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "انہوں نے ۱۸۵۷ء میں یہ کتاب دکن زبان میں لکھی جو اسی نام کی فارسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے" حالانکہ یہ کتاب فارسی میں ہے اور اس کی کئی نقلیں دکنی میں ہیں، یہ ترجمہ نہیں بلکہ تصنیف ہے، ڈاکٹر آسنہ خاں صد رشید اردو جامعہ بنگلور نے ریاست میسور میں اردو میں اس کے فارسی دیباچے کا اقتباس پیش کیا ہے اور چتریس ریختے جن میں سے تیس قطعے ہیں اور چھ غزلیں، نور باغیاور، کھنڈ فردیات نقل کئے ہیں، آپ نے لکھا ہے کہ "میں نے اس محلے میں مفرح، نقوب کا صرف اردو کلام مکمل طور پر شائع کر دیا ہے" آپ کے پیش نظر جو نسخہ رباوہ شاہد بخش اور مختصر ہے اور نہ اصل کتب میں تو ان کے علاوہ ایک سوانحی غزلیں دکنی میں مزید موجود ہیں۔

مفرح القلوب کے مصنف حسن علی عزت ہیں، سٹیوارٹ نے آپ کو ٹیپو سلطان کے دربار کا ملک الشعراء بتایا ہے، نصیر الدین ہاشمی اپنے آخری مقالے میں، قمر طراز میں جو رس لہ اردو، کراچی، جولائی ۱۹۶۶ء میں فتح نامہ ٹیپو سلطان کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔

"عزت کا حال کسی قدیم تذکرے میں نہیں ہے، صرف کریم الدین نے اپنے تذکرہ طہات الشعراء میں اس کا ذکر کیا ہے، اس کا بیان حسب ذیل ہے۔

عزت تخلص حسن علی نام اس مصنف نے ایک تاریخی نظم میں فتوحات ٹیپو سلطان

کے زمانوں پر لکھی تھی اور اس میں اس کی تمام علیوں اور مرہٹہ وغیرہ کی بھی تعریف

ہے، اس کا نام فتح نامہ ہے، اس کی ایک جلد مرہٹہ کی کتب خانے میں ہے۔"

عزت کے حالات زندگی وغیرہ اس سے زیادہ اور کہیں نہیں ملے، بیتہ مفسر القلوب کے دیباچے

سے اتنی معلومات ضرور حاصل ہوتی ہیں کہ آپ سلطان کے دربار میں ایک معزز مصاحب اور شاعر کی حیثیت سے ممتاز تھے سلطان نے آپ سے دو کتابوں کی تصنیف کا کام لیا، آپ خاص خاص موقعوں کے لیے تصنیف سے اور قطعے کہتے اور دربار میں سناتے تھے، آپ کی فارسی انشا پر داندی کا کمال اور فارسی اور دکنی کی شاعرانہ صلاحیتیں تو آپ کی تصانیف سے ظاہر ہیں، شاید موسیقی میں بھی مہارت رکھتے تھے ورنہ مفرح القلوب کی تصنیف کے لیے سلطان آپ کا کیوں انتخاب کرتے، مذہب شیعہ تھے مفرح القلوب کے دیباچے میں حمد و نعت کے بعد فقط حضرت علیؑ کی منقبت پر اکتفا کی ہے۔

مفرح القلوب کے دیباچے میں حسن علی عزت لکھتے ہیں کہ اس کتاب کے مطالب خود ٹیپو سلطان نے اٹھا کر اٹے تھے، ان کا بیان ہے۔

”ایں کتریں . . . . . بعد اذ کلام بلاغت و تسام حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ  
بیت = در پس آئین طوطی صفت داشتند، ہرچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم  
آنچہ از زبان گوہر بیان ارشاد رفت شروع بترقیم نمود۔“

بالکل اسی طرح کے بیان دوسری کتابوں میں بھی ملتے ہیں جو دربار سلطانی میں تصنیف ہوئی تھیں، مشذذ فتح المہاجرین کے دیباچے میں میرزین العابدین شوستری بھی یہ لکھتے ہیں، نشان حیدری کے مصنف کرانی تو اسے خود سلطان کی تصنیف شمار کرتے ہیں، سلطان التواریخ کے مصنف نے لکھا ہے۔

”بزار باب بصیرت پوشیدہ نماند کہ اکثر عبارات کہ بصفت خیر الکلام ماقول و دل  
موصوف است از زبان گوہر نشان آں جناب است“

دربار سلطانی میں مرتب کی ہوئی ایک اور کتاب فقہ محمدی کے دیباچے میں تحریر ہے کہ  
”پس بموجب حکم قضا توام بحضور حضرت علی اکمال این رسال کردہ شدہ باین وجہ کہ عبارت  
ہر مسئلہ و صورت استنباط آں از مسائل مختلفہ از حضور ارحم الفضلاء بمولویان

مذکورہ ارشاد مجی شدائشاں بعینہ بقید قلم می آوردند تا بعدی کہ با پیام رسیده و نام میں کتاب بفقہ محمدی موسوم گردید۔

یہ کتاب حنفی فقہ کے روزمرہ کے مسائل کا مختصر و مفید مجموعہ ہے اور اس کا سبب فی کتب خانے کا ایک نسخہ ہمارے ہاں مدرسہ کے اور شیخ میرزا بنی اسحاق بیوت میں محفوظ ہے۔

یہاں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ سب کتابیں میپو سلطان سے خود لکھ کر آئی تھیں یا ایسے بیانات صرف ان کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لیے رقم کئے گئے ہیں۔ سلطان کے علمی ذوق اور تحقیقی سلطنت سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، ان کی تعلیم باقاعدہ اور اچھی ہوئی تھی، وسیع مطالعہ تھا، مکاتیب فرائین وغیرہ اکثر اوقات دستِ خاص سے لکھتے تھے، محفلوں میں سلاطین عرب و عجم کے واقعات آیات قرآنی، احادیث رسول وغیرہ کا بیان ہوتا رہتا تھا، ان سب حقائق کے باوجود مغرب انقلاب اور ان دوسری کتابوں سے اصل مصنف آپ کو قرار نہیں دیا جاسکتا، آپ کی زندگی میں تھریروں اور ان کتابوں کی عبارتوں میں واضح فرق ہے، ابتداً غور و جانور تردید کہا جاسکتا ہے کہ تحریک اور تجویز آپ فرماتے تھے، خاکے بھی آپ ہی دیتے تھے، باقی خانہ پرانی، تہذیب اور تکمیل درباری علماء اور شعراء کرتے تھے، چنانچہ مشن انقلاب کا بگڑہی حال ہے۔

مصلح انقلاب کے علاوہ حسن علی عزت کی ایک اور تصنیف بھی موجود ہے جو فتح نامہ میپو سلطان یا اضطراب سلطانی کے نام سے موسوم ہے، اس میں آپ نے میپو سلطان کے ایک معرکہ کا حال دکھنی نظم میں لکھا ہے جب سلطان نے زخام حیدر آباد اور مرہٹوں کی متحدہ قوت کو شکست فاش دی تھی، عزت نے یہ جنگ نامہ خود سلطان کے حکم پر لکھا تھا، ہاشمی صاحب نے اس میں طویر پر رسالہ اردو کے اس مقالے میں شائع کر دیا ہے جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

مغرب انقلاب بنیادی طور پر فارسی کتاب ہے کیونکہ اس کا بیانیہ اور دوسرے مطالب کا بیان فارسی نظم و نثر میں کیا گیا ہے، لیکن بعض مطالب کا بیان زیادہ تفصیل اور طوالت کے ساتھ دکھنی نظم میں ہوا ہے، اور دکھنی نظمیں فارسی نثر سے تعداد میں دس گنی زیادہ ہیں، تاہم اس کا دکھنی

حصہ لگ کر بیا جائے تو ایک مہجوری چیز رہ جاتی ہے کیونکہ اصل بنیادی مقاصد کا بیان فارسی میں  
 درج ہے، مانیاتی نقطہ نظر سے دیکھنی حصے کی اہمیت ناقابل انکار ہے، یہ گویا سلطنت خداداد  
 کی دیکھنی شاعری کا سب سے بڑا اور بڑی حد تک زائدہ جوہر ہے، فنی حیثیت سے فارسی اور دیکھنی  
 دونوں حصوں کی اہمیت مساوی ہے، یہ ایک مبسوط کتاب ہے جس کا موضوع موسیقی اور رقص ہے۔  
 یہ نہ ہندوستانی موسیقی معلوم ہوتی ہے نہ کرناٹکی، اسے سلفی فی موسیقی کہنا بجا ہوگا کیونکہ اس کی  
 ایجاد کا سہرا ٹیپو سلطان کے سر ہے، فن موسیقی کے ماہر اس کا تقابلی مرقع کر سکیں گے اور صحیح  
 اندازہ لگا سکیں گے، اس کا آغاز سلطان کے دربار سے ہوا اور زوال سلطنت نے اسے بکلی ناپید  
 کر دیا، مراثیاں، نچے نیچے وغیرہ کے قواعد و اصول اس میں بڑی سراحت اور اختصار کے ساتھ بیان کئے  
 گئے ہیں۔ نغموں اور رقص کی بنیاد اوزان پر رکھی گئی ہے اور اوزان کے یہ افغانیل کا استعمال کیا گیا  
 ہے، یہ طور جو کچھ بھی ہے ایک مسلسل اور مربوط نظام ہے، یہ بھی ٹیپو سلطان کی ایک ایجاد ہے اور  
 اختراعی یادگار ہے آپ نے جہاں سند محمدی یا مودی کو رواج بخشا شہروں اور گاؤں کے نام  
 بدلے، ہتھیاروں، پیمائشوں وغیرہ کو نئے ناموں سے موسوم کیا وہاں اپنی جدت پسندی سے کام  
 لے کر اصول موسیقی بھی وضع کئے، انتظام شہر کی پابندی بڑی مستعدی کے ساتھ کرنے تھے لیکن  
 محض تغن طبع اور تفریح خاطر کے مقصد سے لگا ہے، ماہر گانا سننے اور رقص دیکھ بیٹے تھے۔

کتاب کا آغاز تسمیہ سے ہوتا ہے اور اس کے مضامین مقدمہ، چھ ابواب اور ایک خاتمے  
 پر مشتمل ہیں، حمد و نعت میں عزت نے اپنے کمال، نشا پر وازی کے جوہر دکھائے ہیں، کچھ جہاتیں  
 بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

”وہ صانع کہ چو آن کتاب جہاں تاب صبح صنعتش از افق مشرقی اذ اکراذ اللہ  
 شیعاً ان بقولہ کہ کون فیصکوون۔ طلوع نور و غنچہ ہائے دہر باب نشاء و طرب  
 را برنگ گل شکفتگی بخشید و شعور کار و طغش بفجای زینا السماء الدنیا بمسائت چہ راغ  
 نور شید و در شبستان عالم کون و فساد افروخته فانوس قلب اہل مسرت و بہجت



۱۰۔ اے بعد پر آئینہ دہا سے اولوالابصار نیا ہر درویش و بدمرات خاطر اور باب فطنت و  
ذکا ہویدا و میرمن است کہ از بد و فطرت الی الان بسیار پادشاہان ذی شان و  
اکثر از منہ و اعضا بفرمان روایان ذوالاقتدار بودند احدی را غیر از خور و خواب و  
ہو و لعب و ہیو و دہ گوئی اشتغال امر دیگر نبود ۱۱۔

دیباچے کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے

ابتداء سے آفرینش سے اب تک دنیا میں بہت سے بڑے بڑے بادشاہ دنیا میں گزرے  
لیکن انھوں نے اور ان میں سے خاص طور پر ہندوستان کے بادشاہوں نے فتنو بیات  
میں عمر بسر کی اور عموماً ہو و لعب، خور و خواب، عیش و عشرت، نشاط و انبساط، سیر و شکار،  
حسن و عشق اور شراب میں مشغول رہے آئین فوج و سلطنت اور قواعد جہاں گیری  
پر انھوں نے شاذ و نادر ہی توجہ دی نتیجہ یہ ہوا کہ رشتہ ریاست و خلافت ان کے ہاتھ سے  
جاتا رہا، ہندوستان کی سلطنت پر قابض ہوتے چلے گئے، ان کے آلات اور ہتھیار  
سے شاہان ہند خوف زدہ ہو کر ان کی خوشامد اور چالوسی کرنے لگے، چنانچہ نصاریٰ نے مساجد  
کو ڈھا دیا اور اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرتے چلے گئے، لیکن ٹیپو سلطان نے اس حقیقت کو بخوبی  
سمجھ لیا اور ان سے جہاد پر کمر بستہ ہو گئے، ان کو ہر معرکے میں نچا دکھایا، وہ قتل ہوئے یا راہ  
فرار اختیار کی یا آپ سے، ان مانگنی، ۱۱۹۷ھ میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے تو سب  
سے پہلے آپ نے آئین حرب و ضرب اور قانون جنگ و جدل پر فتح المجاہدین نامی کتاب ترتیب  
دی جو ایک نادر الوجود کتاب اور اپنی نظر آپ ہے اس کے علاوہ بھی آپ نے اور بہت سے  
ایجادات اور اختراعات کئے، امور مملکت سے فارغ ہوئے تو آپ نے موسیقی کے قواعد و  
اصول از سر نو مرتب کئے، کیونکہ جس طرح جسم و جان لازم و ملزوم ہیں حرب و ضرب کے ساتھ  
تفریح و تفسن اور مسرت و ہیبت بھی لازمی اور ضروری ہیں چنانچہ آپ نے سفرح اقلوب کے  
نام سے یہ کتاب فیہ تحریر میں لائی، ان سلیق میں کش نامی ایک شعبہ باز گزرا ہے جو کبھی

عورت کی شکل اختیار کرتا کبھی مرد کے کبیس میں آتا کبھی بچہ کبھی جوان اور کبھی بڑھا بن کر آتا اس نے جو اصول موسیقی وضع کئے تھے وہی سارے جہان میں مشہور ہوئے اور مرد و عورت دونوں نے ان پر تنقیدی نظر نہ ڈالی تھی اگرچہ وہ بے لطف اور لذت سے خالی تھے، مگر شیوہ سلطانی نے اپنی بدست پسندی سے کام لے کر ان کا رنگ ہی بدل ڈالا، آپ نے سازوں کا تعین کیا، چھ نغمے ٹھہرائے بارہ ضربیں اور نشیدیں مقرر کیں اور تیس اصول وضع کئے، نغموں کے نام آفتاب کے مختلف رنگوں اور حالتوں کے ناموں پر رکھے۔

اس کے بعد مختلف سازوں کا تعارف اور تفصیلات فارسی نظم و نثر دونوں میں بیان کئے گئے ہیں جیسے مردنگ، زنگولہ، صدر، ہلال، بدر، وغیرہ ان میں سے اکثر کو عزت شیوہ سلطانی کی ایجاد اور اختراع بتاتے ہیں، اس مقدمے کے بعد چھ باب قائم کئے گئے ہیں اور ہر باب میں پہلے فارسی نثر میں ایک نغمہ یعنی راگ کا بیان کیا گیا ہے پھر اس کے قواعد فارسی نظم میں بیان کئے گئے ہیں جسے "غزل گوشوارہ" کا عنوان دیا گیا ہے، اس کے بعد ایک سلامیہ - باغی دکھنی میں رقم کی گئی ہے اور دکھنی نظم میں اس نغمے کی کچھ اور توصیف کی گئی ہے، ہر نغمے کے پانچ اصول قرار دئے گئے ہیں اور پانچوں کا بیان دکھنی نظموں میں مرقوم ہے، آخر میں تیس دکھنی غزلیں اور دو فارسی غزلیں اس نغمے کے بے موزوں ہیں پیش کی گئی ہیں جو سب کی سب عزت کی کہی ہوئی ہیں، البتہ ہر دکھنی غزل کے بعد اسی کے وزن میں کسی فارسی شاعر کا ایک شعر لایا گیا ہے جسے عزت "جملہ معترضہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں، اور ہر فارسی غزل کے بعد اپنی ایک دکھنی بیت لائی ہے، ہر باب میں نغمہ و اصول کے بیان کے ساتھ ہی ساتھ بارہ ضربوں کا ذکر بھی کیا ہے جن میں چھ نشست سے مخصوص ہیں اور چھ رقص سے متعلق۔

خاتمے میں مزید سلامیہ، باغیاں، فارسی اور دکھنی غزلیں متعدد فردیات منسلک ہیں جن کے مضامین بقول مصنف بہاریہ اور ثنائیہ ہیں آخر میں رقص کے مزید قواعد و ادب کا فارسی نثر میں بیان کیا گیا ہے کتاب کا اختتام تین فارسی قطعوں پر ہوا ہے جو شاعرانہ حیدر کے جشن

رم نختہ کے موقع پر مخصوص راگوں میں گانے کے لیے کہے گئے ہیں ان میں تاریخی مادے شامل ہیں جن سے سال ۱۱۹۹ھ حاصل ہوتا ہے، شاید انہیں سے مخالف ہوا ہے کہ یہ کتاب کا سال تکمیل ہے۔

ساری کتاب میں جملہ نظموں اور ابیات کی تعدد حسب ذیل ہے۔

فارسی قطعے۔ ۵، فارسی غزلیں۔ ۵۰، فارسی رباعیاں۔ ۲۰، فارسی فرد۔ ۱، دکنی قطعے۔ ۳۰،

دکنی غزلیں۔ ۱۸۶، دکنی رباعیات اور قطعات۔ ۲۵، دکنی فردیات۔ ۳، جملہ دکنی ابیات دو ہزار جملہ فارسی ابیات تقریباً ساڑھے چار سو، جملہ ستر ضہ، لقب والے فارسی اشعار کے علاوہ سارا منظوم کلام عزت کا ہے، گویا آپ کا دیوان ہے، رباعیاں کم ہیں لیکن چار مصرع والے قطعوں کو بھی رباعی کا نام دے دیا گیا ہے، دکنی کوہندہ کی بھی کہا ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، ہر جگہ دکنی نظم کو ریختہ کہتے ہیں، خود مصنف کے قول کے مطابق ساری غزلیں بہا ریہ اور شنائیہ ہیں، سارے مضامین طربہ ہیں، حزن و ملال اور یاس و حراں کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا، بہا ریہ اور عاشقانہ مضامین کے پہلو پہ پہلو بجا سلطان کی مدح و ثنا کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ یہ غزلیں سلطان کے سامنے گانے اور رقص کرتے ہوئے سنانے کے لیے کہی گئی ہیں، مختلف راگوں کے لیے بوزوں اور ان سے مخصوص ہیں، ان کا مقصد تفریح و تہنن کے سوا کچھ نہیں، کتاب کا نام اپنے موضوع اور مضامین و مطالب کے لحاظ سے اسم باہمی ہے۔ سلاست، روانی، حسن بیان اور اثر آفرینی عزت کے فارسی اور دکنی کلام کی امتیازی خوبیاں ہیں۔

نغموں کا مختصر مائتعارف حسب ذیل ہے۔

۱۔ ابیض۔ صبح کا نغمہ، اس کے پانچ، سولوں کے نام سحر کے پہلے حرف سے نکلنے والے رکھے

گئے ہیں یعنی مستطانی، سد و سہی، مد و شنی، سد و نازی، سبز واری اس کی غزلوں میں تعریف صبح، حسن محبوباں، شگفتن گل، روشنی، مجلس شادی، شجاعت، سخاوت، عدالت اور حسن کی تعریف کے مضامین آئے ہیں۔

(باقی)

# کتبہ مارگلہ

از: پرنسپل شیخ فرید مہربان پوری  
رصد شعبہ اردو فارسی - جیل پورہ یونیورسٹی

————— (۱) —————

ظاہر کہ مشترک اگر بادشاہ یا کسی اور کے لیے بنائی گئی تو آق تاج ۱۷ اور پنچہ مشترک ایک دونوں کا نام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کتبہ ۱۷ صحیح سال تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔  
”ہندوستان —————۔ ہندو کا ایک جٹھی ۱۷“ کا شوشہ بھڑکیا ہے۔ اور ”وال“۔۔۔

”و“ اس طرح جھڑ گیا ہے کہ ”ر“ پڑھنا چاہتا ہے

یہ دانی صاحب کے عکس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مصرعوں سے بعد خالی جگہ ہے  
مگر تل صاحب کے خیال کے مطابق ”خالی سطر ہے۔ جہاں سے الفاظ ٹر چکے ہیں۔  
اس مقام پر گرے ہوئے الفاظ کے نشانات نظر نہیں آتے۔ جہاں سے الفاظ بھڑکے ہیں۔  
اپنا نشان چھوڑ گئے ہیں۔ وہاں کچھ تو دھتے ہونا چاہئے۔

قطعہ تاریخ کے تمام مصرعے ایک سائز میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور نیچے کی عبارت دوسری  
سائز میں ہے۔ وہ دوسرے مضمون پر مشتمل ہے۔ دو مختلف مضمون کی عبارتیں ہیں۔ اس لیے ان  
کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ بھی ہے۔

کتبہ کے نیچے کی عبارت کا عل ملاحظہ فرمائیے —

”باہتمام“ — اور ت گئے ہیں۔



کرنل صاحب نے "لطف اللہ لطف" کو داروغہ شیخ عہد لغز بزرگ قرار دیا ہے۔  
 "احمد معمار" — احمد معمار ٹیلیکام "ماہنامہ" کے نیچے ہے۔ دیگر تقصیریں ہیں، لیکن ایسا ہی معلوم  
 ہوتا ہے۔

کرنل صاحب نے "پورا ستار" کے لیے جگہ بتائی ہے۔ وہ نظر نہیں آتی۔ موصوف نے  
 لکھا ہے کہ "احمد معمار کے پہلے جو جگہ خالی ہے۔ وہاں داروغہ لفظ "پورا ستار" یا "ایزاد  
 کا اضافہ ہونا چاہئے۔"

احمد معمار کے پہلے کوئی خالی جگہ نہیں ہے۔ اگر "پورا ستار" لکھا ہے، تو نظر کر رہی ہے  
 باہر چلی جاتی ہے۔

"جوگی داس" صاف بڑھا جاتا ہے۔ اس لفظ پر سب متفق ہیں۔ تب تک دسویں صفحہ جو  
 آخری لفظ باقی رہ گیا ہے۔ اس کو "مشرف" پڑھا گیا ہے  
 رہا شک اور یہی ذاتی صاحب نے "مشرف" پڑھا ہے۔  
 "بلوچین" اور کرنل صاحب نے جھوٹا دیا ہے۔  
 "مشرف" کا میم جھڑ گیا ہے۔

"مشرف" ایک منصب ہے۔ آئین اکبر میں مرقوم ہے  
 "باورہ نویسی" مولانا فیروز گیلانی نے "مرکز" اور "نور" اور "سور" اور  
 "مذہب" نامیچہ خرد پسند سرانجام دیا ہے۔

دولت مغلیہ کی ہیئت مرکزی دھندلے میں ہے۔ مرکز مرقوم ہے۔ "مشرف" غلط ہے۔ "مرکز" صحیح ہے۔  
 ہوتا تھا۔ محکمے کے ہر شعبے میں اس کے ماتحت ایک ایک محکمہ تھا۔

۱۶ برہان اپریل ۱۹۹۹ء ۱۷-۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱  
 ۱۶ برہان اپریل ۱۹۹۹ء ۱۷-۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱  
 ۱۶ برہان اپریل ۱۹۹۹ء ۱۷-۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱

”دیال داس“ — بلوخن نے ”دی بی داس“ پڑھا ہے جو صرف اندازہ ہے۔

”تخلیدار“ — تمام خواندگیوں میں تخلیدار صاحب پڑھا گیا ہے۔ ہر جگہ کا تب نے ”ر“ بہت لمبی لکھی ہے۔

”در“ — سنہ کے پہلے در کسی نے نہیں پڑھا جو ہو۔ مزدوری بے در کے نیچے کے حصے باقی ہیں۔  
”سنہ“ — سنہ کا پتھر ٹوٹ گیا ہے۔

”ہجری کاہ“ — سنہ کے پاس ہجری کاہ نہیں پڑھا جاتا۔ بلوخن نے ہجری لکھ دیا ہے۔  
اور کرنل صاحب نے دو جہتی ۷ بتایا ہے۔ ۷ کا دائیں جانب کا مڑا ہوا حصہ کتبہ کے چر ہے کے نوٹ  
میں موجود ہے۔

۱۸۸۳ء — اسماعیلی کا ہندوستان صاف نہیں ہے۔

گر

ظ ناصیہ مہوش ہندوستان

سنہ ۱۸۸۴ء برآمد ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کا کئی ہندوستانی تسلیم کرنا چاہئے۔ کرنل صاحب نے  
مہوش میں ۱۸۸۴ء بڑھا کر ۱۸۸۵ء بنا دیا۔

آخری سطر —

”مرتب شدہ“ — ”شدہ“ کی نہیں جگہ سے جھٹکنی ہے۔ یہاں لٹک اور کرنل صاحب  
نے مرستہ پڑھا ہے۔ یہ دانی صاحب نے مرتب پڑھا ہے۔

عاجزہ اقم کے خیال میں مرتب صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے —

”تخلیدار“ — دارو خاں نے ہر کارخانہ میں ایک تخلیدار بھی ہوتا تھا۔ اس کی تحویل میں وہ نقد رقم  
اور سامان رہتا تھا جس کی ضرورت اس کے شعبے کے لیے ہوتی تھی دولتِ مغلیہ کی ہیئت مرکزی ص ۲۵۴

”مرثہ“ صاف ہے

”مرثہ“ کی ”م“ کہیں نظر نہیں آتی۔

”تب“ کے ”ت“ اور ”ب“ کے نقطے موجود ہیں۔ جو آگے پیچھے ہو گئے ہیں مگر اکتبات اور اسناد میں نقطے صحیح مقام پر نہیں دیئے جاتے۔ نقطوں کی ترتیب کے اس پیش دہش کو نہ نظر رکھنا چاہئے۔

۱۹۵۷ء میں کرنل صاحب کو کتبہ کا جو فوٹو ملا ہے۔ اس میں ممکن ہے کہ ب کا نقطہ جھٹ گیا ہو۔  
قطعہ تاریخ میں ساخت کا لفظ موجود ہے۔

ظ ساخت چنان شاہد ہے با شرف

”ساخت“ کا لفظ صاف بتا رہا ہے۔ کہ یہاں ”مرثہ“ ہونا چاہئے۔ اشعار میں ”مرثہ“ کا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے۔

مٹرک کی مرثہ کوئی اتنا اجماع اور دشوار کام نہ تھا۔ معمولی انجینئر بھی مرثہ کی نسبت سے۔ یہ قوی پنجہ۔ مہابت شکوہ مہابت خاں کو لطف اللہ جیسے زبردست اور مشہور مہندس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مقام سخت صعب گزار تھا۔ بلند پہاڑی کے اوپر سے جگہ جگہ سے کاٹ کر نہرک بنائی تھی اور انفاقوں کی شورش عام تھی۔ اس لیے مہابت خاں جیسے ہدایت چیز بہادر کے، ہتھوڑے سے اکل مارگلہ پر لطف اللہ جیسے فائنل مہندس نے بہ مٹرک بنائی۔

مٹرک کی تعمیر کا کام ۱۹۵۸ء میں ختم ہوا۔

کرنل صاحب کا خیال ہے۔ کہ مارگلہ پر مٹرک کی دیگر گوں حالت دیکھ کر اس کی مرثہ کا حشر دے دیا۔

اد محترم ۱۹۵۸ء کو اورنگ زیب حسن ابدال کی طرف کوچ کرتا ہے اور مریضی ابدال مارگلہ سے دتل میل حسن ابدال پہنچ جاتا ہے۔ انفاقوں کی شورش کے پیش نظر دو آہستہ آہستہ

۱۔ بہان اپریل ۱۹۵۸ء

احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔

مقامی دستور کے ناقص خیال میں یہ سڑک مہابت خاں نے اپنے لیے بنوائی۔ اورنگ زیب کے حکم سے یا اس کے لیے تعمیر کروائی جاتی۔ تو اشعار میں کہیں اشارہ ضرور ہوتا۔ اورنگ زیب کے حسن ابدال پہنچنے کے پہلے مہابت خاں کابل میں پہنچ چکا تھا۔ وہاں سے ناراض ہو کر وہ بادشاہ کو خط لکھتا ہے جس میں اپنے اور جسونت سنگھ کے عمل کی مدافعت کرتا ہے۔ شجاعت خاں کو پا جی کہتا ہے۔ بادشاہ پر یہ الزام لگاتا ہے۔ کہ وہ سفارہ نواز ہے۔ اور بڑے لوگوں کی سرپرستی کرتا ہے۔

اس خط کا حوالہ جادونا تھ سہ کار نے تاریخ اورنگ زیب میں دو جگہ کیا ہے۔

تاریخی واقعات۔ مہابت خاں کی معزلی۔ شجاعت خاں کی تباہی و بربادی اور مہابت خاں کا خط۔ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مہابت خاں نے اپنے لیے بنوائی تھی۔

کرنل صاحب نے جس لطف اللہ کا حوالہ دیا ہے۔ وہ لطف اللہ خاں تھے۔ جو اورنگ زیب کے ہمراہ تھے۔

بادشاہ کے ہمراہیوں میں ایک شیخ عبد العزیز بھی تھے۔ وہ مالک اور بزرگ آدمی تھے۔ کرنل صاحب نے عزت کا اہتمام کرنے والوں میں ان کو شامل کر کے داروغہ شیخ عبد العزیز لکھا ہے۔ کتبہ میں "بہ راستہ" کے لیے بہ بن تے ہوئے کرنل صاحب نے لکھا ہے کہ۔

"کتبہ میں مذکور کے منظر سے پہلے کچھ جگہ خالی پڑی ہے جس میں گرسے ہوئے الفاظ

ملہ نارنگ اورنگ زیب (مطبوعہ شہزادہ) ۲۴۱، ۲۴۲ خط۔ اندیا نلس لائبریری مخطوطہ ۳۹۵، ۳۹۶ ملہ تاریخ واقعات۔ ۱۹ محرم ۱۰۹۱ کو اورنگ زیب کو معلوم ہوا کہ مہابت خاں حوالی پشاور یعنی بارشا ظفر سے کوئی کر کے کابل۔ نہ ہو۔ مہابت خاں نے افغانوں کو قتل و آتش کرنے سے چشم پوشی کی۔ سوداگر و ملکی، راجہ و بزم، ایک بربان اپریل ۱۰۹۱ ملہ ۲۱۵ شیخ عبد العزیز کے حالات کے لیے ملاحظہ کیجئے۔ انگریزی ۱۰۹۱ ملہ ۹۳۷ کلمات سرخوش ص ۲۱ نقوش دہر نمبر ۵۲۵

کے نشانات - جزو ہیں اور یہ ہر اسے والے تر سے بخوبی ظاہر ہے۔ اس خلاہ میں ہماری دانست کے مطابق رد اور الفاظ موجود تھے۔ اور وہ یہ تھے۔

”پورا استاد“

لفظ اللہ کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے کو بسا اوقات پورا استاد احمد سہار کہتا تھا۔ اور کبھی ابن استاد احمد سہار بھی تاکہ دیتا تھا چنانچہ اپنی ایک باغی میں لفظ اللہ لکھا ہے اور  
 منکہ بستم فقیر لطف اللہ بہندس شہید در افواہ  
 خاکپائے زہر دران کبار پورا استاد احمد سہار  
 ہوشنگ غوری کا مقبرہ چاند میں ہے۔ اس پر ایک کتبہ میں لفظ اللہ نے اپنے آپ کے  
 ابن استاد احمد سہار لکھا ہے۔

اس لیے ہماری دانست میں لفظ احمد سہار - - - چلیو جو بگڑائی ہے۔ اس میں رد اور الفاظ  
 کا - - - استاد یا ابن استاد کا اضافہ ہونا چاہیے۔  
 مذکورہ بالا میں اقتباس میں کرنل صاحب نے پورا استاد کے لیے جو جگہ بنائی ہے۔ وہ نظر ثانی  
 کی محتاج رہ گئی ہے۔ حقیقت کرنل صاحب کے مغز و فہم کے برعکس ہے۔  
 اس ذیل میں عرض ہے کہ لفظ اللہ نے اکثر لفظ اللہ ابن استاد احمد سہار لکھا ہے۔ اور  
 مذکورہ بالا شمار میں پورا استاد احمد سہار لکھا ہے۔  
 کرنل صاحب نے ان اشعار کو رہائی لکھا ہے۔ یہ اشعار ایک ”حسابی سکہ کے منظوم نخل“ کے  
 آخری دو شعر ہیں۔

لفظ اللہ نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ”لفظ اللہ ابن استاد احمد سہار“ لکھا ہے۔ چند  
 مقامات ملاحظہ کیجئے۔



لطف اللہ معمار مہندس شد و استاد گھر کار و ادریت بگنہ پس چہ کند کسے  
ہو شنگ شاہ غوری کے مقبرہ کے دروازے پر جو کتبہ ہے اس کی دو سری سطر ملاحظہ  
کیجئے۔

”فقیر حقیر لطف اللہ مہندس ابن استاد احمد سہار شاہ جہانی“  
مضمون کے آخر میں ایچ میرزا اپنی خواندگی کے نتائج پیش کرتا ہے۔

### جہاں تقاریر

خان قوی پنجہ مہابت شکوہ	شیر ذسمہ پنجہ ادنا تو ان
درکتل مار گلہ آنکہ بود	یا کرۂ چرخ بدیں تو مان
ساخت چنان شاہ رہی اشرف	رنگ برد چہنجا برد ہر زمان
گفت مغل وز پے مار بخ سال	ماصیہ مہدیش ہندوستان

باہتمام میسر ز احمد زمان لطف اللہ  
احمد سہار جو گیسہ اس مشرف و دیالہ اس  
تو یلہ اردو در ستر ستر مرتب شد

# ہندو تہذیب اور مسلمان

از جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاد تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

چند تنفرق توہمات | (۱) ہن گھروں میں کنواری بڑکی کا ہونا مبارک نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور اسی طرح مہرب اور اچار مدت العمر دوست و احباب کے گھر سے یا بازار سے لیکر کھتے تھے گھر میں تیار نہیں کرتے تھے یہ

(۲) صفر کے مہینے میں تیرہ دن منحوس تصور کئے جاتے تھے۔

(۳) بالعموم منگل اور پینچر کے دن منحوس تصور کئے جاتے تھے۔

(۴) سرپر پوٹ رکنا۔ شاہ مدار یا سالار مسود غازی یا کسی دوسرے بزرگ کے نام

کی چوٹی بچوں کے سر پر رکھی جاتی تھی۔ یہ عمل بطور زینت ہوتا تھا۔ جب وہ مدت

پوری ہو جاتی تھی تو اس بچے کو لیکر اس بزرگ کے مزار پر جاتے تھے اور وہاں وہ چوٹی

ترشوائی جاتی تھی۔ شاہ عالم ثانی نے اپنے بیٹے کے سر پر شاہ شرف الدین

بانی تھی کے نام کی چوٹی رکھی تھی اور اس بچے کو مزار پر بھیج کر وہ چوٹی ترشوائی تھی۔

لغت تماشا۔ ص ۱۴۲۔ تقویم الایمان ص ۷۷ تا ۷۸۔ ایضاً ص ۱۷۸

W. CR 55 K. P. 216

ہندوؤں میں مبارک اور منحوس دنوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الہند جلد دوم

معلوم ۳۷۴ - ۳۸۰ ابواب ۷۷ تا ۷۹۔ نصیحت المسالین (علمی) ص ۴۳

ہفت تماشا۔ ص ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۶۔ برائے تفصیلی حالات ملاحظہ ہو۔

بزرگاں پانی پت۔ ص ۳۰ مابعد۔ تقویم الایمان۔ ص ۵

EAST INDIA GAZETTEER. I, P. 367.

(۵) بدھی اور سبڑی اسی طرح کسی بزرگ کے نام کی پٹنی بچوں کے گلے میں اور پیروں میں بیڑیاں پہنائی جاتی تھیں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ ایامِ ٹٹنی میں میرے بھائیوں کے پیروں میں بیڑیاں پہنائی جاتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر بلا زگہانی امراض سے محفوظ رہیں۔ یہ بیڑیاں بڑے پیر کے نام کی تھیں۔

(۶) جن دنوں چمپک کی وبا پھلتی تھی تو مسلمانوں کے گھروں میں طرح طرح کے ٹوٹے ٹوٹے عمل میں آتے تھے۔ مثلاً مان پھول لے کر گھر میں آتی تھی۔ ان دنوں گوشت نہیں پکاتا تھا۔ اس موقع پر بالعموم سیٹلا دیوی کی بوجا ہوتی تھی۔ مرزا مظہر جان جاناں اس ضمن میں فرماتے ہیں

» در وقت عروص مرضِ خبرئی (چمپک) کہ زبانِ ہندی سیٹلا معرفت و شہور محوسست کم زنی باشد کہ زرقاویقِ اس شرک خالی بود و برہمی از رسومِ آن اقدام نہاید۔<sup>۱</sup>

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ ایک صاحبِ قدرت عورت ہے جس کے اختیار میں بچوں کی موت و حیات ہے۔ اس کا نام اوب سے لیتے تھے مکہ کیسے، تارا ماں، کہتے تھے۔ اس کی مئی کو روٹھنے سے اور کثرت کو عنایت ماورائے سے تعبیر کرتے تھے۔ اور بانوں اور باغبانوں کے ساتھ بڑی توقیر سے پیش آتے تھے۔ اس خیال سے کہ نہیں چمپک باؤ کے حضور میں تقرب حاصل تھا جب تک چمپک بچے پر سہراں ہوتی اس وقت تک گھر

---

۱۔ مرزا قتیل نے بدھی کی دناخت یوں کی ہے۔ دورے کی طرت۔ سیمہ کی بنی ہوئی چسپ ہوئی ہے۔ یہ بازار میں بنی ہے۔ اسے لوگ خرید کر تباہ مار کے عرص کے دن بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ ہفت تا شاہ ۱۷۸

۲۔ تقویت الایمان۔ ص ۵۰ شہ فیض المسلمین۔ ص ۳۸۸ معمولات مظہری ص ۳۸

میں سالم مسورا اور گہیوں کی روٹی کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں پکاتے تھے۔<sup>۱۵</sup>  
 ان دنوں کی رسموں میں سے ایک بہت ہی دلچسپ رسم کا ذکر ملتا ہے۔ کہا جاتا  
 ہے کہ نواب آصف الدولہ کے لڑکے نے چمپک نکل آئیں۔ ہندوستانی رواج کے مطابق  
 نواب اور اس کی اہلیہ نے اپنے ہاتھوں میں بھگے ہوئے چنے لیکر گدھوں کو کھلائے اور اس کے اثر  
 سے لڑکے کو چمپک سے نجات حاصل ہو گئی۔<sup>۱۶</sup>

**بچوں کے گلے میں منہلی، تعویذ یا شیر کے ناخن پہنانا** دفع بلیات کے لئے بچوں  
 کے گلے میں تانبے یا چاندی کی منہلی ڈالی جاتی تھی۔ اسی غرض سے بعض مرتبہ شیر کے  
 ناخن دھاگے میں باندھ کر گلے میں ڈالے جاتے تھے۔ اور طرح طرح کی تعویذیں  
 بھی پہنائی جاتی تھیں۔ ہندوستانی مسلمانوں میں یہاں کے تہذیبی عناصر کا اس حد  
 تک غلبہ تھا کہ ہندوستان کے باہر کی تہذیب یا واقعات کا ذکر کرتے وقت انہیں  
 اس بات کا خیال تک نہیں رہتا تھا کہ اس قسم کی رسموں کا ان ممالک میں ہونا ناممکن  
 ہے۔ حضرت امام قاسم کے ایام طفلی کا ذکر کرتے ہوئے سودا نے اس رسم کا ذکر کیا  
 ہے حالانکہ ان کے ملک میں نہ اس زمانے میں اور نہ اس زمانے میں اس قسم کی رسم  
 کا وجود تھا۔ یہ خالص ہندوستان کی رسم ہے۔

ہیکل میں ڈالے تھے تیرے لاکھوں طرح کے میں تعویذ  
 بڑی گھڑی کچھ کام نہ آئے جو حفاظت کی کچھ چیز  
 شیر کے ناخن تک ڈالا جیسے کو تجھ ہیکل میں

موت کی رو بہ سے نہ بچا پران کے تو اس جنگل میں<sup>۱۷</sup>

۱۵۔ ہفت تماشا۔ ص ۸۴۔ ۸۵۔ نیز حیات سید (از مرزا حیرت) ص ۱۵۶، تقویت الایمان  
 ص ۲۳، سیانگ نام ص ۲۳۔ ۲۴۔ نصیحتہ المسلمین۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ تفصیلی  
 احوال فتح شاہ۔ آصف الدولہ (قلمی) ص ۸۔ ۷۔ سیتا دیوی سے متعلق تفصیلی  
 معلومات کے لئے ملاحظہ ہو۔ BUCK. C. H.: FAITHS, FAIRS AND FEST-  
 IVALS: P. 7475۔  
 ۱۶۔ کلیات سودا۔ جلد دوم ص ۱۶۶۔  
 ۱۷۔ ۵۲

اہلیہ میر حسن علی کا یہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ  
 ۱۔ بچوں کی دلالت کے دن سے انھیں تعویذ گنڈوں سے مسلح کر دیا جاتا ہے۔ اور  
 اگر بے باک سے کوئی اس رسم کا مذاق اڑاتا ہے تو یہ عقائد باطلہ رکھنے والے اس کو بڑے  
 کافر سے بدتر خیال کرتے ہیں ۱۷

لوگوں کو تعویذ گنڈوں پر بے حد عقیدہ تھا۔ اور ہر طرح کے امراض اور بلائیں آسانی  
 کے دفع کے لئے بھی ان چیزوں کا استعمال کرتے تھے۔ مثلاً تعویذ برائے طفل، تعویذ  
 برائے دفع تپ رزہ، تعویذ برائے دفع حمہ، برائے دفع در چشم، دفع جردنی  
 وغیرہ ۱۸

(۸) اختراعی اسماء کے نام کے روزے البیرونی نے ہندوؤں کے مروجہ روزوں  
 کے اقسام کا تفصیلی ذکر باب ۷۷ میں کیا ہے۔  
 بقول البیرونی ”ہندوؤں کے نزدیک کل روزے نفل اور مستحب ہیں، کوئی  
 بھی فرض نہیں ہے۔ روزہ نام ہے کسی شے تک کھانا چھوڑ دینے کا۔ مدت کی مقدار اور  
 نفل کی صورت کے لحاظ سے روزہ ثلث قسم کا ہوتا ہے۔“

OBSERVATIONS ETC. II. P. 373, ۱۹

آنند رام مخلص نے ہنسی کی  
 تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ”بطور حلقہ از طلا سازند دور گلوئے طفل می باشد۔“  
 ہندی زبان آنرا ہنسی نامند۔ ”میرۃ الاصلاح“ ص ۱۶۵ ب  
 ۲۰ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ معمولات منہری ص ۸۲-۸۴۔ کاشف الاستار  
 (ملی) ص ۳۶۹ الف تا ۴۱۱ ب۔ ہندوؤں کے ہاں جھاڑ پھونک سے  
 متعلق ادبام کے لئے ملاحظہ ہو۔

کتاب المعتمد۔ جلد اول۔ ص ۲۵۷-۲۵۸

مثلاً اوسط درجے کا روزہ وہ ہے جس میں روزے کی شرط پوری ہو جاتی ہے۔  
 کہ ایک دن مقرر کرے جس میں روزہ رکھا جائے گا۔ روزے سے جس کی خوشنودی کا  
 حاصل کرنا مقصود ہے یا جس کے واسطے روزہ رکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ مثلاً اللہ یا کوئی  
 فرشتہ (دیوتا) یا کوئی دوسرا شخص جس کا نام دل میں رکھے۔ پھر روزہ رکھنے والا آگے  
 بڑھے اور روزہ رکھنے کے ایک دن پہلے کھانا دوپہر کے وقت کھائے اور راتوں کو  
 خمال اور مسواک سے صاف کر کے دوسرے دن روزہ کی نیت کرے۔ اور اس وقت  
 سے کھانا ترک کر دے۔ جب روزہ کے دن کی صبح ہو دوبارہ مسواک کرے اور غسل کرے  
 اس دن کے فرائض ادا کرے۔ اور پانچھ میں پانی لیکر ہر چہار طرف پھینکے۔ اور جس کے  
 واسطے روزہ رکھا ہے زبان سے اس کا نام لیتا رہے۔ روزے کے دوسرے دن صبح  
 تک اسی حال میں رہے۔ جب آفتاب طلوع ہو جائے تو انظار کرے۔ ۱۵  
 اسی طرح روزے کے دنوں کا تعین کیا جاتا تھا۔ اور ہر ماہ کے نصف روشن کا  
 آٹھواں اور گیارہواں دن عموماً روزہ کا دن ہوتا تھا۔ بالاستثنائاً رتوں کے مہینے کے  
 میں۔ لئے کہ یہ مہینہ منحوس مانا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی نیک کام نہیں ہوتا۔ ۱۶  
 گیارہواں دن باسدیو کے ساتھ منجموں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ شہر متھرا کا راجہ  
 ہوا تو اس کے قبل وہاں کے باشندے ہر مہینے ایک دن اندر کے نام کا میل لگاتے تھے۔  
 باسدیو نے ان لوگوں کو ترغیب دی کہ اس میلے کو گیارہویں دن منتقل کر دیں تاکہ میلہ اس  
 کے نام پر ہو جائے۔ متھرا والوں نے ایسا ہی کیا ۱۷  
 گمان غائب ہے کہ مسلمانوں نے بھی اس میلے سے متاثر ہو کر حضرت منوٹ الاعظم کی  
 گیارہویں کے جلسہ منعقد کرنے کا ارادہ کیا ہوگا۔

اسی طرح مسلمان عورتوں نے بہت سے مصنوعی روزے کسی خاص تاریخی شخصیت کے نام سے اختراع کر لئے تھے۔ اور اسی طرح ابن کو اسلای رنگ دیدیا تھا۔ ابن میں سے ہر ایک کے نام کے روزہ کا دن متعین کر لیا تھا۔ اور اسی مضمون دن وہ روزہ رکھا جاتا تھا۔ اسی طرح ہر دن کے روزے کے انھار کے نئے اُتھوں نے مختلف شیاؤں کے نقل و طعام بھی متعین کر دی تھیں اور انھیں سے افطار کیا جاتا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فلاں شخص کے نام کے روزہ رکھنے سے ان کی فلاں مراد بار آور پڑ جائے گی۔ نہ

(۹) ارواحِ خبیثہ پر اعتقاد: ارواحِ خبیثہ کے اثرات پر عقیدہ رکھنے کا جتنا رواج ہندوستان میں پایا جاتا تھا غالباً دنیا کے کسی دوسرے حصے میں نہیں تھا۔ شہد المیہ میر حسن علی کہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی کو دورہ پڑ جائے تو نافرین کو اس بات کا کامل یقین ہو جاتا ہے کہ اس مریض پر کسی 'اباک' روح کا اثر ہے۔ 'شہ' مزید بڑا وہ لکھتی ہے کہ:

''اگر چنانکہ کوئی بیمار پڑ جائے اور ڈاکٹر اس کی تشخیص میں ناکام رہے تو یہی خیال

۱۷ معمولات: منظری۔ ص ۲۵، مہینہ مسالین کے مہینہ کے کچھ ہے کہ 'حاضری حضرت عباس کی: صحنک۔ حضرت فاطمہ علیہ السلام کی، گیارہویں عبدالقادر جیلانی کی، ملیدہ شہ مدار کا۔ سمنی بوعلی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا، اس نیت سے کہ با حضرت تمہا افعال کام کر دو۔ کھانے کا خاص تنہام کرنا کہ نہ خوب سے نہ صرف نہ مال اور برب ہی ہو۔ اور فاتحہ شاہ عبدالحق کا، بری حد سے ہی ہو، اور تارت کی تفصیل صرف ہندوستانیوں نے نکالی ہے۔ اور ہندوؤں کی طرح اپنا اور پوتا۔ کھانے کے ساتھ یاں کارکھا اور بعضے تو تعداد رائیون بھی رکھتے ہیں۔' ص ۲۳، ۲۴، ۲۵

ENCYCLOPEDIA OF RELIGION AND ETHICS. III, P. 441A  
OBSERVATIONS ETC., II, P. 372-73

غالب آجاتا ہے کہ رلیض پر کوئی بھوت پریت پڑھوایا ہے۔ ایسی حالت میں شہر کے پاک اور متقی لوگوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ مصیبت زدہ کی شفا کے لئے دعا کریں اس کے لئے ان برہمنوں سے تعوید لکھوائے جاتے ہیں۔ ان تعویذوں کے متعقدین کا کہنا ہے کہ یہ تعوید نہ صرف ان کے پہننے والوں کو بھوت پریت کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ یہ ان کو اس بات کے لئے بھی مجبور کر دیتی ہے کہ وہ فی اسرار اس آدمی کو آزاد کر دیں۔<sup>۱۵</sup> مختصر یہ کہ عورتوں کے عقیدے کے مطابق یہ بات لوگ شیخ سدو وغیرہ اور سات عورتیں خدا کی قدرت سے سب عورتوں کے معاملات بنانے اور بگاڑنے کے مختار ہیں۔ یہ جس پر مہربان ہوں وہ ہمیشہ آرام سے بسر کرتا ہے۔ اور اس کے برعکس اگر ان کا قاب نازل ہو تو مدت اعم بیمار رہتا ہے بلکہ شب و روز غشی کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ ان کی مہربانی اور اہل ہائی کا درمیان ان کی نذر ادا کرنے پر ہے۔ اگر مدت کے بعد یہ کسی عورت کے سر پر آجائیں یعنی اس عورت میں حلول کر جائیں تو عورتیں شام ہی سے صاف ستھرے مکان میں عمدہ فرش بچھا کر جمع ہو جاتی ہیں اور تمام رات گاتی بجاتی رہتی ہیں۔ اکثر و بیشتر شیخ سدو کی روح عورتوں میں حلول کر جاتی تھی اور اس سے علامی کے لئے جھٹک بھے ہوتی تھی مٹھائیاں تقسیم کی جاتی تھیں۔ اور بکرے کی قربانی کرنا لازمی سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کا یہ بھی خیال تھا کہ اس طرح آسیب زدہ کو نجات مل جائیگی۔ سو دانے اپنے خاص شاعرانہ انداز میں ایک جھٹک کا یوں ذکر کیا ہے۔

OBSERVATIONS ETC., II, P. 372-73.<sup>۱۵</sup>

۱۵ براہِ تفصیلی حالات مفادح المتواریح ص ۵۵ ہفت تماشا ص ۹۹ خزینۃ الاصفیاء ص ۳۱۰

۱۶ ہفت تماشا ص ۱۷۷

۱۷ اس موقع پر عورت کو مجلس ہوتی تھی وہ جھٹک کہلاتی تھی۔ اس میں شرط یہ تھی کہ جس عورت کیلئے مٹھک مستعد ہو وہ خود کو عمدہ لباس میں اور زیوریں میں آراستہ کیے۔ ہفت تماشا ص ۱۷۷

ضاحک لگی اہلیہ نے جب ڈھول گھر دھریا ہے بے وجہ ساری رات ہمسایوں کو جگایا  
ہٹھک میں بیٹھ بیڑے چوڑے کو جب دیا تب شیخ سرداس پر اساک کھاکے آیا  
بولالہ کیوں بے ضاحک بکر کوئی نکلیا

ضاحک یہ سن کے بولا تم نے زباں نکالی بے آن کو کہا ہے کل دو گے مچھو کالی  
بکر کی شکل یاں تو نے گوری بے نہ کالی بی بی کو اور تم کو گھر کر دیا ہے خالی  
بہر وہ دگی تم کو حق نے کہ سر چڑھایا

میراں یہ سن کے بولے پھر کہیو کیا کہی میں نہ سوا نہیں پچھو اور حرف جانتا ہی  
بکر اگر نہ آیا چھوڑوں گا کب چچا جی مہن تو اک حرف ہے یہ سن رکھو کچا جی  
آئے ہے رحول دھپا اور تلو کہ سن

ضاحک نے تب ہمایوں مجھ پاس میں ٹوٹے گزے تھے تب اور تلو کے پوٹے سے  
بیٹھا کرو جو منہ کو دھینے کے ہیں نڈر سے تب شیخ سرداس منتا ہے دھی کے ...  
بھینر ائی لے کے پھوڑوں غلطی کیا بولا

دھری میں منہ کو مٹھا تھک کو پار نہ رہا دھریل کے پوٹے آگ ہے دھریا  
گاہے اپنے پر نہ دیکھا بھس کا ہمارے بھینر کیرا لول نہ بھینر لول تھک سے گرتا رہا  
تب جانے کا تو بھر دے پیروں کو میں نہ یا لے

ان سات افراد کے نام یہ ہیں شیخ سرداس زمین خان، شنے خان، صدر جہاں، چل تلو،  
شاہ دریا اور شاہ سکندر اور ان سات عورتوں کے نام لال پری، سنہری، سیاہ پری،  
نرد پری، آسمان پری، دریا پری اور نور پری۔ شنے بن میں سے ہر ایک باری باری کس  
عورت میں حلول کرتے ہیں۔ علاوہ زس، بھض، سنوئی، طوار رکھنے والے مرد بھی ان جودہ

لے لے جہات ملاحظہ ہو۔ تذکرہ شعلے، رور (میر جس دیوی) ص ۴۴۔ سودا لے بڑے  
ہمراہ سے میر بھاک پر گئی بھیریں لکھی ہیں۔ ملاحظہ ہو کلیات - دورا ص ۳۲۲-۳۴۰  
کلیات سودا - ۱ ص ۳۶۰-۳۶۱ بات حاشیہ ص ۱۸ پر

مرد عورت میں سے کسی نہ کسی کو اپنے میں حلوں کریتے ہیں۔ ایسے مرد امیر زادوں میں سے ہی ہوتے ہیں وہ اس دن کے لئے رنگین لباس، زیور اور بچہ رکھتے تھے۔ مردوں میں شاہ دریا اور شاہ سکندر دوسروں سے بلند مرتبہ سمجھے جاتے تھے۔ انہیں فوری شہر سے بھی کہا جاتا تھا۔ ان کو باہم گئے بھائی بتاتے تھے اور پرپایاں ان کی بہنیں تھیں۔ جو ایک ہی بطن سے تھیں۔ حد یہ تھی کہ یہ عقیدہ عورتوں کے دینے کا نام نہ تھا۔

(۱۰) تغیر دادن :- یہ رسم بھی تھی کہ جس راستے سے چلتے تھے اس راستے سے دوبارہ واپس نہیں آتے تھے۔

بادشاہوں اور حاکموں کا طبقہ یا مخصوص اس توہم کے شکار تھے۔ انڈرٹمٹلص نے اس قاعدہ کی وضاحت یوں کی ہے۔

”بمعنی آنت کہ براہی کرآہ ہ شدربآں راہ... نیامردنت۔ وبراہ دیگر مراجعت باید نمود۔“ ایں حدیث را مبارک می دانند۔ چنانچہ ملوک ہندوستان قاعدہ دارند کہ باری ۱۱۱۹ از ۵۰ کہ جائے توجہ می شوند ریا بازآں راہ ہنگام مراجعت نمی آیند۔“

(۱۱) چراغی برائے حاجت :- خواہشمندوں کا یہ خیال تھا کہ اگر انہی مزد باروری کی غرض سے کسی بزرگ کی خدمت میں کچھ نقدی۔۔۔ بطور نذر پیش کی جائے۔ تو ان کی دعا مراد پوری ہو جائے گی۔ اس رسم کو ”چراغی برائے حاجت دادن“ کہتے تھے۔

(۱۲) قرون وسطیٰ میں اور اس زمانے میں بھی اگر کوئی شخص کسی اہم کام سے کہیں جا رہا ہو اور کوئی دوسرا شخص چھینک دے تو اس کو بدشاگون کی علامت سمجھتے تھے اور اس کام کو مٹوی کر دیتے تھے۔

(۱۳) کوچہ چلیاں (دہلی) محلہ کے کئی دروازے تھے اندر کی جانب ایک کنواں تھا جو

۱۔ مفت تماشا ص ۱۷۷۔ نیز ملاحظہ ہو۔ دریائے لطائف (۱۔ ت) ص ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹

ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۲۴، نصیحتۃ المساکین ص ۱۷۷، ۲۷

۲۔ مفت تماشا ص ۱۷۷، نصیحتۃ المساکین ص ۲۳

۳۔ راجۃ الاساطیر ص ۶۳، ب ۱۷۷، ایضاً ص ۲۸ ب

۴۔ نمایاں ص ۲۲۲

پریوں کے کنویں کے نام سے مشہور تھا۔ شب شہادت کو ہزار ہا مسلمان عورتیں اپنی مراویں پوری کرنے کے لئے اس میں دو پٹریاں ڈال کر تکیں۔ ایک بچوں کی اور دوسری شیرینی کی اور جب کسی کی مراد پوری ہو جاتی تھی تو وہ صوفہ کا ایک کوٹہ لاکریاں بہت سی مورتوں کو کھلاتی تھی۔ اس رات کو اس کنویں پر ایک جم غفیر ہوتا تھا۔

(۱۴) بچہ کی ولادت سے متعلق بہت سی رسمیں مثلاً چھٹی، چلہ وغیرہ کا غسل کی بنیاد بھی کسی نہ کسی دہم ک بنا پر تھی۔

(۱۵) تل شکاری کی رسم نہ صرف عوام میں بلکہ شاہی خاندان تک میں برتی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ شکرانت کے موقع پر پٹیل (مادصوراؤ سندھیہ) نے شاہ عام بادشاہ کی خدمت میں تل شکاری پیش کی۔ بادشاہ نے زنان خانے میں جا کر خود بھی کھائی اور بیگمات کو بھی کھلائی۔ اس پر ایک منہ چڑھی بیگم بولیں ”تصور معاف۔ ہندوستان میں یہ رسم ہے کہ ہاندی، اندام یا گھوڑا خریدتے ہیں، تو اسے تل شکاری کھلاتے ہیں۔ تاکہ وفادار بن سکے۔ حضور نے پٹیل کی تل شکاری کھائی ہے، تو وفاداری بھی برتنا ہوگی“

(۱۶) جس طرح ہندوؤں میں کسی خوشی کے موقع پر ست نرائن کی کتھ کی جاتی ہے اسی طرح مسلمانوں نے سنت کے طور پر سیدہ کی کہانی ماننا شروع کر دی تھی اور بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ ست نرائن کی کتھ اور جناب سیدہ کی کہانی کے بعض جزو یکساں ہیں۔

(۱۷) دربارِ مغل میں یہ رسم تھی کہ بادشاہوں کو نذر پیش کرتے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا کہ رقم جفت نہ ہو بلکہ طاق ہو مثلاً ۵۱، ۱۰۱، وغیرہ۔ یہ رسم ہندوستانی مسلمانوں میں اب بھی شادی بیاہ کے موقع پر برتی جاتی ہے۔ دولہا کو سیدی میں جو رقم دی جاتی ہے۔

۱۵ ہفت قلم (ساتواں قلم) دہی ۱۷۹۹ء ص ۳۹ ۱۶ شہان نامہ ص ۱۹  
۱۷ وقائع عالم شاہی ص ۱۱۲ ۱۸ رجب علی بیگ، حیات اور کارنامے (از نیر  
مسعود رهنوی، لکھنؤ ۱۹۶۷ء) ص ۳۶-۳۷

مزاروں پر چھڑیاں چڑھانا | قدیم الایام سے ہندوؤں میں یہ رسم بدستور چلی آرہی ہے کہ وہ لوگ اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کے مندروں پر سالانہ میلہ منعقد کرتے ہیں اور بالعموم زائرن اپنے ہاتھوں میں جھنڈیاں لے کر شرکت کے لئے دور دراز مسافت طے کر کے آتے ہیں مسلمانوں نے بھی اس رسم کو دوسری شکل میں اپنا لیا۔ اور انہوں نے مندروں کے بجائے اپنے بزرگوں کے مزاروں پر جھنڈے لے کر جانا شروع کر دیا۔ قرون وسطیٰ میں بن جھنڈوں کو چھڑی یا نیزہ کہتے تھے۔ ہندو مسلمان دونوں ان بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ چھڑیاں لے کر عرس اور بلے میں شرکت لے جاتے تھے۔ رائے چترمن کا یہ کہنا ارد گردی کے صنفین نے ان چھڑیوں یا نیزوں جلوسوں کی تفصیلی ذکر کیا ہے جو دہلی سے مختلف جانب کے لئے روانہ ہوتے تھے۔

چھڑی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری | خواجہ معین الدین چشتی (متوفی ۱۲۳۵ھ بمطابق ۱۸۰۰ء) کا مزار اجمیر میں ہے۔ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دونوں ان کی ذات بابرکات سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ درایام عرس میں دور دورست مسافرت طے کر کے لاکھوں کی تعداد میں خرچ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے وہاں جاتے ہیں۔ اٹھارہویں درانیہ دور میں سترھویں ہادی تانی ملک کو حوض شمس کے قریب واقع خوبہ قلعہ میں بھٹی رگائی کی رگاہ پر یہ درگاہ مہرولی میں واقع ہے اور دوسرے مقامات پر سے سوار زین اور تاشہ میں جمع ہوتے تھے۔ نیزے کٹے کرتے تھے۔ دراجمیر کے تارونہ ہوتے تھے۔

۱۔ بہت غلام ریشمی منکر دہلی ۱۸۷۹ء میں ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ میں غائب۔  
 ۲۔ شمس کے اٹھارہویں درانیہ دور میں سترہویں ہادی تانی کو بہت تاشہ۔ ۱۵ قصبہ الدین بختیا کاک  
 کے قریب واقع تھا۔ ۱۶۔ شمس کا تعمیر کردہ حوض جو اس نے قریب ۶۲۷ھ/۱۲۲۹ء  
 میں بنوایا تھا۔ یہ حوض سنگ مرث کا بنا ہوا تھا۔ مگر اب سب ٹوٹ گیا ہے اور نرانا لال ہی رہا  
 رہ گیا ہے۔ ۱۷۔ تفصیل ملاحظہ ہو آثار اٹھارہویں درانیہ ۱۸۶۵ء ص ۱۷۵۔ ۱۸۔ خلاصۃ التواریخ  
 چہار بخش محمد شاہی راجہ ۱۸۶۶ء ص ۲۰۔

چھڑی ظاہر پیر یا گوگا پیر | بن کا مزار موت کے مرتے میں ... کسی پہاڑی پر واقع ہے۔ عرفی ہینے کے سلوٹوں کے دن بولی بھٹیاری نامی مقام پر پیر کے کھڑے کب موت کی جانب گوگا پہاڑی کے لئے روانہ ہوتے تھے۔

چھڑی غازی مہاں یا بالے میاں | عرفی ہینے کی سترہویں کو غازی میاں کی چھڑیاں کھڑی کی جاتی تھیں۔ اور زائرین پہرے کے لئے کھڑے رہتے تھے۔ ان میں ایک دروازہ پر بڑھ کر ہوتا تھا۔ اور تین دن تک ان کے آستانے پر لوگ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ گزشتہ دنوں کے عوام و رخصت پنی مرادوں کی بار آوری کی غرض سے ان کے مزار پر چادریں چڑھتے تھے۔

اور اپنے میں نعل کو عقبتی کے لئے سرمایہ سعادت اور دیوی ترسیوں کا وسیع بناتے تھے۔ قبل غدر یہ چھڑیاں قلعہ علی دہلی کے چیمپائی کی جاتی تھیں۔ مگر اب وہ مسجد کے قریب کھڑی کی جانے لگی تھیں اور سی مقام سے پہرے کے رہتے تھے۔ وہاں میں غازی پھر بونہی ایک شخص تھا جو ہر سال غازی میاں کی چھڑیوں کا جلسہ منعقد کرتا تھا اور اس میں عید پاروں میں ہوتے تھے۔ اس جلسہ کی کیفیت یہ تھی کہ تین راتوں کی چھڑیاں برابر بنائی جاتی تھیں اور بنی درکان میں جامع مسجد کی ایک نقل رکھ کر اس کے آگے ایک باغ مخوی اور اس میں ایک اجیری دروازے سے دو میل آگے یہ مشہور

مقام ہے کہا جاتا ہے کہ یہ محل بول خاں بٹن نے ایک پہاڑ پر بنوایا تھا۔ اور بعض لوگوں کا بیان ہے بول بھٹیاری کسی ... بڑوں نے غیری رویہ ... بنوایا تھا۔ اور بڑوں نے بھوری یا بولی یا بھولی بھٹیاری کا محل کر دیا ہے۔ اس کے تفصیل کیجئے۔

واقعات دارالحکومت دہلی ۲، ۵۶۲-۵۶۱ء تا ۱۹۶۱ء میں محمد علی جناح  
 ۱۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے نواسے تھے۔ ہریانہ میں ہندو داروں سے لڑتے ہوئے  
 اپنے ساتھیوں کے سمیت ۱۲۰۰ھ میں شہید ہوئے۔ اسی مقام پر دفن ہوئے۔ برائے حیات مظلوم  
 خلاصۃ التواریخ ص ۳۴، حقیقت تماش ص ۱۰۴-۱۰۶، ذخیرۃ الاصفیاء ص ۱۱۷، سید سلار  
 سعود غازی المروفت غزنوی مسعود، قاموس امت سیر ۲ ص ۲۴، تلمذات جہان کشن  
 محمد شاہی ص ۱۳۶، خلاصۃ التواریخ ص ۵۰۰-۵۰۱، حقیقت تماش ص ۲۵۰

فوارہ اور ہزارہ لگاتا تھا اور بہت روشنی کرتا تھا۔ نویت بختی تھی۔ جھاڑ فالووس اور قمقمے روشن ہوتے تھے۔ اور طرح طرح کی آتش بازی چھوٹی تھی۔ ہزاروں آدمیوں کا اثر دھام ہوتا تھا۔ عورت مرد جمع ہوتے تھے۔ اور ایک دم پس منظر ہوتا تھا اسے

چھڑی سرور سلطان یا سلطان مخی سرور کے | ہندی مہینہ ماگھ کے پہلے سوموار کو سلطان مخی سرور کی چھڑیاں رونہ ہوتی تھیں۔ غالباً شیخ نظام الدین ازبک کی باولی کے سامنے یہ چھڑیاں کھڑی ہوتی تھیں اور زائریں لکھی جنک کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ غدر کے بعد لاہوری سداڑے کے باہر کھڑی کی جاتی تھیں۔ اور میر دہاں سے ملتان کو جاتے تھے۔ یہ بھی ایک اچھا خاصہ میلہ ہوتا تھا اور بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے کہ مزار قتل نے لکھا ہے کہ جس طرح نچلے طبقے کے مسلمان نزدیک اور دُور سے جھنڈے لے کر شاہ دار کے مزار پر ہر سال جمع ہوتے تھے۔ اسی طرح ہر سال ہر شہر کے باہر سرور کے نیزے بھی اٹھائے جاتے تھے۔ اور پراچی (سخی سرور کے معتقد پراچی کہلاتے تھے) ہر جھنڈے کے نیچے ڈھول بجاتے تھے۔ اور اپنے پیر کی مدح و ستائش میں گیت گاتے تھے، وہ ڈر بھی ناچتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی ناچتے تھے۔ ۵۵

۵۵ ہفت قلم ص ۳۳ — نام سید احمد اور سلطان مخی سرور یا لکھ راتا کے نام سے شہور ہیں۔ مضافات ملتان میں ایک موقع کرسی کوٹ میں وراثت .... مولیٰ اور ہور میں مولوی محمد اسحق ناہوری سے علوم فہری کی تکمیل کی اور تصوف میں اپنے والد کے علاوہ غوث اعظم اور شیخ شہاب الدین مہروردی سے بھی فیوض حاصل کئے۔ بعد ازاں وزیر آباد کے نزدیک موضع سودھوہ میں سکونت اختیار کی اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ مابعد مقام دھونکن میں کی برس رہے اور پھر اپنے وطن ڈیرہ غازی خان کے قریب شاہ کوٹ چلے گئے۔ آپ کی شہادت ۱۱۸۱ھ میں مولیٰ مزار شاہ کوٹ کے قریب ہے۔ آپ کے زیر ترسیکڑوں ہندو مسلمان ہوئے۔ برائے غفیل دیکھئے۔ اب کوثر امشبوعہ ۱۹۶۸ء ص ۸۲۔ خزینۃ الاسفیا ۲ ص ۲۴۵-۲۴۸ W.C. ۵۵۵۴: ۳۳-۳۲

۵۶ تاریخ چہار گلشن محمد شاہی ص ۱۳۹ الف ۵۵ ہفت قلم ص ۲۵ ۵۵ ہفت تماشا ص ۱۳۱

چھری شاہ مدار معروف بہ شاہ مدار جمادی الاول میں بارہ پلہ کے قریب چھریاں پر پارتے تھے۔ اور اسی ماہ کی پندرہویں کو ملن پور سے جاتے تھے۔ اور ان دنوں ہی مقام پر ایک بھاری میلہ لگتا تھا۔ یہ میلہ اب بھی لگتا ہے اکھوں زائین اور تیار دور و نزدیک سے۔ ہاں جمع ہوتے تھے۔ تین دن تک یہ میلہ رہتا تھا۔ مداری فقیر جن کا بہر میں ذکر کیا جائے گا۔ بڑے طہ وراق سے لہارہ نرسنگھ اور توری بجاتے ہوئے مع اپنے مریدین کے الگ الگ گروہوں میں وہاں پہنچتے تھے۔ ہر ایک گروہ کا اپنا ایک پیشوا ہوتا تھا۔ دوسرے آنے والے قافلے راستے میں پڑاؤ کرتے ہوئے سفر طے کرتے تھے۔ میر حسن دہلوی نے اپنا لکھنؤ کا سفر شاہ مدار کے ایک قافلے کے ہمراہ کیا تھا۔ لہذا انھوں نے چشم دید منظر سے دمچپ انداز میں پیش کیا ہے۔

لکن پور کو چھری پتی تھی واں سے	اُسٹے ہم ساتھ اس کے اس مکان سے
یہ شفق میر۔۔۔ سینت اللہ جو میں	اور ان کے بھائی نذر اللہ وہیں،
یہ وہاں اس سفر کے آشنا ہیں	اگرچہ بن دیوں مجھ سے جدا ہیں
مدار اس قافلہ کا تھا چھری پر	چلے ہم وہاں سے چھریاں ساتھ لیکر
زیر سیوات کا اکثر تھا عالم	عجائب بہو مشاں فقیر اس میں ہم

سہ ہائے حالات۔ ملاحظہ ہو۔ مرآۃ مداری۔ از عبد الرحمن چشتی، اذکار ابرار، ص ۷۷۔ ۷۸۔

ہفت تماشاس ۹۹-۱۰۱، خلاصۃ التواریخ ص ۴۰-۴۱، مفاح التواریخ ص ۱۱۵، خریست لاصفا  
W.C. 50 KC. PP. 137-41

۲/ص ۳۱۰۔  
۳۵ دہلی کا یہ دہ پل ہے جو نظام الدین بستی اور بھوگل یا ت ہی ہو پس کے مابین ہے گرجہ میں دہلی قلعہ کے نیچے کھڑی کی جاتی تھیں۔ اور مابعد جامع مسجد کے نیچے جہاں شیعہ کا خراج تھا اور چونکہ غدریں وہاں کے تمام مقامات میں سر کر رہے تھے اور وہ علاقہ میدان شامیو گیا تھا۔ لہذا اس میدان میں بڑے کھڑے کئے جاتے تھے۔ پھر کان پور کے نئے روانہ ہونے والے۔ ہفت قلم ص ۲۵۰ اتر پردیش میں موت کے قریب یہ مقام واقع ہے۔ تاریخ جہاں گلشن محدث ہی ص ۳۶ باب

۳۵ سیوات صوبہ ہریانہ میں ایک علاقہ ہے جو سیوات کہلاتا ہے اور وہاں کے مسلمان

اپنے کو سیواتی یا میو کہتے ہیں

کوئی پردے سے تنی چہرہ دکھاتی  
کوئی چلتی اُتر نکھیلیوں سے  
جہاں ملتا کہیں پانی کا منبع،  
کنویں پریوں نظر آتا ہر ایک ماہ  
کوئی لیتا مٹھائی اور کوئی پان  
کوئی بچل سے اپنا منہ چھپاتی  
کوئی شربت کوئی سا تو بناتا  
کوئی بیٹھا کہیں کوئی پڑا مٹھا  
پریرادوں میں تھے باہم اشارات  
پہنچتے آگے جب نزل سر تا سر  
کوئی آواز کچھ گا کر سناتی،  
کوئی بیٹھی ہی جی مستی دلوں سے  
وہاں ہوتا پریرادوں کا مجمع  
کہ جوں یوسف کھڑا ہو برسرِ چاہ  
کوئی جاتا کسی کے پاس انجان  
کوئی پردہ مٹھاتی اور گراتی  
کسی کو کوئی حقہ ہی پلاتا  
کسی کا منتظر کوئی کھڑا تھا  
ہر اک جو کی تھی وہاں تخت طلسمات  
اُتر پڑتا ہر اک وہاں ہر آرام

ملنگ فقیروں کے حرکات و سکنات اور عاجمندیوں کی حالت |

ڑ مالی دال کھڑی کرتے سننے چھریاں  
زیرِ حاضری، من سے سب سے  
دیا باقی سیر شب روز کرتے  
ملنگوں کو جو دیکھا تو عجیب حال  
ربانے رُفدیاں بھتی ہیں پیہم  
چڑھتا ریرِ ری کوئی کوئی بھول  
کوئی بجا کوئی کرتا دعا میں ۱۰۰  
وہ چھریاں کیا بھلی لگتی قصیں کھریاں  
رسوم اس کی بچ لاتے ادب سے  
دینے چھریوں کے آگے لاکے دہرتے  
کھڑے ہلتے ہیں اور کھلیں ہیں بھال گئے  
اک دم بھلے کا لگاتے ہیں کھڑے دم  
ملید ہی کوئی لاتا بہ معمول،  
کھڑا پٹ پٹا کوئی لیتا بنائیں،

۱۰۰ چار بتی - ۵۰ ایک قسم کے آزاد فقیر جو دفلی بجا کر اور گارنا گتے  
میں ۵۰ ملنگ فقیر دال کا ایک خاص مجمع سے جہاں کرنا چاہا کو دنا اور شور و غل کرنا۔  
۵۰ چڑھ دیا سیدھے یا حقیر کے ایک لمبا کش لگانا۔ ۵۰ سہم کرنا

دیئے تھے وہ کہ دعوت کے چراغاں  
مثالی بید مجنوں ہر چھڑی تھی،  
ہوئی تھی جمع داں جس پرستان  
کہ اس کے گرد ہر میل کھڑی تھی،  
وہ نیزے تھے کہ یا قذبتاں تھے،  
کہ سجدے میں جن آگے انٹ جاتے،

وہ چھڑیاں تھیں کہ تھیں مڑگان دلدار  
سیہ نیزوں کا ہے از سکہ دستور  
وہ تھے پیر کے نیزے نمودار  
چراغوں میں وہ تھے شب نور  
سیاہی یوں بھلی لگتی تھی سب کو  
کہ گویا نہ خفا گری وہ شب گہ

زیارت مزارات بزرگان دین | ہندوستان کا کوئی ہی ایسا قسمت شہر یا قصبہ یا گاؤں ہوگا  
جس میں کسی نہ کسی صوفی بزرگ نہ ہو۔ ان بزرگوں کو بالعموم مخدوم صاحب کہا جاتا ہے اور اس  
ولایت کا دانی سمجھا جاتا ہے اور بعض لوگ تو اس قصبے کی بادی کو ان کے قدموں کی برکت  
کے باعث سمجھتے ہیں۔ اور ان کی کرامتوں اور معجزوں کے ذکر محضوں اور مجلسوں میں بیان  
کئے جاتے ہیں۔ گہ

مزارات پر زائرین کا طرزِ عمل ہندوؤں کے اثر کا نتیجہ تھا جس طرح وہ بگ دیوی  
دیوتاؤں سے اپنی حاجتوں کی بار آدری کی استدعا کرتے ہیں۔ مندروں میں جا کر نذر نیاں  
دچڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اس طرح مسلمان زائرین بھی مزاروں پر جا کر نذر چڑھاتے ہیں  
اور منتیں ملتے ہیں۔ فاتحہ اور تندر کے کھانے مخصوص قسم کے ہوتے ہیں اور کچھ مخصوص  
لوگوں کو ہی یہ کھانا کھلایا جاتا ہے۔ سید اسماعیل شہید لکھتے ہیں: ”پرس سرائے“۔  
کا حاصل ہندوؤں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ کیوں کہ اکثر  
اوقات وہ دانوں اور غلوں اور طعام کے اجناس کی پرستش کرتے ہیں اور کھانے والوں

۱۔ کسی پیر کے جھنڈے گہ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ مجموعہ تنویات میر حسن دہلوی  
(گلزارِ ارم) ص ۱۳۷-۱۳۸۔ اس میلے کے بارے میں دیکھئے: اقتباس و قانع رابع زاد شیل  
کامیج میگزین۔ نومبر ۱۹۴۱ء ص ۱۲، خلاصۃ التواریخ ص ۲۱، جنگ مرہ عشق ص ۲، لعل و دبستان نواب  
ص ۲۱۴-۲۱۵، میرۃ الاصلح ص ۲۸، بے نصیحتہ اقلین ص ۱۵۰، مفتاح التواریخ ص ۱۱۵  
گہ ہفت تماشا ص ۱۶۸

کے لئے قیدگانی یعنی ایک کو کھانے سے منع کرتے اور دوسرے کو اس کی اجازت دیتے رہے۔  
نذر و نیاز کی رسم اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کھانے اور دوسرے اشیائے خور سے  
گذر کر جانوروں کی نیاز چڑھانے لگے تھے۔

عورتوں میں بالخصوص اور مردوں میں بالعموم گور پرستی کا عام رواج تھا۔ سلطان  
فیروز شاہ تغلق نے فتوحات فیروز شاہی گور پرستی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے  
بحکم شاہی عورتوں کا مزاروں پر جانا بند کر دیا تھا۔ مگر سلطان بذات خود بزرگوں کے مزاروں  
پر حاضری دیتا تھا اور ان سے استمداد کی درخواست کرنا تھا۔

عوام میں گور پرستی کی دبا اس بڑی طرح سے پھیل چکی تھی کہ انھیں بزرگ اور غیر بزرگ کی  
تمیز تک نہیں رہی تھی مثلاً سلطان علاء الدین خلجی ایک جاہل مطلق سلطان تھا۔ جمعہ کی نماز  
نہ پڑھتا تھا۔ پھر بھی لوگ اس کی وفات کے بعد اسے ولی اللہ سمجھنے لگے۔ اس کی قبر پر منتوں  
کے ڈورے باندھنے لگے۔ بقول برنی۔

”برکرامت اوجھل می گردند و سخنان اورا کہ در برآمد مہمات ملکی و در فتح و نفرت شکر  
از زبان ادبیروں آمد سے بر کشف و کرامت اور تصویری گردند“ (ریہ باتیں) اس کی کرامت  
پر معمول کی گئیں اور مہمات ملکی اور شکر کی کامیابی کے سلسلے میں جو بات اس کی زبان  
سے نکلتی تھی اس کے کشف و کرامت کا نتیجہ سمجھتے تھے۔

اس ضمن میں حمید قلندر کا بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ  
دہلوی کی موجودگی میں گفتگو ہو رہی تھی ایک شخص نے کہا کہ لوگ اس کی قبر پر زیارت کو  
جاتے ہیں اور اپنی مراد کی ریسماں باندھتے ہیں اور ان کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ بندہ کو  
اس موقع پر ایک قصہ یاد آیا۔ وہ بیان کیا۔ انہی دنوں میں بندہ سلطان علاء الدین خلجی کے

۱۔ مراط مستقیم (مطبوعہ دیوبند) ص ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

۱۔ عقیف تاریخ فیروز شاہی (۱۔ ت) ص ۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰  
ص ۳۲۴

مزار کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ نماز کے بعد زیارت کی اور وہاں پہنچا جہاں لوگ کلاوہ باندھتے ہیں اگرچہ میری کوئی حاجت نہ تھی۔ لیکن میں نے اپنے دستارچہ میں سے ایک ڈورا کھینچا اور وہاں باندھ دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص پکارتا ہے کہ وہ کون ہے جو سلطان علاء الدین کی قبر پر کلاوہ باندھ گیا ہے۔ اس کے چند بار پکارنے پر میں آگے بڑھا اور کہا میں نے باندھ لیا ہے۔ کہا اتیری کیا حاجت ہے۔ بیان کر۔ میں نے کہا میری کوئی حاجت نہیں ہے۔ کیا بیان کروں" لے

حالانکہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے گورپرستی کے تدارک کی پوری کوششیں کیں مگر وہ اس کام میں ناکام رہا۔ دور مغلیہ میں گورپرستی کے عقیدے کو بے حد تقویت ملی کیوں کہ شاہان مغلیہ بزرگان دین سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ سلیم چشتی لہ کی دعا کی برکت سے اکبر بادشاہ کے حرم میں رکا تو ضرور پیدا ہو گیا مگر عوام پر اس کا اثر بہت زیادہ ہوا۔ اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ان بزرگوں کی برکت سے ولادت بھی ہو سکتی ہے۔ اور وفات کے بعد بھی ان کی کرامات اپنا اثر رکھتی ہیں۔ علاوہ ازیں اکبر بادشاہ جوش عقیدت میں برہنہ پا اور پیادہ خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لئے اگر سے جبرجیا کر تا تھا۔ عوام اور امرائے بھی اس کی تقلید میں یہ عمل شروع کر دیا تھا۔ جہانگیر بزرگوں کے مزار پر حاضری دیتا تھا۔ شاہ جہاں اپنی رینڈری اور دیو پردی درمذہبی جوش میں اکبر اور جہانگیر سے کہیں زیادہ سخت تھا۔ لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی جب لگاتار کئی رکیاں اس کے حرم میں پیدا ہوئیں اور رٹکے کی ولادت کا اُمید نہ رہی تو دلاد زمین کی خواہش نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ کسی بزرگ کے مزار پر جا کر اپنی رن لڑکی نکلیں کی درخواست کرے۔

لے خیر المجات (ات ۲ ص ۲۲۱-۲۲۲ لے خزینۃ الاصفیاء ص ۲۳۲-۲۳۶ لے بدایونی (ات ۵ ص ۵۶۸ لے بدایونی (ات ۱ ص ۳۹۲ لے ایضاً ص ۳۸-۳۵۰

## احریات

## غزل

الم منظر نگری

اہل چمن میں عزم بیاباں کئے ہوئے  
 وہ آرہے ہیں حشر کا سماں کئے ہوئے  
 دیوانہ ہیں انھیں کے بہاروں میں اس لئے  
 لے کام شوق دید و رات اب دید سے  
 منزل کی سمت بڑھتے ہی باتیں ہیں بل شوق  
 تنظیم تاروا سے یہ اسباب گلستاں  
 میں جا رہا ہوں پھر طرف جلوہ گاہ تاز  
 تسکین ملے کئی دینوں پہاں سے ہوئے نیاز  
 مجبور مجھ کو شہب اسیری نے کر دیا  
 اے انقلاب تازہ نہ چھڑ سکو تو کہ ہم  
 کیا کام تا خدا سے کہ ہم بحر عشق میں  
 بیٹھا ہوں تمکدے میں بگر مٹی سوز غم  
 یہ کون ہے چھپا لئے لاد و نقل میں سرچمن  
 تنہا رہا تو کی تاتہ طرازی نہ پوچھیے

جوش جنوں سے پھر کوئی پیاں کئے ہوئے  
 نشانوں پہ گیسوؤں کو پریشاں کئے ہوئے  
 آتے ہیں پھول چاک گریباں کئے ہوئے  
 ہر جلوے کو ہیں آج وہ عریسا کئے ہوئے  
 دشواریوں کو راہ کی آساں کئے ہوئے  
 گلشن کی وسعتوں کو مین زداں کئے ہوئے  
 ہر جلیش نظر کو غزلخواں کئے ہوئے  
 خوئے طلب ہے تھکاو پریشاں کئے ہوئے  
 بیٹھا ہوں دل کو نوگر زنداں کئے ہوئے  
 ہیں امتحان گردشِ دوراں کئے ہوئے  
 ہر موج زندگی کو ہیں طوفاں کئے ہوئے  
 ہر اک نفس کو شمع شبستاں کئے ہوئے  
 ہے داغخانے دل کو نمایاں کئے ہوئے  
 انساں کو ہے مخالف انساں کئے ہوئے

وہ دے رہے ہیں دعوتِ تسکین مجھے الم  
 تاروں سے شامِ غم کو درخشاں کئے ہوئے

# غزل

از جناب سعادت نظیر

ساری دنیا لے رہی ہے امتحان پڑتھاں  
واقعاتِ زندگی ہیں اک انگوٹھی داتاں  
ہے کبھی شام خزاں تو ہے کبھی صبحِ بار  
چپ و خم سے راہ کی، بیکانہ ہے جسکی نظر  
حالِ دل کہہ کہے کہہ ہم میں اوجھڑ جتاں ہوں  
ماہی بے آب کی صورت تڑپتا ہوں نظیر

اللہ! اللہ! پھر بھی جیتا ہے نظیر خستہ جاں  
میں ستاؤں بھی تو کہے کون سمجھے گا یہاں  
نیتِ نئی تبیلیوں کا نام ہے نظمِ جہاں  
ہو چکا منزل کا رہبر ایسا میر کا رداں  
اور شاقِ سماعت میں اُدھرائی جہاں  
ہو غمِ حیراں تو تسکینِ دل معزول کہاں

# غزل

فانی مراد آبادی

جل کے آؤ غم تنہا لی میں  
روشنی کو نہ چھو سکا کوئی  
خرد مندوں کی کون سنتا ہے  
غنجِ دل نہ کھل سکا اب تک  
کفر ہے اس سے مایوسی  
اس زمیں پر چلو مگر نہ ہو معلوم

وا دریکھے ہیں اب مری شب کے  
جانے والے پہنچ گئے کب کے  
ہوشِ گم ہو گئے کہاں سب کے  
آئی کیسی بہار ہے اب کے  
ڈھنگ نرا لے ہیں اس مررب کے  
دن گزارو جہاں میں یوں دب کے

## تبصرہ

شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول :- از ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تقطیع خور و ضخامت ۱۶۰ صفحات کتابت و طباعت بہتر۔ قیمت - ۲/- پتہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۷۔

فاضل مصنف چند سال سے اسلامی نظام بنک کاری کا مفصل اور واضح

خاکہ مرتب کرنے میں مصروف ہیں اور ایک بڑی حد تک اس کی تکمیل بھی کر چکے ہیں لیکن چونکہ ایسے کسی نظام کی بنیاد شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول اور ان کے ماتحت تقبی احکام و مسائل ہی ہو سکتے ہیں اس بنا پر موصوف نے اس کتاب میں انہیں اصول کا جائزہ لیا ہے۔

اس سلسلے میں انہوں نے مختلف فنانات کے ماتحت مجموعی طور پر بارہ اصول متعین کئے ہیں اور ہر ایک اصل کی تشریح اور اس کی تعیین کر کے اسپر بحث کی ہے۔ یہ بحث فقہ کے مذاہب

اربعہ کے اندر رد آ رہے۔ لیکن کہیں کہیں ان سے اختلاف ظاہر کر کے خود اپنی آزاد

رائے بھی مدلل بیان کی ہے لیکن جو کچھ لکھا ہے وسیع مطالعہ و عمیق غور و خوض کے بعد اور بڑے اعتدال

و توازن کے ساتھ مائع و ذلل عبارت میں لکھا ہے معاشیات کے طلباء کے علاوہ مدارس عربیہ کے

علماء اور اساتذہ کو بھی اس کا مطالعہ کرنا چاہیے

معروف و منکر :- از مولانا سید یزید الدین عمری تقطیع خور و ضخامت ۲۱۵ صفحات

کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد - ۵/- پتہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۷۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہی... امت محمدی کے خیر امت ہونے کا دامن دار ہے،

اگر یہ ہے تو یہ امت خیر امت ہے۔ ورنہ نہیں ہے۔ اس بنا پر اسلام میں اس کی بڑی اہمیت

ہے اس کتاب میں ہے اس پر ہی گفتگو کی گئی ہے کہ معروف اور منکر کی تعریف اور حقیقت کیا ہے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے یا فرض کفایہ۔ ان کی شکلیں اور صورتیں کیا کیا ہوتی ہیں اور اشخاص و افراد اور حالات و ظروف کے تغیر و تبدل سے اس کے احکام میں کیا تغیر ہو جاتا ہے۔ اس کے شرائط و آداب اور مسائل و ذرائع کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ لیکن لائق مصنف نے پورے دین کو ہی ان دونوں میں سمیٹ لیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں تو اسی بالحق تبلیغ دعوت الی اللہ تذکیر۔ اور مجاہدہ بالنتیجہ حسن ان سب چیزوں کا ذکر ہے۔ اور موقع و محل۔ مصالحت و مناسبت اور اشخاص و افراد کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک کی وہی اہمیت ہے جو اپنی جگہ پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہے، پھر قرآن کی رو سے خود منکر کے مفہوم میں وہ وسعت نہیں ہے جو مولف ثابت کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے نزدیک منکر فحشا کے معنی میں ہے جو فحایت درجہ بے حیائی اور وقاحت پر مشتمل ہے بہر حال کتاب بڑی محنت اور جستجو سے لکھی گئی ہے۔ اس کا مطالعہ دلچسپ بھی ہوگا۔ اور مفید بھی!

جدید عربی ادب کا ارتقا راز ڈاکٹر سید اقسام احمد ندوی تقطیع خور صفحات ۱۶۸  
صفحات کتابت و طباعت بہتر قیمت ۲/۷ پتہ دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ۔  
عربی ادب کا دور جدید اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ اس دور میں انشاء ادب تنقید صحافت تحقیق و تصنیف ان میں سے ہر ایک کا معیار بہت اونچا ہو گیا ہے۔ اور اس دور میں ادباء شعرا مصنفین اور محققین اس کثرت سے پیدا ہوئے ہیں کہ عربی زبان ایک چمن زار بن گئی ہے۔ یہ کتاب عربی ادب کے اس دور کی تاریخ ہے جو اگرچہ مختصر ہے لیکن پر از معلومات اور مفید ہے ہمارے ملک کا عربی خواں طبقہ اس دور جدید سے بالکل بے خبر ہے۔ اسے اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

اصناف ادب کا ارتقا ازید ترقی صاحب تقطیع خور صفحات ۸۴ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۵۰/۱۰۰  
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب میں ادب کے مختلف اصناف غزل، قصیدہ

مثنوی، افسانہ ناول اور ڈرامہ وغیرہ کا ارتقا بیان کیا گیا ہے۔ لیکن کتاب اس درجہ مختصر ہے کہ کسی اسکول ٹیچر کے نوٹ معلوم ہوتے ہیں۔

دستخط چند بہ از جناب راز چاند پوری۔ مرحوم نقیض خورد

صفحات ۱۲۷ صفحات کتابت و طباعت بہتر قیمت - ۲/۶ پتہ نسیم بکڈ پولاتوسدور و لکھنؤ  
مصنف اردو زبان کے معروف ادیب اور شاعر ہیں۔ حضرت سیما ب اکبر آبادی کے خاص اور نہایت بے تکلف دوستوں میں تھے۔ اور برسوں تک آگرہ میں ساتھ بھی رہے تھے۔ اس بنا پر سیما ب صاحب مرحوم کی شخصیت شاعری اور ان کے دوسرے سوانح حیات کے متعلق ان کے پاس خطوط پرانے برسوں اور اپنی یادداشتوں کا ایک ایسا ذخیرہ موجود تھا جو کسی اور کے پاس مشکل سے ہوگا۔ یہ کتاب انہیں یادداشتوں پر مشتمل ہے اس کے بعض بیانات سے سیما ب صاحب کے بعض خاص شاگردوں کو صدمہ ضرور ہوگا۔ لیکن بحر حال اس کی تاریخی اہمیت مسلم ہے۔

## حیات ذاکر حسین

مؤلفہ: خورشید مصطفیٰ صاحب رضوی

صدر جمہوریہ ہند جناب ذاکر حسین خان کی خدمات علم و ایشاد و قربانی سے بھرپور زندگی کی کہانی جس پر پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی نے پیش لفظ تحریر فرمایا اور ان کی کتاب کو قابل رشک و تحسین قرار دیا ہے۔

یہ کتاب متعدد انگریزی، اردو کی کتابوں، ملکی اور غیر ملکی رسائل و اخبارات کی پھان بین کے بعد تلمیذ کی گئی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تاریخ کے اہم دور یعنی ذاکر صاحب کے زمانہ کے حالات و واقعات سے مستند ترین حوالوں اور خود ذاکر صاحب سے متعدد ملاقاتوں کی روشنی میں پہلی بار پردہ اٹھایا گیا ہے۔ کتابت طباعت اور کاغذ بہتر، سائز متوسط ۲۰x۲۰ پارچہ کی عمدہ جلد قیمت آٹھ روپے  
مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی

اردو زبان میں  
ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ  
قصص القرآن

قصص القرآن کے شمارہ داروں کی نہایت ہی اہم اور مقبول کتابوں میں ہوتا ہے انبیاء و پیغمبر اسلام کے حالات و زندگی کے جوہر و درخشاں کی تفصیلات پر اس درجہ کی کوئی کتاب کسی زبان میں نہ ملے گی۔ یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں مکمل ہوئی ہے جس کے مجموعی صفحات ۱۰۰۰ ہیں۔  
 جلد اول پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام تک تمام پیغمبروں کے مکمل حالات و واقعات۔

حصہ دوم :- حضرت یوشع علیہ السلام سے لے کر حضرت یحییٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کے عشق سرانج حیات اور ان کی دہمت میں ان کی حقیقتان تشریح و تفسیر۔

جستہ سوم :- انبیاء و ائمہ کرام کے واقعات کے علاوہ اصحاب کبھی و ترمیم اصحاب ائمہ  
اصحاب الثبت، اصحاب الرئیس، بیت المقدس اور بیروا، اصحاب الزند و اصحاب الخیل، اصحاب کربلا  
و القربین اور سیدہ سکندرہ، سبا اور یسیر، موم و نصیر، و باقی قصص قرآنی کی تکمیل و تفسیر  
جستہ چہارم :- حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
و السلام کے شخص و تفصیل حالات ۔

قیمت جلد اول دس روپے جلد دوم پانچ روپے جلد سوم سات روپے جلد چہارم نو روپے  
قیمت مکمل سٹاک تیس روپے اجرت فی جلد فی بارچہ ایک روپیہ۔ نمبر اول جلد دوم روپے

مکتبہ پربان اردو بازار جامع مسجد روہی

پیٹ میں بھاری پن اور سینے میں جلن  
جلد آرام کے لیے

پچنول  
لیجیے

پچنول پیٹ کے درد، کھٹی ڈکاریں، اسپھارا، جلن، متلی، سہمی  
گئی اور کھانے کے بعد طبیعت کی سُستی وغیرہ جیسی شکایت  
نہایت مفید ہے۔

بکارد



MTA-MOP-1246A-U

RAMPUR RAZA LIBRARY  
RAMPUR

مقامی دواخانہ، پشاور، جامعہ پشاور، پشاور، پاکستان